کامیاب شادی کے سنہرے اصول

اور

ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی

تألیف

فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمن عمر حفظہ اللہ

ترجمہ

پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ

فاضل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض

اور

ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمن عمر حفظہ اللہ

ترجمہ
پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ
فاضل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض

مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاہور

طبع دوم

۱۴۳۳ھ ——————— ۲۰۱۲ء

مکتبہ بیت السلام الریاض لاہور
ص۔ب 16737 فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991
سعودی عرب موبائل نمبر 0532666640 - 0566661236
لاہور 0321-6466422 bait-us-salam@hotmail.com

فہرست

دوسری فصل:

جنس کے متعلق اسلامی نظریہ

تیسری فصل:

بیوی اور خاوند منتخب کرنے کے ضوابط

چوتھی فصل:

نکاح کی شرطیں

پانچویں فصل:

مجامعت کے آداب

چھٹی فصل

ازدواجی حقوق

ساتویں فصل:

میاں بیوی کے لیے نصیحتیں اور مشورے

آٹھویں فصل:

عورتوں کے ساتھ ازدواجی معاملات کے متعلق فتوی جات

عرضِ ناشر

مرد وعورت کے درمیان ازدواجی تعلق ایک ابدی قانون اور سنت الٰہی ہے، جس کی بنا پر ہر دو جنس کی فطرت اور طبائع میں باہمی میلان اور کشش ودیعت کی گئی ہے تا کہ یہ تعلق گہری محبت کے زیر سایہ اپنے مطلوبہ مقاصد اور اہداف کی تکمیل کر سکے۔

اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس طرح اس میں دیگر شعبہ ہائے حیات کی راہنمائی اور سعادت کے لیے واضح احکامات اور روشن تعلیمات موجود ہیں، اسی طرح ازدواجی زندگی اور مرد وعورت کے باہمی تعلقات کے متعلق بھی اس میں نہایت صریح اور منصفانہ ہدایات بیان کی گئی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک شادی شدہ جوڑا خوش کن اور پُر لطف زندگی کا آغاز کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلیمات کسی انسانی فکر وارتقاء اور جد و جہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہیں، جس نے مرد وعورت کو پیدا کیا اور ان کی فلاح وکامرانی کے لیے یہ ہدایات بیان فرمائیں۔

اکثر لوگ ازدواجی راحت وسکون کے حریص اور خواہشمند ہوتے ہیں لیکن اپنے غلط طرزِ عمل اور قوانین شرعیہ سے غفلت کی بنا پر طرح طرح کی مشکلات اور مصائب کا شکار ہو کر اپنا سکون واطمینان غارت کر لیتے ہیں، جس سے نہ صرف بذات خود وہ بلکہ ان کے اہل وعیال اور کئی ایک خاندان پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان ازدواجی مصائب اور خانگی مشکلات کے کئی اسباب و وسائل ہیں جن میں سرفہرست احکام شرعیہ سے اعراض، خواہشات کی پیروی، کفار ومشرکین خصوصاً مغربی طرزِ حیات کی اندھی تقلید وغیرہ شمار کیے جا سکتے ہیں۔

قارئین کرام! اگر ہم اپنے گھروں کو امن و اطمینان کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں اور ایک پُر سکون ازدواجی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے معاشرتی رہن سہن اور طرزِ حیات کو انھی تعلیمات و ارشادات کا پابند بنانا ہوگا جو ہماری ہدایت و سعادت کے لیے اللہ

رب العزت نے نازل فرمائیں ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے ان کو نہایت آسان اور واضح پیرائے میں بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہمیں سیرت نبوی، حیاۃِ صحابہ وصحابیات اور سلف صالحین کے طرزِ عمل کو اپنے لیے آئیڈیل اور نمونہ بنانا ہوگا جو ہمارے لیے ہر موڑ پر دنیا وآخرت کی سرفرازی اور فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''کامیاب شادی کے سنہرے اصول'' اسی خواہش اور ضرورت کے پیشِ نظر اردو داں طبقہ کے لیے پیش کی جا رہی ہے تاکہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا تدارک کر کے ہم ایک خوش وخرم ازدواجی زندگی کا آغاز کر سکیں۔

اس کتاب میں نہایت جامعیت اور گہرائی کے ساتھ ازدواجی تعلقات اور خانگی معاملات کو موضوعِ سخن ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے متعلق ہر گوشے پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ اس موضوع کا کوئی حصہ تشنہ نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں شادی کی ترغیب اور فوائد، اسلامی نقطۂ نظر سے جنس کی اہمیت، خاوند اور بیوی منتخب کرنے کے شرعی اصول وضوابط، نکاح کے مسائل وآداب، پسندیدہ خاوند اور بیوی کی صفات، میاں بیوی کے حقوق وفرائض، شادی شدہ جوڑے کے لیے نصیحتیں اور دیگر موضوعات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کتاب کے مؤلف فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمٰن عمر حفظہ اللہ کو جنھوں نے بڑی محنت اور خوبصورت ترتیب کے ساتھ اس کتاب کو جمع کیا، اور اس کتاب کے مترجم پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ کو جنھوں نے احسن پیرائے میں اس کتاب کو عربی زبان سے اردو میں منتقل کیا تاکہ اردو خواں حضرات بھی اس کتاب سے مستفید ہو سکیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر اور جملہ معاونین کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام ریاض۔ لاہور

عرضِ مؤلف

تمام تر تعریفات کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا، وسیع فضل اور عظیم رحمت کا مالک ہے، جو بلا احسان عطا کرتا ہے اور ظلم کے بغیر روکتا ہے، وہ اکیلا ہے، دیّان ہے، بے نیاز ہے، احسان جتلانے والا ہے۔

اس نے انسان کو پیدا کیا، کائنات اس کے لیے مسخر کر دی، اور اس میں جذبہ سکون اور بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کا احساس ودیعت کر دیا۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ [الأعراف: 189]

''وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔''

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرة: 187]

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔''

درود و سلام ہو اول تا آخر انسانیت کے سردار پر، رب العالمین کے ہاں لوگوں کی

سفارش کرنے والے پر، مسلمانوں اور مسکینوں کے جلو میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے پر۔ جس کا فرمان ہے:

''دنیا سامان زینت ہے اور بہترین سامان زندگی نیک عورت ہے۔''❶

نیز فرمایا:

''تمہاری اس دنیا سے مجھ کو دو چیزیں محبوب ہیں: عورتیں اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''❷

قارئین کرام! اسلام اپنی عظمت کی وجہ سے ایک ایسے انسان کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جو جسمانی، عقلی اور جذباتی اعتبار سے مکمل ہو اور اپنی خواہشات کو دبانے اور احساس محرومی سے بری ہو، تا کہ اسلام کی عمارت قائم کرنے اور اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے سلسلے میں اس کا کام مکمل ہو۔ ایک مضبوط اور باہم مربوط معاشرے کی ابتدا خاندان (ازدواجی گھر) سے ہوتی ہے، جس کی بنیاد محبت، مودت اور نفسیاتی و جسمانی امن وسکون پر ہونی چاہیے۔

اس لیے محترم قاری! ہم یہ کتاب پیش کر رہے ہیں جس میں ازدواجی زندگی کی نفسیاتی، جسمانی، سماجی اور اقتصادی ضروریات کا سامان وافر مقدار میں موجود ہے۔

ہم نے اس کتاب کا نام ''کامیاب شادی کے سنہرے اصول اور ازدواجی اسرار و رموز کی نقاب کشائی'' رکھا ہے اور اس کو آٹھ فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلی فصل: شادی۔
دوسری فصل: جنس کے متعلق اسلامی نظریہ۔
تیسری فصل: بیوی اور خاوند منتخب کرنے کے ضوابط۔
چوتھی فصل: نکاح کی شرطیں۔
چھٹی فصل: ازدواجی حقوق۔
ساتویں فصل: میاں بیوی کے لیے نصیحتیں اور مشورے۔

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [1467]

❷ مسند أحمد [285/3] سنن النسائي، رقم الحديث [8887]

آٹھویں فصل: عورتوں کے ساتھ رہن سہن اور ازدواجی معاملات کے متعلق فتوی جات۔

یہ کتاب ہر مسلمان مرد وعورت کے پڑھنے کے لائق ہے اور اسے ہر ایک لائبریری کی زینت ہونا چاہیے۔ ہم ہمیشہ شادی کے متعلق بعض امور کے بارے میں سوال کرنے سے شرمندگی محسوس کرتے ہیں، خصوصاً جنسی اعتبار سے، ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی گفتگو کرنا غلط اورعیب ناک ہے، حالانکہ اس سے ناواقفیت ایک مسلمان کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتی ہے، کیونکہ میاں بیوی کے کچھ حقوق ایسے ہیں جو ان کے علاوہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔

اس لیے میاں بیوی دونوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کی خواہش کو آسودگی مہیا کر سکتے ہیں تاکہ وہ دونوں شادی کے مطلوبہ ہدف پاکدامنی کو پالیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام سے ہر جگہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہمارے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو حسن انتخاب کی توفیق دے، تاکہ ایک مضبوط مسلم خاندان مضبوط اسلامی معاشرے کے قیام پر قادر ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْمُسْلِمِيْنَ.

پہلی فصل:

شادی

1. نکاح کی تعریف۔
2. شادی کا جواز۔
3. شادی کی ترغیب۔
4. شادی کے فوائد۔
5. شادی کے مقاصد۔
6. شادی کے نو (۹) فوائد۔
7. پاکدامنی کی فضیلت اور گناہ کی قباحت۔
8. شادی میں عدم دلچسپی (تبتّل) سے ممانعت۔

[1] نکاح کی تعریف

نکاح کا لغوی معنی:

ملانا، سمیٹنا، یکجا کرنا۔ گویا خاوند جذبہ محبت، شفقت اور شوق کے تحت اپنی بیوی کو اپنے سینے سے اس طرح لگا لیتا ہے جس طرح ماں ان کیفیات میں اپنے بچے کو اپنے سینے سے لپیٹ لیتی ہے۔ یہ لفظ عقد اور ہم بستری پر بھی بولا جاتا ہے۔

شرعی معنی:

اصطلاحِ شریعت میں اس سے مراد وہ عقد اور معاہدہ ہے جو میاں بیوی میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جائز طور پر لطف اندوز ہونے کا حق مہیا کرتا ہے۔[1]

نکاح کا شرعی حکم:

نکاح اصل میں مستحب ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسے مالی اور جسمانی استطاعت کے ساتھ مشروط و مربوط کیا ہے، جس شخص کو زنا میں مبتلا ہونے کا شدید خدشہ ہو اور وہ صاحب قدرت بھی ہو تو اس کے لیے شادی کرنا واجب ہے، کیونکہ پاکدامن رہنا اور حرام سے بچنا بھی ضروری ہے، جس کا ذریعہ صرف نکاح ہے۔ جو شادی کا اہل تو ہو لیکن اسے گناہ اور بدکاری کے ارتکاب کا ڈر نہ ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب و مرغوب ہے۔[2]

[2] شادی کا جواز

نسل انسانی کی حفاظت اور بقا کا دارومدار مرد و عورت کے باہمی جنسی ربط پر قائم

---

1. المغني لابن قدامه [333/7]
2. المغني لابن قدامه [445/6]

ہے اور یہ ایک فطری تقاضا ہے، جو دنیا کی آبادکاری، زیب و زیبائش اور ثمرات و نتائج کا مرکز ثقل ہے۔ یہی فطری خواہش ہر جنس کو اپنے ہم جنس کی طرف مائل ہونے پر اکساتی ہے، پھر اسی تعلق سے سکون، شفقت اور چاہت کی سوتیں پھوٹتی ہیں۔

اگر انسان کو اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے کے لیے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے تو اس سے ایسے فتنے جنم لیں گے جو انسانیت کے لیے وبال جان بن سکتے ہیں۔ اگر چشم تصور سے دیکھا جائے کہ ایک عورت پر ہر طرف سے چند لوگ جھپٹ رہے ہوں تو نتیجے کے طور پر ہم یہی دیکھیں گے کہ حسد، بغض، کینہ، ظلم، اختلاط نسل، فسادِ نسب، رذالت و خجالت اور طرح طرح کے جسمانی و روحانی امراض خبیثہ کا ایک سیل رواں ہے جو انسانیت کو بہائے لے جا رہا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا﴾ [الإسراء: 32]

”اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔“

اس لیے حکمت ربانی کا یہ تقاضا تھا کہ ایسا خدائی قانون نازل کیا جائے جس سے انسان کی بھلائی مقصود ہو۔ شادی کے امور و متعلقات اسی حکمت الٰہی کی عطا ہیں۔ اس میں مرد و عورت ہر دو کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہے، درست تعلق قائم کرنے کے اصول و ضوابط ہیں۔ نیز اپنے اس تعلق کو مضبوط و پائیدار رکھنے اور اسے راحت اور خوشحالی میں بدلنے کے لیے واضح خطوط متعین کر دیے گئے ہیں، جن پر چل کر دنیا و آخرت کی خوشیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

[3] شادی کی ترغیب

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

شادی ہمارے ہادی و رہبر نبی معظم حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین لوگوں کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کا اندازِ عبادت جاننے کے لیے ازواج مطہرات کے ہاں حاضر ہوا، جب انھیں اس کے متعلق بتایا گیا تو انھوں نے اُس کے مقابلے میں اپنے اعمال کو بہت تھوڑا خیال کیا اور آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے کہ ہم کہاں اور نبی ﷺ کہاں؟ ان کے تو اللہ تعالیٰ نے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر رکھے ہیں۔ ایک کہنے لگا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرا کہنے لگا: میں تا حیات روزے سے رہوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرا کہنے لگا: میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ بعد ازاں رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں؟''

''اللہ کی قسم! میں تم تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کا خوف اور تقوی رکھنے والا ہوں، اس کے باوجود میں روزہ رکھتا ہو اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میری سنت اور طریقے پر نہیں۔''[1]

رسول کریم ﷺ نے شادی کرنے پر بہت زور دیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے، کیونکہ یہ نفس کی حصانت (پاکدامنی)، معاشرے کی حفاظت اور مسلمانوں کی کثرت کا ذریعہ ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5063] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1401]

شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ پست ہوجاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہوجاتی ہے)۔''[1]

شادی نسل کے لیے کھیتی، نفس کے لیے سکون، زندگی کے لیے سامان، دل کے لیے اطمینان اور شرم گاہ اور دیگر اعضاء کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس میں راحت کا سامان ہے اور یہ ایک ایسی سنت ہے جس سے ستر پوشی، حفاظت اور انسان کے لیے نیک اور دنیا و آخرت میں نفع مند اولاد کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

شادی اسلام میں ایک مضبوط رشتہ، پختہ وعدہ، معاشرتی فرض، نفسیاتی سکون، مرد و عورت میں مہر و محبت کا ذریعہ اور دل و عقل کے فطری ہیجان میں اعتدال پیدا کرنے کا نام ہے، اس کے بغیر نفس بے قرار رہتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ ایک عبادت بھی ہے جس سے انسان کا آدھا ایمان مکمل ہوجاتا ہے اور اس کی اپنے رب کے ساتھ ملاقات مکمل طہارت اور صفائی کے عالم میں ہوتی ہے۔

اے نوجوانان اسلام! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اپنی نگاہیں پست رکھو، اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے شادی کرو، وہ اپنے وعدے کے مطابق تمہارے لیے فراوانی کے دروازے کھول دے گا۔ محض اخراجات کے خوف سے شادی سے بے رغبت مت رہو، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ تنگی کے بعد کشادگی اور مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق:3,2]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا اور اسے رزق دے گا، جہاں سے وہ گمان نہ کرتا ہوگا۔''

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ﴾ [الطلاق: 4]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5066] صحيح مسلم، رقم الحديث [1402]

﴿ وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴾ [النور: 32]

''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ نکاح کرنے کا حکم ہے۔ علما کا ایک طبقہ اس کی قدرت رکھنے والے پر وجوب کا قائل ہے۔ انھوں نے آپ ﷺ کے اس فرمان کے ظاہر سے دلیل لی ہے جس میں آپ ﷺ نے نوجوان طبقے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نوجوانو! جو تم میں سے نکاح کی اہلیت اور استطاعت رکھتا ہے تو وہ نکاح کرے، کیونکہ اس سے نگاہ پست ہو جاتی ہے اور شرمگاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے۔ پھر انھوں نے ذکر کیا کہ شادی کرنا دولتمندی کا سبب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ﴾ [النور: 32]

''اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے شادی کرو، وہ اپنے وعدے کے مطابق تمھارے لیے فراوانی کے دروازے کھول دے گا۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ جنسی اختلاط کے، جو شادی کا ایک مقصد ہے، فوائد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جنسی تعلق کے اصل مقاصد تین ہیں:

1. نسل انسانی کی بقا تا آنکہ وہ تعداد پوری ہو جائے، جو اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے لیے مقرر کی ہوئی ہے۔

2. پانی (منی) کا اخراج جس کا رکے رہنا جسم کے لیے نقصان دہ ہے۔[1]
3. شہوت پوری کرنا، لذت کا حصول اور نعمت سے لطف اندوز ہونا۔

شادی کے بہت زیادہ فوائد ہیں، جن میں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ زنا سے بچاتی اور نظرِ حرام سے محفوظ رکھتی ہے، اس کے ذریعے نسل جاری رہتی ہے، نسب محفوظ ہو جاتا ہے، میاں بیوی کے درمیان نفسیاتی ٹھہراؤ اور ایک طرح کا سکون واقع ہو جاتا ہے، زوجین اچھے خاندان کی، جو مسلم معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، تشکیل میں تعاون مہیا کرتے ہیں، خاوند بیوی کی حفاظت اور کفالت کا ذمے دار ہوتا ہے، جبکہ بیوی گھریلو کام کاج میں مصروف رہتی ہے، جو اس کی فطری ذمے داری ہے۔

[4] شادی کے فوائد

شادی کے بہت زیادہ دینی، دنیاوی، معاشرتی اور جسمانی صحت کے متعلق فوائد ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1. اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی تابعداری، جو دنیا و آخرت میں انسان کے لیے ہر سعادت اور خوشحالی کی انتہا ہے۔
2. انبیاء و رسل کی سنت کی پیروی جن کی اقتدا کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔
3. شہوت پوری کرنا، نفس اور دل کا کیف و نشاط سے سرشار ہونا۔
4. شرم گاہ کی حصانت، عزت کی حفاظت، نظریں جھکانا اور فتنے سے دور رہنا۔
5. امت اسلامیہ میں اضافہ کرنا کیونکہ اگر افراد کی کثرت ہوگی تو امت مضبوط ہوگی۔
6. روزِ قیامت رسولِ کریم ﷺ کا دیگر امتوں پر فخر کا اظہار کرنا۔
7. خاندان کو باہم مربوط کرنا، رشتے داروں کے درمیان محبت بھرے تعلقات فروغ دینا اور معاشرتی روابط مضبوط بنانا، کیونکہ باہم مضبوط معاشرہ ہی طاقتور اور خوشحال معاشرہ ہوتا ہے۔
8. شادی کرنا رزق میں برکت اور مالی فراوانی کا ضامن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

[1] زاد المعاد [149/3]

ہے: ﴿ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النور: 32]

⑨ شادی کے نتیجے میں انسانی نسل کے تسلسل کے ذریعے نوع انسان کی حفاظت اور بقا۔

⑩ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کی جسمانی، روحانی اور نفسیاتی قرار و چین کی ضرورت ہوتی ہے، جو صرف شرعی نکاح کے ذریعے پوری ہوتی ہے۔

⑪ مرد و عورت میں ایک دوسرے کی طرف طبعی میلان اور رغبت کا اظہار، جسے اللہ تعالیٰ نے کمال انسانیت کے لیے ان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

⑫ اولاد کی تربیت اور خاندان کی تشکیل اور حفاظت کے لیے مرد و عورت کا تعاون۔

⑬ محبت، شفقت، رحمت، احترام اور حقوق و فرائض کے تبادلے اور نتیجہ خیز تعاون کے دائرے میں رہتے ہوئے مرد و عورت کے درمیان تعلقات استوار کرنا۔

⑭ میاں بیوی اور اولاد کے حقوق ادا کرتے ہوئے اور ان کی مالی ضروریات پورا کرتے وقت حسنِ نیت کی بنا پر اجر عظیم حاصل کرنا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

چند صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ تو سارا اجر لے گئے، جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں، ہم بھی اسی طرح نماز پڑھتے ہیں، جس طرح وہ روزے رکھتے ہیں، ہم بھی اسی طرح روزے رکھتے ہیں، لیکن وہ اپنا زائد از ضرورت مال صدقہ کر دیتے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں بھی صدقہ کرنے کا موقع دیا ہے۔ ہر تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل صدقے کے بدلے میں ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تو اور تمہارے ملاپ میں بھی صدقہ ہے۔ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول، جب کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اس میں اجر بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ حرام کاری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ حلال طریقے سے ایسا کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1006]

''یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جائز کام سچی نیت کے ساتھ نیکی بن جاتا ہے، اسی طرح جماع کرنا بھی اس وقت عبادت میں شمار ہوگا جب یہ بیوی کا حق ادا کرنے کی نیت سے ہو یا حسن معاشرت، نیک اولاد کی طلب یا پاکدامنی اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کی غرض سے ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا تعلق تین اعمال کے سوا بقیہ تمام اعمال سے منقطع ہوجاتا ہے، اور وہ یہ ہیں: (1) صدقہ جاریہ۔ (2) علم جس سے لوگ بہرہ مند ہوں۔ (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو ہو۔''[1]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو جو کچھ بھی اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرے گا اس کا تجھے ضرور بہ ضرور اجر ملے گا، حتی کہ اس لقمے کا بھی، جو تو اپنی گھر والی کے منہ میں ڈالتا ہے۔''[2]

15. تکمیل دین، نفس اور بدن کی طہارت، نیک نامی اور اچھی شہرت کی حفاظت۔
16. نیک اولاد کا اپنے والدین کے لیے دعا کرنا۔
17. شیطان سے بچاؤ، شہوت کا دفعیہ اور زنا سے دوری۔
18. نسب اور حقوقِ وراثت کی حفاظت۔
19. جی بہلانا، دل لگی کرنا، مانوس ہونا، اٹھکیلیاں کرنا اور جائز نظر بازی کرنا، تاکہ دل سرور آگیں ہو اور عبادت میں انہماک اور قوت پیدا ہو۔
20. اسلام نے شادی کو عبادت کا درجہ دیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے نفس شر انگیز فتنوں، حرام نظر بازی اور فحاشی کا عادی ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

[5] شادی کے مقاصد

شادی انسان کے دین کے لیے سلامتی اور حفاظت کی مضبوط فصیل ہے۔ یہ دل و

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث [1631]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [56] صحيح مسلم، رقم الحديث [1628]

جان کے لیے پیام شفا اور نفس کے لیے سامان قرار ہے، خصوصاً توانائی اور جوش سے بھرپور جوانی کے لیے۔ اس لیے اس کے مقاصد اور فرائض گونہ گوں ہیں، جن میں سے چند ایک کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

[1] معاشرتی فرائض:

بنی نوع انسان کی حفاظت شادی کا ایک بنیادی مقصد ہے، کیونکہ میاں بیوی کے تعلقات کا ہدف محض لذت اٹھانا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آبادکاری اور افزائش نسل بھی ہے۔

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ [البقرة:223]

''تمہاری بیویاں تمہارے لیے کھیتی ہیں۔''

اس طرح نکاح کا پہلا مقصد یہ ہے کہ انسان کے لیے نیک اولاد ہو جو عبادت گزار ہو اور اس کے لیے دعا گو۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل مطلوب اولاد ہے، اسی لیے نکاح کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ بقاءِ نسل کا انتظام ہو، شہوت اس کا باعث بنایا گیا ہے، قضا کار کی یہی حکمت ہے کہ نتائج کو اسباب کا پابند بنا دیا جائے، وگرنہ اس کی ضرورت نہیں، صرف قدرت کا اظہار، عجائبات کاریگری کا اتمام اور مشیئت ایزدی کی، جس کا فیصلہ ہو چکا ہے، تکمیل مقصود ہے۔''

حصول اولاد کئی طرح سے نیکی اور قربت ہے:

1. نسل انسانی کی بقا کی خاطر اولاد کے حصول کے لیے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کے مطابق عمل ہے۔
2. ایسی چیز کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت طلب کرنا جس کی کثرت آپ کے لیے باعث افتخار ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جننے والی عورت کے ساتھ شادی کرو، کیونکہ میں تمھاری کثرت کے ساتھ دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔"❶

اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کا دوام شادی کے ساتھ مربوط کر دیا ہے اور نسل کو نقصان پہنچانا سب سے بڑا فساد قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [البقرة: 205]

"اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے صرف نکاح ایک ایسا جائز وسیلہ قرار دیا ہے جس سے نسل انسانی کا جاری اور باقی رہنا ممکن ہے، اس لیے مومنوں کو عورتوں کے ساتھ ہم بستر ہوتے وقت طلب اولاد کا حکم دیا گیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة: 187]

"تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا فجر کا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو، یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ، اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچ جائیں۔"

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [2050] صحيح الجامع، رقم الحديث [1940]

جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اس کو تلاش کرنا طلب اولاد ہی ہے۔ اگر میاں بیوی کو اس عظیم فرض کا احساس ہو تو وہ دونوں شادی سے متعلق تمام معاشرتی مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، اگرچہ اولاد کے ساتھ ازدواجی زندگی میں انسان کو بہت ساری تکالیف اور ذمے داریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن یہ پریشانیاں اس خانماں ویرانی اور عزلت کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جن کا ایک بے اولاد جوڑے کو سامنا کرنا پڑتا ہے اور جیسے جیسے وہ بڑھاپے میں قدم رکھتے ہیں ان کی نفسیاتی، دماغی اور معاشی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔

[2] تربیتی فرائض:

① پاکدامنی اختیار کرنا۔

اسلام میں شادی کا ایک مقصد اخلاق و کردار کی نگرانی اور نگہبانی بھی ہے، اسی لیے اس میں زنا حرام قرار دیا گیا ہے اور مرد و عورت کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فطری تعلق کو ایک ایسے قانون کے تابع کریں جو معاشرے کو بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں شادی کو لفظِ ''اِحصان'' سے یاد کیا گیا ہے، جس کا معنی ہے قلعہ بند ہونا۔ گویا مرد و عورت ایک ایسے قلعے میں بند ہو جاتے ہیں جو ان کے اخلاق و کردار کی حفاظت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ میاں بیوی کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر وہ اپنی فطری خواہشات و ضروریات اور تشنہ کامیوں کی پیاس بجھائیں۔

شادی کا مقصد صرف شہوت رانی ہی نہیں بلکہ زنا اور ہر طرح کی بدکاری سے بھی بچنا ہے۔ اگر شہوت پوری کرنا پاکدامنی کا سبب ہے تو پاکدامنی صرف نیت اور قصد کے ساتھ حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اگر انسان ہر وقت اپنی شہوت پوری کرنے ہی میں لگا رہے تو اس کے اور جانوروں کے درمیان فرق مٹ جاتا ہے، لہٰذا انسان کے لیے اس لطف

اندوزی کے عمل سے کوئی اعلیٰ اور پاکیزہ مقصد ہونا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ یہ شہوت حلال طریقے سے پوری کی جائے اور اس کا مقصد پاکدامن رہنا اور حرام سے بچنا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث سے، جس میں آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی ہے، واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دو ایسے مقاصد ذکر کیے ہیں جنھیں حاصل کرنے میں شادی معاون ثابت ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

1. حرام نظر بازی سے بچنا۔
2. زنا اور دیگر بدکاریوں سے شرم گاہ کی حفاظت کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا:

> ''اگر کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور وہ اس کے دل میں گھر کر جائے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جا کر مجامعت کرے، اس سے اس کے دل میں آنے والا خیال زائل ہو جائے گا۔''[1]

شادی دل کی طہارت اور تقویت کا ایک سبب ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل اس کی طرف مائل ہو تو وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے، اس کا مقصد نفس کی حفاظت اور وسوسات کا دفعیہ ہے۔ جسمانی اور روحانی لذت انسان کی تمام جسمانی، روحانی اور ذہنی قوتوں میں اس طرح کارگر ہوتی ہے کہ انسان رضامندی، خوشی اور راحت انگیز احساسات سے سرشار ہوتا ہے، کیونکہ اس کی طاقت و سرمستی پاکیزہ اور معطر عمل کے ذریعے تحلیل ہوتی ہے، اس طرح میاں بیوی کے درمیان حقیقی محبت اور وفا جنم لیتی ہے، جس سے ان کا تعلق مضبوط در مضبوط ہو جاتا ہے، ان کے احساسات کو محبت و چاہت اور اعلیٰ قسم کی ہم آہنگی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور دل و ضمیر میں زندگی بہنے لگتی ہے۔

یہ تعمیری احساسات ہیں، لیکن جو احساسات ناجائز تعلقات کے نتیجے میں انسان پر

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1403]

چھا جاتے ہیں وہ تخریبی احساسات ہوتے ہیں، جو نفسیاتی الجھنیں، اخلاقی پستی، ضمیر کی مردگی اور ذلت و رسوائی جنم دیتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں شادی کی مثال صنعتِ تعمیر کی سی ہے، جس میں دو افراد سے عمارت کی ابتداء ہوتی ہے، جو دیکھتے دیکھتے ایک کنبے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اسلام کی نظر میں صرف شادی ایک ایسا مفید وسیلہ ہے جو امت کو اخلاقی پستی اور افراد کو اجتماعی بگاڑ سے محفوظ رکھ سکتا ہے، کیونکہ اس میں جائز طریقے سے فطری خواہش پوری کرنے کا سامان موجود ہے۔

(2) نوع انسانی کی بالیدگی۔

شادی کا مقصد صرف انسانی نوع کی حفاظت اور کثرت ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اہم اس کی تربیت، ترقی اور بالیدگی کا اہتمام کرنا ہے، اور یہی وہ جداگانہ ہدف اور مدعا ہے جو انسانوں کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

کیونکہ نسل انسانی کی بقا تو صرف افزائش نسل اور اولاد جننے سے ہوجاتی ہے جو تمام مخلوقات میں امر مشترک ہے، لیکن اپنی نوع کی ترقی اور بالیدگی کا احساس صرف انسانی نسل کا خاصہ ہے اور اس کی بنیاد اچھی تربیت اور دین ہے۔ ہماری اولاد ہمارے جگر گوشے ہیں، ان کی شخصیت منفرد اور مستقل ہونی چاہیے اور زمانے کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی اور نفسیاتی نشو ونما ہونی چاہیے۔ اس لیے اس بات پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ خاندان کا سربراہ اپنی اولاد کی حفاظت اور اس کی صحیح تربیت اور ترقی کے لیے فکر مند ہو، کیونکہ امت کی زندگی ان کی صحت، چستگی اور اچھی تربیت پر موقوف ہے۔

فرد کو معاشرے کا صحت مند رکن تیار کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ اسے اپنے حقوق و فرائض کا احساس ہو، یہی نہیں کہ وہ ہمیشہ مطالبات ہی پر زور دے بلکہ اسے دوسروں کے لیے خرچ کرنے اور ان کا احساس کرنے کا سبق بھی سکھانا چاہیے۔ اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ زندگی کے ہر رخ کے لیے اسے تیار کرنا چاہیے، تاکہ وہ زندگی میں آنے والی مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوجائے۔ یہ ہے وہ تربیت اور

ترقی جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں، اور والدین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس نہج پر اپنی اولاد کی تربیت، ترقی اور بالیدگی کے لیے کام کریں، تاکہ وہ مستقبل کا اثاثہ ثابت ہوں۔

[3] نفسیاتی فرائض:

نفسیاتی سکون وقرار ازدواجی تعلقات کا بنیادی اور جوہری ہدف ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

ان آیات میں قرآن کریم پرسکون جذباتی زندگی کی طرح ڈالتا ہے۔ نیک بیوی خاوند کے لیے پناہ گاہ ہوتی ہے، جہاں وہ سارا دن طلب رزق کے لیے مشقتیں جھیلنے کے بعد سکون کے چند لمحات گزارنے کے لیے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے پر جاندار مسکراہٹ سجا کر خوشی اور انبساط کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خاوند کا پرجوش استقبال کرے، پھر بھرپور توجہ، وارفتگی، میٹھی میٹھی باتوں اور نرم وگرم انداز سے اسے کیف وسرور کی وادیوں میں پہنچا کر اس کی ساری کلفتیں اور تھکاوٹیں دھو ڈالے۔

جب خاوند بیوی کے ساتھ دل لگی کرتا ہے تو نفس اس کی صحبت سے سکون اور دل راحت پاتا ہے جس کی بنا پر انسان اپنے آپ کو عبادت الٰہی کے لیے مستعد رکھتا ہے، کیونکہ نفس انسانی ملول ہوجاتا ہے اور پھر وہ حق سے نفرت کھانے لگتا ہے، کیونکہ اس وقت یہ خلاف طبع ہوتا ہے اور اگر اسے اس کام پر ہمیشہ مجبور کیا جائے جس کی طرف دل مائل نہ ہوتو پھر وہ سرکش ہوجاتا ہے، لیکن جب اس کو تفریح طبع کا کوئی موقع میسر ہوتو وہ پھر سے طاقتور اور ہشاش بشاش ہوجاتا ہے۔

عورتوں سے جی بہلانا بے چینی دور کر دیتا ہے اور دل راحت پاتا ہے، لہٰذا متقین کے دلوں کے لیے جائز امور سے تفریح طبع کا سامان ہونا چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ ''تاکہ وہ اس سے سکون پائے''۔

یہی حال بیوی کا بھی ہے۔ اگر بیوی خاوند کے لیے باعث سکون ہوتی ہے تو خاوند بیوی کے لیے قرار لانے والا۔ وہ سکون پانے کی خاطر محبت، چاہت اور پاکیزگی کے سائے میں اپنی جنسی پیاس بجھانے کی غرض سے ملاپ چاہتا ہے، تاکہ دل اور دیگر اعضا حرام کاری، گناہ، فتنہ فساد اور ذلت و رسوائی کی گندی دلدل میں پھسلنے سے بچ کر سکون میں آ جائیں۔

شادی نفسیاتی سکون اور وجدانی راز ہے، جس کی وجہ سے انسان کو خلوت و جلوت کا ایک ایسا بے تکلف ساتھی میسر آ جاتا ہے جس کی صحبت سے وہ راحت، سکون اور قرار کا لطف اٹھاتا ہے۔ اسی غرض سے مرد و عورت کو رشتہ ازدواج میں باندھا جاتا ہے۔

ایک مضبوط، ٹھوس، اور باہم مربوط معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد ازدواجی گھر سے اٹھائی جائے[1]۔ ازدواجی گھر میں اس محبت اور رحمت بھرے رشتے کی بنیاد صرف گہرے جسمانی اور نفسیاتی سکون پر قائم ہے، لہٰذا جب تک اس گھر کا سکون برباد کرنے والے عوامل سے بے خبری رہے گی، تب تک سکون کی فضا قائم نہیں کی جا سکتی۔

جذباتی کمی یا محرومی کے نتیجے میں انسانی جسم پر طاری ہونے والی بے سکونی اور شکستہ خاطری کو سکون پہنچانے کے لیے شادی کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے، اور یہ سکون اس وقت تک ممکن نہیں جب تک میاں بیوی میں مکمل انجذاب اور پیوستگی نہ ہو۔ جب دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت موجزن ہو اور وہ خواہشات اور جذبات کے سمندر میں ڈوب جائیں تو پھر ایک ایسا احساس طاری ہوتا ہے کہ ہر کوئی دوسرے کے وجود اور احساسات کا ادراک کرنے لگ جاتا ہے۔ آدمی اس وقت نفسیاتی خوشی اور سکون محسوس کرتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی عورت کو ملاپ کے درمیان بھرپور خوشی دے سکتا ہے۔

[1] گھریلو تربیت اسلامی معاشرے کے قیام کا سب سے بڑا وسیلہ ہے، کیونکہ معاشرہ گھر کی اینٹوں سے تشکیل پاتا ہے، جب اینٹ درست رکھی جائے گی تو معاشرہ مضبوط، خیر سے بھرپور اور شر سے دور ہوگا۔

عورت اس وقت سرور کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جب وہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ اپنے مرد کو اپنی نسوانیت کا دیوانہ کر سکتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ نفسیاتی اور جسمانی سکون اور راحت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں اپنے ہر ایک احساس اور خیال کو دوسرے کے احساس و خیال کا عاشق بنا دیں۔ اور یہ چیز جسمانی اور جنسی پیاس بجھانے سے قبل جذباتی تشنگی کو آسودہ کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور ملاپ سے پہلے، درمیان میں اور بعد میں اس کا دھیان رکھنا مکمل انجذاب کے لیے از حد ضروری ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرۃ:187]

''تم ان کا لباس ہو اور وہ تمہارا۔''[1]

اس آیت کا تقاضا ہے کہ ازدواجی تعلق معنوی طور پر ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا لباس اور جسم کے درمیان ہوتا ہے، یعنی ہر ایک دوسرے کے دل اور روح میں جذب ہو جائیں اور ایک دوسرے کے لیے ستر پوش ثابت ہوں۔ اور اپنے ساتھی کو ایسے تمام موثرات سے بچا کر رکھیں جو اس کے اخلاق کے لیے تباہ کن ہوں۔ یہی ازدواجی تعلق کی اصل روح ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتے کہ انسان زمانے کے دکھوں کے ہاتھوں پریشان ہوتا رہے اور زندگی کے بوجھ تلے تلملاتا رہے۔ اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے دکھوں

---

[1] امام طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کیا دقیق اور شاندار بات کہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے، کیونکہ سوتے وقت اسے اتار لیا جاتا ہے اور پھر وہ دونوں ایک ہی کپڑے میں سوتے ہیں، پھر ہر ایک کا جسم دوسرے کے جسم کے ساتھ اس طرح لپٹ جاتا ہے جس طرح انسان اپنے جسم پر لباس پہنتا ہے، نیز ہر ایک کو دوسرے کا لباس اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ لباس میں سکون ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
﴿ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴾ [النبا: 11] ''اور ہم نے رات کو لباس بنا دیا۔''
یعنی اس میں تم سکون پاتے ہو۔ اسی طرح آدمی کی بیوی اس کے لیے جائے سکون ہوتی ہے، جہاں آ کر وہ آرام پاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ﴾ [الأعراف:189] ''اور اس نے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے آرام حاصل کرے۔'' اس طرح ہر ایک دوسرے کے لیے لباس بہ معنی سکون ہے۔

کا مداوا بنے، اس کے بوجھ کو اپنا بوجھ سمجھے اور اس کے غم بانٹے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عورت کی صورت میں اس کا بندوبست فرما دیا ہے، جو اس کے گھر کا ستون، زندگی بھر کا ساتھی، شکوے شکایات سننے والی، راز چھپانے والی، راز و نیاز کی باتیں کرنے والی اور دل کا چین ہوتی ہے۔

عورت مرد کی زندگی کا راز، اس کے زخموں کا مرہم اور طبیعت کی جلا کار ہے۔ یہ اس کے نقص کی تکمیل کرتی ہے اور اس کی ترقی کے لیے سہارا بنتی ہے۔ یہ اس کی دشمن نہیں ہوتی جو مد مقابل کھڑے ہو کر ازدواجی زندگی کو میدان جنگ میں تبدیل کر دے، جس میں ایک فریق فتح یاب ہو اور دوسرا شکست خوردہ۔ خلوص بھرے ماحول میں زندگی کس قدر حسین ہوتی ہے! جہاں کوئی رکاوٹ، کوئی دشمنی نہیں ہوتی۔ انانیت، غلبے کا نشہ اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا کوئی مکروہ جذبہ کارفرما نہیں ہوتا، ہر طرف پاکیزہ جذبات اور ازدواجی خوشیاں کھلنے لگتی ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کونسی عورت بہترین ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا:

> ''جس کی گفتگو میں کوئی عیب ناک بات نہیں ہوتی، اسے مردوں کو فریب دینے کی کوئی چال نہیں آتی، وہ ہر وقت خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرنے میں محو خیال رہتی ہے اور اپنے خاندان کی حفاظت کا خیال رکھتی ہے۔''

ازدواجی تعلق اگر سکون و اطمینان سے خالی ہو تو وہ ایک مردہ جسم کے مانند ہوتا ہے، جسے اگر دفن نہ کیا جائے تو اس کی عفونت پھیلنے لگتی ہے اور گھریلو زندگی کی ساری فضا مکدر ہو جاتی ہے۔

سادہ لفظوں میں ازدواجی سکون سے مراد محبت، امن، دوامِ تعلقات کے احساس اور اعلیٰ جذبات کے سائے میں جنسی عمل مکمل کرنا ہے۔ اس طرح یہ سکون میاں بیوی کے درمیان مکمل وحدت اور اتفاق کا ضامن ہے، جو ایک متوازن معاشرے کی تشکیل کا نقطہ آغاز ہے۔ پھر معاشرہ اپنے اتحاد و اتفاق کے لیے اسی اتفاق کے نقطہ آغاز سے مدد لیتا ہے جس کی ابتدا ازدواجی گھر سے ہوتی ہے۔ میاں بیوی معاشرے میں تعاون اور ربط قائم

کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں، اس طرح سارا معاشرہ محبت اور رحم دلی کی عملی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور یہی اسلام کا مدعا ہے کہ معاشرہ ایک جسم کے مانند ہو جائے۔

[4] دینی فرائض:

اسلام میں عبادت کا تصور صرف نماز روزے تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ ہماری زندگی کا عمومی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرنا ہے، اس لیے ہمیں زندگی کے تمام مظاہر کو اس نظر سے دیکھنا ہے کہ ان کا دیگر متعدد جہات کے ساتھ بھی تعلق قائم رہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام جہاں لطف و سرور اٹھانے کی دعوت دیتا ہے وہیں عظمتِ کردار اپنانے پر بھی ابھارتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ [الأعراف: 32]

''تو کہہ، کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟''

اسی طرح شادی بھی عبادت ہے اور پھر بیوی سے مباشرت کرنا اور اس کے نتیجے میں صاحب اولاد ہونا اور دیگر امور سر انجام دینا عبادت ہی کے زمرے میں آتا ہے۔

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

[الأنعام: 163,162]

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''تمہاری شرم گاہ (مباشرت کرنے میں) میں بھی صدقہ ہے۔''[1]

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی کیا اچھوتی باریک کامی ہے کہ اس نے پانی سے بشر کی تخلیق فرمائی، پھر اس میں خاندان اور سسرال بنا دیا، اس کی فطرت میں شہوت رکھ دی، جس کے سبب انھیں کھیتی (شادی) کرنے پر مجبور کر دیا اور شادی پر کبھی استحباباً اکسایا اور کبھی حکم دیتے ہوئے۔ شادی دین میں مددگار، شیطان کے منہ پر پھٹکار اور انسان کو اللہ کے دشمن سے مضبوط قلعہ کی پناہ میں دے دیتی ہے۔''

شادی اور اس کے مقاصد کو اسلام اس نظر سے دیکھتا ہے جس کی بنیاد انسانی طبیعت کے نفسیاتی اور عضوی خصائص و نتائج اور انسانی فطرت کے تفصیلی احاطے پر قائم ہے، تاکہ ہر پہلو سے ایک مسلمان کی شخصیت تکمیل پذیر ہو اور پرسکون کیفیت میں انسان اپنی فطری خواہشات اور رجحانات پر عمل کر سکے۔

جنسی خواہش کو ایک ایسے فطری نظام کی ضرورت ہے جس کی اصلاح، راہنمائی اور ترقی ایک ایسے نظام کے سپرد ہو جو انسانی غرض و غایت کی حمایت اور فرد و معاشرے کی حفاظت کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہو۔ آج دنیا میں جنسی مشکلات کے جس قدر مختلف حل پیش کیے جا رہے ہیں وہ انسان کی جنسی زندگی میں ایک ایسا توازن قائم کرنے سے قاصر ہیں جو بے ضرر غیر اخلاقی اور خواہش پرستی سے مبرا جنسی لذت کے حصول کا ضامن ہو۔

[6] شادی کے نو (9) فوائد

آدمی شادی میں نو چیزیں پسند کرتا ہے۔ جب تک میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی، ہم خیالی اور اتفاق کے عناصر موجود رہتے ہیں تب تک شوق، دلکشی اور گرم گرم جذبات تر و تازہ رہتے ہیں۔ گہرے تعلقات کے ساتھ ساتھ شادی میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لیے ذاتی ملکیت، تنگی خوشی اور میٹھے کڑوے حالات میں مل جل کر جینے کا احساس

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1006]

پیدا کرتی ہے۔

محبت اور شفقت کے احساسات تلے میاں بیوی کے من میں فرحت و سرور کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ عمدگی، لطافت، فرحت اور لطف کامیاب شادی کے نمایاں اوصاف ہوتے ہیں۔ یکسانیت اور محبت بعض اوقات ازدواجی زندگی پر اثر انداز بھی ہوجاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شادی ابتدائی سالوں کے بعد پلیٹ میں نیم گرم شوربے کے مانند ہوجاتی ہے، اس لیے میاں بیوی کو شوق و طلب اور کشش کی چنگاری جلائے رکھنا چاہیے، تاکہ ان کے تعلقات اسی طرح گرم اور جوش وخروش سے بھرپور رہیں جس طرح شادی کے ابتدائی ہفتوں میں تھے۔ اس طرح ہماری ازدواجی زندگی اور بیویوں کے ساتھ تعلقات زیادہ لطف کیش اور نشاط آور ہوجائیں گے۔

اس بنیاد پر ازدواجی تعلق ہماری زندگی میں وہ نو چیزیں لا سکتا ہے جنھیں ہم شادی سے باہر ڈھونڈتے رہتے ہیں:

[**1**] میاں بیوی کے درمیان جھجک کا خاتمہ:

شادی میاں بیوی کے درمیان اعتماد کا ایسا معیار قائم کرتی ہے جو کسی دوسرے تعلق کے ذریعے ممکن نہیں۔ اس تعلق میں ہر طرح کی رکاوٹیں اور حجاب دور ہوجاتے ہیں، میاں بیوی اپنے خوابیدہ احساسات اور برجستہ خواہشات پر کسی نگران کا خوف کھائے بغیر کھل کر اظہارِ خیال کر سکتے ہیں۔

ہر کوئی اپنے شریک حیات کے ساتھ ناگواری یا تنقید کے احساس سے ماورا ہر طرح کی گفتگو کر سکتا ہے۔ مرد اور عورت شادی ہونے کے بعد ایک جسم اور ایک دل ہوجاتے ہیں۔ محبت، وارفتگی اور رغبت کے اظہار کے لیے ہر طرح کا محاورہ قابل قبول ہے، بلکہ کسی وقت بیوی گرما گرم کلمات اور سرکش خیالی تعبیرات کا بڑی سرگرمی اور خوشدلی سے استقبال کرتی ہے۔ ایک بیوی کا کہنا ہے کہ اس کا نوجوان خاوند لوگوں کے ساتھ بڑی نرمی اور خوش اخلاقی سے گفتگو کرتا ہے، لیکن جونھی خواب گاہ میں داخل ہوتا ہے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جنھیں عام لوگوں کے ساتھ کبھی نوک زبان پر نہیں لاتا۔ وہ ایسے الفاظ پسند کرتی ہے اور

اس کی پسند نا پسند کا بھی خیال رکھتی ہے، اس کا خاوند بھی شادی کے دس سال گزرنے کے باوجود اس کی پسند نا پسند اچھی طرح جانتا ہے۔

ایک اور بیوی کہتی ہے: وہ اپنے گھر میں اپنے خاوند کے ساتھ آزادی اور درشتی کے ساتھ کھیلتی ہے اور جب نوبت جنسی عمل تک پہنچ جائے تو وہ بھڑکتا ہوا جنسی شعلہ بن جاتی ہے۔

[**2**] بے تکلفی اور خود سپردگی:

کچھ خاوند اور بیویاں مضبوط اور گہرے تعلق کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کرتے ہیں، جس کے لیے معاشرت کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، جبکہ اکثر جوڑوں کا کہنا ہے کہ خود کاری اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک نظر، ایک لمس یا اچانک خلوت ہی میاں بیوی کو قریب کر دیتی ہے، جذبات انگڑائیاں لینا شروع کر دیتے ہیں، چھیڑ چھاڑ شروع ہو جاتی ہے اور پر جوش ملاپ انجام پاتا ہے، اور اکثر اوقات یہ اچانک ہو جاتا ہے، کیونکہ جذبات، شوق اور دلکشی کسی قانون اور پیمانے کو نہیں جانتے۔

[**3**] اولاد کی خواہش میں سامان تفریح:

بعض اوقات میاں بیوی گھر میں یا گھر سے باہر سیر و تفریح کے دوران میں خلوت کے پروگرام ترتیب دیتے ہیں، اور ایسا ہونا ضروری بھی ہے، کیونکہ یہ تعلقات میں گہرائی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور یقیناً ایک مرحلہ دوسرے مرحلے کو جنم دیتا ہے۔

ایک خاوند کا کہنا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بیضہ ریزی کے وقت سے آگاہ ہے، اس لیے اس مدت میں وہ اپنی بیوی سے بکثرت مجامعت کرتا ہے، لیکن اس کے لیے وہ کسی چارٹ پر عمل پیرا نہیں ہوتا، بلکہ جنسی رغبت اور مناسب ماحول کی موجودگی میں وہ جنسی عمل مکمل کرتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ میاں بیوی کو جنسی رغبت اور محبت کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے آزادی، لطف اندوزی اور سرشاری کے عالم میں مختلف حالتیں، آسن اور طریقے آزمانے چاہییں، ان کے قرب کا یہی منتہائے مقصود ہے۔

[4] ایک ساتھ اسرار کی معرفت:

ایک جوڑے کا کہنا ہے: ''وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ دونوں محبت کے عمل سے زیادہ لطف اٹھا رہے ہیں، ہر مرتبہ وہ گھر میں ایک مختلف جگہ کا انتخاب کرتے ہیں، کبھی ہال، کبھی باورچی خانہ، کبھی غسل خانہ، کبھی خواب گاہ اور کبھی لوگوں کی نظروں سے دور باغ میں، دن یا رات کسی بھی وقت، صرف میاں بیوی ان رازوں سے آگاہ ہیں اور کوئی نہیں۔

[5] مشترکہ تفریح:

شادی سے قبل نوجوان لڑکے لڑکیاں شادی کے متعلق پریشانی محسوس کرتے ہیں، کبھی عارضی سے جذباتی تعلقات بھی قائم ہو جاتے ہیں، لیکن شادی اور ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے قرب گہرا ہوتا ہے اور دونوں محبت، اور ہم آہنگی کی موجودگی میں زیادہ راحت، تفریح اور قرار محسوس کرتے ہیں۔

اطمینان اور سکون کے سائے میں میاں بیوی اپنے تعلقات میں تفریح طبع کے نئے نئے مواقع تلاش کرتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی پسندیدہ اشیاء سے آگاہ ہوتے ہیں، اس طرح دونوں کارکردگی کا معیار بلند کرنے اور مشترکہ لذت و فرحت کو انتہا تک پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ کس قدر سرور آگیں احساس ہے کہ اس کا شریک حیات اس کے پہلو میں نیند کی آغوش میں سر رکھے ہوئے ہے اور اس کی ہر طلب پوری کرنے کے لیے ہر وقت مستعد! لیکن اس وقت جب چاہت کا انداز مناسب ہو۔

[6] شادی کے بعد بھی وارفتگی اور نشاط انگیزی کا تسلسل:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شادی کے بعد دوسری جانب سے اشتعال انگیزی مدہم پڑ جاتی ہے، جذبات مرجھا جاتے ہیں اور جاذبیت اپنا حسن کھو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ مطمئن اور کامیاب خاوندوں کا کہنا ہے کہ یہ سارے احساسات ازدواجی گھونسلے میں موجود ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ جذبات میاں بیوی میں گہرے ہو جاتے ہیں اور ان کا تعلق مضبوط اور پختہ ہو جاتا ہے۔

بہت سارے خاوند ایسے بہت سارے طریقوں میں مہارت رکھتے ہیں جن کے ذریعے وہ بہ آسانی ازدواجی پریشانیوں سے چھٹکارا پا لیتے ہیں اور محض چند ساعتوں میں اپنی بیوی میں جذبہ عشق از سر نو پھونک دیتے ہیں۔ ہر مرتبہ جب میاں بیوی بستر کی نرم گرم آغوش میں پناہ لیتے ہیں تو ہر حالتِ وصل میں جذبات کا زور شور اور دلکشی کے نئے نئے پہلو قابل دید ہوتے ہیں۔ بلکہ بیوی یہ سرگرمیاں اور اہتمام دیکھ کر خوش ہوتی ہے، جو اسے انتہاءِ لذت تک پہنچا دیتا ہے۔ میاں بیوی اگر اشتعال انگیزی کے سارے وسائل استعمال کریں، جو انھیں تسکین شہوت سے سرشار کر دیں، تو اس میں کیا برائی ہے؟

آزمودہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر مرتبہ جدت ضروری ہے، لباس پہننے اور اتارنے میں، آسن باندھنے اور عملی اقدام اٹھانے میں، اور اس جدت میں اشتعال انگیزی، وارفتگی اور شوق کے ایسے عناصر شامل ہونے چاہییں جو یکسانیت اور اکتاہٹ کا خاتمہ کر دیں۔

[7] بھرپور لطف اندوزی:

ہمارے مشرقی معاشرے میں مرد و عورت کا ایک دوسرے سے متعلق تجربہ محدود اور باہمی تعلقات ایک حد تک مبہم اور ناقابل فہم ہوتے ہیں، لیکن شادی کے بعد جھجک اتر جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کی جسمانی کیفیات، آمادگی کے معیار، ہیجان خیزی اور آزادانہ لطف کیشی کے وسائل سے آگاہ ہوجاتے ہیں۔ ایک بیوی کا کہنا ہے کہ جب وہ اپنے خاوند کی بانہوں اور آغوش میں نیند کی وادی سے بیدار ہوتی ہے اس وقت وہ کیف و نشاط کے بہترین لمحات کو سمیٹ رہی ہوتی ہے۔

[8] ایک دوسرے کی شہوت سیرابی کا لطف:

شادی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کے دل و دماغ پر چھا جانے کا احساس ہوتا ہے، اور محبت و رغبت کے ہر پسندیدہ طریقے سے وہ بہرہ مند ہوتے ہیں۔ جب بیوی لذت کی بلندیوں کو چھو رہی ہو، زمین اس کے قدموں تلے حرکت کرتی محسوس ہو رہی ہو تو خاوند احساس تفاخر کے ساتھ سر بلند کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک مکمل مرد تصور کرتا ہے۔

[9] مضبوط قرب اور دوستی:

شادی کا بنیادی مقصد باہمی قرب اور جنسِ مخالف کی محبت کیشی ہے، بظاہر جنس ہماری بشری تشکیل کا جزو لا ینفک ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جنس محبت اور گہرے تعلق سے عبارت ہے، جتنی زیادہ معاشرت اور میل ملاپ ہوگا، زوجین کے درمیان اتنا زیادہ قرب پیدا ہوگا، رکاوٹیں اور جھجک ختم ہوگی اور وہ دونوں یک جان دو قالب ہوجائیں گے۔

[7] پاکدامنی کی فضیلت اور گناہ کی قباحت

اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو متضاد اور مخالف طبیعتیں بڑے قرینے سے سجائی ہیں، ایک اچھی ہے جو انسان کو نیکی اور اچھائی کی ترغیب دیتی ہے، اس کے تحت ناپسندیدہ اعمال کا تصور بھی محال ہے۔ دوسری اس کے مخالف ہے جو شہوت پرستی، نفس کی بندگی، عقل کی نافرمانی اور برائی کی فرمانبرداری کرنے پر اکساتی ہے۔ شہوت رانی اس کی راہنما اور گناہ اس کا بدرقہ ہے۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ [یوسف: 53]

''بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے۔''

ہر بدن میں ان دونوں طبیعتوں کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ جب انسانی عقل اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل کرتی ہے تو وہ نفس پر غلبہ پا کر اس کی خواہشات اور عوارض کی سرکوبی کر دیتی ہے۔ اگر نفس عقل پر غالب آجائے تو بصیرت اندھی ہوجاتی ہے، آدمی ذلت کی کھائی میں گر جاتا ہے اور گناہ کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، پھر بڑے بڑے گناہ اور ناپسندیدہ اعمال کا ارتکاب کرتا ہے، موذی اور تکلیف دہ مناظر کا رسیا ہوجاتا ہے اور ہلاکت خیز خلوت نشینوں میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔

شہوت پوشیدہ آگ کی طرح ہوتی ہے، جو اسے بھڑکائے اسے وہ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جب انسان مال کی شہوت، جنس کی شہوت اور قوت و سلطان کی شہوت کی لپیٹ میں آجائے تو اس کی باطنی شکست کا آغاز ہوجاتا ہے اور اطمینان رخصت ہوجاتا

ہے، چاہے ابتدا میں وہ اپنے آپ کو خوش قسمت اور لطف اندوز ہونے والا ہی کیوں نہ سمجھے، جبکہ حقیقت میں وہ دائمی بدبختی کے چنگل میں پھنس جاتا ہے، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس پر وہ آسودہ نہیں رہتا اور مزید کی طلب میں اس کے ہاں گناہ اپنی قیمت کھو جاتا ہے، دین کمزور پڑ جاتا ہے اور یقین متزلزل۔ نفس کی خوشنودی کی خاطر اور حصول مراد کے لیے ہر قسم کی برائی کا ارتکاب اس کے نزدیک بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

کیونکہ بے راہ روی کے عالم میں وہ حیوانیت بلکہ اس سے بھی کم تر درجے میں اتر جاتا ہے۔ جب انسان اپنا تعلق اپنے پروردگار سے منقطع کر لیتا ہے تو وہ محض ایک حیوان رہ جاتا ہے، جو صرف خواہش پرستی اور لذت کامی کے لیے زندہ رہتا ہے، اس میں بھلائی کے جذبات معطل ہو جاتے ہیں، برائی کے رجحانات انگڑائیاں لینا شروع کر دیتے ہیں، شہوت رانی اور تسکینِ خواہش اس کا مقصد حیات اور منتہائے مقصود قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان: 44]

''وہ نہیں ہیں مگر چوپایوں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ تفصیل کے ساتھ ذکر کر کے ہمیں ہماری کوتاہیوں پر خبردار کیا ہے کہ نفس کی ترغیبات و تحریکات اور شیطان کے مکر و فریب کے سامنے ہم عاجز ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نا صرف خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ بلکہ خود بھی نبی تھے، جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی باڑ، اس کی دوستی کی آڑ اور اس کی نگرانی کی فصیل میں تھے، شیطان کے لیے ان تک پہنچنے کے راستے مسدود تھے، اس کے باوجود ان کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ﴾ [یوسف: 24]

''اور بلاشبہ یقیناً وہ اس کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی، اور وہ بھی اس (عورت) کے ساتھ ارادہ کر لیتا اگر یہ نہ ہوتا کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی ہوتی۔''

یہ بشری فطرت کی بنا پر تھا نہ کہ گناہ کے ارادے سے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ

اسلام نے ایسے بہت سارے شرعی آداب مقرر کیے ہیں جو اس فحاشی کی روک تھام کے لیے حفاظتی دیوار کے مانند ہیں۔ شریعت نے اجازت لینے، نظر بازی اور تاک جھانک کے آداب طے کر دیے ہیں۔ مرد و زن کا میل ملاپ شرعی پابندیوں کے تابع کر دیا ہے۔ عورت کے لیے حجاب لازمی قرار دیا اور شادی کی رغبت دلائی ہے، جو مرد کی سلامتی اور معاشرے کی پاکیزگی کی ضامن ہے۔

چنانچہ یہاں ایک مسلمان پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ خوف، لالچ، سزا اور ریاضت کے ذریعے اپنے نفس کی صفائی، چمک اور بالیدگی کے لیے متواتر کوشش کرے، تاکہ اس کا نفس چشمۂ خیر میں ڈھل جائے۔ فرمان ربانی ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [الشمس: 10-7]

''اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔''

اس سرزنش اور اصلاح نفس کے بغیر مومن اپنے نفس اور اس کی خواہشات کا غلام بن کر رہ جائے گا، اس پر غلبہ پانے سے قاصر رہے گا، جو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ممکن ہے، اور کمزور ہو کر اس کے ہاتھوں کھلونا بنا رہے گا، جس سے بچاؤ صرف قوت ایمان اور عزم مستحکم سے ممکن ہے۔ شاعر کا کہنا ہے:

هِيَ النَّفْسُ إِنْ أَنْتَ سَامَحْتَهَا
رَمَتْ بِكَ فِيْ مَهَاوِي الْخَدِيْعَةِ
فَلَا تَعْبَأَنَّ بِمِيْعَادِهَا
فَمِيْعَادُهَا كَسَرَابٍ بِقِيْعَةِ

''اگر تو نے نفس کو معاف کر دیا تو یہ تمہیں دھوکے کے گھڑے میں پھینک دے گا،

اس کے وعدے پر نہ جانا، اس کا وعدہ چٹیل میدان میں سراب کی طرح ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''گناہ کے اثرات ہوتے ہیں جو گناہ گار پر دنیا اور آخرت میں اس کے نفس اور ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ اثرات درج ذیل ہیں:

- علم سے محرومی۔ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے، جسے وہ دل پر ڈالتا ہے اور گناہ اس نور کو بجھا دیتا ہے۔
- رزق سے محرومی۔ بندہ گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہوجاتا ہے۔
- اداسی۔ جو گناہ گار کے دل پر ڈیرے ڈال لیتی ہے، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے، دنیا کی کوئی چیز اس کے مساوی نہیں ہوتی جس کا احساس صرف زندہ دل انسان ہی کرسکتا ہے۔
- لوگوں کی نفرت۔ کسی بزرگ کا کہنا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو اس کا اثر اپنی بیوی اور سواری کے رویے پر بھی محسوس کرتا ہوں۔
- معاملات کا مشکل ہوجانا اور ہر دروازہ بند پانا۔
- بدی، بدی کا بیج بوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برائی کی سزا برائی کی صورت میں ہوتی ہے اور اچھائی کی سزا اچھائی کی صورت میں۔

گناہ کی خوفناک اور خطرناک سزا وہ ہوتی ہے جو دل میں نیکی کا ارادہ کمزور کردے، جس کی بدولت برائی کا ارادہ قوی تر ہوجاتا ہے اور توبہ کی نیت آہستہ آہستہ سست پڑ جاتی اور رفتہ رفتہ مکمل طور پر موت کی نیند سو جاتی ہے۔

- دل سے گناہ کی ناپسندیدگی نکل جاتی ہے اور وہ عادت بن جاتا ہے، جو بری نہیں بلکہ بھلی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ستر پوشی کرتے رہتے ہیں لیکن وہ سرعام گناہ کرنے پر اصرار کرتا ہے۔
- بندے کا اللہ کی نظر سے گر جانا اور رسوا ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے خالق کو ہلکا جانا اور اس کی نافرمانی کی، اگر اسے عزیز اور محبوب سمجھتے تو وہ انھیں بچا لیتا۔

ان اثرات کے ساتھ ساتھ گناہ انسان کے نفس میں ذلت اور کمینگی کے بیج بو دیتا ہے۔

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ [الحج: 18]

''اور جسے اللہ ذلیل کر دے، پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

اور ایک دعا ہے:

''اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ بِطَاعَتِكَ، وَلَا تُذِلَّنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ''

''اے اللہ! مجھے اپنی اطاعت سے عزت بخش، اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے ذلیل نہ کر۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''نیکی کی وجہ سے چہرہ پرنور اور دل روشن ہو جاتا ہے، رزق کشادہ ہو جاتا ہے اور جسم طاقتور، اور ایسا انسان ہر دلعزیز اور لوگوں کا دلارا ہو جاتا ہے، جبکہ بدی کی وجہ سے چہرہ کالا اور دل سیاہ ہو جاتا ہے، بدن کمزور پڑ جاتا ہے، رزق میں تنگی واقع ہو جاتی ہے اور وہ انسان لوگوں کی نگاہوں میں نفرت کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔''

مومن کی تربیت جب اس انداز میں ہوتی ہو کہ اسے ایمان کی غذا نصیب ہو، اٹھتے بیٹھتے، تنہائی میں اور محفل میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور اس سے خوف کا احساس ہو تو وہ ایک متقی اور طاقتور انسان بن کر نکلتا ہے جسے مادہ پرستی غلام بنا سکتی ہے نہ شہوت رانی اور نہ اس کے دل میں نفس امارہ کے وسوسے جگہ پاتے ہیں۔ اگر کوئی نجیب الطرفین پری وش اسے دعوت گناہ دے تو اس کا جواب ہوتا ہے: ''اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ'' (مجھے رب العالمین سے خوف محسوس ہوتا ہے) جب شیطان اس کے لیے وسوسے کا جال پھینکے تو وہ کہتا ہے: ''لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ سُلْطَان'' (تو مجھ پر غالب نہیں ہو سکتا)، جب برے دوست فحاشی کا راستہ خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں تو اس کا ردعمل ہوتا ہے: ''لَا أَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ'' (جاہلوں کو سلام!)

پاکدامنی ایک بلند مرتبہ ایمانی خو ہے اور مرد و عورت کے لیے سامان زینت، اس کے ذریعے وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں گناہوں اور بدکاریوں سے بچا کے رکھتے ہیں۔ اس طرح پاکدامنی خوشگوار ازدواجی زندگی کا واحد راستہ ہے۔

میاں بیوی دونوں اس کے ذریعے پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اسے اپنانے پر کس قدر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [النور: 33]

''اور لازم ہے کہ دامن بچائے رکھیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

ذیل میں چند ہدایات پیش کی جاتی ہیں جو ایک مسلمان کے لیے پاکدامنی اختیار کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔

[1] نگاہیں جھکانا:

آنکھ شہوت کا محرک اور ایلچی ہوتی ہے، جس نے اپنی نظریں آزاد چھوڑ دیں اس نے اپنے آپ کو تباہ کن گناہوں کے سپرد کر دیا۔ گناہ بندے میں سب سے پہلے نظر کے راستے سے داخل ہوتا ہے، اگر وہ نگاہ جھکا لے تو دل شہوت فرو کر دیتا ہے۔ حرام نظر ندامت اور حسرت کو پیچھے چھوڑتی ہے، دل زخمی ہوجاتا ہے، جس کی شفا اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور رجوع کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نظر بازی کے خطرات بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((يَا عَلِيُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ)) [1]

''اے علی! ایک نظر کے پیچھے دوسری نظر مت لگا، کیونکہ پہلی تمھارے لیے ہے، لیکن دوسری نہیں۔''

یعنی پہلی اچانک نظر معاف ہے لیکن دوسری بار عمداً دیکھنا گناہ ہے۔ جس نے نگاہ آزاد چھوڑ دی، کسی بھی وقت شرمگاہ اسے حقیقت بنا سکتی ہے اور وہ ہلاک ہوجائے گا۔ بقول شاعر:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَؤُهَا مِنَ النَّظَرِ
وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ

[1] مسند أحمد [357/5] سنن أبي داود [2149] صحيح الجامع [7953]

كَمْ نَظْرَةً فَعَلَتْ بِصَاحِبِهَا
فِعْلَ السِّهَامِ بَلَا قَوْسٍ وَلَا وَتَرِ
وَالْمَرْءُ مَا دَامَ ذَا عَيْنٍ يَقْلِبُهَا
فِيْ أَعْيُنِ الْغَيْرِ مَوْقُوفٌ عَلٰى خَطَرِ
يَسُرُّ مَقْلَتَه مَا ضَرَّ مَهْجَتَهُ
لَا مَرْحَبَا بِسُرُوْرٍ عَادَ بِالضَّرَرِ

''ہر حادثے کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے، اکثر آگ چھوٹی سی چنگاری سے بھڑکتی ہے۔ کتنی ہی ایسی نظریں ہیں جن کے تیروں نے نظر باز کو گھائل کیا۔ جب تک آدمی کے پاس آنکھ ہوتی ہے اور وہ اسے دوسروں کی آنکھوں میں گھماتا رہتا ہے تب تک وہ خطرے پر کھڑا رہتا ہے۔ جو نظر کے لیے سرور آگیں ہے، روح کو تکلیف دیتا ہے، ایسے سرور سے دوری ہی بھلی جو تکلیف کا باعث ہو۔''

نظر کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں بڑے شدید اور سخت اسلوب میں اس سے ڈرایا گیا ہے اور مومنوں کو حکم دیا گیا:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ [النور: 31,30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

صرف دیکھنے سے آدمی کا نامہ اعمال پے درپے گناہوں سے سیاہ ہوجاتا ہے، اس کا حل یہ ہے کہ آدمی صبر کرتے ہوئے نگاہ جھکا کر یہ دروازہ ہی بند کردے، شہوت کے گھوڑے کو صبر کی لگام دینا اللہ تعالیٰ کا عذاب بھگتنے سے بہرنوع آسان ہے۔

[2] خیالات کو لگام دینا:

اگر آدمی خیالات سے پیچھا چھڑا لے، جو امام ابن قیم رحمہ اللہ کے الفاظ میں عزم اور ارادے کے ذریعے نہایت آسان ہے، تو اس کا نفس عاجز ہوجائے گا، یا جو اس خیال کو مظبوط ارادے میں ڈھلنے سے پہلے روک نہ سکے جبکہ اسے روکنا آسان تھا کیونکہ ابھی وہ کمزور سا تھا، تو ایسا شخص مفرِط اور بے فکرا ہے۔ خیال پرندے کی طرح ہوتا ہے، اسے آپ اپنے سامنے اڑتا ہوا دیکھتے ہیں، اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو یہ اڑ جائے گا اور اگر شکار کر کے باندھ لیں تو یہ آپ کے پاس رہے گا۔

بلاشبہ خیالات کا گزر انسان کے ذہن سے ہوتا ہے، کچھ انھیں جانے دیتے ہیں اور کچھ انھیں اپنی عقل اور دماغ میں قید کر لیتے ہیں اور پھر خیالات اور اوہام کی دنیا میں گھومتے رہتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خیال کو روک لو اس سے پہلے کہ وہ سوچ کے سانچے میں ڈھل جائے، اور اگر وہ سوچ بن جائے، پھر اسے ارادہ بننے سے روکو اور اگر ارادہ بن جائے پھر اسے عزیمت بننے سے بچاؤ، اور اگر عزیمت بھی بن جائے تو اسے عملی شکل میں آنے سے پہلے پہلے روک لو۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے خیالات کا رخ نفع بخش امور کی طرف پھیر دے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، درگزر اور معرفت طلب کرنے کا باعث ہوں۔''

کہا جاتا ہے: ''نَفْسُكَ إِنْ لَمْ تُشْغِلْهَا بِالْحَقِّ شَغَلَتْكَ بِالْبَاطِلِ.''

''اگر تو اپنے نفس کو حق میں مصروف کار نہ رکھے گا تو یہ تجھے باطل میں مشغول کر دے گا۔''

ایک مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ دل میں پیدا ہونے والے اندیشے خیالات کے بحر بے کراں کا حصہ ہیں، جب آدمی ان کی گہرائیوں میں ڈوب جائے اور اس کے اندھیروں

میں گم گشتہ ہو جائے تو خلاصی کی کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ اس سے پہلے کے اس کے اثرات دل پر پھیل جائیں، ہم یہاں چند مشورے اور عملی ہدایات ذکر کرتے ہیں، جن سے ان خیالات اور اندیشوں سے بچاؤ ممکن ہے:

- جب سونے کا ارادہ ہو تو وضو کر کے طہارت کی حالت میں بستر پر لیٹنا چاہیے اور سونے کی دعائیں اور اذکار کا ورد کر لینا چاہیے۔
- ذہن سے وسوسات دور کرنے اور تسکین قلب اور اطمینان خاطر کے لیے یہ مفید ترین نسخہ ہے۔
- جب ان اندیشوں کا حملہ شدید ہو جائے تو بستر تبدیل کر لینا چاہیے۔
- سونے سے پہلے مفید کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے یا قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے میں مشغول رہنا چاہیے۔
- فارغ وقت کسی مشغلے میں صرف کرنا چاہیے، یہ مفید ترین کام ہے، جو نفس کو خواہشات کی چراگاہ میں چرنے اور ہلاکت خیز خیالات کے اندھے کنویں میں گرنے سے تھام لیتا ہے۔

[3] جنسی ہیجان خیزی (Sexuel Incitements) سے اجتناب کرنا:

اسلام نے نہ صرف فحاشی حرام قرار دی ہے بلکہ اس کی طرف لے جانے والے تمام راستے بھی مسدود کر دیے ہیں، کیونکہ یہ مستور نفسانی خواہشات کو بھڑکاتے ہیں۔ اور یہ شرعی قاعدہ ہے: ''جو حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہے۔''

اس کا مقصد معاشرے میں ان اشتعال انگیز اور شہوت خیز محرکات کا خاتمہ کرنا ہے جو عفت اور عصمت کے لیے زہر قاتل ہوتے ہیں اور ان کی جگہ نافرمانی اور کمینگی لے لیتی ہے اور پھر معاشرہ خاص طور پر نوجوان ایک نہ بجھنے والی (Insatiable) جنسی ہڑک اور پیاس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مرد و عورت میں بے دھڑک میل جول انھی خطرناک اور خوفناک جنسی اشتعال انگیزیوں کا ایک حصہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان اس سلسلے میں بالکل واضح اور دوٹوک ہے:

''یاد رہے کوئی بھی آدمی جب کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے تو شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے۔''

نیز فرمایا:

''عورتوں کے پاس آنے جانے سے احتراز کرو۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! دیور (مرد کے رشتے داروں) کے متعلق کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: دیور تو موت ہے!''[1]

اسی طرح عشقیہ کہانیاں، رومانوی افسانے، شہوت خیز اور فحش منظر نگاری شہوت کی آگ بھڑکانے پر تیل کا کام دیتی ہے۔ ان سے بچاؤ کا محفوظ طریقہ یہ ہے کہ یہ محرکات کم کیے جائیں، فطرتی میدان طبعی حدود کا پابند رہے اور پھر شرعی طریقے سے نکاح کر کے ان کا جواب دیا جائے۔ اس آگ کو شعلہ بننے سے پہلے پہلے بجھا دینا چاہیے۔ مندرجہ ذیل طریقے اس سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتے ہیں:

- عورتوں سے کھچا کھچ بھرے بازاروں، دوکانوں اور بھیڑ والی جگہوں پر صرف ضرورت کے تحت جانا۔
- ہیجان خیز مناظر کا مشاہدہ کرنے سے اجتناب کرنا، ٹیلی ویژن کے آگے کم بیٹھنا بلکہ بالکل اجتناب کرنا، کیونکہ ہر پروگرام میں کوئی نہ کوئی فحش اور شہوت انگیز منظر ضرور آ جاتا ہے۔
- جنس مخالف کے ساتھ اختلاط سے بچنا، نوجوانوں کو اس سلسلے میں اپنی ذات کو ایک ناقابل شکست قلعے میں تبدیل کر لینا چاہیے۔

[4] فارغ وقت مفید کاموں میں صرف کرنا:

وقت انسان کا زندگی میں اصل سرمایہ اور زر ہے، اس کی حفاظت کرنی چاہیے، اسے غیر مفید کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ فرصت انسان کو تباہ اور ضائع کر دیتی ہے، یہ برائی کا دروازہ ہے، اگر انسان اسے بند کرنے کی بھرپور کوشش نہ کرے تو ہر چہار سو برائی

[1] مسند أحمد [446/3] سنن الترمذي [2165] صحيح الجامع [2546]

اس پر حملہ آور ہو جاتی ہے، وقت ضائع ہو جاتا ہے، زندگی کے دن پورے ہو جاتے ہیں اور وہ زادِ راہ اور تیاری کے بغیر ہی آخرت کا استقبال کرتا ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان کو وقت کی قدر اور زمانے کی عظمت معلوم ہونی چاہیے اور کوئی بھی لمحہ نیکی کے بغیر نہیں گزارنا چاہیے، قول اور عمل میں بہتر تر کو بہتر پر ترجیح دینی چاہیے۔''

فراغت نفس کو خراب کر دیتی ہے اور جسم میں چھپی توانائی اور تازگی برباد کر دیتی ہے، نوجوان اگر فرصت کے لمحات خلوت و عزلت میں گزارے تو اس پر منتشر خیالات اور ہیجان انگیز جنسی تصورات چھا جاتے ہیں۔ ان خیالات اور تأملات کے طوفان کے سامنے آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔ اس کی شہوت انگڑائیاں لینا شروع کر دیتی ہے اور جنسی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔ اس وقت آدمی کے لیے ان جذبات کے سامنے سپر انداز ہونے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں رہتا، اور وہ شہوت کی تندہی اور اس کے غلبے کی حدت کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح فرصت کا درندہ اسے پھاڑ ڈالتا ہے۔ زندگی کے آخری دن چل رہے ہوتے ہیں اور جب وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو زندگی کی لو ٹمٹمانے لگتی ہے۔

[8] شادی میں عدم دلچسپی (تبتل) سے ممانعت

تبتل کا معنی ہوتا ہے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقت کر دینے کی غرض سے عورتوں سے دور رہنا اور شادی نہ کرنا۔

صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یہ درخواست (تبتل) رد کر دی، اگر اس کو اجازت مل جاتی تو ہم بھی خصی (آختہ) ہو جاتے۔''[1]

اس سے منع کرنے میں نسل کی حفاظت، مردانگی کا تحفظ، خصی ہونے کے نتیجے میں درد سے بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کرنے سے روکنے کی حکمت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4786] صحيح مسلم، رقم الحديث [1402]

پنہاں تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ [المائدة: 87]

''اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ، جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب فرمایا اور کہا:

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور ہر رات قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اللہ کے رسول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے صرف تین روزے تیرے لیے کافی ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے، تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ میں نے سختی طلب کی تو آپ نے مجھ پر سختی کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ میں طاقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام کا روزہ رکھ لو، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، میں نے پوچھا: ان کا روزہ کیسا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن چھٹی (افطار) کرتے۔ حضرت عبداللہ جب عمر رسیدہ ہوگئے تو کہا کرتے: کاش! میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش کردہ رخصت قبول کر لیتا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1976] صحيح مسلم، رقم الحديث [1159]

دوسری فصل:

جنس کے متعلق اسلامی نظریہ

1. انسانی زندگی میں جنس کی اہمیت۔
2. جنسی خواہش۔
3. مرد وعورت کے جنسی اعضا۔
4. جنس اسلام کی نظر میں۔
5. شادی سے پہلے جنسی تعلقات۔
6. محبت کا فن (کیا شادی محبت کی قاتل ہے؟)
7. خاوندوں اور بیویوں کی اقسام۔
8. شادی کرنے والوں کے لیے تربیتی مشورے۔

[1] انسانی زندگی میں جنس کی اہمیت

بلاشبہ جنسی جبلت دیگر انسانی جبلتوں میں سے طاقتور، شدید تر اور انتہائی گہری ہے۔ اگر اسے مکمل آسودگی نہ پہنچائی جائے تو انسانی جسم بہت ساری الجھنوں اور اضطرابات کا شکار ہوجاتا ہے، اور زندگی ناقابل برداشت جہنم میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

اس فطری تقاضے کی سیرابی کا واحد حل اور طبعی راستہ صرف شادی ہے، اس کے ذریعے تسکین نفس حاصل ہوتی ہے، بدنی اضطرابات تھم جاتے ہیں، پریشانی اٹھ جاتی ہے، اور جسمانی توازن قائم ہوجاتا ہے۔ ایک بھرپور جوان، خواہ وہ مرد ہو کہ عورت، اس جبلت کو دبا سکتا ہے نہ اپنے مکمل قبضے میں لا سکتا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ جائز ذریعے سے اس کا رخ موڑ دے اور وہ جائز ذریعہ صرف شادی ہے۔

انسانی زندگی میں اس جبلت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ہم جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قصہ نظر قارئین کرتے ہیں، جس سے اس حقیقت کی صداقت پر عیاں ہوجاتی ہے جسے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی عبادت الٰہی کے لیے وقف کر دی تھی، وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات قیام میں گزارتے۔ ایک دن انھیں یہ خیال سوجھا: کیوں نہ اس جنسی جبلت اور حیوانی پکار سے جان چھڑا لی جائے؟ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئے، وہاں کچھ عورتیں بھی تھیں، انھی میں سے ایک ایسی عورت بھی تھی جس کا چہرہ اترا ہوا تھا، اس پر اداسی، غم، آزردگی اور پژمردگی کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: یہ عثمان بن مظعون کی بیوی ہے، جو عبادت میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کی طرف دھیان نہیں دیتے، دوسرے لفظوں میں حق زوجیت ادا کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا: کیا تمھارے لیے

ہم میں کوئی نمونہ نہیں؟ عثمان نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور رات قیام میں بسر کرتے ہو۔ کہنے لگے: جی ہاں! میں ایسے ہی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسے نہ کیا کر، تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیرے گھر والوں کا بھی۔[1] عثمان یہ نصیحت سنتے ہیں، رسول کریم ﷺ کے حکم سے راہنمائی پاتے ہیں اور اپنی بیوی کا حق زوجیت ادا کرتے ہیں۔ ان کی بیوی کی جب حالت سدھر گئی، نفس کو قرار آ گیا اور سارے جسم پر چھائی ہوئی افسردگی چھٹ گئی تو وہ رسول کریم ﷺ کے گھر حاضر ہوئی اور ان عورتوں کو جتایا جن کے درمیان کل وہ حزن و ملال کی تصویر بنے بیٹھی تھی کہ عثمان نے حق زوجیت ادا کر دیا ہے۔

اس کی حالت یکسر بدل چکی تھی۔ اب اس کے چہرے پر خوشی، سرور اور اطمینان جھلک رہا تھا، ایک عورت نے اس کا سبب جاننا چاہا تو اس نے کہا: وہی جو لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، ہمیں بھی حاصل ہوا...!

حقیقت میں جنس زندگی کا ایک اہم جزو اور لازمی عنصر ہے، کیونکہ تمام مخلوقات کا اپنی فطری جنسی ضروریات پورا کرنے کا یہ واحد ذریعہ اور منفرد وسیلہ ہے۔ اس لیے ہر مرد و عورت کا یہ حق ہے کہ وہ اس قدر لذت سے لطف اندوز ہو جو اس کے کردار کی اصلاح کے لیے ضروری ہے اور انسان اطمینان اور سکون کے ماحول میں اپنی خواہش کی تکمیل کرے۔

محترم عقاد کہتے ہیں:

''تمام مخلوقات میں جنسی جبلت اور نر و مادہ کے ملاپ کی خواہش دیگر جبلتوں اور فطری افعال سے زیادہ گہری ہے۔ یہ ایک ایسی خلقت اور سرشت ہے جو زندگی کے ہر طبقے کے ذی روح میں اس قدر منہ زور ہوتی ہے کہ دیگر تمام جبلتوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔''

امام غزالی ''إحیاء علوم الدین'' میں شہوت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نکاح دین میں صحت مند اور خوشحال مرد کے لیے انتہائی ضروری ہے، کیونکہ

---

[1] مسند أحمد [106/6]

یہ شہوت کا شر ختم کر دیتا ہے۔ اگر شہوت غالب آ جائے اور تقویٰ کی قوت سے اس کی سرکوبی نہ کی جائے تو یہ فحاشی کی دلدل میں گھسیٹ کر پھینک دیتی ہے۔

اس حدیث نبوی میں اسی طرف اشارہ ہے:

((إِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِي الۡأَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ)) [1]

"اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں غیر متناہی فساد پھیل جائے گا۔"

اگر اسے تقوی کی لگام پہنا دی جائے تو بدن کے اعضا شہوت کا جواب دینے سے رک جائیں گے، نگاہ جھک جائے گی اور شرمگاہ محفوظ ہو جائے گی۔

البتہ دل کو خیال اور اندیشوں سے محفوظ رکھنا انسان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے، بلکہ نفس ان کی کشش محسوس کرتا ہے اور خیالات کے پردے پر جنسی کیفیات اور حرکات کی عکس نمائی شروع ہو جاتی ہے۔

شیطان اکثر اوقات ایسے انسان کے دل و دماغ پر مسلسل قبضہ جمائے بیٹھا رہتا ہے، بعض اوقات نماز کے دوران میں یہ خیالات اس پر چھا جاتے ہیں اور تصور کی آنکھ ایسے فحش مناظر دیکھتی ہے جو اگر کسی حقیر سی مخلوق کے دل میں بھی گزریں تو وہ شرم سے نظریں نیچی کر لے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نیک کی نیکی اور پارسائی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک نکاح نہ کرے۔"

حضرت عکرمہ اور مجاہد رحمہما اللہ قرآن کریم کی اس آیت: ﴿خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا﴾ [النساء: 28] (انسان کمزور پیدا کیا گیا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی وہ عورتوں سے نفس کو روک نہیں سکتا۔"

فیاض بن نجیح کہتے ہیں:

"جب آدمی کا عضو تناسل ایستادہ ہو جائے، تو سمجھو اس کی ایک تہائی عقل گئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ ایک تہائی دین گیا۔"

یہ بڑی زبردست بلا ہے۔ اگر بھڑک اٹھے تو نہ عقل اس کا مقابلہ کر سکتی ہے نہ دین،

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1084] صحيح الجامع، رقم الحديث [270]

تاہم یہ اچھی بھی ہے جب دنیاوی اور اخروی زندگی کے لیے باعث سعادت اور افزودگی ہو، یہ انسان کے خلاف شیطان کا سب سے موثر ہتھیار ہے۔ انسانی زندگی میں جنس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر شادیاں صرف جنس کی حقیقت سے عدم واقفیت کی بنا پر ناکام ہوجاتی ہیں۔ کم از کم شادی کے ابتدائی سالوں میں میاں بیوی کے درمیان ہونے والے اختلافات اور جھگڑوں کا بنیادی سبب جنس کے متعلق ناسمجھی اور بہت ساری غلط فہمیاں (Miss Understandings) ہوتی ہیں، جس کا مطلب ہے کہ جنس میاں بیوی کے لیے بہت کچھ ہے۔

خاوند کے لیے یہ اس لیے اہم ہے کیونکہ یہ اس کی جنسی سرشت کی سیرابی کا سامان مہیا کرتی ہے، کیونکہ عام مخلوقات میں، جن میں انسان بھی شامل ہے، مذکر اور نر کی جنسی خواہش اور تڑپ زیادہ زور آور ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی جبلت ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہتی ہے، عورت کے عکس کہ جس کی یہ جبلت مرد کی نسبت نہفتہ اور کم بیدار رہتی ہے، تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کی جنسی تڑپ کمزور ہوتی ہے۔

یہاں بطور دلیل ان سائنسی معلومات کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ مرد کے ایک مکعب سینٹی میٹر مادہ منویہ میں 60 ملین (چھ کروڑ) کرم منی ہوتے ہیں، اور ہر جنسی ملاپ کے نتیجے میں 3 سے لے کر 6 مکعب سینٹی میٹر مادہ منویہ کا اخراج ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دن میں تین سے لے کر چھ مرتبہ تک عمر کے اعتبار سے جنسی ملاپ ممکن ہے۔

جس کا مطلب ہے کہ اگر اوسطاً ایک دن میں تین مرتبہ جماع کیا جائے تو تقریباً 540 ملین (54 کروڑ) کرمہائے منی کا اخراج ہوگا۔ اس طرح اگر اس کثیر تعداد میں پیدا ہونے والے کرمہائے منی کی، جن کا اخراج عضو تناسل کرتا ہے، کھپت (Consumption) نہ ہو تو یہ ناقابل برداشت نفسیاتی اور جسمانی دباؤ اور پریشر پیدا کر دیں گے۔ اگر وہ اپنی اس خواہش کو اس کے صحیح دھارے میں موڑ کر اس کی سیرابی کا بندوبست نہ کرے تو نہ صرف اس کا کردار اور جنسی کارکردگی خطرناک حد تک متاثر ہوگی، بلکہ اس کی شخصیت، کاروبار اور زندگی کا ہر گوشہ ریزہ ریزہ ہوجائے گا۔

کسی نے کہا ہے کہ اگر آپ کو کوئی ٹوٹی ہوئی شخصیت کا مالک نظر آئے تو اس کے پیچھے یقیناً جنسی ناکامی کا راز چھپا ہوگا۔ اگر آدمی خواب گاہ میں شکست خوردہ ہوتو زندگی کے ہر میدان میں حاصل ہونے والی کامیابی بالآخر بے مقصد اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

بیوی کی ان معاملات میں ناسمجھی خاوند کی ضروریات کے خلاف جاتی ہے۔ وہ عورت جو اپنی دلکشی، چلبلا پن اور لذت اپنے خاوند کے لیے محفوظ رکھتی ہے، اسے جب یقین ہوجائے کہ اس کا خاوند اس کی زندگی میں خوشیوں کی بہار لانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے تو وہ ہزار جان سے اس پر نثار ہوجاتی ہے اور لطف، مستی اور محبت کے لذیذ و شیریں چشموں سے سرتاسر اسے سیراب کر دیتی ہے۔ اس طرح ان دونوں کے درمیان ایک سچا اور گہرا تواصل قائم دائم رہتا ہے۔

خاوند کے ساتھ محبت رکھنے والی اور جنسی تعاون برقرار رکھنے والی عورت اس کی جذباتی اور خلقی پیاس مٹانے میں اور ہر طرح کے اشتعال انگیز امور، جو اس کا دل اس سے پھیر سکتے ہیں، فرو کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

اس طرح وہ اسے بلا مشروط محبت کا تحفہ دیکر اس کی ضروریات کا بھرپور کفارہ ادا کر دیتی ہے۔ وہ محبت کا جواب محبت کی صورت میں دیکر اس کا بدلہ چکا دیتا ہے۔ پھر وہ ایک ساتھ محبت کے کھیل میں ہوشربا تجربات میں شریک ہوتے ہیں، جنسی آسودگی اور سیر حاصلی خاوند کے دل میں بیوی کی محبت دو بالا کر دیتی ہے۔ اگر وہ دونوں جنسی ناآسودگی کے متعلق گلہ مند ہوں تو پھر یہ محبت کبھی پیدا نہیں ہوسکتی، کیونکہ آدمی میں جنسی فطرت بڑی زور آور اور کسی قدر درشت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ باہر آنے اور آسودگی کی متمنی رہتی ہے، جو اس معاملے میں اس کا معاون ثابت ہو، اس پر وہ محبت اور شفقت کے پھول نچھاور کرتا ہے۔ اور بیوی کے سوا یہ کام کون کرسکتا ہے...؟

محبت پھلتی پھولتی ہے اور جنسی تعلق لذتِ رضا سے اس کی آبیاری کرتا ہے۔ عورت جب یہ سب کچھ پیش کر دیتی ہے تو بلاشبہ وہ خاوند کی محبت اور توجہ حاصل کر لیتی ہے۔ خاوند جب بیوی کے ذریعے جائز طریقے سے آسودگی حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اسے باہر تلاش

نہیں کرتا۔ ایک آدمی نے یہ بات اس طرح کہی ہے کہ اگر آپ کے گیراج میں مرسڈیز گاڑی کھڑی ہوتو پھر سڑک پر چلتی گاڑیاں چوری کرنے کا خیال دل میں نہیں آتا۔

یہاں عورت کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جنسی عمل محض خاوند کا حق ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تعلقات مضبوط اور پرجوش بنانے کے لیے عطیہ خداوندی بھی ہے۔

تجربات سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ میاں بیوی کے بیشتر جھگڑوں کا حل اسی میں ہوتا ہے۔ جنسی اعتبار سے آسودہ خاوند کے ساتھ معاملاتِ زندگی چلانا انتہائی آسان ہوتا ہے، بہت سی بیویوں نے واشگاف الفاظ میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ہمارا جنسی عمل اور تعلق حسب خواہش ہوتا ہے تو خاوند کے ساتھ تعامل انتہائی آسان ہوتا ہے، گھر میں بچوں کا شورشرابا اسے بالکل نہیں بھڑکاتا، لوگوں کے ساتھ وہ بڑے سکون اور تحمل کے ساتھ پیش آتا ہے، سمجھدار اور زیرک عورت کو یہ بات ہمیشہ خیال خاطر رکھنی چاہیے کیونکہ مرد کی جنسی جبلت اور سرشت اس قدر منہ زور ہوتی ہے کہ ہمیشہ اس کی فکر سب سے آگے ہوتی ہے۔

اگر میاں بیوی کے درمیان جنسی ہم آہنگی ہوتو ان کے درمیان ایک پرجوش اور شفقت آمیز تعلق جنم لیتا ہے، جو دونوں کی ازدواجی زندگی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ جنسی ملاپ اور محبت کے کھیل کھیلتے ہوئے جو ہیجان خیز انوکھے تجربات حاصل ہوتے ہیں، وہ ان پر ایسی مسرتیں بکھیر دیتے ہیں کہ وہ ساری زندگی انھیں آپس میں بانٹتے رہتے ہیں اور اگر کچھ مشکلات اور پریشانیاں ہوں بھی تو وہ اپنی فطری حد تک رہتی ہیں، جنھیں خوش اسلوبی سے حل کرلیا جاتا ہے اور بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔

بیوی کے لیے جنس کی وجہ اہمیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنی نسوانیت کی پیاس بجھاتی ہے، خاوند کی محبت اس کا اطمینان بڑھاتی ہے، یہ ایک بنیادی ضرورت ہے جو عورت میں مرد کی نسبت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ عورت محبت کرنے اور محبت بانٹنے میں انتہا درجے کی فیاض ہوتی ہے، اگر مردوں کو اپنی بیویوں کی اس ضرورت کا ادراک ہو جائے تو وہ پہروں بیٹھے ان کی صحبت سے محظوظ ہوں۔ عورت کے لیے ایسے آدمی پر اپنی محبت اور

گہرے نسوانی جذبات نچھاور کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے جو اس کی نسوانی اور جذباتی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو۔ آدمی کو اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ عورت بہت زیادہ حساس، زود رنج اور جذباتی ہوتی ہے، اس لیے اس کی اس شدید ضرورت کا پورا کرنا خاوند کا فرض ہے۔

بہت سے جنسی معاملات میں نابلد خاوند عورت کی طبیعت اور جسمانی و جذباتی ضرورت پوری کرنے پر قدرت نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی عورتوں کے لیے جنس مذاق بن کر رہ جاتی ہے یا پھر ایسے کہ جس طرح مقروض کی گردن میں قرض کا پھندا، جس سے ہر وقت مطالبہ کیا جاتا ہے، اس لیے خاوند جب بھی جنسی عمل کی طرف قدم بڑھائے تو اس کے ذہن میں عورت کی جذباتی اور چاہے جانے کی خواہش رہنی چاہیے اور اسے سمجھتے ہوئے اس کی طرح ہاتھ بڑھانا چاہیے۔

عورت اس وقت اپنی کامل نسوانیت کے احساس سے سرشار ہوجاتی ہے جب وہ اپنے آپ کو صرف گھریلو خاتون اور بچوں کی ماں ہی نہیں بلکہ خاوند کا جنسی ساتھی بھی سمجھتی ہے۔ جیسے جیسے خاوند کو اس کی جنسی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے ویسے ویسے وہ اس کی ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنی محبت اور رغبت کو اس کا مکمل غلام بنا دیتا ہے۔ اس طرح ایک ساتھ وہ دونوں زندگی کے ہر پہلو سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

آدمی کے ذہن سے یہ بات کبھی محو نہیں ہونی چاہیے کہ ہر عورت کے دل کی گہرائیوں میں کچھ ایسا ہوتا ہے جو اسے اس محبت وصل پر اکساتا رہتا ہے۔ ہلکا ہلکا چھونا، نرم گرم ہم آغوشی، قرب محبوب کا نشہ یہ سب عورت کے لیے جنسی ملاپ سے لذت و سرور میں کم نہیں۔ وہ خاوند جو اپنی بیوی کے لیے وافر مقدار میں محبت اور لطیف جذبات کا ذخیرہ رکھتا ہے وہ اسے اس بات کا بھی یقین دلاتا ہے کہ وہ اس کی مکمل حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

جو آدمی گھر میں جنس سے مکمل محظوظ ہوتا ہے وہ گھر سے باہر اسے تلاش نہیں کرتا، یہی حال عورت کا بھی ہے۔ اسے یہ جاننے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا خاوند اس سے محبت کرتا ہے اور اس کا ضرورت مند ہے، محبت کا کھیل محبت گہری کرنے کا اہم ترین

ذریعہ ہے۔

ایک آدمی نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ اس کی بیوی کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے وہ بستر سے لگ گئی اور اس کا جسم بے حرکت ہوگیا، لہٰذا اس آدمی نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے بہ خوشی اس سے ملاپ ترک کر دیا۔ ایک رات وہ دونوں بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ اس نے اس کی سسکیوں کی آواز سنی تو پوچھا: میری پیاری بیوی کیوں رو رہی ہو؟ اس نے جواب دیا: مجھے لگتا ہے کہ تم اب مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ اس نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا: کیا میں نے کچھ ایسا کیا ہے جس نے تجھے غضبناک کر دیا ہو؟ اس نے جواب دیا، بلکہ جو تو نے نہیں کیا اس نے مجھے غصہ دلایا ہے۔ تم اب میرے ساتھ محبت کا کھیل نہیں کھیلتے۔ اس نے جواب دیا: واہ! کیا میری محبت پر اس سے بڑھ کر کوئی اور بھی دلیل ہوسکتی ہے کہ میرا انگ انگ جس کی طلب میں ہے، میں نے اس سے اپنے آپ کو محروم رکھا ہوا ہے؟ لیکن اس وقت اسے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ اس یقین دہانی کے لیے اس کی بیوی کو جنسی عمل کی ضرورت ہے۔

اس طرح جنسی رغبت محبت کے اظہار کے لیے ضروری ہے اور میاں بیوی کے درمیان اس سرکش رغبت کا علاج صرف جنسی ملاپ میں ہے۔ دو پیار کرنے والوں کو جب جنسی تعلق میں آسودگی حاصل ہوتی ہے تو اس میں محبت اور ہم آہنگی کے نتیجے میں انھیں فکری اور جذباتی ہم خیالی اور سرشاری حاصل ہوتی ہے، یہی وہ تعلق ہے جو عقل، دل، احساسات اور جسم کو ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دیتا ہے اور میاں بیوی فرط محبت اور نشۂ لذت سے چور مست اور مخمور رہتے ہیں۔

اس ساری گفتگو کا ما حاصل یہ ہے کہ انسانی زندگی میں جنس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ مرد و عورت ہر ایک کی اپنی اپنی جنسی ضروریات ہیں، جن کی سیرابی اور تکمیل کا واحد حل شادی کرنا ہے۔ پھر شادی کے بعد میاں بیوی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو جنسی آسودگی مہیا کریں، کیونکہ شادی کا مطلب ہے اپنے شریک حیات کو اپنا آپ سونپ دینا اور اپنے جسم سے بھرپور لذت اندوز ہونے کا مکمل حق دینا۔

[2] جنسی خواہش

جنسی خواہش مرد وعورت ہر دو کے لیے یکساں طور پر نہایت اہمیت اور وقعت کی حامل ہے۔

انسانی خون میں دوڑنے والے جنسی ہارمونز (Testosterone) جوشہوانی خواہش کومہمیز لگاتے ہیں، دماغ میں بھوک کی طرح کی ایک بھڑک پیدا کر دیتے ہیں، جس سے دماغ میں ایک طرح کی جنسی بھوک لگ جاتی ہے، جومرد کو جنسی غدودوں (Sexual Glands) کے اخراج پر اکساتی ہے، جبکہ عورت کے اندر ان میں موجود مواد کو اٹھانے کی زبردست تحریک پیدا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں جنسوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور چاہت کے جذبات پیدا کیے ہیں، جن کی بنا پر وہ ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں، ایک ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی طلب محسوس کرتے ہیں، اس لیے ضروری تھا کہ دونوں کا میلان طبع، خاص طور پر جنسی خواہش، ایک دوسرے سے مختلف ہو۔

آدمی کی جنسی خواہش سرکش، منہ زور، گستاخ اور شوریدہ سر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ عورت کی تلاش میں رہتا ہے اور بڑی گہری نظر سے اس کے جنسی خدوخال پہچان لیتا ہے۔ وہ ایک شکاری کی طرح ہمیشہ شکار کی ٹوہ میں رہتا ہے، جیسے جیسے وہ اپنے شکار کے قریب ہوتا ہے اس کی تمام جنسی حسیات بیدار ہوجاتی ہیں۔ دماغ میں ہارمونز کی سرگرمیاں تیز ہوجاتی ہیں، بعض اوقات اگر شہوت جوبن پر ہوتو اس پر درندگی طاری ہوجاتی ہے۔ بغیر عورت کے مرد سخت دل ہوجاتا ہے، اکل کھرا بن جاتا ہے۔

مرد وعورت کی شہوت میں فرق کا راز شاید اس قاعدے سے واضح ہوسکتا ہے کہ ''مرد دیتا ہے، عورت لیتی ہے۔'' مرد جھپٹنا چاہتا ہے، جبکہ عورت مغلوب ہونا پسند کرتی ہے، مرد محاصرہ کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور عورت حصار میں آنے والے کی طرح۔ یہ عورت کی شفقت ونوازش یا اس کی مسکراہٹ ہی کا اثر ہے کہ مردوں کا سینہ عالی اور رقیق حیات سے منور ہوجاتا ہے، مرد ایک سوئی کی طرح ہوتا ہے، جو مقناطیس پر گرتے ہی چپک

جاتی ہے اور عورت چپکے چپکے مقناطیس بنی رہتی ہے، جو بظاہر بڑی پرسکون ہوتی ہے، لیکن جنسی کشش کا کام برابر کرتی رہتی ہے، بالکل مقناطیس کی طرح جس کی جاذبیت ہر سو ہوتی ہے۔ مرد کی نسبت عورت میں جنسی ترنگ اظہار کے ہزار پہلو رکھتی ہے۔ اور سجاد حیدر یلدرم کے الفاظ میں: وہ ایک مبہم چیز چاہتی تھی جو اسے دکھ دے، اس کے دل میں درد پیدا کرے، اسے مسل دے، ایک ایسی پُر قوت پُر جرأت چیز کہ باوجود اس کے حسن و جمال کے باوجود اس کے کہ وہ جزیرے کی ملکہ تھی، اس سے نہ دبے، اس کے رعب میں نہ آئے بلکہ اسے پکڑے، اسے مارے اسے ٹکڑے کر ڈالے۔

عورت ایک حسین اور متناسب جنسی وحدت ہے، جبکہ آدمی اپنی فطرت کے لحاظ سے جنسی میدان میں حیوانیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے، بلکہ اسے سینچور (Centaur)[1] کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے، جس کا سر انسان کا اور دھڑ حیوان کا ہوتا ہے۔ عورت کی شہوت حمل ہونے کے ساتھ رک جاتی ہے، پھر صرف لذت کی خاطر وہ جماع اور مباشرت کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ مستقل توجہ اور خاص اہتمام کی ضرورت محسوس کرتی ہے، لیکن آدمی کی شہوت قائم رہتی ہے۔ البتہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کچھ کمزوری ضرور آ جاتی ہے، تاہم وہ اپنا جنسی سلسلہ آخر تک جاری رکھ سکتا ہے۔

یہاں ہم ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں، جس سے ناواقفیت ازدواجی زندگی کی موت کا سبب بن سکتی ہے، یا کم از کم تعلقات میں سردمہری واقع ہو سکتی ہے۔

عورت کی جنسی خواہش ہمیشہ ایک ہی چال پر نہیں رہتی بلکہ اس میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، تھکاوٹ یا تروتازگی کی وجہ سے کبھی مدہم اور کبھی تیز، جو خاوند اس حقیقت سے بے خبر ہو اسے اس وقت سخت دھچکا لگتا ہے جب وہ محسوس کرے کہ بیوی بے دلی، سردمہری یا پھر تکلف سے کام لے رہی ہے، جب وہ اس کا سبب تلاش کرنا چاہتا ہے تو بظاہر کوئی سبب نظر نہیں آتا، جس کی وجہ سے کئی طرح کے وسوسات جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ عورت عجیب و غریب طور اطوار اور غیر فطری مزاج کی مالک نظر آتی ہے، لیکن محض

---

[1] یونانی ادب میں ایک خیالی مخلوق جس کا جسم گھوڑے کا اور اوپر کا دھڑ آدمی کا ہوتا تھا۔ (Oxford Eng.D. 200)

ناواقفیت کی بنا پر وہ بھی اپنے جذبات کا گلہ گھونٹ لیتا ہے اور اندر ہی اندر گھلتا رہتا ہے۔

خاوند کو بیوی کا مزاج شناس ہونا چاہیے اور جن مراحل سے وہ گزر رہی ہو ان سے باخبر رہنا چاہیے۔ سرد مہری کے ایام میں صبر سے کام لینا چاہیے اور اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے لیکن عورت کو بھی اظہار کا سلیقہ آنا چاہیے اور اپنے خاوند کی حالت سمجھتے ہوئے اس کی خواہش اور چاہت کا بھرپور جواب دینا چاہیے، چاہے وہ جس حالت سے بھی گزر رہی ہو، تکلف یا تصنع کا احساس دلائے بغیر اسے اپنے خاوند کو خوش کرنے کے خوشگوار طریقے اپنانے چاہییں۔

[3] مرد و عورت کے جنسی اعضاء

پہلی نظر میں مرد اور عورت کے جنسی اعضاء شکل و صورت، لمبائی اور گہرائی میں ایک دوسرے سے بہت مختلف نظر آتے ہیں۔ اگر ہم انھیں ریاضی کی نظر سے دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی تمام قیمتیں برابر ہیں، البتہ کچھ الٹے عدد بھی ہیں، دو باہم پیوست دستانوں کی طرح ایک اندر کی طرف سے رکھا ہوا اور دوسرا باہر کی جانب سے۔

نسوانی عضو جوف دار، منفی شکل کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ اس کا کام جنسی خلیوں کا استقبال ہوتا ہے، جبکہ مردانہ عضو تناسل مثبت شکل رکھتا ہے، جس کا کام جنسی خلیوں کو داخل کرنا ہوتا ہے، جنسی اعضا اور ان کے عمل کے بارے میں عدم واقفیت اور معلومات کی کمی کی بنا پر بہت سارے جوڑے جنسی تعلقات میں تشنگی کا شکار رہتے ہیں۔

جنسی اعضا کا تعلق محض جسمانی اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی طور سے بھی ہوتا ہے، جس کی بنا پر ایک لڑکی مکمل عورت اور بچہ بھرپور مرد دکھائی دیتا ہے۔

[4] جنس اسلام کی نظر میں

اگر زوجین صرف عفت اور پاکدامنی کے طلبگار ہوں تو اسلام نے جنسی معاملات کو صالح عبادات کا درجہ دے دیا ہے۔ اس پر بطور دلیل حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے:

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور عرض رسا ہوئے: اے رسول خدا! مالدار لوگ بہت سا اجر لے گئے، ہماری طرح وہ نماز پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں اور زائد مال سے صدقہ کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی صدقہ کرنے کا سامان پیدا نہیں کیا؟ یقیناً ہر بار ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہنا ایک صدقہ ہے۔ ہر مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنا ایک صدقہ ہے۔ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا ہر ورد ایک صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا ایک صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا بھی ایک صدقہ ہے، یہاں تک کہ تمہاری شرمگاہ (میاں بیوی کے ملاپ) میں بھی صدقہ ہے۔''

وہ کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش پوری کرے تو کیا اسے اس کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بتلائیں! اگر وہ اسے حرام میں استعمال کرے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوگا؟ ایسے ہی اگر وہ اسے جائز طریقے سے استعمال میں لائے تو یقیناً اس کو اجر بھی ملے گا۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جائز امور اچھی نیت کی وجہ سے نیکی بن جاتے ہیں، اگر جماع کرتے وقت مرد کی نیت عورت کا اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود میں رہ کر، حق زوجیت ادا کرنا، یا نیک اولاد طلب کرنا، یا خود پاکدامن رہنا اور اپنی بیوی کو بھی عفیفہ رکھنا، اس کو اور اپنے آپ کو حرام نظر بازی، فحش خیالات اور جنسی تفکیر سے بچائے رکھنا، نیز دیگر نیک مقاصد مد نظر ہوں تو یہ عمل عبادت بن جاتا ہے۔''

لذت کی عام طور پر دو قسمیں ہوتی ہیں:

ایک شدید جسمانی لذت اور دوسری لطیف روحانی لذت، ایک ہی نفس میں جب یہ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1006]

دونوں لذتیں اکٹھی ہو جائیں تو وہ خوشی اور راحت کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہوتا۔

دیگر شریعتوں کی نظر میں جنس گناہ اور گندگی سے بڑھ کر کچھ نہیں، جو انسان کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ جنسی خواہش پوری کرنا ایک حقیر اور ناپسندیدہ عمل ہے، جس کی وجہ سے آدمی اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بھاگنا چاہتا ہے۔ اسے کسی قسم کی کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے سامنے صرف دو راستے رہ جاتے ہیں:

1. جنس کو حرام سمجھتے ہوئے اس سے خوف کھائے اور مکمل اجتناب برتے، جس کا لازمی نتیجہ انحراف، کجروی اور فطری جذبات کو کچلنے کی صورت میں نکلے گا۔
2. یا پھر حرام ذرائع استعمال کرتے ہوئے جنسی بے راہ روی میں ڈوب جائے، جس طرح غیر اسلامی مغربی قوموں کا آج حال ہے۔

مغربی قومیں اپنے عقیدے کے مطابق عورت کو مکمل برائی خیال کرتی ہیں، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس نے شیطان کے ساتھ آدم کو بہکانے میں تعاون کیا، جس کے نتیجے میں پہلی غلطی کا ظہور ہوا اور پھر اس نے اپنی تمام جنس کو یہ غلطی وراثت میں دے دی۔

یہی وجہ ہے کہ جنسی خواہش پوری کرتے وقت یہ لذت سے مکمل محروم رہتے ہیں، کیونکہ عورت کے قریب ہوتے وقت ان پر یہ احساس چھا جاتا ہے کہ وہ ایک مکمل برے کام کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں، جس میں کوئی اچھائی نہیں۔ اسلام بڑے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے کہ وسوسہ آدم اور حوا علیہما السلام دونوں کے دلوں میں ڈالا گیا۔

قرآنی الفاظ ہیں:

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ [الأعراف: 20]

”پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر

دے جو ان سے چھپائی گئی تھی، یعنی ان کی شرمگاہیں، اور کہا: تم دونوں کے
رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں
فرشتے نہ بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔''

اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے ضرور خیر خواہوں میں سے ہوں۔ پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے لے لے کر اپنے آپ پر چپکانے لگے۔

سورت بقرہ میں اس طرح فرمایا:

﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾

[البقرة: 36]

''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، پس انھیں اس سے نکال دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔''

مرد و عورت دونوں ہی بھلائی اور اچھائی میں برابر ہیں، اگر وہ دونوں غلطی کر بیٹھیں، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر آ جائیں تو وہ ان کی خطاؤں کو نیکیاں بنا دے گا۔ توبہ کے بعد فیصلے کا دارومدار ان کے ہدایت پر چلنے کے مطابق ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

[البقرة: 37]

''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اس نے اس کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد قرآنی ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ

سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ [الفرقان: 70]

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا نیک عمل، تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا، اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

ایک مسلمان جب اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی کے پاس آتا ہے تو وہ اپنے تمام محسوسات سے اس بات کا ادراک رکھتا ہے کہ وہ ایک ایسی صاف ستھری مخلوق کے پاس آ رہا ہے جو مقام و مرتبے کے لحاظ سے اس سے بال برابر بھی کم نہیں اور جنسی عمل اور محبت میں برابر کی شریک ہے۔ لیکن ایک غیر مسلم اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک نافرمان شیطان کے پاس آ رہا ہے اور محض شہوت سے مغلوب ہو کر اس ناپسندیدہ اور گندے عمل کا ارتکاب کر رہا ہے۔ دونوں حالتوں میں فرق بالکل واضح ہے۔

اسلامی شریعت میں نکاح کمال لذت مہیا کرتا ہے، محبوب حبیب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے، حصول اجر اور ثواب صدقہ کی بھرپور امید ہوتی ہے۔ دل سے پریشان خیالات کافور ہو جاتے ہیں اور نفس فرحت محسوس کرتا ہے، روح بادِ نسیم کی طرح لطیف اور خوشگوار ہو جاتی ہے، جسم ہلکا ہو جاتا ہے، مزاج معتدل ہو جاتا ہے، صحت لوٹ آتی ہے اور فاسد مواد کا اخراج ہو جاتا ہے۔

اور اگر خوبی قسمت سے حسن ظاہر کے ساتھ حسن باطن بھی مل جائے، خوب روئی کے ساتھ خوش مزاجی، عشق و محبت کے ساتھ رغبت و شوق اور حصول ثواب کا امتزاج ہو جائے تو پھر اس لذت کے کیا کہنے جس کے سامنے ہر لذت ہیچ ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب ان صفات میں کمال کی جھلک ہو تو بدن کا ایک ایک جزو اپنے حصے کی لذت وصول کرتا ہے۔ آنکھ محبوب کے چہرے سے لذت اندوز ہوتی ہے، کان اس کی باتوں سے لطف اٹھاتا ہے، ناک اس کی خوشبو کے سحر میں کھو جاتی ہے، ہونٹ اس کے بوسوں سے پیاس بجھاتے ہیں،

ہاتھ اس کے لمس کی تمازت اور حرارت سے خون دل گرماتا ہے، اسی طرح ہر جزو بدن اپنے حصے کا لطف حاصل کرتا ہے، حتی کہ روح بھی، اس احساس کے ساتھ کہ یہ عمل بھی رضاءِ الٰہی کے اور درجات میں بلندی کا سبب بن سکتا ہے، اس طرح نعمت کی تکمیل ہوتی ہے اور لذت اپنی بلندی کو چھوتی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ لذت جو جنت کی لذتوں کے حصول کے لیے معاونت فراہم کرے، وہ پروردگار عالم کی محبوب اور پسندیدہ ہوتی ہے۔ لذت اٹھانے والا دوطرح محظوظ ہوتا ہے، ایک تو اس احساس کے ساتھ کہ یہ نعمت اس کی حاصل متاع اور قرار دل ہے، دوسرے اس یقین کے ساتھ کہ یہ رضاءِ الٰہی کے حصول اور اس سے کامل لذت سے بہرہ مند ہونے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ یہ ہے وہ لذت جس کے حصول کے لیے صاحب دانش حرکت وعمل میں مشغول رہتا ہے نہ کہ وہ لذت جس کا انجام تکلیف اور عظیم تر لذت سے محرومی کی شکل میں ہو۔''

دیگر ادیان کے پیروکار جو عورت کے مرتبے میں فرق کرتے ہیں اور اسے محض شر خیال کرتے ہیں، اس کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شادی ان کی نظر میں ایک گندا اور غیر مرغوب عمل ہوتا ہے، یا پھر فحاشی کی دلدل میں ڈوب جاتے ہیں، یہ ان کے ہاں شادی کے ساتھ برائی اور گندگی میں برابر کی شریک ہے۔ جبکہ مومن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کے لیے ہر جائز کام سے حاصل ہونے والی لذت عبادت اور آخرت کی نعمتوں اور لذائذ کے حصول کی نیت کی وجہ سے باعث اجر وثواب ہوتی ہے۔

ایک طرف اس بیوی کی لذت جو خاوند کی محبت اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، جسم و جان اس کے وصال کی لذت سے لطف اندوز ہوں اور اس کا قرب باعث اجر و ثواب ہو، اور دوسری طرف اس عورت کی لذت جس کا خاوند اس فکر اور عقیدے کا حامل ہو کہ وہ گندی مخلوق سے حرام لذت اٹھانے کی وجہ سے قابل مذمت اور لائق سزا ہے، دونوں

میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اگر وہ خاوند نہ ہو تب یہ احساسِ گناہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ یہ بدبختی اور تکلیف کی انتہا ہے، جس سے ایک غیر مومن دو چار ہوتا ہے۔

علم میں کوئی جھجک نہیں:

اگرچہ اس فصل میں ہم میاں بیوی کے جنسی تعلق کے متعلق کچھ امور زیر بحث لائے ہیں لیکن اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ دین کے متعلق معاملات کی صحیح معلومات حاصل کرتے وقت کسی قسم کی شرم یا جھجک کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، تاکہ انسان علم سے خالی فحش اور بیہودہ کتابوں کا شکار نہ ہو جائے۔

صحابہ کرام اور صحابیات جلیلات کے صحیح واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں، وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مباشرت و ہم بستری کے متعلقہ امور کے بارے میں سوالات کرتے، اس سلسلے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہاں بطور مثال ایک واقعے کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں بھی بیٹھی ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ وہ کہنے لگی: اے رسول خدا! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، اس نے مجھے طلاق دے دی تو میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زَبِیر سے شادی کر لی اور کہنے لگی کہ وہ اس کے ساتھ مجامعت نہیں کرتا اور اس کے پاس جو ہے وہ ایک کپڑے کی جھالر سے زیادہ نہیں۔ (یعنی اس کا آلہ تناسل عدم قوت اور انتشار میں اَن بُنے کپڑے کی ایک جھالر کے مشابہ ہے) خالد بن سعید، جو دروازے میں اجازت کے منتظر تھے، یہ سن کر فرمانے لگے: اے ابوبکر! اس عورت کو یہ کھلے عام الفاظ کہنے سے روکتے کیوں نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ نے صرف ہلکا سا تبسم فرمایا۔ اس کے خاوند حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر کو جب یہ خبر ہوئی کہ اس کی بیوی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہے تو وہ اپنے ساتھ اپنے دو بیٹے لے کر، جو کسی دوسری بیوی سے تھے، حاضر ہوئے، انھوں نے سنا: وہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ کے رسول! اس کے پاس جو ہے وہ تو میرے لیے اس پلو سے بھی

کم تر ہے۔ اس کا خاوند کہنے لگا: اے رسول خدا! بخدا یہ جھوٹ کہہ رہی ہے، میں تو اس کو چمڑے کی طرح جھٹکتا ہوں (یعنی بھرپور جماع کرتا ہوں) لیکن یہ نافرمان رفاعہ کو چاہتی ہے۔تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تو یہی چاہتی ہے تو اس وقت تک تو اس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی جب تک وہ تیری مٹھاس سے لطف اندوز نہ ہو لے۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

''شاید تو رفاعہ کے پاس لوٹ کر جانا چاہتی ہے؟ یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ تیری مٹھاس نہ چکھ لے اور تو اس کی۔''

رسول کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن کے پاس دو لڑکے دیکھے تو پوچھا: کیا یہ دونوں تیرے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! تو آپ ﷺ نے اس عورت سے کہا:

''کیا تو یہ دعوی کرتی تھی (یعنی جماع پر عدم قدرت کا)؟ خدا کی قسم! یہ اس کے ساتھ اس قدر مشابہت رکھتے ہیں جس قدر شاید ایک کوا بھی دوسرے کوے کے ساتھ نہ رکھتا ہو۔''[1]

یہاں رسول کریم ﷺ نے اس عورت کا دعوی دو طرح رد کر دیا:

ایک اس کے خاوند کی اس بات سے کہ وہ اسے چمڑے کی طرح جھٹکتا ہے، اور دوسرے اس کے دونوں بیٹوں سے اس کی سچائی ثابت کرتے ہوئے جو اس کے ساتھ آئے تھے۔[2]

[5] شادی سے پہلے جنسی تعلقات

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شادی سے پہلے جنسی تعلق قائم کرنے کی ممانعت عصر حاضر اور جدید دور کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی، لیکن کم از کم دس ایسے علمی اور سائنسی اسباب ہیں جن کی وجہ سے جسمانی تعلقات صرف میاں بیوی کے درمیان محدود رہنے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5825,2639] صحيح مسلم، رقم الحديث [1433]

[2] فتح الباري [294/10] شرح مسلم للنووي [4-2/10]

چاہییں، کیونکہ شادی مرد و عورت کے درمیان ایک مستقل دینی، تمدنی اور معاشرتی رضامندی کا حامل معاہدہ اور اشتراک زندگی ہے۔ یہ اسباب حسب ذیل ہیں۔

[1] شادی سے پہلے جنسی تعلق شادی کے بعد مزید افراط اور عدم اعتدال کی راہ ہموار کرتا ہے:

ناجائز جنسی تعلقات لوگوں کے درمیان قائم روابط کے لیے انتہائی مضر اور تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ جنسی تعلق میں سمجھ داری، جذبات قابو میں رکھنے اور اعتدال قائم رکھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور ازدواجی زندگی میں بھی یہ تعلق ایک ایسی متوازن عقل کے تابع رہنا چاہیے۔ جو خواہشات نفسانی، ہیجانی کیفیات اور انانیت کے سامنے کمزور نہ پڑ جائے۔

لہٰذا نوجوانوں کو ان تمام طریقوں سے واقفیت اور آگاہی رکھنی چاہیے جو خواہشات کو لگام دینے اور جذبات کو تھام رکھنے میں مفید ثابت ہوں۔

[2] قبل از نکاح جسمانی لطف اندوزی دیگر موضوعات پر تبادلہ افکار کا دروازہ بند کر دیتی ہے:

بلوغت کے ابتدائی سالوں میں جنسی جذبات اور تاثرات بڑے شدید ہوتے ہیں، اگر ان کو شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ہر طرح کی دوستیاں اور تعلقات میں یہ جذباتی کیفیات مضبوط تر ہو جائیں، لیکن جس دوستی کو امن اور محبت کی فضا میں پروان چڑھنا چاہیے اس کے لیے مشترکہ خواہشات، اعلیٰ مقاصد اور خیالات کا تبادلہ کرنا ایک ضروری امر ہوتا ہے۔ اگر اس عمر میں ناجائز جنسی تعلقات استوار کر لیے جائیں تو یہ تعلقات اس طرح کی دوستی اور شراکت برباد کر دیتے ہیں۔

[3] شادی سے پہلے جسمانی تعلق استوار کر لینا غیر دانشمندانہ فیصلے کرنے پر مجبور کر دیتا ہے:

بعض اوقات جنسی اظہار لڑکی یا لڑکے کو بغیر سوچے سمجھے اور انجام سے بے خبر ایک دوسرے کی گود میں ڈال دیتا ہے جبکہ یہ حق صرف خاوند کا ہے۔ بیوی صرف اس کی پابند ہوتی ہے اور محبت و اعتماد کے ساتھ اپنا آپ اس کو سونپ دیتی ہے۔ اسی بنا پر جنسی تعلق صرف ازدواجی دائرے تک محدود رکھنے پر زور دینا چاہیے تاکہ اس تاحیات رہنے والے

مقدس بندھن میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ہی وابستہ رہیں۔

منگنی کا دورانیہ بھی فریق ثانی کی طبیعت اور عادتوں سے آگاہی کے لیے ہوتا ہے، تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ آیا شادی کا خواہشمند اپنا سب کچھ اپنی رفیقہ حیات پر نچھاور کرنے کا جذبہ رکھتا ہے کہ نہیں؟

اور اگر کوئی ایک فریق اس بات سے واقف ہوجائے کہ دوسرا فریق اس کے رجحانات اور خیالات سے مناسبت نہیں رکھتا تو شادی کر کے عدم موافقت کے خطرات برداشت کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ ابھی سے یہ تعلق منقطع کر لیا جائے۔ اور کبھی ایسے حالات سے پالا پڑ جاتا ہے جن کی وجہ سے شادی نکاح کے محض 24 گھنٹے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ اگر کوئی نوجوان لڑکا یا لڑکی کسی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر لے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا سب کچھ اس کو لٹا دیا ہے، لہٰذا اس کی نظر میں نکاح کا کوئی تقدس اور عزت باقی نہیں رہتی۔

اور کچھ لوگ منگنی کے دوران میں جنسی تعلقات قائم کر کے ایسے الجھے ہوئے راستے کا انتخاب کر لیتے ہیں جس سے واپسی ممکن نہیں ہوتی، اور اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اب ان کی ازدواجی زندگی قائم نہیں رہ سکے گی، اس منگنی کو ختم نہیں کر سکتے۔

[4] عقد سے پہلے ناجائز تعلق رکھنا حرام اور خطرناک ہے:

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اثناءِ تعارف لمس، چھیڑ چھاڑ، بوس و کنار اور عشق بازی جیسی معمولی جنسی حرکات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب آدمی کسی کو بطور شریک حیات منتخب کر لے اور منگنی کا صرف اعلان کرنا باقی رہ جائے اور شادی طے پا جائے تو اس طرح کی حرکات میں کسی نقصان و زیاں کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک شادی سے ایک دو دن پہلے ہی اگر جنسی تعلق قائم کر لیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لیکن جونہی کوئی یہ حد پار کر جائے تو اسے ایک نہ ایک دن جائز تعلق اور ناجائز تعلق کا فرق معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ جن کو اس کا عملی تجربہ ہوا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس

کے نتیجے میں انھیں ضمیر کی مستقل ملامت، گھریلو ناچاقی اور بیوی سے عدم موافقت جیسے کئی معاملات سے دوچار رہنا پڑتا ہے، جس کا انجام مستقل جدائی کی صورت میں نکلتا ہے۔

[5] نکاح کے رسوم و آداب کی اہمیت:

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شادی صرف نکاح خواں اور گواہوں کے عقد نامے پر دستخط کرنے کا نام ہے، پھر وہ سوال کرتے ہیں: یہ دستخط، ایک ایسے کام کو جو عقد سے پہلے حرام تھا، کس طرح حلال کر دیتے ہیں؟ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ یہ گواہی محض ایک کاغذ کا ٹکڑا ہی نہیں بلکہ اس کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے۔

جن لوگوں کو کبھی طلاق کے امتحان سے گزرنا پڑا ہے، انھیں اس نکاح نامے اور گواہی کی اہمیت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ گواہی ایک ایسے مقدس ادارے، ملک، حاکم اور اعزاء و اقارب کی رائے کی نمائندگی کرتی ہے جن کی طرف دونوں فریق منسوب ہوتے ہیں۔ پھر بعد میں اولاد اور شادی کے دیگر فرائض و آداب امن اور اعتماد بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں، البتہ خانگی تعلق میں جنسی کیفیت کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر قائم ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے کو کس قدر امن اور حفاظت کا احساس دلاتے ہیں؟

[6] کیا حمل ہو جانے کا خوف شادی سے قبل جنسی لذت کیشی میں رکاوٹ ہے؟

قبل از زواج صرف حمل کے خوف ہی سے جنسی تعلق سے نہیں بچنا چاہیے، وگرنہ مانع حمل ادویات کی صورت میں اس خوف کا علاج موجود ہے، بلکہ حمل ہو جانے میں اس قدر سنگینی نہیں جس قدر جنسی مراسم حد میں رکھنے والے خدائے واحد کے فطری قانون توڑنے میں ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ایڈز، سوزاک، آتشک اور جریان جیسے جنسی امراض خبیثہ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ سارے امراض شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے کی وجہ ہی سے لاحق ہوتے ہیں۔ ہمارے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ شادی شدہ افراد میں ان بیماریوں کا وجود نہیں، لیکن ان لوگوں میں ان امراض کے وجود کا احتمال زیادہ ہوتا ہے جو شادی سے پہلے کئی

لوگوں سے جنسی راہ و رسم رکھتے ہیں، کیونکہ یہ بیماریاں جنسی عمل کے دوران میں ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوجاتی ہیں، جب تک کسی کا کوئی دوست یا جاننے والا اس مرض کا شکار نہ ہوجائے تب تک اسے ان اعداد شمار کی صداقت پر یقین نہیں آتا۔

[7] قبل از نکاح جسمانی تعلق بداعتمادی جنم دیتا ہے:

اگر کوئی نوجوان کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہوجائے اور پھر اس کے ساتھ جنسی عمل کر گزرے تو وہ جلد ہی ہوش میں آجاتا ہے، اس کے من میں یہ سوال مسلسل کلبلاتا رہتا ہے کہ نہ جانے اس لڑکی نے اس سے پہلے کتنے نوجوانوں کو بہلایا ہوگا؟ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکا یہ سمجھتا ہے کہ وہ بھی اس کی محبوبہ کی نظر میں ان لڑکوں سے مختلف نہیں جنھوں نے اس کو اس سے پہلے اپنا شکار بنایا۔ بالکل اسی طرح اس لڑکی کے دل میں بھی اپنے محبوب کے متعلق بداعتمادی اور شک کے خیالات کا تانتا لگا رہتا ہے کہ نجانے اس سے پہلے کتنی لڑکیاں اس کے بستر کی زینت بنی ہوں گی؟ اگر اس نے شادی سے پہلے بہت ساری لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا ہوا تھا تو شادی کے بعد اس کے لیے کیا رکاوٹ ہوگی؟

ایسے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک ہمیشہ پلتے بڑھتے رہتے ہیں اور شادی کے بعد بھی جاری رہتے ہیں، اور بالآخر جنسی تعلق محض ایک اکتاہٹ بھرا معمول کا کام بن کر رہ جاتا ہے۔

[8] غیر مفید تجربہ:

ایک بڑا غلط خیال عام ہے کہ شادی کرنے والوں کو جنسی تجربے سے عملاً گزرنا چاہیے تاکہ انھیں اندازہ ہوسکے کہ وہ ایک دوسرے کی جنسی ضروریات پوری کرنے کے اہل بھی ہیں کہ نہیں؟ لیکن یہ خیال سرتاسر غلط ہے۔ کیا ہر نوجوان شادی سے پہلے یہ مناسبت جاننے کے لیے ہر نوجوان لڑکی کے ساتھ غلط کاری کرے؟

یہاں اس بیمار ذہنیت کے حامل مفکرین بہت بڑی غلطی کا شکار ہیں کہ شادی سے پہلے جنسی ہم آہنگی ہونا ضروری ہے، یہ سچائی نہیں۔ سچائی یہ ہے کہ مکمل جنسی ہم آہنگی اور ہم نوائی صرف مقدس ازدواجی تعلق کے دائرے میں جنم لیتی ہے۔ جس قانون اور معاشرے کے سائے میں، جوان کے شرعی رشتے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں، حمایت، حفاظت اور

امان حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا خالق محبّ نے اپنے بندوں کو جس عطیہ محبت سے نوازا ہے، اس کا مکمل ادراک اور بھرپور اندازہ ازدواجی تعلق کے دائرہ میں رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔

[9] رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے جسمانی تعلق بیوی کے جمال سے لطف اندوز ہونے سے محروم کر دیتا ہے:

جنسی تعلق سے شادی ہونے تک پرہیز کرنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس تعلق کا مکمل حسن و جمال صرف شادی میں نکھر کر سامنے آتا ہے۔

انسانی جائزوں اور جدید تحقیقات کی روشنی میں ابھی تک میاں بیوی کے درمیان تعلقات سے زیادہ گہرے خوبصورت، صحتمند اور مکمل جنسی تعلقات سامنے نہیں آ سکے۔ ازدواجی تعلقات میں ایسے دو فریق ایک گہرے تعلق اور باہمی شراکت داری میں ایک ہوجاتے ہیں جنھوں نے دو مختلف احوال میں پرورش پائی ہوتی ہے اور اس سے پہلے عموماً ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں ہوتے۔

اس زبردست امتحان کی بنیاد اپنی ذات مکمل طور پر دوسرے کے سپرد کر دینے پر رکھی جاتی ہے۔ خاوند اپنے لیے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ اپنی ذات اسے ہبہ کر دیتا ہے اور بیوی بھی مکمل آزادی اور باہمی محبت کے سائے میں اپنی ذات اس کے سپرد کر دیتی ہے اور اسے اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ اسے مجبور کیا جا رہا ہے یا اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے؟

اس تعلق میں وہ دونوں خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جاتے ہیں اور اپنا سب کچھ اپنے ساتھی کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور اس معاہدے کے مطابق وہ دونوں ہر اچھے کام میں مقابلے بازی اور ایک دوسرے کے سہارے پر اچھائی کی طلب میں آزاد ہوتے ہیں۔

شادی سے پہلے جنسی راہیں پیدا کر لینا شادی کے بعد اس تعلق کی فضا مکدر کر دیتا ہے، کیونکہ ان راہوں پر چلنے والا اس کے حقیقی جمال اور بلند تر معانی سے لطف اندوزی سے محروم ہوجاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ ناجائز تعلق میاں بیوی کے درمیان اعتماد، جو کامیاب شادی کا اہم رکن ہے، ختم کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں ازدواجی تعلق کمزور پڑ

جاتا ہے۔ ایک سچا مومن اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ شادی ایک خوبصورت اور تازندگی قائم رہنے والا بندھن ہو، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ ہر اس کام کے قریب جانے سے بھی منع کر دے جو اس مضبوط تعلق کے لیے باعث خرابی ہوسکتا ہے، اسی لیے اس نے جنسی تعلق صرف بیوی تک محدود رکھنے کا حکم دیا ہے۔

[6] محبت کا فن (کیا شادی محبت کی قاتل ہے؟)

شادی محبت کی قاتل نہیں بلکہ محبت میں گہرائی، اصلیت اور نکھار پیدا کرتی ہے۔ محبت اظہار کی طلبگار نہیں رہتی، جب تک شادی اس کے وجود اور حمایت کا ثبوت پیش کرتی رہے، لیکن کچھ لوگ ذات اور محسوسات کے ذریعے اس محبت کا ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں، لہٰذا ہمیشہ زبانی یقین دہانی کروانے کی ضرورت رہتی ہے اور جب تک اظہار محبت کے جملے ان کی سماعت سے نہ ٹکرائیں، انھیں تکلیف اور شقاوت محسوس ہوتی رہتی ہے، مرد وعورت دونوں کا یہی معاملہ ہے۔

لیکن مشترکہ ازدواجی زندگی میں محبت نئی شکلیں اختیار کر لیتی ہے، اظہار وجود اور گہرائی و اصلیت کے بیان کے کئی عملی اظہار و مواقع، جس کی وجہ سے لفظی جملے بے معنی اور بلا فائدہ رہ جاتے ہیں، ہی کافی ہوتے ہیں، بلکہ یہ اکیلے ہی وجود محبت کا سچا اظہار اور ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

درحقیقت بیوی جب ہم آہنگی اور مشترکہ معاملہ فہمی پیدا کرنے کے لیے سنجیدہ کوشش کرتی ہے تو یہ بھی اظہار محبت کا ایک پہلو ہوتا ہے۔ بچے پیدا کرنے کی مشترکہ خواہش اور باہمی تمنائیں بھی اسی اظہار کا حصہ ہوتی ہیں، ایک حد تک یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اس سے عورت کے اس درد کی ٹیسیں کم نہیں ہوتی جو خاوند کے عدم اعتنا برتنے اور سخت رویہ اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے دل میں اٹھتی ہیں۔ بعض اوقات عورت مشاہدہ کرتی ہے کہ اس کا اپنے میاں کو زیادہ توجہ دینا اور زائد از ضرورت چاہت و لطافت کا اظہار کرنا اس کے لیے کوفت اور ذہنی تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ کچھ بیویاں محسوس کرتی ہیں کہ وہ جس قدر زیادہ

رقت اور چاہت کا اظہار کریں اسی قدر ان کے خاوند ان سے دور ہوتے جاتے ہیں۔

حقیقت میں میاں بیوی اپنی زندگی میں وقتاً فوقتاً نیم گرمی اور اضمحلال کے شکار ہوتے رہتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ وہ دونوں حقیقت کا اعتراف کر کے بڑی بہادری اور تحمل مزاجی سے اس کا سامنا کریں اور انھیں یقین ہونا چاہیے کہ بادل بالآخر چھٹ جاتے ہیں۔

یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ایک فریق کی ذہنی کشیدگی اور غصے کی کیفیت دوسرے فریق کے سکون اور تبسم کے تابع ہو، بلکہ بسا اوقات اس تناؤ میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب فریق ثانی بناوٹی سکون اور جھوٹی مسرت کے اظہار میں مبالغہ آرائی کرے۔

پیار کرنے والے عام طور پر یہ جتلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ دونوں دو قالبوں میں ایک جان ہیں، ان میں نہ کوئی فرق ہے نہ تکلف، لیکن یہ سوچ غلط فکر کی حامل ہے۔

تعلقات خواہ کس قدر گہرے اور مضبوط ہوں، آہنگ و ترنگ کتنی زیادہ مکمل ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی ہر ایک کی اپنی ذات، مزاج، صلاحیتیں، طبیعت اور اپنے افکار ہوتے ہیں، اس لیے کچھ نہ کچھ صعوبت اور تکلیف کا ہونا ضروری ہے، تاکہ جب ان کے لیے بعض معاملات میں غیر متوقع عدم اتفاق کا انکشاف ہو تو اسے برداشت کرنا آسان اور رسان ہو، پھر ہر ایک کو جوشِ محبت میں اپنی آزادی سلب ہونے کا بھی ڈر رہتا ہے، جس کی وجہ سے محبوب کا زیادہ قرب زہر لگنے لگتا ہے۔

بعض اوقات محبت کی شدت خوفناک ہوجاتی ہے۔ یہ الفاظ کہ ''مجھ سے کہو: تم مجھ سے محبت کرتے ہو!'' ان کا مطلب یہ ہوگا کہ کہو: حقیقت میں تم مجھ سے محبت کرتے ہو، چاہے تمہارے جذبات کی اصل کچھ بھی ہو۔ اس کے ردعمل کے طور پر دوسری طرف یا خاموشی چھا جائے گی، یا پھر مختلف سا جواب: ہاں! تمھیں معلوم ہے میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

سچائی یہی ہے کہ شادی محبت کا قتل نہیں کرتی۔ باہمی طرز عمل اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ ہی محبت اور اس کی قوت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ صرف عورت ہی کی خواہش اور تمنا نہیں ہوتی کہ مرد اس کے ساتھ اظہار محبت کرے، بلکہ مرد بھی اسی احساس کا حامل ہوتا ہے۔ ایک سمجھ دار بیوی بہت ساری چیزوں اور معاملات سے خاوند کی محبت محسوس کر

لیتی ہے، اسی طرح ایک زیرک اور دانشمند خاوند بھی اس کی حرارت اور لمس کا ادراک کر لیتا ہے، اظہار محبت کے لیے ہر ایک کا اپنا اپنا اسلوب اور انداز ہوتا ہے۔

جنسی جبلت ابتدائے جوانی تقریباً 15 سال کی عمر سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور پھر انھی ایام عمر میں یعنی عقلی پختگی مکمل ہونے سے پہلے خانگی زندگی اور خاندان کی ذمے داری اٹھانے کی صلاحیت سے قبل اور عدل و احترام کے ساتھ معاملات نبٹانے کی لیاقت سے پیشتر یہ طاقت منہ زور اور متحرک ہو جاتی ہے۔

شادی صرف جسمانی میل و ملاپ کے اظہار ہی کے لیے ضروری نہیں بلکہ یہ ایک مادی، تربیتی اور معاشرتی ادارہ ہے جس کے لیے مختلف صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہی استعداد اور صلاحیت حاصل کرنے کے لیے اسلام نے ایسے اصول وضع کیے ہیں جو نوجوان لڑکے لڑکیوں کو ادب اور طہارت سکھاتے ہیں۔

ایک دن میں پانچ وقت نماز ادا کرنا برے اور فحش خیالات دور کر دیتا ہے، اسی طرح جنسی ہیجان پیدا کرنے والے تمام کاموں سے، جو خوابیدہ خواہشات بیدار کر دیتے ہیں، منع کرنا، شرعی پردے کا حکم دینا، آنکھیں نیچی رکھنا، زیب و زینت کا عدم اظہار، مخلوط ماحول سے اجتناب، فارغ اوقات میں علمی، معاشرتی اور فوجی مصروفیات، ضرورت کے وقت جہاد میں مصروف رکھنا، یہ ساری ہدایات اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل معاشرہ تشکیل دینے میں ثمر بار ثابت ہوسکتی ہیں۔ اس کے بعد شادی کی اہمیت ہے، جس میں جلدی کرنی چاہیے اور اسے ریا کاری، فضول خرچی اور تکلفات میں اٹی ہوئی رسم و رواج سے پاک کرنا چاہیے، جنھیں انسان نے خود پیدا کر کے اپنے لیے وبال جان بنایا ہوا ہے۔

انسانی رویہ بھی کس قدر عجیب ہے جو اپنے لیے تکلیف دہ پابندیاں لگاتا ہے، پھر خرافات کی تخلیق کرتا ہے اور بعد میں انھیں تقدس کا لبادہ اوڑھا دیتا ہے۔

سچا اسلام ہی ہر مرض کا شافی علاج ہے، ایک پاکیزہ معاشرے کے قیام کے لیے جو عناصر ہمارا دین مہیا کرتا ہے، انھیں میں رہ کر عزتیں محفوظ رہ سکتی ہیں اور معاشرہ عفت و عصمت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اس کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے، نمازیں گھر کے تمام افراد کو

منظّم کرتی ہیں، بڑی نرمی مگر متانت اور استقلال کے ساتھ ان کی نگرانی کی جائے، کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، اجازت لینے اور اعزاء و اقارب کی مہمان نوازی میں اسلامی آداب کا پورا خیال رکھا جائے۔

عام زندگی کے بہت سارے پہلو ہیں جو چار دیواری کی عصمت اور طہارت محفوظ رکھنے اور آئندہ نسلوں کے تحفظ اور تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ ایک مسلم گھرانے یا اس کے معنوی وجود میں تین امتیازی نشان ہونے چاہییں، تاکہ وہ اپنے فرائض کما حقہ ادا کر سکے، اور وہ امتیازی نشان یہ ہیں:

1. سکون۔ 2. مودت۔ 3. رحم دلی اور شفقت۔

سکون سے مراد نفسیاتی قرار اور ٹھیراؤ ہے، بیوی خاوند کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تاکہ اس کے دل میں کسی دوسری کا خیال تک نہ آئے، اسی طرح خاوند بھی بیوی کے دل کا چین ہو تاکہ وہ کسی دوسرے مرد کے متعلق سوچنا بھی گناہ سمجھے۔

مودت سے مراد ایک ایسا دوستانہ ماحول ہے جس میں محبت کا باہمی احساس ہو جو تعلقات کو سعادت میں باندھے رکھتا ہے۔

رحم دلی مرد و عورت ہر دو میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی اساس اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: 159]

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہوگیا اور اگر تو بدخلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے۔''

رحم دلی محض عارضی شفقت ہی کا ایک رنگ نہیں بلکہ یہ مستقل نرمی، خوش خلقی اور حسن کردار کا سرچشمہ ہے۔ جب گھر میں سکون و استقرار، دائمی مودت اور محبت بھری رحم دلی کی فضا قائم ہو تو شادی سب نعمتوں سے بڑھ کر عزیز اور بابرکت محسوس ہوتی ہے، بہت ساری مشکلات بآسانی حل ہو جاتی ہیں، اور ایسی شادی سے نیک اولاد کی دولت میسر آتی

ہے۔ اولاد کی نافرمانی، اکثر لڑائی جھگڑوں اور الجھنوں کے زیادہ تر اسباب ازدواجی ناچاقی اور باہمی بگاڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔

ہمارا دین فطری ضروریات کا گلا نہیں دباتا اور نہ نفس کے آرام، بشاشت اور رضا جوئی کے شوق پر پابندی لگاتا ہے۔ انسان جب شادی کا ارادہ کرے تو پھر اسے مطلوبہ خصلتوں کی تلاش کے لیے از حد کوشش کرنی چاہیے، یہ عورت کا بھی حق ہے کہ جسے اپنا شریک حیات بنانا پسند کرے، اس میں اپنا مطلوبہ معیار دیکھ لے، اگر خبر سچی ثابت ہو تو شادی قائم دائم رہتی ہے، وگرنہ اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے صرف حقوق ہی ہیں، ان کے ذمے کوئی فرض نہیں۔ ایسے لوگ اپنی خواہشات اور انانیت کے خول میں بند رہتے ہیں، انھیں فریق ثانی کا کوئی احساس نہیں ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، مسلم گھرانہ اس منصفانہ قاعدے پر قائم ہے:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرۃ: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے، جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

اور یہ درجہ اس زندہ اشتراکِ عمل کی نگرانی اور سرپرستی کا ہے، کیونکہ کوئی بھی اشتراکِ عمل اور کمپنی سرپرست کے بغیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ محض عورت کی رائے پر اس سرپرستی کی تنسیخ نہیں کی جا سکتی، چاہے اس کے قانونی فوائد اور مصالح تربیتی ہوں یا مالی۔

مسلم گھرانے کا معاشرتی فریضہ ایک خاص اہلیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر اس اہلیت کا سرے سے وجود ہی نہ ہو تو عقد نکاح ایک بے مقصد تقریب رہ جاتی ہے۔ یہ اہلیت مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں طور پر ضروری ہے، جس میں یہ اہلیت نہ ہو اسے شادی کا کوئی حق نہیں۔ اگر کوئی عورت شفقت سے تہی دامن، کٹھور دل، خواہشات پرست، احساسات سے عاری اور دوسروں کی ضروریات کے متعلق بے حس ہو تو ایسی عورت کے

لیے یہ بہتر ہے کہ وہ اکیلی رہے، وہ کسی صورت گھر کی مالکن بننے کی اہل نہیں، خاوند کبھی بیمار پڑ سکتا ہے اور بیماری طول بھی پکڑ سکتی ہے اور وہ تیمار داری کرنے والی نرس سے تنگ آ سکتا ہے، جبکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ اس کی بیوی دوسروں سے زیادہ اس کی حالت پر صبر، بشاشت، امید اور دعا کے لیے مستعد ہو۔

اس معاملے کی تہہ تک اس وقت تک نہیں پہنچا جا سکتا جب تک یہ حقیقت نہ سمجھ لی جائے کہ گھروں کی بنیاد باہمی محبت پر رکھی جاتی ہے۔فرمان خداوندی ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرہ: 187]

''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا۔''

[7] خاوندوں اور بیویوں کی اقسام

ا۔ خاوندوں کی اقسام:

(1) مثالی شوہر:

ایک مثالی خاوند اپنے قول و فعل میں رسول کریم ﷺ سے مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔آپ ﷺ عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:

''عورتوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھو، عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا بالائی حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو اسے توڑ ڈالے گا اور اگر اسے ایسے ہی چھوڑ دے تو وہ ٹیڑھا ہی رہے گا، لہٰذا عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔''[1]

مثالی شوہر عورت کے ساتھ اس کے صنف نازک ہونے کی وجہ سے رحم دلی، ایثار، صبر اور تکریم کے ساتھ پیش آتا ہے، کیونکہ اس کو تکریم دے کر وہ اپنی تکریم کرتا ہے۔ اگر اس کو اس کی کوئی ایک عادت بری لگے تو کوئی دوسری اچھی لگتی ہے۔[2]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [4890]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1469]

ارشاد نبوی ہے:

''کامل ترین مومن اعلیٰ اخلاق کا مالک ہوتا ہے، تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی گھر والی کے لیے بہتر ہو۔''[1]

ایسا شخص بخوبی جانتا ہے کہ یہ دنیا سامان لذت ہے اور اس دنیا کی بہترین لذت نیک بیوی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اسی غرض کے پیش نظر وہ سچی مسلمان عورت کے ساتھ شادی کی تمنا رکھتا ہے اور اگر خوش قسمتی سے اس کو ایسی نیک خاتون مل جائے تو پھر وہ اس کے شایان شان اس کے ساتھ رویہ رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ رسول کریم ﷺ کے اسوہ طیبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی راہنمائی، اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لیے مناسب انداز اپناتا ہے، یہ سرپرستی اور نگرانی کا حق اسے شریعت نے تفویض کیا ہے، ایسا شوہر غیرت مند ہوتا ہے لیکن بدگمان اور شکی نہیں ہوتا۔

2 حقیقت پسند شوہر:

ایسا شوہر بیوی کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسے برا نہیں کہا جا سکتا لیکن پہلا بہر حال افضل اور بہتر ہے۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم پر بیویوں کا کیا حق عائد ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلائے، جب اپنے لیے کپڑے تیار کرے تو اس کے لیے بھی کرے، نہ چہرے پر مارے، نہ بدزبانی کرے اور اگر چھوڑنا ہو تو گھر کے سوا کہیں نہ چھوڑے۔''[2]

یہ کبھی مار بھی لیتا ہے لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے چہرے پر نہیں مارتا، لیکن پہلا صبر کرتا ہے اور اچھائی پسند کرتا ہے۔ درج ذیل حدیث سے یہ فرق واضح ہو جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو مت مارو۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسالتمآب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1172]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [2142]

کہنے لگے: عورتیں اپنے خاوندوں پر جرأت دکھانے لگ پڑی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے انھیں مارنے کی رخصت عنایت فرما دی۔ اس کے بعد بہت ساری عورتوں نے رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں پر حاضری دی اور اپنے خاوندوں کے رویے کا شکوہ کیا۔ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:

''بہت سی عورتوں نے کاشانہ نبوت پر اپنے خاوندوں کی شکایت کی ہے، یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔''[1]

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس معاملے میں اچھے لوگوں کا فرق بیان کر دیا ہے۔

3 شکی مزاج خاوند:

اس سے مراد وہ قابل تعریف غیرت نہیں جو شرعی ضوابط کے مطابق منضبط ہو بلکہ اس خاوند کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو بغیر کسی دلیل کے بیوی کو خیانت کا الزام دیتا ہو اور بلا سبب اپنے اہل خانہ پر سختیاں کرتا ہو اور گھر کی ساری فضا ہر وقت شعلوں کی طرح دھکتی رہے۔ ایسا غیرت مند قابل مذمت ہے جو اس حد تک انانیت پسند ہو کہ بیوی کے معمولی سے عدم التفات کو بھی برداشت نہ کر سکے، حتی کہ اپنے بیٹوں پر بھی غیرت کھائے، جب وہ گھر میں داخل ہو تو ہر طرف خاموشی چھا جائے، ساری نظریں اسی پر مرکوز ہو جائیں۔

ایسا شخص ہر وقت بیوی کے پوشیدہ معاملات اور خفیہ راز تلاش کرنے میں لگا رہتا اور بدگمانی کا شکار رہتا ہے، حالانکہ رسول مکرم ﷺ نے عورتوں کے پوشیدہ معاملات کی تلاش میں رہنے سے منع فرمایا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا: ''رات کے وقت اچانک بیویوں کے پاس نہ لوٹو۔'' اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: تاآنکہ ان کو صفائی اور بناؤ سنگھار کا موقع مل سکے۔''[2]

اللہ تعالیٰ کو ناپسندید غیرت وہ غیرت ہے جو رسول کریم ﷺ کے الفاظ میں بغیر کسی

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [2146]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [4948] صحيح مسلم، رقم الحديث [715]

شک اور تہمت کی وجہ سے ہو۔[1] قابل تعریف غیرت وہ غیرت ہوتی ہے جو شک اور تہمت والی جگہ سے دوری، سرعام بے پردگی، بناؤ سنگھار اور مخلوط مقامات سے منع کرنے اور اپنے گھر کو میڈیا کی پھیلائی ہوئی گندگی سے محفوظ رکھنے میں ہو۔

4 دیوث اور بے غیرت شوہر:

یہ وہ بھڑوا شوہر ہوتا ہے جو غیرت سے مکمل تہی دامن ہوتا ہے۔ اس میں قابل تعریف غیرت ہوتی ہے، نہ قابل مذمت ہی۔

اسے اس بات کی مطلقاً پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے گھر میں کون آتا جاتا ہے اور کون کس کے ساتھ مل رہا ہے؟ اس نے اپنی بیوی کو بے پردہ رہنے اور بناؤ سنگھار کر کے خوشبو میں بسی ہوئی غیر محرم لوگوں کی تسکین نظر کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہوتا ہے۔ دیوث وہ بے حمیت ہوتا ہے جو اپنے اہل خانہ کو فحاشی کے راستے پر چلتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے، ایسا شخص جنت کو دیکھنا تو درکنار اس کی خوشبو تک نہ پا سکے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سپرد کردہ امانت میں خیانت کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

آدمی اپنے گھر کی سلطنت کا سربراہ اور اپنی رعایا کا ذمے دار ہوتا ہے۔ اس بنا پر جو آج کل مخلوط محفلیں سجائی جاتی ہیں اور علیحدگی میں غیر محرم مردوں کا استقبال کیا جاتا ہے، یہ سب حرام، دیوثیت اور خباثت کی عملی صورتیں ہیں۔

5 لاپرواہ شوہر:

اس قسم کے شوہران دنوں عام پائے جاتے ہیں، جو یا تو اپنی خواہشات اور لذت میں ڈوبے رہنے کے باعث یا پھر یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں انھیں کے لیے تو ہے، چنانچہ اپنی رعیت سے غفلت برتتے ہیں اور اپنے بچوں اور بیویوں کو لاوارث چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے اہل خانہ کو خوبصورت گھر، شاندار گاڑی اور خوشگوار کھانا مہیا کر کے وہ ہر قسم کی ذمے داری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام نعمتیں سعادت اور راحت کے اسباب ہیں لیکن خانگی سعادت اور انبساط کا اہم ترین سبب خاوند کا اپنے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2659]

بیوی بچوں کو نفسیاتی سرپرستی مہیا کرنا ہے۔ ان خالی کھوکھلے مظاہر اور انتظامات کا کیا فائدہ اگر اولاد عدم توجہ اور جذباتی خلا کی شکار ہو؟ یہ خوشنما محلات اس اکیلی بیوی کے کس کام کے جو کبھی کبھار اپنے خاوند کا چہرہ دیکھتی ہو؟ حالانکہ فرمان خداوندی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحريم: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔''

اور فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

''تم میں سے ہر کوئی سرپرست ہے اور اپنی رعیت کا ذمے دار۔''[1]

یہ لا پرواہ خاوند کس قسم کی سرپرستی، کون سی راہنمائی، اور جہنم سے کس قسم کا بچاؤ اپنے افراد خانہ کو مہیا کرتا ہے، جو نہ ان کو دیکھتا ہے اور نہ ان کے پاس بیٹھتا ہی ہے؟

ب۔ بیویوں کی اقسام:

(1) ضدی بیوی:

بیوی ضدی کیوں ہوتی ہے؟ کبھی کسی بیوی میں بچپن کی غلط تربیت کی وجہ سے ضد اور سرکشی رچ بس جاتی ہے۔ خاوند کا آمرانہ رویہ، امور معیشت میں بیوی سے عدم مشاورت، اس کی رائے کی تحقیر اور اس کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ اختیار کرنا بھی عورت کے ضدی پن، سرکشی اور شوریدہ سری کا باعث بن جاتا ہے۔

❁ ناقص ہونے کا احساس:

بعض اوقات شادی سے پہلے ہی عورت میں ناقص ہونے کا احساس جڑ پکڑ چکا ہوتا ہے، جس کا سبب گھر والوں کا لڑکی کے ساتھ حقارت آمیز رویہ ہوتا ہے اور وہ احساس کمتری اور عدم اعتماد کا شکار رہتی ہے۔

❁ خاوند کے ساتھ عدم موافقت:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4909] صحيح مسلم، رقم الحديث [1869]

کبھی ضد اور عناد خاوند کے ساتھ عدم موافقت، طبیعتوں کے اختلاف، شوہر کی غیر صحت مندانہ عادتیں اختیار کیے رکھنے اور ناپسندیدہ کام ترک نہ کرنے کی وجہ سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ ضد اور ہٹ دھرمی خاوند کے رویے پر احتجاج اور انکار کی عملی صورت ہوتی ہے۔

❁ ماں کی تقلید:

آخر میں عناد اور ضد کی ایک وجہ بیگم کا اپنی والدہ کے رویے کی تقلید کرنا بھی ہوتا ہے جو وہ اس کے باپ کے ساتھ روا رکھتی ہے۔

❁ ضد کا علاج:

ضد کا علاج کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے اسباب سے بچنا چاہیے۔ اگر یہ ضد عورت کی طبیعت کا خاصا ہو تو خاوند کو ثواب کی نیت رکھتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور جھگڑوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، تاآنکہ آہستہ آہستہ بیوی اس عادت سے چھٹکارہ پا لے۔ یہاں اس علاج کا ایک بہت بڑا جز وقت ہے، خاوند اپنی بیوی کو محبت، شفقت، احترام اور عدم اہانت کا احساس دلا کر اس کا دل جیت سکتا ہے اور کارگاہ حیات میں اس کا معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

(2) جھوٹ گھڑنے کی ماہر بیوی:

بلاشبہ جھوٹ ایک بری خو اور بد عادت ہے۔ جھوٹے اشخاص لوگوں کی نظروں میں ناپسندیدہ، اللہ اور اس کی جنت سے دور اور شیطان اور آگ کے قریب ہوتے ہیں۔

جھوٹ کا مطلب غلط بیانی یا کچھ حقیقت چھپانا ہوتا ہے۔ یہ چھپانا بھی جھوٹ، غلط بیان اور فریب کاری ہی ہوتا ہے، وہ عورت جو غلط بیانی یا کسی بات کے کسی اہم حصے کو چھپا لے تو وہ جھوٹی ہی ہوتی ہے، وہ عورت جو خاوند کے ساتھ جھوٹ بولتی ہے اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔

❁ بیوی جھوٹ کا سہارا کیوں لیتی ہے؟

ماں باپ یا افراد خانہ کے اکثر جھوٹ بولنے کی وجہ سے وہ بھی اس کی عادی ہو جاتی

ہے، لہٰذا بیوی منتخب کرنے سے پہلے خوب سوچ بچار سے کام لینا چاہیے اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

❁ ماں کے باپ کے ساتھ رویے کی تقلید اور مشابہت:

ہوسکتا ہے ماں جھوٹ نہ بولتی ہو لیکن اپنے خاوند کے ساتھ بعض مادی مفادات کے حصول کی خاطر وہ ایسا کرتی ہو۔ ضروری نہیں کہ اس کا خاوند بخیل ہو، بلکہ عورت لالچی بھی ہوسکتی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ خاوند کنجوس ہو اور اخراجات پورے نہ کرتا ہو۔

❁ خاوند کا جھوٹا ہونا:

جیسے بعض کاموں کا وعدہ کرنا لیکن وعدہ پورا نہ کرنا، یا بیوی سے ادھار لیکر ادا نہ کرنا، یا اس سے پیسے لے کر اس کی وہ مطلوبہ اشیاء نہ خریدنا جنھیں خریدنے کی اس نے اجازت دی تھی۔

❁ خاوند کے ردعمل کے خوف سے جھوٹ بولنا:

بیوی اپنی غلطیوں کے ازالے میں زائد از ضرورت زود رنجی اور بے پرواہی کی بنا پر بھی بہت سارے معاملات میں اپنے خاوند کے ردعمل اور رویے سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی ہے۔

❁ علاج کے لیے اقدامات:

محبت پاشی، معاملہ فہمی، باہمی اعتماد اور حقیقت بیانی کی فضا میں چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے چشم پوشی اور موضوعِ بحث بات کو بہت زیادہ حساس نہ بنا کر اس جیسے جھوٹ کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

عورت فطری طور پر کمزور ہوتی ہے، اس لیے بعض اوقات گھر میں پیدا ہونے والی مشکلات کے سد باب کے طور پر اسے جھوٹ کا دفاعی ہتھیار اٹھانا پڑتا ہے۔ لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ بڑی نرمی اور احسن انداز میں بیوی کو سمجھائے کہ یہ جھوٹ ناجائز ہے اور عدمِ اعتماد کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ہر بات کہتے وقت، چاہے کیسے ہی حالات ہوں، صاف گوئی سے کام لے، وہ گرے بغیر مشکلات اور رکاوٹیں عبور کرے گا اور حکمت اور صبر کے ساتھ ان کا حل نکال لے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ہر کام میں صاف

گوئی اور حقیقت بیانی سے کام لے اور حیلے بہانے اختیار کرتے ہوئے ایسی چیزوں کا مطالبہ نہ کرے جن سے خاوند انکار کرسکتا ہے۔

ایک دوسرے کو سمجھ کر ہر مشکل کا درمیانی حل نکال لینا چاہیے، اظہار محبت کے ذریعے قائل کرنا بہترین ذرائع علاج ہیں، اسی طرح سچائی میں مثالی نمونہ اور نیک مثال بن کر دکھانا بھی جھوٹ کی راہ کھوٹی کرسکتا ہے۔

3 خاوند کے اہل خانہ کو احترام نہ دینے والی بیوی:

اس شکوے کا عام طور پر باعث میاں بیوی کے خاندان یا بیوی اور سسرالی رشتہ داروں کے درمیان پرانے تہہ نشین جھگڑے اور خراب تعلقات ہوتے ہیں، جن کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً میاں یا بیوی کے اہل خانہ کے درمیان مقابلہ آرائی، یا ایسے خاندان میں شادی کر دینا جس کے ساتھ تعلقات بڑھانا ناپسندیدہ خیال کیا جائے، یا اگر بیوی کے گھر والے رشتہ دینے سے انکار کر دیں، لیکن خاوند اصرار کے ساتھ اور ان کی مرضی کے خلاف شادی کر لے، یا لڑکی ایسے شخص کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائے جسے اس کے والدین اس کے لیے نامناسب خیال کرتے ہوئے اس کو روکیں۔

ایسی شادیاں عام طور پر ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں، اور اگر قائم بھی رہیں تو آتش فشاں کے دہانے پر رہتی ہیں، جس کا لاوا کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے، البتہ بہت کم ایسی شادیاں ہوتی ہیں جو کامیابی سے ہمکنار رہیں، کیونکہ لڑکا یا لڑکی اس دورانیے میں مثالی پن (آئیڈیلزم) کا شکار رہتے ہیں اور عشق و محبت کے خیالوں میں گم رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر اس لڑکی کے ساتھ شادی ہوجائے تو وہ ایسی دنیا میں بس جائے گا جو صرف ان دونوں کی ہوگی، جبکہ اسے اس بات کی قطعاً کوئی خبر نہیں ہوتی کہ شادی کے بعد بھی وہ والدین کے حلقہ اثر میں رہے گا اور اسے ان کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑیں گے کیونکہ کسی بھی صورت کوئی شخص اپنے خاندان یا سسرالی رشتہ داروں سے کٹ نہیں سکتا۔

پھر شادی اصولی طور پر ایک سسرالی تعلق ہوتا ہے، جس کا مقصد لوگوں کے مابین خاندانی روابط مضبوط کرنا ہوتا ہے، تاکہ لوگ محبت، رحمدلی اور معاملہ فہمی کے ایک ہی گلدستے

میں باہم پیوست ہو جائیں۔

ابھی شادی کو تھوڑے ہی دن گزرتے ہیں کہ نقاب اتر جاتے ہیں، اصلیت اپنا چہرہ دکھانا شروع کر دیتی ہے اور ہر کوئی اپنی اوقات دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ کیونکہ لوگ سونے چاندی کی طرح معدنیات کے مانند ہوتے ہیں، جن کی حقیقت کھودنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔

ہر ایک کو ایک دوسرے کی بری باتیں ہی نظر آتی ہیں، پھر وہ ندامت کے آنسو بہاتے ہیں کہ جس کے لیے انھوں نے قربانی دی اور خاندان کی مخالفت مول لی وہ اس کے قابل ہی نہیں تھا۔

پھر مشکلات اس قدر شدید تر ہو جاتی ہیں کہ معاملہ کنارے پر لگ جاتا ہے اور گھر والوں کو مداخلت کرنا پڑتی ہے تب وہ اپنی بہو کے ناروا رویے سے واقف ہوتے ہیں۔ پھر بہو کا کم از کم ردعمل ان کے عدم احترام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی معاملہ اس سے بھی بڑھ جاتا ہے اور بہو کے خلاف شکایات کا انبار لگ جاتا ہے اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے اور ہو رہا ہے۔ کیا ہے کوئی عبرت پکڑنے والا؟!

❁ علاج کی طرف پیش قدمی:

والدین کو چاہیے کہ ان کا بیٹا یا بیٹی اگر کسی ایسے شخص کو شادی کے لیے پسند کرے جو نیک ہو اور شبہات سے پاک ہو تو ان کی شادی میں روڑے نہ اٹکائیں اور نہ انھیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے رشتے داروں میں شادی کرنے پر مجبور کریں۔ اگر بیٹے یا بیٹی کی پسند میں ایمان اور اچھائی کی صفات موجود ہوں تو والدین کو آڑے نہیں آنا چاہیے، وگرنہ جب ان کو علم ہوگا کہ اس کے اہل خانہ اس کو بطور داماد یا بہو قبول نہیں کریں گے تو ان کی پسند کے دل میں کراہت اور نفرت کے بیج اگ آئیں گے۔

بیوی کو یہ تعلیم دینی چاہیے کہ خاوند اور اس کے رشتے داروں کا احترام کرنا بیوی کا فرض اور شرعی حکم ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا)) [1]

''جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے احترام سے ناواقف ہو، وہ ہم میں سے نہیں۔''

اس کے نتیجے میں بیوی کو اس کا بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا، خاوند کی رضا اور محبت حاصل ہوگی، اس کے اہل خانہ، جو اس کی شادی پر معترض تھے، اس سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔ بیوی کو ساس کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے اور روایتی بہو جیسی باتوں سے اجتناب برتنا چاہیے، کیونکہ اکثر خوش دامنیں مشہور باتوں کے عکس بڑی نرم دل ہوتی ہیں۔ یہ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ بدگمانی تمام مشکلات اور ناچاقیوں کی ماں ہوتی ہے، بدگمانی کی وجہ سے مختلف حالات اور واقعات کا غلط تجزیہ کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی عموماً غلط اور غیر صحیح باتیں سنتا ہے اور انسان غالبًا جو سوچتا ہے وہی سنتا ہے۔

خاوند کو بھی علم ہونا چاہیے کہ بعض اوقات وہ خود ان مشکلات اور پریشانیوں کا سبب ہوتا ہے یا پھر غیر محسوس انداز میں ان کے گہرا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ جب شوہر اپنی ماں یا کسی گھر کے فرد کے سامنے اپنی بیوی کو سرزنش کرتا ہے یا اس کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کرتا ہے تو اس وقت بیوی انتہائی ذلت اور شرمساری محسوس کرتی ہے، یا جب وہ اپنی ماں کے ساتھ غیر مناسب انداز میں گفتگو کرتا ہے تو گویا وہ اپنی بیوی کو اس کا اعادہ کرنے پر مجبور کرتا ہے، یا پھر جب مشکلات کو بلاحل ہی چھوڑ دے اور ٹال مٹول سے کام لے تو معاملات سلجھنے کے بجائے الجھ جاتے ہیں بلکہ مزید بگڑ جاتے ہیں اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔

کامیاب خاوند اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور بیوی کو خاص طور پر اپنے اہل خانہ کے سامنے بہت زیادہ عزت اور تکریم دیتا ہے اور تمام مشکلات اور پریشانیوں کے اصل اسباب تلاش کر کے ان کا کامیاب حل پیش کرتا ہے۔ خاوند بیوی اور ماں کے درمیان اعتماد، محبت اور اطمینان کی فضا قائم کر کے کسی ایک جانب جھکے بغیر عدل و

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1920] صحيح الجامع، رقم الحديث [5444]

انصاف سے کام لیتے ہوئے ہر مشکل پر قابو پالیتا ہے۔

4 جھوٹ موٹ کی بیمار اور ہر وقت شکوے کرنے والی بیوی:

اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرنے والی بیوی عام طور پر زود رنج اور نخرے باز ہوتی ہے، یہ غالبًا خاندان میں بڑی بہن ہوتی ہے جس نے زندگی میں مسلسل مشقتیں جھیلی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے تھکاوٹ کا احساس اس کی زندگی کا لازمہ بن جاتا ہے، خواہ یہ پرسکون اور آسودہ خاطر ہی کیوں نہ ہو؟ اکثر خواتین تھکاوٹ اور بیماری کی شکایت کرتی ہیں، جبکہ بہت سارے طبی ماہرین اور ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ ان کے پاس آنے والی اکثر خواتین کسی جسمانی مرض میں مبتلا نہیں ہوتیں، لیکن ان کی نفسیاتی صحت ٹھیک نہیں ہوتی۔

اگر ہم عورت پر انصاف پسند نظر ڈالیں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ اس کی زندگی کے کئی مراحل میں اس کو تھکاوٹ اور تکان سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب یہ لڑکی ہوتی ہے تو اسے ماہواری کی تھکن اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں، جب شادی ہو جائے اور پھر حمل ہو جائے تو اسے حمل کی تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں، وضع حمل کے وقت دردیں اپنا ایک علیحدہ اثر رکھتی ہیں اور پھر پیدائش کے بعد بچے کی نگہداشت خدمت اور رضاعت جیسی کئی ذمے داریوں کا بوجھ اس کے کندھوں پر آپڑتا ہے۔

تاہم ان معاملات میں ہر عورت دوسری سے مختلف ہوتی ہے، کچھ انتہائی زیادہ قوت برداشت اور صبر کی حامل ہوتی ہیں اور کچھ انتہائی کمزور اور کم ہمت۔ سمجھدار خاوند اپنی بیوی کی مشکلات سمجھتے ہوئے انھیں کم کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے اس کی گفتگو اور رویے کو تحمل مزاجی سے برداشت کرتا ہے اور بڑے مزاحیہ اور ہلکے پھلکے انداز میں یا اس کے پسندیدہ موضوعات کی تار چھیڑ کر اس کی تکلیفیں بٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح خاوند کو گھریلو امور میں کار ثواب سمجھتے ہوئے بیوی کی مدد کرنا چاہیے تاکہ اسے اس کی تھکاوٹ اور ماندگی کا احساس ہو۔

بیوی کو بھی چاہیے کہ ہر وقت شکوے شکایت کرنے سے احتراز برتے تاکہ خاوند اس سے تنگ نہ آئے، بلکہ صبر و تحمل سے کام لے اور ہر چھوٹے چھوٹے کام کی شکایت نہ کرنے کی خو اپنائے۔ اسی طرح وہ اپنے نفس، اپنی بیماریوں اور تکلیفوں پر ظفر مند ہوسکتی

ہے، اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنا طبی معائنہ کروانے میں بھی غفلت اور سستی سے کام نہیں لینا چاہیے، کیونکہ ہوسکتا ہے کسی بیماری یا عارضے کے سبب وہ ان کیفیات سے گزر رہی ہو، بعض اوقات طبی معائنے اور مرض کی کھوج میں تاخیر حصول علاج میں تاخیر یا مشکلات کا سبب بن جاتی ہے۔

[8] شادی کرنے والوں کے لیے چند تربیتی مشورے

جب شادی کرنے کا ارادہ ہوتو مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھیں۔

1. بہترین اختیار اور اعلیٰ پسند:

فرمان نبوی ہے:

''نکاح کرتے وقت چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں: مال و دولت، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں! تم دیندار کو حاصل کرنا۔''[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیندار اور صاحب مروت کا ہر معاملے میں دین ہی مطمح نظر ہوتا ہے، خاص طور پر ایسے معاملے میں جس میں عمر بھر کا ساتھ ہو، اسی لیے رسول کریم ﷺ نے اس کو دیندار عورت کے حصول کا حکم دیا ہے، جو منتہائے مقصود اور دنیا کی تمام نعمتوں میں سے بہترین ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا سامان لذت ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔''[2]

دین میں ہم پلہ اور صاحب اہلیت پسند کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''اپنے نطفوں کے لیے بہترین پسند کرو اور باصلاحیت افراد کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کرو۔''[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4802] صحيح مسلم، رقم الحديث [1466]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1467]

[3] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1968] مستدرك حاكم [176/2]

نیک بیوی دین میں معاون ثابت ہوتی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی عطا کی تو اس کی اس کے نصف دین میں معاونت فراہم کی، دوسرے نصف کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔''[1]

2 شادی سے پہلے عورت پر ایک نظر ڈال لے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ اس نے ایک انصاری عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ جا کر اس پر ایک نظر ڈال آؤ، کیونکہ انصاریوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔''[2] کسی نے کہا: ان کی آنکھوں میں چوندھیاہٹ ہوتی ہے اور کسی نے کہا کہ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

سنن ترمذی، نسائی اور ابن حبان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے دیکھ لو! ہوسکتا ہے اس سے تم دونوں کے درمیان الفت قائم رہے۔''[3]

3 عورت کے جنسی حقوق ملحوظ رکھنا:

عورت کے تمام حقوق میں جنسی حقوق اور ضروریات کا خیال رکھنا سب سے اہم ہے۔ کسی جائز سبب کے بغیر تعلقات ترک کر دینا روا نہیں، چاہے عبادت کا بہانہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ عورت پر ظلم ہے۔ مسند احمد میں حضرت عثمان مظعون کی بیوی کا واقعہ درج ہے کہ وہ پہلے خوب بناؤ سنگھار کرتی لیکن بعد میں اس نے ایسا کرنا چھوڑ دیا، ایک دن وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس خوشبو اور مہندی لگائے بغیر حاضر ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑا تعجب کیا۔ وہ کہنے لگی: ام المؤمنین! عثمان کو دنیا اور عورتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدم رنجا فرما ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے حالات آپ کے گوش گوار کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلایا اور کہا: عثمان! کیا تو اس پر ایمان

1 مستدرك حاكم [161/2] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [265]

2 صحيح مسلم، رقم الحديث [1424]

3 مسند أحمد [245/4] سنن الترمذي، رقم الحديث [1087]

رکھتا ہے جس پر ہم رکھتے ہیں؟ عثمان نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تیرے لیے ہم نمونہ ہیں۔'' اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ''تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔''[1]

امام ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خاوند کو عبادت میں اس قدر طاقت صرف نہیں کرنی چاہیے کہ بعد میں وہ اپنی بیوی کے حقوق معاشرت ادا کرنے سے قاصر آ جائے۔''[2]

4 بیوی کو جنسی غیر آمادگی پر انتباہ:

اگر اسلام نے خاوند کو بیوی کی جنسی ضرورت پوری کرنے میں لا پرواہی سے کام لینے پر تنبیہ اور سرزنش کی ہے تو بیوی کو بھی یہ حق نہیں دیا کہ وہ خاوند کی جسمانی ضرورت پوری کرنے میں کوتاہی سے کام لے، لہٰذا کسی شرعی عذر کے بغیر اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ جب چاہے اسے روک دے۔ البتہ حج و عمرہ کی ادائیگی کے دوران میں حالت احرام اور حیض و نفاس کی صورت میں وہ اپنے خاوند کو بتائے، اس اثناء میں وہ اسے جسمانی ملاپ سے منع کر سکتی ہے، کیونکہ یہ دونوں کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت برساتے رہتے ہیں۔''[3]

اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی اپنی بیوی کو قضاءِ شہوت کے لیے بلائے تو وہ فوراً آ جائے، چاہے تنور ہی پر کیوں نہ ہو!''[4]

---

1. صحیح البخاري، رقم الحديث [1976] صحیح مسلم، رقم الحديث [1159]
2. فتح الباري [210/9]
3. صحیح البخاري، رقم الحديث [2485]
4. سنن الترمذي، رقم الحديث [1160]

تیسری فصل:

بیوی اور خاوند منتخب کرنے کے ضوابط

1. بیوی کا انتخاب کیسے کریں؟
2. انتخاب کے وقت کنواری کو ترجیح۔
3. عورت اپنا خاوند کس طرح منتخب کرے؟
4. پیغام نکاح (منگنی)۔
5. حق مہر کی زیادتی۔
6. عورتوں کی محبت۔
7. نماز استخارہ۔
8. منگنی پر منگنی۔
9. شادی سے قبل منگیتر سے مشورہ۔
10. وہ صفات جن کا خاوند میں پایا جانا ضروری ہے۔
11. خطبہ نکاح۔

[1] بیوی کا انتخاب کیسے کریں؟

مسلمان خانوادے کی بنیاد رکھتے وقت خاوند کے لیے بہترین بیوی اور بیوی کے لیے بہترین خاوند کا انتخاب عمل میں لانا چاہیے۔ کیونکہ حسن انتخاب اور مکمل تحقیق و تدقیق کامیاب ازدواجی زندگی کے اہم ارکان اور ایک نئے خاندان کی نیو رکھتے وقت انتہائی قابل اعتبار بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے بیوی یا خاوند کے انتخاب پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور ایک مضبوط عمارت اور محکم ساخت کے حامل خوشحال خاندان اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے بہت سارے قواعد وضوابط وضع کیے ہیں۔

اسلام اس قدر ظاہری شکل و شباہت کو اہمیت نہیں دیتا جس قدر وہ انسان کے جوہر، پاک طینتی، دل اور عقیدے کی صفائی ستھرائی اور عمل کی اصلاح پر زور دیتا ہے۔

ایک امیر آدمی کا رسول پاک ﷺ کے قریب سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: یہ اس لائق ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، اگر گفتگو کرے تو بڑی توجہ سے اس کو سنا جائے۔ آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔ اس دورانیے میں ایک غریب مسلمان کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے پھر پوچھا: اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ تو بے چارا اس قدر خستہ حال ہے کہ اگر پیغامِ نکاح بھیجے تو کوئی اس کے ساتھ شادی نہ کرے، اگر سفارش کرے تو کوئی اسے قبول نہ کرے اور اگر کوئی بات کرے تو کوئی اس کی طرف دھیان ہی نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ اس جیسے زمین بھر لوگوں سے بہتر ہے!''[1]

اس طرح نبی معصوم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یہ تعلیم دی کہ یہ شخص، جو ان کی نظروں میں حقیر ہے، اس جیسے لا تعداد لوگوں سے بہتر اور افضل ہے جو ان کے دل میں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5091]

اس قدر محترم اور صاحب جلال ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق کا معیار تقویٰ اور نیک اعمال کا میزان ہے نہ کہ ظاہری شان وشکوہ، مال و جاہ اور عزت و اقتدار...!

دیندار کے انتخاب کی اہمیت:

بیوی پسند کرنے کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو شاندار ضوابط مقرر کیے ہیں ان کے مطابق دیندار کو بے دین پر ترجیح دینی چاہیے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''عورت کے ساتھ چار باتوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے: دولت، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری۔ تم دیندار کو حاصل کرنا۔''[1]

آدمی کے لیے بیوی کا انتخاب کرتے وقت اصل معیار تو دینداری اور پرہیز گاری ہی ہے لیکن اگر بیوی صاحب ثروت ہوتو خاوند اس کی رضا مندی سے اس کی دولت سے مستفید ہوسکتا ہے۔ اگر دو عورتیں دینداری میں برابر ہوں (اگر موازنے کا امکان ہو) تو خوبصورت قابل ترجیح ہوگی لیکن ایک خوبرو مگر بے دین عورت کو دیندار مگر عام سی شکل و صورت والی عورت پر ترجیح نہیں ہونی چاہیے۔

میاں اور بیوی کے اہل خانہ کو شادی شروع کرنے سے پہلے اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے بہترین شریک حیات تلاش کرنا چاہیے، پھر اس کے دین، اخلاق اور نفسیاتی حالات کے متعلق مکمل چھان بین اور اطمینان حاصل کر لینا چاہیے۔ ابتدا ہی میں حسن انتخاب اور صاف گوئی، چاہے اس کا نتیجہ شادی نہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہو، شادی کے بعد اور بالآخر ناکامی سے کہیں بہتر ہے۔

جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسلام یہی چاہتا ہے کہ بیوی دیندار، شریفانہ اصل اور نیک مومن خاندان کے ساتھ تعلق رکھتی ہو۔ کیونکہ عورت کا کردار اور اخلاق ایسے ماحول سے شدید متاثر ہوتا ہے جس کی گود میں اس نے تربیت پائی ہو۔ اسی طرح اس کی اولاد بھی موروثی طور پر اس کے بہت سارے اخلاق اور عادات کو اپنا لیتی ہے، اس لیے صاحب دین اور حامل اخلاق بیوی کا انتخاب ضروری ہے، تاکہ وہ اپنی اولاد کو اعلیٰ اخلاق، عمدہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5090] صحيح مسلم، رقم الحديث [1466]

کردار، مثالی اقدار اور قابل رشک طور اطوار سکھائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اپنے نطفوں کے لیے قابل اور لائق (شریک سفر) منتخب کرو۔ قابل اور با صلاحیت کے ساتھ شادی کرو اور ایسے ہی (اپنی بیٹیوں، بہنوں کے لیے) منتخب کرو۔''[1]

اگر عورت دینی معاملات میں جاہل لیکن خوبرو ہو تو اس کی آزمائش بڑی سخت ہوتی ہے، کیونکہ خاوند کا اسے چھوڑنا دشوار اور اس کی جدائی پر صبر کرنا محال ہوتا ہے۔ اس کا حال اس شخص کی طرح کا ہوتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے رسول خدا! میری ایک بیوی ہے جو کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں جھٹکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے طلاق دے دو'' وہ کہنے لگا: میں اس سے پیار کرتا ہوں اور اس کی جدائی برداشت نہیں کرسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اسے روکے رکھو۔''[2]

اسلام میں انتخاب اور پسند کرنے کی بنیاد عقیدے کی سلامتی اور درستی پر رکھی جاتی ہے اور جمال سے پہلے اخلاق کا اعتبار کیا جاتا ہے، اسی لیے دین فطرت نے میاں یا بیوی کا انتخاب کرتے وقت دینداری اور خدا خوفی کو بطور شرط اول اختیار کرنے کی نصیحت اور

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1968] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [1076]
2. سنن النسائي [170/6] امام ابن کثیر نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی اس بات سے کہ ''وہ کسی کا ہاتھ نہیں جھٹکتی'' یہ مراد ہے کہ وہ بڑی فیاض ہے جو کسی سائل کو منع نہیں کرتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی طبیعت کسی ہاتھ لگانے والے کو روکنا پسند نہیں کرتی۔ یہ نہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہو اور وہ بدکار ہو، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسی عورت کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے، کیونکہ ایسی حالت میں اس کا خاوند دیوث اور بے حمیت ہوگا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سخت وعید صادر ہوئی ہے، لیکن اس کی طبیعت میں خلوت میں کسی کے ساتھ مزاحمت یا مخالفت کا عنصر نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ جب اس نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تو آپ نے اسے رکھنے کی اجازت دے دی، کیونکہ اس کی محبت سچی اور حقیقی تھی، جبکہ برائی کا صرف امکان تھا، لہٰذا خیالی ضرر کے خوف سے فوری ضرر کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ [تفسير ابن كثير: 322/4]

تلقین کی ہے، کیونکہ یہ خوشحال اور مستحکم خاندان کا مضبوط ترین ستون ہے۔

حسن و جمال اگر دینی، اخلاقی اور خوف خدا کے مضبوط حصار میں نہ ہو تو وہ خاندانی بربادی اور اولاد کو لگنے والی عار اور شنار کے نتائج سے بے پرواہ فحاشی کی دلدل میں پھنس کر عزت و شرف کو داؤ پر بھی لگا سکتا ہے۔ نیک بیوی دین میں معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے:

''جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی عطا کر دی تو گویا اس نے اس کی نصف دین میں معاونت فراہم کر دی، باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔''[1]

اور فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

''دنیا سامان لذت ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔''[2]

اس کے باوجود کہ اسلام نے ازدواجی اصلاح، سعادت اور پائیداری کے لیے دین کو بطور اساس اور شرط اول مقدم رکھا ہے، لیکن خوش شکل اور خوب روئی بھی مطلوب ہے، اس سے پاکدامنی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ طبیعت عموماً بدصورتی سے بھاگتی ہے۔

حدیث نبوی نے پسند کرتے وقت حسن و جمال کا خیال رکھنے سے نہیں روکا، بلکہ دینی خرابی کے باوجود محض حسن کی خاطر نکاح کرنے پر سرزنش کی ہے، جیسا کہ سابقہ گفتگو اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام حدود و قیود میں رہتے ہوئے شادی سے پہلے بیوی کی محسوس کی جانے والی صفات کا تعارف حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ ایک آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ ایک انصاری عورت کے ساتھ اس نے نکاح کر لیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے اس کو دیکھا ہے؟'' وہ کہنے لگا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور جا کر اس کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔''[3]

---

[1] مستدرك حاكم [161/2] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [265]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1467]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [1424]

اہل علم بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی آنکھوں میں چندیا ہٹ ہے، کسی نے کہا ہے کہ ان کی آنکھوں میں چھوٹا پن ہوتا ہے، اور کسی نے کہا کہ نیلا ہٹ، لیکن ابوعوانہ کی مستخرج میں حدیث ہے کہ ''ان کی آنکھوں میں چھوٹا پن ہے'' اور یہی قابل اعتماد ہے۔ ❶

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کہا:

''اسے دیکھ لو! یہ تمہارے درمیان دوام الفت کے لیے بہتر ہوگا۔'' ❷

ایک عورت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی پیش کش کی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سراپے پر نظر دوڑائی، پھر سر جھکا لیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ ❸

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک عورت کو دیکھنے کے لیے بھیجا اور ہدایات دیتے ہوئے فرمایا: ''اس کے دانت (منہ) سونگھ لینا (کہ منہ سے بدبو تو نہیں آتی) اور اس کی کونچیں (ایڑھی کا بالائی پٹھا) دیکھ لینا۔'' ❹

اسلام انتخاب کرتے وقت مادی اقدار سے صرف نظر نہیں کرتا، شہوات کی محبت انسانی جبلت میں شامل اور اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ [آل عمران: 14]

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔''

❶ شرح النووي [210/9] فتح الباري [87/9]

❷ مسند أحمد [245/4] سنن الترمذي، رقم الحديث [1087]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [5087] صحيح مسلم، رقم الحديث [1425]

❹ مسند أحمد [231/3] حاكم [122/2] بيهقي [87/7]

گذشتہ حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک نظر اس عورت پر ڈال لے جس کو انھوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے، تاکہ انھیں محبت برقرار رکھنے والی مادی اور ظاہری اقدار کا علم ہو سکے۔ خاوند اگر اپنے لیے خوبصورتی، حسن ترکیب، اور مضبوط جسم پسند کرتا ہے تو وہ اپنی بیوی کو بھی خوش شکل، طویل متناسب اور سرخ وسفید رنگت کی حامل دیکھنا چاہتا ہے۔

تاہم اسلام اس بات کو قطعاً ناپسند کرتا ہے کہ یہ مادی اور ظاہری اقدار و اطوار دین پر چھا جائیں، اس لیے ہمارا دین بد اخلاق و بے دین مگر حسن و جمال کی پیکر عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جسے چار چیزیں مل گئیں تو یقیناً اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی اور وہ یہ ہیں: شکر گزار دل، ذکر پرداز زبان، مصیبت پر صبر کرنے والا بدن، اور ایسی بیوی جو اس کے مال میں خیانت کرنے والی ہو نہ اپنے نفس میں۔''[1]

[2] انتخاب کے وقت کنواری کو ترجیح

پیغمبر خدا ﷺ نے کنواری لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نئی نئی شادی کی، تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم نے کنواری کے ساتھ شادی کی ہے کہ رنڈوی کے ساتھ؟'' میں نے جواب دیا: رنڈوی کے ساتھ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے کنواری کے ساتھ کیوں نہیں شادی کی؟ تو اس کے ساتھ دل لگی کرتا اور وہ تمہارے ساتھ!''[2]

اسلام نے نوجوانوں کو کنواری لڑکیوں کے ساتھ شادی کا مشورہ دے کر انسانی

---

[1] مجمع الزوائد [273/4]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5079] صحيح مسلم، رقم الحديث [715]

فطرت کا راستہ اپنایا ہے، کنواری اپنے پہلے ہمدم یعنی شوہر ہی کے ساتھ مانوس ہو جاتی ہے، جبکہ رنڈوی اپنے پہلے خاوند اور موجودہ خاوند کے درمیان موازنہ کرتی ہے اور بسا اوقات موجودہ خاوند میں اس کو سابقہ خاوند کی نسبت بہت سارے معاملات میں کمی محسوس ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ اس سے بیگانہ اور دور رہنا چاہتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کا گزر کسی ایسی وادی سے ہو جہاں ایک کھایا ہوا (استعمال شدہ) درخت ملے، اور دوسرا بالکل سالم اُچھوتا اور جوں کا توں، تو آپ کس میں اپنا اونٹ چرائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''اس میں جس سے پہلے کبھی نہ چروایا گیا ہو'' اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی اور کنواری کے ساتھ شادی نہیں کی۔[1]

فرمان نبوی ہے:

''بالضرور کنواریوں کا انتخاب کرو، کیونکہ وہ سب سے زیادہ شیریں منہ والی، زیادہ اولاد جننے کے قابل رحم والی، تھوڑے پر راضی رہنے والی ہوتی ہیں۔''[2]

منہ کی مٹھاس سے ظاہری مفہوم کے علاوہ شیریں گفتار اور پاک زبان ہونا بھی مراد ہے، جو حیا کی وجہ سے کنواری کی غالب صفت ہوتی ہے، اور وسعت رحم سے حمل اور ولادت کی زیادہ استعداد مراد ہے، جبکہ مکر و فریب سے وہ اس لیے ناآشنا ہوتی ہے کیونکہ وہ سادہ سوچوں کی مالک اور معصوم سی ذہنیت کی حامل ہوتی ہے، زندگی کے تجربات سے واسطہ کم رہتا ہے اس لیے مکر و فریب سے ناواقف اور دھوکہ دہی اور حیلے سازی میں ناپختہ کار ہوتی ہے۔

[3] عورت اپنا خاوند کس طرح منتخب کرے؟

اسلام نے عورت کو ذلت کے اس گہرے گڑھے میں گرے رہنے سے بچا لیا ہے جس میں زمانہ جاہلیت میں مرد نے اپنی قوت اور سطوت کے ساتھ اس کو دھکیل دیا تھا، اسلام

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5077]

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحدیث [1861]

نے نہ صرف اسے حقوق عطا کیے ہیں بلکہ ان کے حسن استعمال کی بھی ضمانت فراہم کی ہے۔ ازدواجی رشتہ انسان کے تمام رشتوں میں ایک اہم اور مقدس رشتہ ہے، اس سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے اور خاندانوں کے مجموعے سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے پھر معاشرے سے ایک ملک تخلیق پاتا ہے۔ اس لیے ازدواجی رشتہ ان تمام امور کی ایک اہم بنیاد ہے، اسلام نے اگر اس رشتے کو اتنی زیادہ اہمیت دی ہے تو اس میں کوئی عجیب بات نہیں بلکہ دین فطرت نے اسے معاشرے کی بنیادی اکائی شمار کرتے ہوئے پاکیزگی، تعاون، محبت اور احترام کے بلند ترین مقام تک پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش کی ہے، کیونکہ معاشرے کی اصلاح اس کی اصلاح اور معاشرے کا بگاڑ اس کے بگاڑ کے ساتھ منسلک ہے۔

خاوند کے انتخاب میں والدین کی ذمہ داری:

بچی کی اچھی تعلیم و تربیت کے بعد اس کے لیے نیک خاوند کی تلاش اس کی عزت افزائی کی بہت بڑی علامت ہے۔ ایسے ہی اس کی تعلیم و تربیت میں لاپرواہی اختیار کرنے کے بعد اسے نامناسب شریک حیات کے پلے باندھ دینا اس کے حق میں کوتاہی برتنے کی خطرناک ترین صورت ہے۔ کیونکہ آدمی کے لیے اگر انتخاب درست نہ ہو تو بیوی بدل لینا ممکن ہے، لیکن لڑکی کے لیے یہ اتنا آسان نہیں، اس کے نتیجے میں اسے بہت بھاری نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں کی بھلائی چاہو! یہ تمھاری اسیر ہیں۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نکاح غلامی ہے، ذرا دیکھ لو کہ اپنی بیٹی کس کے ہاتھ تھما رہے ہو؟''[2]

ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: بہت سارے لوگوں نے میری بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھجوایا ہے، میں کس کے ساتھ اس کی شادی کروں؟ انھوں نے کہا: اس کے ساتھ جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اگر اسے اس کے ساتھ محبت ہوگئی تو اسے عزت دے گا اور اگر وہ اسے ناپسند ہوئی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔''

---

1. مسند أحمد [5/76] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1851]
2. تخريج إحياء علوم الدين للعراقي [2/66]

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے اپنی لختِ جگر کا ہاتھ کسی نافرمان کے ہاتھ میں دے دیا تو گویا اس نے اس کے ساتھ قطع رحمی کی۔''[1]

اس لیے والدین اور ولیوں کی سب سے زیادہ اہم ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اپنی بچیوں کے لیے امانتدار رشتے تلاش کریں، کیونکہ ایک مومن، متقی اور صاف ستھرا انسان ہمیشہ اپنے سامنے یہ فرمان خداوندی رکھتا ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

اس میں کوئی تعجب خیز بات نہیں، کیونکہ خاوند کے لیے اس کی بیوی کی حالت عموماً غلام کی آقا کے سامنے والی حیثیت کی طرح ہوتی ہے، جس کی نہ کوئی قوت ہوتی ہے، نہ اختیار اور وہ اس پر نگران ہوتا ہے، اگر یہ نگرانی اور ذمے داری دین اور تقوے کی بنیاد پر نہ ہو تو عورت کو بسا اوقات اس جیسی نگرانی کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے دین و دنیا اور آخرت کے بہت سارے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ دین اسلام نے خاوند کا انتخاب کرنے کے لیے بڑی مضبوط بنیادیں اور مبادیات فراہم کی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [النور: 26]

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں،

[1] إحياء علوم الدين [67/2]

ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

حدیث رسول ہے:

''جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کا رشتہ منظور کر لو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے۔''[1]

گزشتہ آیت کریمہ ایک عام قاعدے کو بیان کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جاری اس کا قانون ہے۔ ایک جیسی نیت اور خیالات کے حامل مرد و عورت کا اکٹھا ہونا، نظام خاندان کی مصلحتوں اور بنیادی ارکان میں شامل ہے، وگرنہ خیالات، رجحانات، اخلاقیات اور طبیعتوں میں عدم موافقت کی بنا پر ازدواجی زندگی برباد ہوسکتی ہے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''روحیں اکٹھے کیے گئے لشکر ہیں، جس نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ان میں الفت پیدا ہوگئی اور جنھوں نے پہچاننے سے انکار کر لیا ان میں اختلاف ہوگیا۔''[2]

اگر ایک ایماندار عورت کسی خبیث اور بدطینت کے حبالہ عقد میں آجائے تو وہ اس کی خباثت سے تنگ آسکتی ہے، جبکہ وہ مرد اس کی پرہیز گاری اور نیکی کی وجہ سے گھٹن محسوس کرسکتا ہے، لیکن اس کے عکس اگر نیک مرد و عورت ایک خاندان کے بندھن میں بندھ جائیں تو ان کی زندگی بڑی اچھی اور شفاف گزر جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب کبریاء ﷺ نے اپنی گزشتہ حدیث مبارک میں نیک ایماندار لڑکی کے لیے خاوند کا انتخاب کرتے وقت دینداری اور اخلاق بطور بنیادی رکن قرار دیتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اس پر بہت زور دیا ہے بلکہ اس سے صرف نظر کرنے کے نتیجے میں واقع ہونے والے بگاڑ اور فتنے فساد پر بھی خبردار کیا ہے۔ اگر ایک ایماندار لڑکی کا ہاتھ کسی مالدار یا سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والے مگر فاسق و فاجر کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو یہ

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1085] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1967]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [3336] صحيح مسلم، رقم الحديث [2638]

مسلمان خانوادہ تہہ و بالا ہو جائے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہوسکتا ہے کہ ایک نیک و دیندار لڑکی ایک ایسے شخص کے شکنجے میں پھنس جائے جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے، نہ اس سے خوف کھاتا ہے۔

دین میں برابری (Equality)

رشتہ دیکھتے وقت سب سے زیادہ اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں میں برابری ہو۔

اسلام میں حسب ونسب اور مال و جاہ میں برابری مطلوب نہیں بلکہ سب سے پہلے دینی برابری اور لیاقت دیکھی جاتی ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے بزرگ کے پاس اجنبی، بھاگے ہوئے، ڈر کے مارے ہوئے، بھوک کے ستائے ہوئے، تہی لباس اور اکیلے پہنچے، جب اس کو آپ کی دینداری کا یقین اور آپ کے حالات کا علم ہوا تو اس نے باقی ہر چیز سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی۔''[1]

اسلام اگرچہ دینی برابری اور اخلاقی ہمسری کے پلڑے میں زیادہ وزن ڈالتا ہے، تاہم اس کے علاوہ دیگر مادی یا معنوی برابریوں اور قابلیتوں کو، اگر میاں یا بیوی میں پائی جائیں، تلاش کرنے اور دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ لیکن اگر دینی برابری مفقود ہو تو کوئی بھی اور قابلیت، لیاقت اور برابری اس کا عوض نہیں ہوسکتی، جبکہ دین ہر چیز کی تلافی کرسکتا ہے۔

گزشتہ اوراق میں اس حدیث کا ذکر ہوا ہے، جس میں ہے کہ ایک آدمی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے پوچھا: اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ تو سب نے جواب دیا کہ یہ اس قابل ہے کہ اگر کسی کو پیغام نکاح بھیجے تو منظور ہو جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول ہو جائے، اگر گفتگو کرے تو دھیان سے سنی جائے۔ اسی اثناء میں ایک غریب مسلمان کا گزر ہوا تو اس کے متعلق جواب دیا گیا کہ یہ تو اس لائق بھی نہیں کہ اس کے پیغام نکاح پر کوئی توجہ ہی دی جائے، یا اس کی سفارش کو کسی خاطر میں لایا جائے یا اس کی بات پر کان دھرے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس جیسے زمین بھر لوگوں

---

[1] تفسیر القرطبي [184/13]

سے کہیں بہتر ہے۔[1]

اسلام کے میزان میں نسبی برابری:

اسلام نسب اور خاندانی برابری کو دین میں برابری پر کسی طرح مقدم نہیں رکھتا بلکہ دین کو ہر ایک سے آگے رکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھجوایا، وہ آپ کی چچا زاد بہن تھی، وہ سمجھیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے لیے یہ پیغام بھجوایا ہے، لیکن جب انھیں علم ہوا کہ آپ ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے شادی کی خواہش رکھتے ہیں تو انھوں نے نہ صرف انکار بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔ اس پر یہ قرآنی آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: 36]

''اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''[2]

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات کی دلیل اور اس پر نص (صریح عبارت) ہے کہ حسب و نسب میں برابری معتبر نہیں، بلکہ دینی برابری قابل اعتبار ہے۔ اسی بنا پر آزاد کردہ غلاموں کی قریشی خاندانوں میں شادیاں ہوئیں، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی ہوئی، ضباعۃ بنت زبیر رضی اللہ عنہا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سالم کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5091]

[2] تفسير القرطبي [121/4] تفسير ابن كثير [591/3]

شادی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی اور اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں آئی۔"[1]

❁ مالی برابری کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر:

اگر اسلام نے حسب ونسب پر بھی دین کو آگے رکھا ہے تو مالی برابری تو کسی کھاتے میں نہیں آتی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور: 32]

"اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نیک اور پرہیز گار افراد کی غربت یا امارت کو مدنظر رکھے بغیر شادی کر دینے پر زور دیا ہے، نیک اور پرہیز گار افراد کو اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا رشتہ پیش کرنے کی اجازت دی ہے۔

دین اسلام نیک رشتوں کے انتخاب کا اس قدر آرزو مند ہے کہ اس سلسلے میں اٹھائے جانے والے والدین اور اولیاء کے ہر قدم کو نیک قدم اور ہر کوشش کو قابل تعریف کوشش قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جناب شعیب علیہ السلام کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں:

﴿ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [القصص: 27]

"اس نے کہا بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں، اس (شرط) پر کہ تو آٹھ سال میری مزدوری کرے گا،

[1] تفسیر القرطبي [4/121-122]

پھر اگر تو دس پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر مشقت ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں ولی کا اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کرنے کا بیان ہے، یہ ایک ہمیشہ سے ثابت طریقہ اور رواج ہے۔ مدین کے نیک اور صالح فرد (شعیب) نے بنی اسرائیل کے صالح بندے (موسی) کو اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا، جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی پیشکش کی۔ ایک عورت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آپ کو شادی کے لیے پیش کر دیا، اس لیے سلف صالحین کی پیروی کرتے ہوئے لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ وہ خود صالح آدمی کو رشتے کی پیش کش کرے۔"[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"جب حفصہ کی اپنے خاوند سے جدائی ہوگئی تو حضرت عمر نے سیدنا عثمان غنی سے کہا، اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری حفصہ کے ساتھ شادی کر دیتا ہوں....."[2]

❀ عورت خود بھی صالح آدمی کو دعوتِ نکاح دے سکتی ہے۔

دین اسلام اس قدر حقیقت پسند اور فراخ ہے کہ اگر عورت کو کسی آدمی کی پارسائی، پرہیز گاری، دینداری اور امانتداری کا یقین ہو تو وہ ازخود اسے دعوتِ نکاح دے سکتی ہے۔ اگر رضائے الٰہی پیش نظر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حسن نیت کی وجہ سے، خواہ اس کی درخواست قبول ہو یا نامنظور، وہ ثواب کی حقدار ٹھہرے گی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جب اس کا کوئی ولی یا وکیل موجود نہ ہو جو اس کی خواہش اور رغبت کا اظہار اور بات چیت بڑھانے کے لیے کوشش کر سکے۔

ثابت بنانی کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کی ایک بیٹی بھی

---

[1] تفسير القرطبي [179/13]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5122]

وہاں تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرمانے لگے: ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کیا۔ حضرت انس کی بیٹی کہنے لگی: ہائے کتنی بے حیا اور کس قدر فحش گو ہے!! تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے کہا:

''وہ تجھ سے بہتر ہے، اس نے نبی کی خواہش کی اور اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔''[1]

اس حدیث سے درج ذیل اہم ترین باتیں حاصل ہوتی ہیں:

1. عورت نے خوش اسلوبی، حسنِ ادب اور حیا کے دائرے میں رہتے ہوئے اشارے کی زبان سے اپنا مدعا ظاہر کیا اور کہا: ''کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟''
2. شریعت نے یہ روا رکھا ہے کہ عورت کسی صالح اور پارسا آدمی کو پیام نکاح دے سکتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو منع کیا اور نہ اس کی اس بات کا برا منایا۔
3. رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور کمال ادب کہ آپ نے اپنے انکار کو سکوت کی زبان سے ظاہر کیا اور اپنی زبان سے صریح انکار اور عدم رغبت کا اظہار نہ فرما کر اس عورت کو شرمندگی اور پریشانی سے بچایا۔

❁ خاوند کا انتخاب عورت کا مطلق حق ہے۔

اسلام نے عورت سے، خواہ کنواری ہو یا رنڈوی، شادی کے متعلق رائے لینے اور اس پر عمل کرنے کی شرط عائد کر رکھی ہے، اور یہ ذہن میں رہے کہ عورت کی زندگی کے اہم ترین معاملے میں اس کی اپنی ترجیحات بھی قابل اعتبار اور لائق شمار ہیں۔

اسلام عورت کو اقرار یا انکار کے آخری فیصلے کا اختیار سونپ کر اس کی خوشی اور خاندان کے استحکام کے لیے ہر طرح کی لازمی اور ضروری ضمانت فراہم کرتا ہے۔ کوئی اس کو اپنے خیال کے مطابق مناسب شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ ازدواجی زندگی جبر و اکراہ پر قائم نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر عورت کا رشتہ آئے تو اس کی رائے جاننے کا حکم دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5210]

''عورتوں سے ان کے بارے میں مشورہ کرو، رنڈوی اپنے بارے میں اظہار کر سکتی ہے، جبکہ کنواری کی خاموشی ہی اجازت ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رنڈوی اپنے متعلق اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، جبکہ کنواری سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''[2]

مطلب یہ ہے کہ اگر رنڈوی کو ایک مرتبہ پھر شادی کا موقع ملے تو اس کی رائے جاننا اور اس کے اقرار یا انکار کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح کنواری سے بھی اس کی رائے ضرور لی جائے گی اور اس کے قبول اور انکار کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔

کنواری اور غیر کنواری میں یہ فرق ہے کہ غیر کنواری پہلے بھی شادی کا تجربہ رکھتی ہے، جس کی وجہ سے وہ صریحاً اپنی موافقت کے، اگر موافق ہوتو، اظہار میں جھجک نہیں رکھتی، لہٰذا ضروری ہے کہ اقرار یا انکار دونوں صورتوں میں اس کی رائے صریح الفاظ میں ہو، جبکہ کنواری ابھی اس تجربے سے نہیں گزری ہوتی، شادی کے متعلق محض گفتگو ہی سے اس کے رخسار گلنار ہوجاتے ہیں۔ اگر وہ انکار کرے تو انکار میں حیا مانع نہیں ہوتی، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ کھلے الفاظ میں اظہار انکار کرے، لیکن اگر وہ اس رشتے پر راضی ہوتو ہوسکتا ہے کہ حیا کی وجہ سے وہ واضح الفاظ میں موافقت کا اظہار نہ کر سکے، اس لیے شارع حکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاموشی کو اس کی اجازت اور رضا مندی پر محمول کیا ہے، کیونکہ اگر وہ انکار کرنا چاہتی تو کھلے الفاظ میں کر دیتی۔

عورت، خواہ کنواری ہو یا غیر کنواری، اگر اس کا ولی اس کو کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے کا حکم دے یا مجبور کرے جسے وہ نہیں چاہتی تو اسلام نے ایسی شادی پر اس کو اعتراض کا حق بھی تفویض کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خنسا بنت جذام انصاریہ کی، جو

---

[1] مجمع الزوائد [279/4]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1421]

رنڈوی تھی، اس کے والد نے شادی کر دی، جبکہ وہ اس پر راضی نہیں تھی، وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اس کا نکاح ختم کر دیا۔ ❶

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے رسول خدا ﷺ! میرے والد نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میری شادی کر دی ہے تاکہ مجھے درمیان میں لاکر اپنی عزت بڑھائے تو رسول کریم ﷺ نے اس کو اختیار دے دیا کہ چاہے تو باپ کے فیصلے کو جاری رکھتے ہوئے عقد کو برقرار رکھے اور چاہے تو انکار کر کے اسے ختم کر دے۔ وہ کہنے لگی: جو میرے والد نے کیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں، لیکن میں صرف یہ چاہتی تھی کہ عورتیں جان لیں کہ اس معاملے میں باپ کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اس کے والد نے اس کی شادی کر دی ہے، جبکہ اس کو پسند نہیں تھا تو رسول کریم ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔ ❸

یعنی معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیا، چاہے تو اسے برقرار رکھے اور چاہے تو اس کے فسخ کا مطالبہ کر دے۔

بلاشبہ عورت کے متعلق یہ مثالیں، خواہ وہ کنواری ہو یا غیر کنواری، واضح کرتی ہیں کہ اسلام نے کس طرح عورت کی شخصیت اور رائے کا احترام و اعتبار کیا ہے اور اسے نہ صرف آزادی رائے کا حق دیا ہے بلکہ شادی کے وقت اس کی رائے کی خودمختاری اور اسے رو بہ عمل لانے کی ضمانت بھی فراہم کی ہے۔

[4] پیغام نکاح یا منگنی

پیغام نکاح کا مطلب ہے کہ آدمی عورت کے ولی سے نکاح کے لیے عورت کا ہاتھ

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5138]

❷ سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1874]

❸ مسند أحمد [361/1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2096] سنن ابن ماجه [1875]

مانگے، اور یہ درخواست کھلے الفاظ اور صریح عبارت میں ہونی چاہیے، مثلاً آدمی عورت کے ولی سے کہے: ''میں آپ کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔'' پھر تعارف حاصل کرنے اور اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد رضا مندی سے معاملہ طے پا جاتا ہے۔

❁ کس کو پیغام نکاح بھیجنا درست اور جائز ہے؟

جس عورت کا کوئی خاوند نہ ہو اور شادی سے روکنے والا کوئی اور مانع بھی نہ ہو تو ایسی عورت کو پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے۔ اگر رغبت کا اظہار و اعلان لڑکی کی طرف سے ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن باقاعدہ پیغام مرد کی جانب ہی سے آتا ہے۔ پیغام نکاح دینے والا لڑکی کے افراد خانہ یا کسی بھی محرم رشتہ دار کی موجودگی میں دیکھنے کے لیے آ سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ خلوت گزینی کی اجازت نہیں۔ شریعت نے جلوت میں دیکھنے کی اجازت دی ہے، یہ باقاعدہ منگنی کے موقع پر بھی ممکن ہے اور پہلے بھی لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے، تاکہ منگنی کے بعد اسے توڑنے اور پیچھے ہٹنے کی نوبت نہ آئے اور پھر اس کے برے اثرات ہوں، تاہم اگر کوئی پیچھے ہٹنا چاہے تو ادب و احترام کے پیرائے میں رہ کر ان کو بتائے اور اس کا اعلان اور مشہوری نہ کرتا پھرے۔

❁ نگاہ نیچی رکھنے کا حکم:

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾

[الإسراء: 36]

''بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔''

آنکھ انسان کو اس لیے عطا نہیں ہوئی کہ وہ اسے ناجائز کاموں میں استعمال کرے۔

روز قیامت انسان سے اس کی آنکھ، کان اور دل کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ وہ ان کو کس طرح استعمال میں لاتا رہا ہے؟ کیا وہ اپنے کان خیر اور بھلائی پر لگاتا تھا؟ کیا اپنی آنکھ فرمانبرداری میں استعمال کرتا تھا یا خدا کی عطا کردہ ان تمام جسمانی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا رہا؟

آنکھ اللہ تعالیٰ کی انسان پر نعمت ہے، ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ اس شکر کا تقاضا ہے کہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں میں صرف نہ کیا جائے۔ اسی لیے کتاب اللہ میں حکم ہوا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور: 31,30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بے شک اس سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے

مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی
پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں،
تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ
کرو، اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

آنکھ انسان کے دل میں خواہشات اور عشق و محبت کے داخل ہونے کا دروازہ ہے، جب خواہش کا زور دل پر چل جائے تو وہ آدمی کو برے انجام سے دوچار کر دیتا ہے، کیونکہ آنکھ دل میں دیکھی جانے والی چیزوں کی خبریں پہنچاتی ہے اور ان کی صورت گری کرتی ہے، اگر انسان اپنی آنکھ کی لگام چھوڑ دے تو یقیناً وہ فتنوں اور خواہشات کا اسیر ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت ہے کہ اس نے انھیں نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور: 31]

''ایماندار عورتوں کو نگاہیں پست رکھنے کا حکم دو۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو غیر محرم اجنبی مردوں اور عورتوں سے نگاہیں جھکانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ نظر دل میں شہوت پیدا کرتی ہے اور شہوت آدمی کو ہلاکت کے منہ میں دھکیل دیتی ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَأُهَا مِنَ النَّظَرِ — وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغِرِ الشَّرَرِ
كَمْ مِنْ نَظْرَةٍ فَتَكَتْ فِيْ قَلْبِ صَاحِبِهَا — فَتْكَ السِّهَامِ بَلَا قَوْسٍ وَلَا وَتَرِ

''ہر حادثے کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے، اکثر آگ چنگاری سے بھڑکتی ہے، کتنی ہی ایسی نظریں ہیں جنھوں نے نظر باز کے دل میں تانت و قوس کے بغیر ہی تیر کا کام کیا۔''

امیر الشعراء احمد شوقی اپنے مشہور قصیدے ''خَدَعُوْهَا'' میں ذکر کرتا ہے:

نَظْرَةٌ، فَابْتِسَامَةٌ، فَسَلَامٌ فَكَلَامٌ، فَمَوْعِدٌ، فَلِقَاءٌ

''پہلے نظر بازی ہوتی ہے، پھر مسکراہٹ، پھر سلام، پھر کلام، پھر وقت طے ہوتا ہے اور آخر میں ملاقات۔''

نظر زنا کی پیغام رسانی ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں بعض صحیح احادیث درج کی جاتی ہیں۔

1. حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''راستوں میں بیٹھنے سے احتراز کرو۔'' صحابہ کہنے لگے: اے رسول خدا! ہمارا وہاں بیٹھنا ناگزیر ہوتا ہے، ہم وہاں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم ضرور بیٹھنا چاہتے ہو تو پھر راستے کا حق ادا کرو۔ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نگاہ جھکائے رکھنا، تکلیف دہ چیزیں دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔''[1]

2. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ''لمم'' (چھوٹی چھوٹی لغزشوں) کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو دیکھا ہے، جس میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے اور وہ لامحالہ اس کو پا کر رہے گا، آنکھ کا زنا نظر ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے، پھر شرمگاہ ان سب کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔''[2]

3. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اچانک نظر کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھ صرف نظر اور آنکھیں پھیر لینے کا حکم دیا۔[3]

4. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2333] صحيح مسلم، رقم الحديث [2121]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5889] صحيح مسلم، رقم الحديث [2657]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [2159]

کو قربانی کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا، حضرت فضل بڑے خوبرو تھے، رسول خدا ﷺ ایک جگہ ٹھہر کر لوگوں کو فتوے دے رہے تھے، اس دوران میں ایک بنو خثعم کی چاند سے چہرے والی عورت آئی اور رسول کریم سے مسائل پوچھنے لگی، فضل رضی اللہ عنہ اس کے حسن کے سحر میں کھو گئے، آنحضور ﷺ ادھر متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ فضل اس کو دیکھ رہے ہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کو ٹھوڑی سے پکڑا اور اس کا چہرے اس کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا، پھر آپ نے فرمایا: میں نے نوجوان لڑکے اور لڑکی کو دیکھا تو ان پر شیطان کا اعتبار نہ کیا۔[1]

5. حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے کہا:

''اے علی! نظر کے پیچھے نظر مت دوڑا، پہلی تو تمہارے لیے ہو سکتی ہے لیکن دوسری نہیں۔''[2]

منگیتر کو دیکھنا:

شریعت نے منسوب (Betrothed) پر ایک نظر ڈالنے کی اجازت دی ہے، یہاں اس نظر کے جواز پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

1. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے اور اس کے لیے وہ دیکھنا ممکن ہو جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہے تو ایسا ضرور کرے۔''[3]

2. صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟'' وہ کہنے لگا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

---

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [885] مسند أحمد [75/1]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [2149] سنن الترمذي، رقم الحديث [2777]
3. سنن أبي داود، رقم الحديث [2082]

"جا کر اسے دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔"[1]

(3) حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: "کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟" میں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جا کر اسے دیکھ لے، کیونکہ اس سے تم دونوں میں الفت قائم رہ سکتی ہے"[2]

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یعنی اس سے تم دونوں کے درمیان دوامی محبت اور الفت پیدا ہو سکتی ہے۔

(4) ابو حمید سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی کسی کو پیغامِ نکاح بھیجے، اگر ممکن ہو تو اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اس کے ساتھ نسبت قائم کرنے کی غرض سے اسے دیکھنا چاہتا ہے، چاہے اسے علم نہ ہی ہو۔"[3]

منسوب کو کس حد تک دیکھا جائے؟

جس طرح معلوم ہوا کہ اسلام نے پیغامِ نکاح دینے والے کے لیے اپنی منسوب کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اس "دیکھنے" کی حد کہاں تک ہے اور منسوب پر کہاں کہاں نظر ڈالنا جائز ہے؟

علمائے کرام میں اس مسئلے پر اختلاف ہے کہ کہاں نظر ڈالنی چاہیے؟ اس سلسلے میں یہاں اہم آراء درج کی جاتی ہیں:

(1) جمہور کی رائے اور امام احمد، شافعی اور سفیان ثوری سے ایک روایت کے مطابق: آدمی کو چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنے کی اجازت ہے۔

(2) سارے بدن کو دیکھ لینا جائز ہے، یہ داود کا قول ہے، جبکہ امام احمد نے صریح عبارت میں اسے برہنہ دیکھنے کی اجازت بھی دی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1424]

[2] سنن الترمذي [1087] سنن النسائي [3230] صحيح ابن ماجه [1511]

[3] مسند أحمد [424/5] طحاوی [14/3]

3 جو عام طور پر ظاہر ہوتا ہے، جیسے گردن، پنڈلی وغیرہ اسے دیکھنا جائز ہے۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ وہ سب دیکھ لے، جس کی وجہ سے وہ نکاح پر رغبت رکھے، مثلاً: ہاتھ، جسم وغیرہ۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

''امام احمد نے صریح عبارت میں آدمی کو اس عورت کے باپردہ اجزاء دیکھنے کی اجازت دی ہے، جس کے ساتھ وہ شادی کا ارادہ رکھتا ہے، ان کا اشارہ چہرے سے ہٹ کر ہے۔''

4 امام اوزاعی کا قول ہے کہ گوشت والی جگہیں دیکھ لے۔

صحیح رائے:

ان تمام دلیلوں میں قریب ترین صحیح رائے تیسری رائے ہے کہ جو عموماً ظاہر ہوتا ہے، جیسے گردن، پنڈلیاں، ہاتھ اور جسمانی نشیب وفراز جو نکاح پہ آمادہ کریں۔

حقیقت میں نظر کو ہاتھ اور چہرے تک محدود رکھنا بلا دلیل ہے، اسی طرح بالکل برہنہ اور سارے جسم پر نظر ڈالنے کے جواز کا قول بھی بغیر دلیل ہی ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی [454/7] میں لکھتے ہیں:

''عموماً سارے جسم پر نظر ڈالنے کے جواز کی یہ توجیہ پیش کی جا سکتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کے علم میں لائے بغیر اس پر نظر ڈالنے کی اجازت دی ہے تو معلوم ہوا کہ عموماً جو ظاہر ہوتا ہے اسے دیکھنے کی آپ نے اجازت دی ہے، کیونکہ چہرے کے ساتھ کچھ دیگر اعضا بھی ظاہر ہونے میں شریک ہیں، لہٰذا دیکھنے کے لیے صرف چہرے کو ان سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ وہ دیگر اعضا عموماً ظاہر رہتے ہیں اس لیے چہرے کی طرح ان پر نظر ڈالنا بھی جائز قرار دیا گیا۔ اس عورت کو دیکھنے کی اجازت شریعت نے دی ہے تو جس قدر محرم عورت کو دیکھنا جائز ہے، اسی قدر اس کو بھی دیکھنا جائز ہے۔''

کیا دیکھنے کی کوئی محدود تعداد بھی ہے؟

منگیتر کے علم میں ہونا چاہیے کہ اس کی منسوب ابھی تک اس کے لیے غیر محرم ہے،

لہٰذا اس کے ساتھ خلوت گزینی جائز ہے نہ مصافحہ کرنا ہی، کیونکہ شریعت نے نظر سے آگے کی اجازت نہیں دی۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے رسول خدا! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے، جبکہ فلاں غزوے میں میرا نام بھی شامل ہے، آپ نے فرمایا: لوٹ جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جا۔''[1]

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی [453/7] میں لکھتے ہیں:

''منگیتر اسے بار بار دیکھ سکتا ہے اور اس کے حسن میں تأمل اور اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہوتا، لیکن یہ نظر لطف اندوزی، شہوت اور شک سے پاک ہونی چاہیے۔''

منگیتر میں پسندیدہ صفات:

1. عورت بہت زیادہ محبت کرنے والی ہونی چاہیے، یعنی وہ اپنے خاوند کی اپنے لیے محبت کیشی اور اسے اپنی جانب مائل اور راغب رکھنے پر حریص ہو۔ اگر وہ اس طرح کی ہو تو ہمیشہ اسے خوش رکھنے اور لبھانے کی کوشش کرتی رہے گی، جس کے نتیجے میں خاوند اس کے ساتھ رہنے میں سکون و لذت محسوس کرے گا اور اس کے ساتھ گفتگو اور دل لگی کرنے میں مگن رہنا پسند کرے گا جبکہ اس کی جدائی اس پر گراں گزرے گی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5233] صحيح مسلم، رقم الحديث [1341]

نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

پیار کرنے والی بیوی اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرنا، اس کے جذبات کو تسکین دینا اور اسے خوش رکھنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا پسند کرتی ہے۔ جس طرح عورت پیار کرنے والی ہونی چاہیے اسی طرح مرد کو بھی پیار کرنے والا ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر میاں بیوی کے درمیان پیار اور محبت کا رشتہ قائم ہو تو اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے، بلکہ ازدواجی زندگی کی شیرینی اور مٹھاس ہمیشہ قائم رہتی ہے اور خانگی خوشی کا سایہ تا دیر قائم رہتا ہے۔ عورت عموماً اس وقت تک اس صفت محبت سے متصف نہیں ہوسکتی جب تک وہ صحیح البدن، پاک طینت اور اچھے خاندان میں پروردہ نہ ہو۔

2 عورت بہت زیادہ اولاد جننے والی ہو، کیونکہ خانگی خوشگواری، مسرت اور استقرار اولاد کے ساتھ مکمل ہوتا ہے۔ یہ اولاد میاں بیوی کی امید حیات، آنکھوں کی ٹھنڈک، امتداد نسل کا باعث اور اصلی وارث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمان کے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ [الفرقان: 74]

''اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔''

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان میں بیان فرماتے ہیں:

﴿ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴾

[مریم: 7,6]

''جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔ اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔''

فرمان نبوی ہے:

''بہت پیار کرنے والی اور بہت اولاد جننے والی کے ساتھ شادی کرو، میں تمھاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''[1]

3 عورت نوجوان ہو۔ جس طرح صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''کیا تم نے شادی کر لی ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے پوچھا: ''کنواری یا غیر کنواری کے ساتھ؟'' انھوں نے جواب دیا: ''غیر کنواری کے ساتھ!'' آپ نے فرمایا:

''تم نے کنواری کے ساتھ کیوں شادی نہیں کی؟ تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے اور وہ تمھارے ساتھ دل لگی کرتی۔''[2]

کیونکہ نکاح کے مقاصد اسی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں، یہ حسن معاشرت، خوش کلامی، دلنوازی، خوبصورتی اور نرمی میں اپنی مثال آپ ہوتی ہے اور اپنے خاوند کو اپنی پسندیدہ عادات کے مطابق ڈھال سکتی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کنواریوں کا انتخاب کرو، وہ شیریں کلام، زیادہ بچے جننے والی اور تھوڑے پر راضی رہتی ہیں۔''[3]

فرمان نبوی ہے:

''نوجوان عورتوں کو پسند کرو، کیونکہ وہ پاک ذہن، کھلے رحم والی، (یعنی زیادہ اولاد والی) اور گرم شرمگاہ والی ہوتی ہیں۔''[4]

4 شریف النسل اور معروف خاندانی عورت کے ساتھ شادی کرنی چاہیے، یہ اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے باعث عزت ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول

---

1 سنن أبي داود [220/2] سنن النسائي [65/6]

2 صحيح البخاري، رقم الحديث [5079] صحيح مسلم، رقم الحديث [715]

3 سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1861]

4 السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [623]

خداﷺ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ چار وجوہ کی بنا پر شادی کی جاتی ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے جمال کی وجہ سے، اس کی دینداری کی وجہ سے۔ دیندار ہی کو حاصل کرنا تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں!

حسب سے مراد خاندانی شرافت اور نجابت ہے۔

5 عورت دیندار، نیک اور اعلیٰ اخلاق کی مالک ہونی چاہیے۔

بیوی اگر دینداری، عمدہ اخلاق اور حسن تربیت کا حسین مرقع ہو تو وہ اپنے خاوند کے لیے دین میں معاون اور اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرنے والی ہوگی۔ خاوند کے افراد خانہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گی، وہ شوہر کے احکامات کی فرمانبرداری کرنے والی، اس کی قسم کو، اگر وہ اس پر کھائے، پورا کرنے والی، جب وہ اس کے پاس آئے اور نظر بھر کر اس کو دیکھے تو اس کو خوش کر دینے والی اور اس کی عزت میں کوئی کوتاہی برتنے والی نہیں ہوتی۔ وہ ایسی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ [النساء: 34]

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ﴾ صالح اور فرمانبردار عورتیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک نے کہا ہے کہ اپنے خاوندوں کی فرمانبردار، ﴿حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ﴾ عدم موجودگی میں حفاظت کرنے والی۔ سدی وغیرہ کہتے ہیں یعنی اپنے خاوند کی عدم موجودگی میں اپنی اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والیاں۔[1]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''دنیا سراسر سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔''[2]

---

1. تفسیر ابن کثیر [276/2]
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1467]

سنن ابن ماجہ میں ثوبان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''ضروری ہے کہ تم شکر گزار دل، ذکر پرداز زبان اور نیک بیوی حاصل کرو، وہ تمہاری آخرت کے معاملے میں مددگار ثابت ہوگی۔''[1]

(6) بیوی خوبصورت ہونی چاہیے۔

کیونکہ جمال نفس انسانی کی کمزوری ہے، ہر شادی کرنے والا خوبصورتی کی تلاش میں رہتا ہے۔ حسن عفت کا ضامن ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کا ذکر چار چیزوں میں کیا ہے جن کی وجہ سے عورت میں رغبت رکھی جاتی ہے۔

تاہم حسن ایک نسبتی اور ذاتی چیز ہے۔ ہر انسان کا، جس چیز کو وہ پسند کرتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے، اس کے حسن و جمال کا خاص تخیل اور تصور ہوتا ہے۔ کچھ ناٹے قد میں حسن دیکھتے ہیں اور کچھ طویل قامتی میں، کسی کے لیے گندمی رنگ میں جمال کا پرتو ہوتا ہے تو کسی کے لیے سرخی یا سفیدی میں دلکشی اور کچھ کے لیے نغمگی آواز اور شیریں کلامی حسن کا نام ہے، لہٰذا انسان جس کے جمال کا اسیر ہو اسی کے ساتھ شادی کرنی چاہیے اور کسی دوسری پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے تاکہ پاکدامنی اور حفاظت کی صورت میں شادی کا ہدف پورا ہو سکے۔

❀ دیندار، محبت کرنے والی اور نیک بیوی کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانو! جو تم میں سے مالی طاقت رکھے تو نکاح کرے، کیونکہ یہ آنکھ کی حفاظت اور شرمگاہ کی حصانت کا ذریعہ ہے اور جو استطاعت نہ رکھے تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہوں گے (یعنی اس کی شہوت کمزور کر دیں گے)۔''[2]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا سامان زندگی ہے اور بہترین سامان زینت نیک عورت ہے۔''[3]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1856] السلسلة الصحيحة [2176]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1905] صحيح مسلم، رقم الحديث [1400]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [1467]

نیز فرمایا:

''جب آدمی شادی کر لیتا ہے تو وہ اپنا نصف دین مکمل کر لیتا ہے، باقی نصف کے بارے میں اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین طرح کے آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذمے داری ہے: مجاہد، مکاتب (غلام جو آزاد ہونے کے لیے اپنے آقا سے معاملہ طے کرے) اور پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرنے والا۔''[2]

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین لوگوں کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے حالات جاننے کے لیے ازواج مطہرات کے ہاں حاضر ہوا، جب انھیں اس کے متعلق بتایا گیا تو انھوں نے اس کے مقابلے میں اپنے اعمال کو بہت تھوڑا خیال کیا اور آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے کہ ہم کہاں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ ان کے تو اللہ تعالیٰ نے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر رکھے ہیں۔ ایک کہنے لگا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرا کہنے لگا: میں تا حیات بلاتعطل روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرا کہنے لگا: میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اس دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ''تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں؟''

اللہ کی قسم! میں تم تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کا خوف اور تقویٰ رکھنے والا ہوں، اس کے باوجود میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا تو وہ میری سنت اور طریقے پر نہیں۔[3]

---

[1] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [625]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [1655]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5063] صحيح مسلم، رقم الحديث [1401]

بیوی پسند کرنے کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو شاندار ضوابط مقرر کیے ہیں ان کے مطابق دیندار کو بے دین پر ترجیح دینی چاہیے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''عورت کے ساتھ چار باتوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے: دولت، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری۔ تم دیندار کو حاصل کرنا۔''[1]

''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں'' کا یہ جملہ کسی کام پر ابھارنے کے لیے بولا جاتا ہے، یہ فقیری کے لیے بد دعا اور کثرتِ مال کی دعا بھی ہے، تاہم یہ لفظ دونوں معانی میں مشترک ہے اور دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیندار کو حاصل کر اور مال کی طرف توجہ نہ کر، اللہ تیرے مال میں اضافہ فرمائے۔

[5] حق مہر کی زیادتی

شادی ضروریات زندگی میں سے ایک اہم ضرورت ہے، اس کے ساتھ دین و دنیا کی مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں، لوگوں کے درمیان روابط قائم ہوتے ہیں، محبت اور باہمی رحم دلی فروغ پاتی ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کی آغوش میں سکون پاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

نیز اس کے ذریعے نسل بڑھتی ہے، جس کی طلب کرنا نیکی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5090] صحيح مسلم، رقم الحديث [1466]

''محبت کرنے والی اور زیادہ جننے والی عورت کے ساتھ شادی کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''[1]

شادی کی وجہ سے آنکھ میں شرم پیدا ہوجاتی ہے، شرمگاہ محفوظ ہوجاتی ہے اور دامن پاک ہوجاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کنوارے کی نسبت شادی شدہ کی زندگی بہت بہتر ہوتی ہے۔ شادی شدہ کا دل مطمئن اور زندگی خوشگوار ہوتی ہے، اسے عیش و آرام کے تمام اسباب مہیا ہوتے ہیں، لہٰذا اس کے دینی اور دنیاوی معاملات پھلتے پھولتے رہتے ہیں، جس طرح حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی شادی کرے تو اس کا نصف دین مکمل ہوجاتا ہے، لہٰذا اسے باقی نصف کی فکر کرنی چاہیے۔[2] خاص طور پر اگر نیک، فرمانبردار، حفاظت کرنے والی اور دل کو لگنے والی بیوی مل جائے۔ قرآن اور حدیث میں اس جیسی عورت کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ [النساء: 3]

''تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔''

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور: 32]

''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [2050] صحيح الجامع، رقم الحديث [1940]
2. السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [265]

فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

''أَيامیٰ'' أَيِّمٌ کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ مرد وعورت ہے جس کا شریک حیات نہ ہو۔ ان کی شادی پر زور دیا گیا ہے اور شادی کرنے والے کے ساتھ اگر وہ فقیر ہو تو دولتمندی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''تم اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے نکاح کرو، وہ تمھیں غنی کرنے کا وعدہ پورا کرے گا۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''نکاح میں دولتمندی تلاش کرو۔ فرمان خداوندی ہے:
اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے گا، اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ اور فرمان مصطفیٰ ہے:
''تین لوگوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے: پاکدامنی کی نیت سے شادی کرنے والا، غازی اور مکاتب غلام جو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔''[1]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم اس بات کا شاہد ہے کہ وہ اس قدر رزق عنایت کر دے جو دونوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا جو شادی کی استطاعت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم بجالاتے ہوئے اور اپنے نفس کو اور اپنی شریک حیات کو پاکدامن رکھنے کی نیت سے شادی کرے۔''

شادی نہ کرنے کے نقصانات:

شادی نہ کرنے کے بہت سارے نقصانات ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- حرام نظر بازی کا ارتکاب کرنا، جو شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر اور زنا کا پیام ہے۔ شادی سے احتراز کرنے کی وجہ سے انسان بہت ساری بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم کتنے ہی ایسے نوجوان دیکھتے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1655]

ہیں جو جائز شادی اور ذمہ داریوں کو اٹھانے سے بھاگتے ہیں، یہ نہ صرف ان کے لیے خطرناک ہے بلکہ پوری ملت کے لیے بھی خطرناک ہے۔

رسول کریم ﷺ، جو امت کے لیے بڑے شفیق اور مہربان ہیں، فرماتے ہیں:

''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہو جاتی ہے)۔''[1]

یہ حدیث نکاح کی ترغیب دلاتی ہے، کیونکہ یہ حفاظتِ فرج و بصر کا ذریعہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''میں نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے بے رغبتی دکھائی تو وہ مجھ سے نہیں۔''[2]

آج بہت سارے لوگ بھاری بھرکم حق مہر کے مطالبے اور شادی کی تقریبات میں فضول خرچی کے سبب شادی کرنے سے قاصر ہیں، یہ ایسی سخت مشکل ہے جس نے معاشرے کو شدید نقصان سے دوچار کر دیا ہے اور اللہ ہی جانے کتنے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی وجہ سے ظلم کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں، حالانکہ نہ نبی ﷺ سے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے کہیں منقول ہے کہ انھوں نے حق مہر میں اس قدر گرانباری پیدا کی ہو یا اس کا حکم ہی دیا ہو۔

بلکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑے فتنے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5066] صحيح مسلم، رقم الحديث [1402]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5063] صحيح مسلم، رقم الحديث [1401]

اور فساد کا اندیشہ ہے۔"[1]

رسول کریم ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کا حق مہر 500 درہم کی حدود میں رہا۔ آپ نے ایک عورت کا نکاح ایک فقیر اور قلاش آدمی کے ساتھ اس وقت کر دیا جب آپ نے اس سے کہا کہ جاؤ اور لوہے کی انگوٹھی ہی لے آؤ، لیکن اس کو وہ بھی نہ ملی تو قرآن سکھانے کے عوض اس کا نکاح کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ساتھ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا حق مہر طے کر کے شادی کر لی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الأحزاب: 21]

"بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔"

حق مہر میں اس قدر اضافے اور شادی کی تقریبات میں اتنی فضول خرچی کرنے میں کوئی حکمت ہے نہ کوئی مصلحت، پھر لڑکی کے ولی (عرب معاشرے میں، اور پاک و ہند کے معاشرے میں لڑکے والے) اس قدر غیر معمولی رقم کا تقاضا کرتے ہیں جو ایک فقیر اور نادار کے اختیار سے باہر ہوتی ہے، اس طرح یہ شادی سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے اور نوجوان لڑکے لڑکیاں بن بیاہے ہی رہ جاتے ہیں۔

مہر میں اس قدر زیادتی کر دینا عورت کو بازار کا سامان بنا دینے کے مترادف ہے، جو اعلیٰ اخلاقی قدروں اور مروت کے بالکل خلاف ہے، جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا اسے روزے رکھنے چاہییں اور پاکدامنی کو تھامے رکھنا چاہیے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے غنی اور تونگر کر دے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1084] صحيح الجامع، رقم الحديث [270]

عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النور: 33]

''اور لازم ہے کہ حرام سے بہت بچیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں تو ان سے مکاتبت کرلو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو اور انھیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔''

اور حدیث میں فرمان نبوی ہے ''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ پست ہوجاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہوجاتی ہے)۔''[1]

بچوں کے والدین اور ذمہ داران کا فرض بنتا ہے کہ مہر میں تخفیف اور کمی کریں، فقیروں اور ناداروں کے ساتھ اظہار ہمدردی اور ان کا خیال رکھتے ہوئے نکاح میں آسانیاں پیدا کریں، بوجھ اور لالچ سے احتراز برتیں اور بن بیاہوں کی شادی کا انتظام کریں۔ اس طرح اسلامی یکجہتی اور باہمی معاشرتی تعاون فروغ پا سکتا ہے اور مسلمان ایک جسم اور ایک عمارت کے مانند اخوت، بھائی چارے، باہمی محبت اور تعاون میں مربوط ہوکر پرامن معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5066] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1402]

حق مہر میں مبالغہ اور شادی بیاہ کی تقریبات میں فضول خرچی پر سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی تنبیہ:

بہت سارے اصلاح پسند اور غیرت مند حضرات نے معاشرے میں پھیلے ہوئے گرانباریِ حق مہر اور شادی بیاہ کی تقریبات میں فضول خرچی اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ دھوپ میں غیر معمولی اخراجات اٹھانے اور تقریبات میں تصویر کشی اور مرد و زن کے اختلاط جیسے ناجائز امور کی کثرت، پھر بلند آواز میں گانے بجانے کا انتظام اور آلات موسیقی کا اہتمام اور ان حرام کاموں پر زر کثیر صرف کرنے جیسے مظاہر کی شکایت کی ہے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد شادی سے دور بھاگتی ہے، کیونکہ وہ اس قدر غیر معمولی رقمیں خرچ کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

جبکہ شادیوں وغیرہ میں خاص طور پر عورتوں کو معمولی سے طبلہ یا ڈھولک بجانے اور عام سے شادی بیاہ کے متعلق گانے اور اشعار گانے کی اجازت ہوتی ہے اور وہ بھی صرف نکاح کا اعلان اور زنا سے فرق بیان کرنے کی غرض سے جس طرح سنت طریقہ ہے لیکن سپیکرز وغیرہ استعمال کیے بغیر۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے حرام کام محض دوسروں کی اندھی پیروی اور سنت مصطفیٰ سے جہالت کی بنا پر کرتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے فرمانروا اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے میں یہ کلمات تحریر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوں۔

سب کو معلوم ہے کہ نکاح انبیاء کرام کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ [النساء: 3]

”تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے

تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔''

﴿ وَاَنْكِحُوْا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور: 32]

''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

فرمان نبوی ہے: ''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہو جاتی ہے)۔''[1]

ارشاد مصطفوی ہے: ''لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا تو وہ میری سنت اور طریقے پر نہیں۔''[2]

یہ مسلمانوں کی عموماً اور ان کے ذمے داران کی خصوصاً ذمے داری ہے کہ وہ اس سنت کو قابل عمل اور آسان بنائیں اور رسول کریم کے اس فرمان: ''جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو، وگرنہ زمین میں فتنہ فساد برپا ہو جائے گا۔''[3] پر عمل پیرا ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5066] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1402]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5063] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1401]

[3] سنن الترمذي، رقم الحدیث [1084]

پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا حق مہر کتنا ہوتا تھا؟ انھوں نے کہا: آپ کی بیویوں کا حق مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش ہوتا تھا۔ پھر انھوں نے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ ''نش'' کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے کہا: نصف اوقیہ۔[1] یعنی 500 درہم۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے نہیں معلوم کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں یا بیٹیوں کا حق مہر 12 اوقیہ سے زیادہ مقرر کیا ہو۔''

جب کہ صحیحین میں سہل بن ساعد انصاری سے روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ایک نادار اور قلاش آدمی کا صرف اس کے پاس قرآن ہونے پر نکاح کر دیا۔[2]

رسول کریم ﷺ کے اقوال اور افعال سے اس صریح ثابت شدہ سنت کے باوجود بہت سارے لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے ہی مال کو ناجائز امور میں خرچ کر کے بھی وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت مول لے لیتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسراف وتبذیر کے انجام سے باخبر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ [الإسراء: 27,26]

''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اور اعتدال پسندی ایمانداری کی صفت اور خوبی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1426]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [2186]

قَوَامًا﴾ [الفرقان: 67]

''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔''

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [النور: 32]

''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کردو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہاں بن بیاہوں کی شادی کرنے کا عام حکم ہے، جس میں امیر وغریب سب شامل ہیں اور یہ بھی بیان ہے کہ غریبی شادی کے لیے رکاوٹ نہیں، کیونکہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ غریب کی حالت بدل کر اسے امیر کرنے پر قادر ہے۔ شریعت اسلامیہ شادی پر جس قدر زور دیتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر صاد کرتے ہوئے شادی میں آسانیاں پیدا کریں اور تکلفات سے پرہیز کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے لیے اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے نکاح کرو، وہ بھی تمھیں مالدار کرنے کا وعدہ پورا کرے گا۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ''نکاح میں فراخی تلاش کرو۔''

اے اللہ کے بندو! اپنے بارے میں اور ان بیٹیوں، بہنوں کے بارے میں جن کا اللہ نے تمھیں ذمہ دار بنایا ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ معاشرے میں نیکی کا پھیلاؤ عام کرو، اس کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے راستے آسان کرو اور فساد و جرائم کے اسباب کی روک تھام کرو، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی کی سیڑھی نہ بناؤ اور ہمیشہ یاد رکھو کہ تم ذمہ دار ہو اور اپنے اعمال کے جوابدہ!

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الحجر: 93,92]

''سو تیرے رب کی قسم ہے! یقیناً ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''

فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

''روز قیامت بندے کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک حرکت نہیں کر سکیں گے، جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے کہ زندگی کیسے بسر کی ہے؟ جوانی کن کاموں میں لگائی ہے؟ مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم کے مطابق کس قدر عمل کیا؟''[1]

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی اقتدا کرتے ہوئے اپنی اولاد کی بر وقت شادی کر دو، اور دیندار، امانتدار اور پرہیز گار رشتوں کا انتخاب کرو، شادی اور ولیمے کے اخراجات میں میانہ روی اختیار کرو، حق مہر میں گرانباری سے اجتناب کرو اور خاوند سے ایسی چیزوں کا مطالبہ نہ کرو جو اس کی کمر توڑ دیں۔

اگر تمہارے پاس زائد از ضرورت مال ہو تو اسے یتیموں، محتاجوں کی مدد، دعوت دین، مساجد کی تعمیر اور دیگر اچھے اور نیک کاموں میں خرچ کرو۔ یہ بڑی بڑی پر تکلف دعوتیں کرنے اور ایک دوسرے پر اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لیے تقریبات منعقد کرنے میں خرچ کرنے سے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کہیں بہتر، زیادہ محفوظ اور باقی رہنے والا ہے۔

جو بھی اس طرح کی بڑی بڑی تقریبات منعقد کرنے اور ان میں گلوکاروں کو بلانے کا ارادہ رکھتا ہے، اسے اس کام میں پوشیدہ خطرات اور نقصانات کا اندازہ ضرور کر لینا چاہیے، ایسا شخص کفران نعمت کرنے والا اور ناشکروں میں شمار ہوسکتا ہے، پھر روز قیامت جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی تو اسے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہوگا۔ لہٰذا ان شادی بیاہ کی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2417] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2373]

تقریبات میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور صرف جائز امور تک ہی محدود رہنا چاہیے۔

یہاں علماء کرام، ذمے داران اور مقتدر طبقوں کا فرض بنتا ہے کہ اس معاملے پر توجہ دیں اور لوگوں کے لیے بہترین نمونہ بننے کی کوشش کریں، کیونکہ لوگ ان کو مثالی سمجھتے ہوئے ہر اچھے برے کام میں ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو ان جیسے معاملات میں مسلمانوں کو بہترین نمونہ اور مثالی شخصیت بن کر دکھائے۔

صحیح حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا اور جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اس کا اجر بھی بغیر کسی کمی کے اس کو ملتا رہے گا۔''[1]

حق مہر میں تخفیف اور شادی میں آسانی پیدا کرنے پر ترغیب:

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ شادی میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں:

1. زوجین کو پاکدامن بنانا اور بدکاری میں پڑنے سے محفوظ رکھنا۔ فرمان نبوی ہے:

''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے، تو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہوجاتی ہے)''[2]

2. بقائے نسل جو تکثیر امت اور قوت جماعت کا باعث ہے، حدیث رسول ہے:

''زیادہ محبت کرنے والی اور کثرت سے جننے والی عورتوں کے ساتھ شادی کرو، کیونکہ میں تمھاری کثرت کے ساتھ دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''[3]

شادی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زندگی کی مہمات میں مرد و عورت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ عورت طلب رزق، نان و نفقے اور ان کاموں کے لیے جنھیں وہ صنف نازک ہونے

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1017]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5066] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1402]

[3] سنن أبي داود، رقم الحدیث [2050]

کی وجہ سے سرانجام دینے سے قاصر رہتی ہے، مرد کی نگرانی اور سرپرستی کی محتاج رہتی ہے، اسی طرح مرد بھی گھریلو معاملات اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے عورت پر مکمل اعتبار کرتا ہے۔

تاہم شادی صرف تسکین شہوت ہی کا نام نہیں بلکہ یہ اس سے کہیں بلند ہے، یہ محبت مودت، اُنس، پیار، وابستگی، تعمیر خاندان بلکہ معاشرتی تشکیل کا تعلق ہے اور یہ ایک عظیم الشان مقصد اور بلند پایہ ہدف ہے۔

انھی مصلحتوں کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے شادی کی رغبت دلائی ہے اور اس میں آسانیاں فراہم کرنے، رکاوٹیں دور کرنے اور ہر اس کام سے منع کیا ہے جو اس کے راستے کا پتھر یا اس کی فضا مکدر کر سکتا ہے۔ لیکن لوگوں نے شیطان جنوں اور انسانوں کے جھانسے میں آکر اپنے غلط تصرفات کی وجہ سے شادی کے راستے میں اتنی مشکلات اور رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں کہ عصر حاضر میں شادی دنیا کا مشکل ترین کام ہو چکا ہے۔

یہ مشکلات اور رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

[1] عورتوں کو گھروں میں بٹھائے رکھنا:

یعنی عورت کو اس کے قابل اور لائق شخص کے ساتھ شادی کرنے سے روک دینا، جب ایسا قابل شخص پیغام نکاح لے کر آئے تو ولی منع کر دیتا ہے یا پھر کوتاہ نظر عورتوں اور کم عقل آدمیوں کی بے کار دلیلوں کے ساتھ مداخلت، مثلاً یہ کہیں کہ یہ عمر رسیدہ ہے، یہ غریب و مفلس ہے، یہ بڑا کٹر دیندار ہے وغیرہ وغیرہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص ان کم عقلوں کے مزاج کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ جس دن عورتوں کے معاملات کی زمام کار بے وقوفوں کے ہاتھ آجائے تو ذمے داری سر بگریباں ہوتی ہے، مصلحتیں ختم ہو جاتی ہیں اور معاملات بگڑ جاتے ہیں۔

عورت کے سمجھدار اور پختہ عقل ولی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جب وہ پیغام دینے والے کی صلاحیت کا قائل ہو جائے اور لڑکی بھی اس پر راضی ہو تو شادی پکی کر دے اور فسادیوں کو کوئی موقع نہ دے۔ فرمان نبوی ہے کہ جب تمھارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو پھر اس کے ساتھ شادی کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا

تو زمین میں فتنہ فساد برپا ہو جائے گا۔[1]

عورت کو اس کے قابل شخص کے ساتھ شادی کرنے سے روک کر ولی تین طرح کے جرموں کا ارتکاب کرتا ہے، ایک اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، دوسرے عورت کو اس کے اہل شخص سے روک کر شادی کا موقع ضائع کر کے، جو عین مصلحت ہے، نقصان پہنچاتا ہے، تیسرے پیغام دینے والے کو بھی اس حق سے محروم کر کے، جس کو ادا کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، ظلم کا نشانہ بناتا ہے۔

اس قسم کے ولی کی عورت پر ذمہ داری ساقط ہوجاتی ہے اور جو اس کے ذمہ داران میں سے اس کے لیے زیادہ مفید ہو اس کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔

اگر متعدد مرتبہ وہ اسے روکنے کے جرم کا مرتکب ہو تو وہ فاسق اور دین و ایمان میں ناقص قرار پاتا ہے اور علماء کی ایک جماعت کے مطابق اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

[2] مہر بڑھانا:

لوگوں نے حق مہر کو فخر و تجارت کا سامان سمجھ لیا ہے، تاکہ اپنی مجالس اور محافل میں اس کی ضخامت اور فخامت کا انجام سے بے خبر مزے لے لے کر تذکرہ کریں، انھیں مطلق پرواہ نہیں کہ اسلام میں نیا طریقہ رائج کر کے اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اپنی گردن پر لے رہے ہیں، انھوں نے لوگوں کو مشقت اور مصیبت میں ڈال دیا ہے، جس کی وجہ سے عام لوگ ان سے ناراض ہوتے ہیں اور ان کو مذاق کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔
اگر حق مہر میں آسانی فراہم کی جائے تو زوجین میں محبت اور اتفاق بڑھ جاتا ہے اور شادی حقیقت میں بابرکت ہوتی ہے۔

امیر المؤمنین عمر فاورق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”عورتوں کے حق مہر میں گرانی نہ کرو، اگر یہ دنیا میں باعث عزت اور آخرت میں پرہیز گاری کا کام ہوتا تو اس کا سب سے زیادہ اہتمام خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کرتے۔“

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1084]

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم حق مہر کی کوئی مقدار نہیں، مٹھی بھر ستو، لوہے کی انگوٹھی، جوتا وغیرہ سب کو مہر کہا جا سکتا ہے اور سب کے ساتھ عورت مرد کے لیے جائز ہو جاتی ہے، اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہر میں زیادتی مکروہ، ناپسندیدہ اور نکاح میں برکت کی کمی اور تنگی کا سبب ہوتی ہے۔''

[3] لوگوں کے خود ساختہ رسم و رواج:

لوگ ان رسوم و رواج میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ شادی کرنے والا ان کے بوجھ کو برداشت کرنے سے عاجز آ جاتا ہے اور شادی کے نام سے نفرت کھانے لگتا ہے۔

مہنگے ترین کپڑے بنانے، قیمتی و نفیس زیورات خریدنے، خواب گاہوں کی تزیین و آرائش کرنے، دعوتیں کرنے، کھانا ضائع کرنے اور دونوں خاندانوں میں مسلسل آنے جانے کے سلسلوں میں جس قدر فضول خرچی اور اسراف وتبذیر سے کام لیا جاتا ہے، بیچارے خاوند کی کمر اسے اٹھاتے اٹھاتے دوہری ہوجاتی ہے، یہ سب کچھ خاوند کے لیے کسی طور پر مفید نہیں بلکہ اس کا سارا فائدہ دوکانداروں اور شو رومز کے مالکان کی جیبوں میں جاتا ہے۔ یہ سارے اموال بلا مقصد ضائع ہوجاتے ہیں، بلکہ شادی کی، جو لوگوں کی ضرورت ہے، راہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔

افسوس کہ بعض بد تہذیب اور کم عقل لوگوں نے مسلمانوں کو بہت سی بری عادتوں میں ڈال دیا ہے اور کئی حرام کاموں کو شادی کے لازمی امور بنا دیا ہے، ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، شب بیداری کا اہتمام کیا جاتا ہے، موسیقی کی مخلوط محفلیں قائم ہوتی ہیں اور بڑے بڑے گلوکاروں کو رونق محفل بنایا جاتا ہے، پھر تمام لوگوں کے سامنے دولہا و دلہن کو پیش کیا جاتا ہے اور اکثر اوقات دلہن بے حیا عورتوں کی طرح بن سج کر بے حجاب ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور پھر ناجائز تصویر کشی کا عمل اور فوٹو سیشن کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ایسی شادی مسلسل نافرمانیوں کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور فساد و بگاڑ کے بھنور میں پھنس جاتی ہے۔

پھر اکثر شادی کے بعد خاوند ہنی مون (Honey Moon) منانے کے لیے اپنی بیوی کو لے کر اخلاقی قیود سے آزاد ملکوں اور مقامات کی طرف رخت سفر باندھتا ہے تا کہ وہاں جا کر شرم و حیا کی چادر اتار پھینکیں، پھر واپسی پر ایسے گندے اور برے افکار اپنے دماغ میں بھر کر لاتے ہیں جو ملک و دین دونوں کے لیے ناقابل قبول ہوتے ہیں۔

یہ ایسے رسوا کن افکار ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر پیشانی شرم سے جھک جائے اور شرف و عزت پانی پانی ہو جائے لیکن مُردے کو نشتر چبھونے کا درد کہاں ہوتا ہے؟!

اے بندگان خدا! شادی کے راستے میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دینے کے بہت زیادہ نقصانات ہیں:

1. نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے نکاح میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور مرد و عورت دونوں فحاشی میں پڑ جاتے ہیں اور معاشرتی بگاڑ شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر جائز کام میں رکاوٹ ہو تو ناجائز کام کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر چیز جب حد سے گزر جائے تو وہ اپنی متضاد حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
2. پھر انتہا درجے کی فضول خرچی کی جاتی ہے، جو قرآن و سنت کی روشنی میں حرام ہے۔
3. ولی جب اپنی ماتحت کے لیے مناسب اور نیک رشتے کا محض اس وجہ سے انکار کر دے کہ اس سے اس قدر حق مہر ملنے کی توقع نہیں، یا یہ شادی کے غیر معمول اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہے تو وہ اس کے ساتھ دھوکا کرتے ہوئے ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے جو یہ سب اخراجات اٹھانے کی ہمت رکھتا ہے، چاہے اس کا دین اور اخلاق کیسے ہی کیوں نہ ہوں، یہ شخص اپنی بہن یا بیٹی کی خوشی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

اگر کوئی شخص ایسے فعل کا متعدد مرتبہ مرتکب ہو تو وہ شریعت کی نظر میں نافرمان، دین میں ناقص اور درجہ عدالت و صداقت سے گر جاتا ہے، تا آنکہ سچے دل سے توبہ کرے۔

اس لیے خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس معاملے کی سنگینی سمجھتے ہوئے اسے مناسب اہمیت دو۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ

يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور: 32]

''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

[6] عورتوں کی محبت

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ [آل عمران: 14]

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگ اس ختم اور فنا ہونے والی زندگی کی خواہشات سے دھوکا کھا جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان خواہشات کی محبت ان کے دلوں کی زینت اور ان کے نفسوں کی چاہت بنا دی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان خواہشات کو شمار کرتے ہوئے عورتوں کی چاہت سے ابتدا کی ہے، کیونکہ ان کا فتنہ شدید اور ان سے لطف اندوزی کی رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''[1]

لہٰذا ضروری ہے کہ ان کا قرب جائز شادی کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ﴾ [الأعراف: 189]

''وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4808] صحيح مسلم، رقم الحديث [2740]

انسان کے لیے مزین کی گئی رغبت اور شہوت کے وجود کے حقیقی سبب کو سکون اور نیک خاندان کی بنیاد رکھ کر بچانا ضروری ہے، نہ یہ کہ اسے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ جہاں چاہے منتقل ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کے لیے زوج اور جوڑے کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس سے سکون، اطمینان اور راحت حاصل کرے۔ لہٰذا شہوت کو اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والے کاموں میں استعمال کرنا انسان کو دنیا ہی کی زندگی میں بدبختی اور شقاوت کا وارث بنا دیتا ہے۔ جائز اور شرعی نکاح کے ساتھ ہی زندگی نشو ونما پاتی اور نیک اولاد پیدا ہوتی ہے جو زمین کی آباد کار، اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار اور اس کے شعائر و علامات کا اظہار کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہاری اس دنیا سے صرف عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔''[1]

آدمی اور عورت کے درمیان حقیقی محبت کا مفہوم وہ ہوتا ہے جو سکون و اطمینان کا باعث اور اچھے خاندان کی بنیاد اور نیک اولاد کے ذریعے زمین کی آباد کاری کا سبب ہو۔ جس قدر زیادہ بہتر رہن سہن ہوگا، اسی قدر اس محبت میں اضافہ ہوگا، یہاں تک کہ یہ محبت اس قدر مضبوط ہو جائے گی کہ کوئی آندھی کوئی طوفان اس کو اس کے قدموں سے نہیں ہلا سکے گا کیونکہ اس کی بنیاد تقوی اور اتباع شریعت پر ہے۔

اور ایک وہ محبت ہوتی ہے جو نو عمروں اور پختہ عمر کے ذہنی نابالغوں کے دماغوں میں پرورش پاتی ہے، یہ ایک بے فائدہ اور خوشی سے خالی وہمی محبت ہوتی ہے، بلکہ یہ سراسر بدبختی اور خسارہ ہی خسارہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی وہمی اور خیالی محبت کا شکار ہونے سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو بچنا چاہیے اور زندگی کی حقیقت سمجھتے ہوئے حقیقی زندگی میں رہنا چاہیے۔

---

[1] سنن النسائي | 61/7 | مسند أحمد | 128/3 |

[7] نماز استخارہ

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام معاملات میں قرآن کریم کی کسی سورت کی طرح استخارہ کرنا سکھاتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل ادا کرے، پھر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَسۡتَخِیۡرُكَ بِعِلۡمِكَ وَأَسۡتَقۡدِرُكَ بِقُدۡرَتِكَ ، وَأَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ الۡعَظِیۡمِ، فَإِنَّكَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ، وَتَعۡلَمُ وَلَا أَعۡلَمُ وَأَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ. اَللّٰھُمَّ إِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ ھَذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّيۡ فِيۡ دِیۡنِيۡ وَمَعَاشِيۡ وَعَاقِبَةِ أَمۡرِيۡ، فَاقۡدُرۡهُ لِيۡ، وَیَسِّرۡهُ لِيۡ، ثُمَّ بَارِكۡ لِيۡ فِیۡهِ، وإِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھَذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِيۡ فِيۡ دِیۡنِيۡ وَمَعَاشِيۡ وَعَاقِبَةِ أَمۡرِيۡ فَاصۡرِفۡهُ عَنِّيۡ وَاصۡرِفۡنِيۡ عَنۡهُ، وَاقۡدُرۡ لِيَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ، ثُمَّ اَرۡضِنِيۡ بِه)) [1]

''اے اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ بھلائی کی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت چاہتا ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا اور تو غائبوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ معاملہ میرے دین، معاش اور آخرت کے لیے بہتر ہے تو اسے میرے مقدر میں کر دے، اور اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ معاملہ میرے دین، معاش اور آخرت کے حق میں برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے، بھلائی جہاں بھی ہے اسے میرے مقدر میں کر دے، پھر مجھ سے راضی ہو جا۔''

یہاں چند باتیں قابل ملاحظہ ہیں:

1. استخارہ نفل نماز، جیسے تحیۃ المسجد یا کسی بھی نفل کے بعد کیا جائے گا نہ کہ فرض نماز کے بعد۔
2. استخارہ کی دعا نماز کے بعد ہوگی نہ کہ نماز میں۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6382]

3 استخارہ کا تکرار جائز ہے، کیونکہ یہ دعا ہے اور دعا میں کثرت مستحب عمل ہے۔

4 کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کے بعد آدمی ضرور خواب دیکھتا ہے، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اصل یہی ہے کہ آدمی نماز استخارہ پڑھے، اگر اس کے بعد اس کا دل مطمئن ہو جائے یا کوئی فیصلہ خواب میں دیکھ لے یا اس کی حاجت پوری ہو جائے یا نہ پوری ہو، یہی استخارہ کا معنی ہے، ایسے نہیں جس طرح اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر خواب نظر نہ آئے تو آدمی دوبارہ استخارہ کرے۔

5 نماز استخارہ مستحب ہے واجب نہیں۔

6 حضرت عبداللہ بن عمر کہا کرتے تھے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا ہے، اگر اس کی حاجت پوری نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ پر ناراض ہو جاتا ہے اور انجام کا انتظار نہیں کرتا جو ہو سکتا ہے اس کے لیے بہتر ہو۔

اور نماز اور دعا انسان اپنے لیے کرتا ہے، جس طرح وہ اپنے لیے دوائی لیتا ہے، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے اس نے بھلائی مانگی ہے تو وہ اس کی راہ دکھائے گا۔

7 اگر اسباب میسر آ جائیں تو یہ بھی بھلائی کی علامت ہے۔

بدعت پر مشتمل استخارہ سے بچیں، جس میں خوابوں وغیرہ پر اعتماد کیا جاتا ہے، اس کی دین میں کوئی اصل اور دلیل نہیں۔

[8] منگنی پر منگنی

رسول کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کر دے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی کسی سودے پر سودا کر دے اور کوئی آدمی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے، تا آنکہ پہلا شخص اسے چھوڑ دے یا اس کو اجازت دے دے۔[1]

برادران اسلام! یہ جاننا چاہیے کہ خاطب یعنی پیغام نکاح دینے والے کے لیے منگنی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5142] صحيح مسلم، رقم الحديث [1412]

پر منگنی کرنا حرام ہے اور اس پر بھی جس نے اس کی دعوت قبول کر لی ہو، کیونکہ اس کا پیغام منظور کر لیا گیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اور وہ اس کی طرف میلان رکھتی ہو اور دونوں حق مہر کی مقدار طے کر لیں اور آپس میں رضا مند ہوں، اور وہ اس عورت کو اپنے لیے مشروط کر لے۔ یہ ہے وہ منگنی جس پر منگنی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

آپ کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ اگر کوئی کسی کو پیغام نکاح دے اور ان کے درمیان اتفاق نہ ہو سکے اور نہ عورت اس کی طرف مائل ہی ہو تو کوئی دوسرا اسے پیغام نہ دے۔ یہ تو لوگوں کے لیے فساد میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ **واللہ أعلم**

[9] شادی سے قبل منگیتر سے مشورہ

جس عورت کی شادی کرنا مقصود ہے وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتی:

1. نابالغ کنواری۔
2. بالغ کنواری۔
3. غیر کنواری۔ ہر ایک کا خاص حکم ہے۔

[1] نابالغ کنواری:

اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کر سکتا ہے، کیونکہ اس کی کوئی رائے نہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول کریم ﷺ کے ساتھ کی۔ اس وقت ان کی عمر صرف چھ سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی تب ان کی عمر نو سال تھی۔[1]

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باپ بلوغت سے پہلے اپنی بیٹی کی شادی کر سکتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3681] صحيح مسلم، رقم الحديث [1422]

''اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ نابالغ کا عمر رسیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ امام بخاری نے اس کا باب قائم کیا ہے اور یہ حضرت عائشہ کی حدیث اس میں درج کی ہے، اور فتح الباری میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔''[1]

[2] بالغ کنواری:

بالغ کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر طے نہیں کی جا سکتی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی میں ہوتی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''کنواری کا نکاح نہ کیا جائے حتی کہ اس سے اجازت لے لی جائے۔ انھوں نے پوچھا: اے رسول خدا! اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ خاموش رہے۔''[2]

امام ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (96/5) میں لکھتے ہیں:

''یہ جمہور سلف کا قول اور ابو حنیفہ اور امام احمد کا ایک روایت کے مطابق مذہب ہے اور اسی قول کو ہم اختیار کرتے ہیں، اس کے سوا کسی کا اعتقاد نہیں رکھتے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم اور امر و نہی کے مطابق ہے۔''

[3] غیر کنواری:

غیر کنواری عورت کی شادی اس وقت تک طے نہیں کی جا سکتی جب تک وہ بول کر اجازت نہ دے، کنواری کے عکس کہ جس کی خاموشی ہی اجازت متصور ہوتی ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی (493/6) میں لکھتے ہیں:

''غیر کنواری کے متعلق اس حوالے سے ہم اہل علم کے کسی اختلاف کو نہیں جانتے کہ اس کی اجازت کلام سے ہو، کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور جہاں اجازت کی ضرورت ہو وہاں زبان سے اظہار ہی معتبر ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1. نيل الأوطار [129,128/6]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [4843] صحيح مسلم، رقم الحديث [1419]

''غیر کنواری کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا بھی جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ انھوں نے پوچھا: اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''وہ خاموش رہے۔'' [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کنواری سے اجازت لی جائے۔ میں نے کہا: کنواری سے اجازت مانگی جائے تو وہ شرم محسوس کرے گی؟ آپ نے فرمایا: اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔'' [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مجموعہ فتاویٰ (40,39/32) میں فرماتے ہیں:

''عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا چاہیے، جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ اگر اسے ناپسند ہو تو اس کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا، سوائے نابالغ کنواری کے، اس کا باپ اس کی شادی طے کر سکتا ہے کیونکہ اس میں اجازت کی صلاحیت نہیں ہوتی، لیکن بالغ غیر کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر نہ اس کا باپ طے کر سکتا ہے اور نہ کوئی اور ہی، اسی طرح بالغ کنواری کی شادی بھی باپ دادا کے سوا اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا، ان باتوں پر امت کا اجماع ہے۔

''تاہم اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اس سے اجازت لینا محض مستحب ہے یا واجب؟ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ عورت کے ولی کو اس کی شادی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف سامنے رکھنا چاہیے کہ وہ کس کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دے رہا ہے؟ آیا وہ اس کے قابل بھی ہے کہ نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ وہ اس کی شادی اپنے فائدے کے لیے نہیں بلکہ اس کی مصلحت کے پیش نظر کر رہا ہے۔''

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اگر وہ کسی شخص کو پسند کرے اور وہ اس کے قابل ہو تو اس کا باپ، بھائی، چچا

---

1 صحيح البخاري، رقم الحديث [4843] صحيح مسلم، رقم الحديث [1419]

2 صحيح البخاري، رقم الحديث [6547] صحيح مسلم، رقم الحديث [1420]

یا جو بھی ولی ہو اس کے ساتھ اس کی شادی کر دے، اگر وہ اس کو روکے رکھے یا شادی میں رکاوٹ ڈالے تو اس کا دُور کا ولی یا پھر حاکم اس کی اجازت کے بغیر بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ ولی کو اس کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کسی صورت نہیں کرنا چاہیے جسے وہ ناپسند کرتی ہو لیکن جو اس کے قابل ہو اور اس کو پسند بھی ہو تو باتفاق علماء اس کو اس کے ساتھ شادی کرنے سے روکنا نہیں چاہیے۔

''جاہل اور ظالم لوگ اس کو روکے رکھتے ہیں یا اپنی مرضی کے مطابق اپنی ذاتی اغراض کے لیے اس کی شادی کر دیتے ہیں۔ اس میں عورت کی کوئی مصلحت نہیں ہوتی، اگر وہ نہ مانے تو اسے مجبور کریں گے یا عار دلاتے رہیں گے تا آنکہ وہ راضی ہو جائے اور اپنے فائدے کے لیے یا کسی عداوت کے سبب اس کو اس کے قابل شخص سے جدا رکھتے ہیں۔ یہ تمام کام ظلم اور دشمنی ہیں، جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور تمام مسلمانوں کا ظلم و عداوت کے حرام ہونے پر اتفاق ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ذمہ داروں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ عورت کی مصلحت دیکھیں، اپنی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں کیونکہ یہ امانت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا﴾ [النساء: 58]

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تمھیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

[10] وہ صفات جن کا خاوند میں لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

1. پیغامِ نکاح بھیجنے والا دل، زبان اور عمل سے اسلامی تعلیمات پر کار بند ہو۔
2. نماز با جماعت کا پابند ہو، کیونکہ نماز دین کا ستون اور بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ دینی احکام کی پابندی کرنے والا شوہر اگر اپنی بیوی سے محبت کرے تو اسے عزت دیتا ہے اور اگر بیوی ناپسند ہو تو اس پر ظلم نہیں کرتا۔
3. عموماً سنت کے ساتھ محبت رکھنے والا ہو، اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں چہرے کو داڑھی سے سجائے ہوئے اور مونچھیں تراشے ہوئے ہو۔
4. شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھے، کیونکہ کپڑا لٹکانا تکبر کی علامت ہے۔
5. منشیات استعمال کرنے والا نہ ہو، کیونکہ نشہ آور اشیاء دشمنی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دوری کا سبب ہوتی ہیں۔
6. نیک لوگوں کا حلقہ احباب رکھتا ہو اور برے نافرمان لوگوں سے دور بھاگنے والا ہو، کیونکہ آدمی اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے اور اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے دوست کا انتخاب کرتے وقت اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے۔
7. بیوی کے ساتھ اپنے قول وعمل میں حسن معاشرت اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔
8. راتیں باہر نہ گزارے اور لعن طعن اور سب وشتم سے پرہیز کرے کیونکہ یہ مومن کی شان نہیں۔
9. کھانے پینے، پہننے اور بیوی کے تمام معاملات اور زندگی کے ہر پہلو میں اسلامی تعلیمات کا لحاظ رکھنے والا ہو، تاکہ دوسروں کے لیے بہترین نمونہ اور عمدہ مثال ثابت ہو۔
10. کھیل کود اور فضول کاموں میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرے۔

[11] خطبہ نکاح

نکاح کے وقت نکاح خواں کو یہ مسنون خطبہ پڑھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اور حاجت کا تشہد سکھایا کرتے تھے۔ تشہدِ حاجت اس طرح ہے:

"إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّآتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ." ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: 102] ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء: 1] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: 70,71] ❶

"بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہوسکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس خطبے میں تشہد نہ ہو تو وہ کوڑھ زدہ ہاتھ کی طرح ہے۔" ❷

❶ سنن الترمذي [1105] سنن أبي داود [1097] سنن النسائي [1404]

❷ سنن الترمذي، رقم الحديث [1106] سنن أبي داود، رقم الحديث [4841]

چوتھی فصل:

نکاح کی شرطیں

1. نکاح کی کے ارکان اور شرطیں
2. ولیمہ اور اس کے متعلقہ احکام۔
3. سہاگ رات۔
4. شادی میں ہونے والی شریعت کی خلاف ورزیاں۔
5. انحراف کے مظاہر اور بری عادتیں۔
6. کامیاب شادی۔
7. پچاس خوبیاں جنھیں مرد عورت میں پسند کرتا ہے۔

[1] نکاح کے ارکان اور شرطیں

[1] نکاح کے ارکان:

1. ولی کی اجازت۔
2. عورت کی رضا مندی، خواہ وہ کنواری ہو یا غیر کنواری۔
3. دو عادل گواہوں کا ہونا۔
4. ایجاب وقبول، لفظ قبول یا نکاح کے ساتھ۔

[2] عورت کے لیے ولی کی شرط:

اسلام نے عورت کی عزت وتکریم اور اس کے مستقبل کی حفاظت کے پیش نظر اس کی شادی پر اس کے ولی کی رضا مندی اور موافقت کی شرط عائد کی ہے، کیونکہ وہ اس معاملے میں عورت سے زیادہ حقیقت حال سے باخبر ہوتا ہے، یعنی عورت کے لیے ولی اور سرپرست کا ہونا ضروری ہے، جو اس کے انتخاب کو پرکھے، اس معاملے میں اس کی راہنمائی کرے اور اس کے عقد کا اہتمام کرے، کیونکہ وہ خود عقد قائم نہیں کرسکتی، اگر وہ ایسا کرے گی تو اس کا عقد باطل ٹھہرے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔"[1]

نیز فرمایا: "ولی کے بغیر نکاح نہیں۔"[2]

دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] سنن أبي داود [2083] سنن الترمذي [1102] سنن ابن ماجه [1879]

[2] سنن أبي داود [2085] سنن الترمذي [1101] سنن ابن ماجه [1881]

''اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے، جن میں حضرت عمر، علی، ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔ فقہا تابعین سے بھی اسی طرح مروی ہے، ان کا کہنا ہے کہ ''ولی کے بغیر نکاح نہیں۔'' یہی امام احمد، شافعی اور اسحاق کا قول ہے۔''

فرمان نبوی ہے:

''عورت عورت کا نکاح کرے نہ عورت خود اپنا نکاح ہی کرے، کیونکہ زانیہ اپنا نکاح خود کرتی ہے۔''[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں، کیونکہ ''نفی'' اصل میں صحت کی ہوتی ہے، کمال کی نہیں۔''[2]

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عورت خواہ کنواری ہو یا غیر کنواری، اس کا نکاح ولی، باپ، بھائیوں، دادا یا چچاؤں میں سے جو بھی ہو، اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔''[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ولی کے بغیر نکاح نہیں، جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی بادشاہ ہے۔''[4]

شارع حکیم علیہ السلام نے اگر نکاح میں ولی کی رضا مندی اور موافقت کی شرط لگائی ہے تو اس کے کئی عظیم اہداف اور بہت سارے فوائد ہیں، جن میں سراسر عورت کی مصلحت اور فائدہ ہے۔ شاہ ولی رحمہ اللہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرماتے ہیں:

''نکاح میں ولی کی شرط لگا کر ان کے معاملے کو تقویت پہنچائی گئی ہے، عورتوں کی نکاح کے معاملے میں خود مختاری بے حیائی اور بے شرمی کا نتیجہ ہے اور ولیوں پر زیادتی اور دراندازی ہے اور ان سے لا پرواہی کا اظہار، نکاح کی زنا سے تمیز کا اظہار و اعلان

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1882]
2. سبل السلام [117/3]
3. المحلى [453/9]
4. سنن أبي داود، رقم الحديث [2083] سنن الترمذي، رقم الحديث [1102]

کرنا ضروری ہے اور اظہار کے لیے ولیوں اور سرپرستوں کی حاضری لازمی ہے۔"

نکاح کے اظہار و اعلان کے لیے عورتوں کا دف بجانا:

اعلان و اظہار کے لیے عورتوں کا، خاص طور پر عورتوں کی محفل میں آلات موسیقی اور گلوکاروں کو مدعو کیے بغیر، دف بجانا جائز اور مستحب ہے، اسی طرح شادی کی تقریب کے حوالے سے ترنم کے انداز میں شعر پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ مردوں تک ان کی آواز نہ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں دف بجانا اور خوشی کی آوازیں ہیں۔"[1]

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ حلال، جو جائز شادی ہے، اور حرام کے، جو زنا ہے، درمیان فرق عورتوں کا اعلان کے لیے دف بجانا ہے اور صاف ستھرا گانا بجانا۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الأوطار (20/6) میں فرماتے ہیں کہ اس میں نکاح کے موقع پر دف بجانے اور آواز بلند کرنے کا جواز ملتا ہے۔ جیسے:

أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيُّونَا نُحَيِّيكُمْ

"ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے۔ ہمیں سلام پیش کرو، ہم تمھیں سلام پیش کرتے ہیں۔"

لَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ مَا سَمِنَتْ عَذَارِيكُمْ

"اگر پکی ہوئی گندم نہ ہوتی تو تمہاری کنواریاں صحتمند نہ ہوتیں۔"

یعنی اس جیسے شعر نہ کہ فحش گانے، جن میں جمال، فسق و فجور اور شراب پینے کی منظر نگاری ہوتی ہے، یہ سب اور اس جیسے سارے کھیل حرام ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کی ایک انصاری آدمی کے ساتھ رخصتی ہوئی تو رسول کریم ﷺ فرمانے لگے: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس دل بہلانے کی کوئی چیز نہیں؟ انصار کو دل بہلانے والی چیزیں پسند ہیں۔[2] ایک روایت میں ہے کہ آپ

---

[1] سنن الترمذي [1088] سنن النسائي [3369] سنن ابن ماجه [1896]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1562]

نے فرمایا: تم نے اس کے ساتھ کسی لونڈی کو کیوں نہیں بھیجا جو گاتی اور دف بجاتی؟ میں نے کہا: وہ کیا کہتی؟ آپ فرمانے لگے:

أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيُّونَا نُحَيِّيكُمْ

''ہم تمھارے پاس آئے، ہم تمھارے پاس آئے۔ ہمیں سلام پیش کرو ہم تمھیں سلام پیش کرتے ہیں۔''

لَوْلَا الذَّهَبُ الْأَحْمَرُ مَا حَلَّتْ بِوَادِيكُمْ

''اگر سرخ سونا نہ ہوتا تو وہ تمھاری وادی میں نہ آتی۔''

لَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ مَا سَمِنَتْ عَذَارِيكُمْ

''اگر پکی ہوئی گندم نہ ہوتی تو تمھاری کنواریاں صحتمند نہ ہوتیں۔''[1]

[2] ولیمہ اور اس کے متعلقہ احکام

خاوند کے لیے اپنی شادی کی مناسبت سے ولیمہ کرنا مستحب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: وہ جب مدینہ آئے اور مہاجرین انصار کے ہاں ٹھہرے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سعد بن ربیع کے ہاں ٹھہرے، وہ کہنے لگے: میں اپنا مال اپنے اور تمھارے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں اور اپنی ایک بیوی سے تمھارے لیے دست بردار ہو جاتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تمھارے مال اور اہل و عیال میں برکت ڈالے، اور بازار کی طرف نکل گئے اور خرید و فروخت شروع کر دی، کچھ گھی اور پنیر ملی تو شادی کر لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولیمہ کر، چاہے ایک بکری ہی سے۔''[2]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''ایک بکری ہی کے ساتھ ولیمہ کر'' یہ اس کے لیے ہے جو تنگدست ہو۔[3]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1900] إرواء الغليل، رقم الحديث [1995]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5167] صحيح مسلم، رقم الحديث [1427]

[3] فتح الباري [231/9]

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی کو ان کا حق مہر قرار دیا اور عیس (حلوے) کے ساتھ ولیمہ کیا۔[1] عیس اس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور میں پنیر، گھی یا آٹا ملا کر تیار کیا جائے۔ اس حدیث میں بکری سے کم تر کے ساتھ بھی ولیمہ کرنے کی دلیل ہے۔

دعوت ولیمہ قبول کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کو دعوت ولیمہ ملے تو وہ حاضر ہو۔''[2]

اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

''جب کسی کو شادی وغیرہ کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کر لے۔''[3]

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تمھیں اس کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو۔''[4]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کو دعوت ملے تو اسے قبول کرے، اگر روزے دار ہو پھر بھی آئے اور اگر روزہ نہ رکھا ہوا ہو تو کھانا کھائے۔''[5]

یعنی روزہ دار ان کے لیے مغفرت اور برکت کی دعا کرے اور ایک قول ہے کہ وہاں آئے اور اس کی فضیلت میں شریک ہو، کھانے کا اہتمام کرنے والے اور دیگر حاضرین اس کی برکت سے مستفید ہوں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اگر مجھے بکری کے بازو کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا اور اگر

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5169] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1365]
2. صحیح البخاري، رقم الحدیث [1573] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1429]
3. صحیح مسلم، رقم الحدیث [101]
4. صحیح البخاري، رقم الحدیث [9715] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1429]
5. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1431]

کوئی مجھے بطور تحفہ بازو کا گوشت ہبہ کرے تو میں اسے قبول کروں گا۔"[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق، تواضع اور لوگوں کے دل رکھنے کی دلیل ہے۔

جو دعوت ترک کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے، کیونکہ یہ واجب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"وہ بدترین دعوت ولیمہ ہے جس میں مالداروں کو تو مدعو کیا جائے لیکن فقیروں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت ترک کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔"[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس میں دعوت ولیمہ کے وجوب کی دلیل ہے۔"[3]

مالداروں کے لیے دعوت ولیمہ کی تخصیص کرنا حرام ہے:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ دعوت ولیمہ بدترین دعوت ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے۔"[4]

نیک لوگوں کو دعوت دینا:

ابو داود میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صرف مومن کی صحبت اختیار کر، اور تیرا کھانا صرف متقی کھائے۔"[5]

حاضرین تقریب کا اخلاقی فرض:

شادی کرنے والے کے لیے خیر و برکت کی دعا کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو بھی

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5178] صحيح مسلم، رقم الحديث [1429]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [4882] صحيح مسلم، رقم الحديث [1432]

❸ فتح الباري [246/9]

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث [5177] صحيح مسلم، رقم الحديث [1432]

❺ سنن أبي داود، رقم الحديث [4832] سنن الترمذي، رقم الحديث [2395]

حاضر مجلس ہو اسے دولھے کو ان الفاظ میں دعا دینی چاہیے:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ)) [1]

''اللہ تمھارے لیے یہ شادی بابرکت بنائے اور تم دونوں کو بھلائی پر اکٹھا رکھے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت میں لوگ شادی کی مبارک باد ان الفاظ ''بِالرَّفَاءِ وَالْبَنِيْنَ'' کے ساتھ دیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے منع فرما دیا۔ [2]

[3] سہاگ رات

شب زفاف وہ رات ہوتی ہے جس میں میاں بیوی نکاح کے نتیجے میں حاصل ہونے والے حق سے عملاً لطف اندوز ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن مسنون عمل یہ ہے کہ یہ اعلان اسلامی آداب کے دائرے میں رہتے ہوئے جائز گانے بجانے اور خوشی کے مظاہر کے جلو میں ہو اور گناہ کے ارتکاب سے احتراز کیا جائے۔ اس موقع پر مردوں اور عورتوں کا اختلاط، فضول خرچی کا ارتکاب محافل، ناؤ نوش کا انعقاد، ہٹر بونگ مچانا اور ہلڑ بازی وغیرہ کرنا سراسر غلط اور نادرست ہے۔

یحییٰ بن سلیم کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حاطب سے کہا:

''میں نے دو عورتوں کے ساتھ شادی کی اور کسی ایک کے ہاں بھی کوئی آواز نہیں تھی، یعنی گانے اور دف کی آواز تو محمد کہنے لگے: ''دف کی آواز حلال اور حرام کے درمیان فرق کرتی ہے۔'' [3]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آواز کی بہترین تفسیر ہے دف بجانا اور جائز گانا گانا۔ واللہ أعلم

تقریبات اور خوشی کے مواقع پر ایسا گانا جائز ہے جس کا معنی صحیح اور فسق و فجور سے خالی ہو اور دف کے سوا کوئی دوسرا آلہ موسیقی استعمال نہ کیا جائے، لیکن جس گانے میں

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1091] سنن أبي داود [2130] سنن ابن ماجه [1095]

[2] فتح الباري [222/9]

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث [1088] سنن النسائي، رقم الحديث [3369]

قامت و رخسار، حسن و جمال، ہجر و وصال، بوس و کنار، بادہ نوشی، آوارگی اور بے حیائی کا تذکرہ ہو تو وہاں مصیبت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے خوشی کے موقع پر عورتوں کے مابین رقص کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ میں عورتوں کے مابین رقص کو اتنا برا خیال نہیں کرتا تھا، کیونکہ یہ اس موقع پر دی گئی رخصت میں شامل ہے، لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں ناپسندیدہ کام سرزد ہوتے ہیں، اس لیے میں اس رقص کو ناپسند کرتا ہوں۔

خاوند کا اپنی بیوی کے لیے آراستہ ہونا سنت ہے، جیسے بیوی کا اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''میں اپنی بیوی کے لیے آراستہ ہوتا ہوں جس طرح وہ میرے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوتے تو کس کام سے ابتدا کرتے؟ آپ نے جواب دیا: ''مسواک کے ساتھ۔''[1]

شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اس لیے کرتے تاکہ اپنی بیویوں کا استقبال بوسے سے کریں۔ یہ کتنا خوشگوار اور شیریں احساس ہوتا ہے!

اگر میاں بیوی صبح علیحدہ ہوتے وقت اور شام ملتے وقت بوسے سے ابتدا کریں، تو اس سے محبت اور چاہت میں گہرائی اور اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح عورت کا خاوند کے لیے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کرنا لازمی امر ہے۔ کیونکہ زینت و خوبصورتی آدمی کی شہوت کو انگیخت دینے، اس کی آنکھوں کو بھرنے، عورت کے محاسن کو کھولنے اور الفت و محبت اور مودت کو دوام بخشنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

عورت اگر اپنے کمال حسن کے ساتھ ساتھ صفائی، ستھرائی اور زیبائش و آرائش کا اہتمام کرنے والی ہو، خوبصورت زیورات اور عمدہ و نفیس لباس استعمال کرنے والی ہو اور آدمی کی پسند کے مطابق دیگر خوبصورتی نکھارنے والے غازے اور ابٹن وغیرہ کی شوقین ہو

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [253]

تو ایسی عورت اپنے خاوند کا دل جیت لیتی ہے۔

عورت کو ہر دم چوکس رہنا چاہیے کہ کہیں اس کے خاوند کی آنکھ کسی ناپسندیدہ چیز، میل کچیل یا بدبو پر نہ پڑ جائے، لہٰذا بہتر ہے کہ عورت ان اوقات میں زیب و زینت کا زیادہ اہتمام کرے جن کا ذکر قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴾ [النور: 58]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لازم ہے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے، تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے لیے پردے (کے وقت) ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر۔ تم پر کثرت سے چکر لگانے والے ہیں، تمہارے بعض بعض پر، اسی طرح اللہ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

تاہم زیب و زینت کو اس قدر بھی اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ یہی زندگی کا بڑا مسئلہ اور دن رات کی سوچ کا محور ٹھہرے، سادگی اور اعتدال ہی میں حسن نکھرتا ہے۔ عورت کو خاص طور پر اپنے کپڑوں پر بہت زیادہ دھیان دینا چاہیے اور اپنے خاوند کے سامنے خوبصورت شکل میں آنا چاہیے، جیسے یہ اس کی سہاگ رات ہو۔

زوجین کو علم ہونا چاہیے کہ جمال کی دو قسمیں ہیں: ایک ظاہری جمال اور دوسرا باطنی جمال۔

باطنی جمال اور خوبصورتی ہی محبوب اور مطلوب ہے، اور یہ علم، عقل، سخاوت، پاکدامنی اور شجاعت کا جمال ہے، اکثر یہی جمال منعکس ہو کر ظاہری جمال کو زینت بخشتا ہے، چاہے وہ پہلے ہی حسین و جمیل ہو لیکن جس قدر روح ان صفات سے متصف ہو اسی قدر اس پر جمال و جلال اور شیرینی کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

اگر زوجین دونوں ہی ظاہری اور باطنی جمال سے بہرہ مند ہوں تو اس جمال کے کیا کہنے! تاہم ظاہری خوبصورتی ہی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، ورنہ شاعر کا یہ قول صادق آ سکتا ہے:

جَمَالُ الْوَجْهِ مَعَ قُبْحِ النُّفُوْسِ
كَقِنْدِيْلٍ عَلٰى قَبْرِ الْمُجُوْسِ

''گندے باطن کے ساتھ خوبصورت چہرہ ایسے ہی ہے۔ جیسے مجوسی کی قبر پر فانوس!''

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾
[الأعراف: 26]

''اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا ہے، جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی اور تقویٰ کا لباس! وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

فرمان نبوی ہے:

''اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں۔''[1]

نیز فرمایا:

''جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ صحابہ کہنے لگے: اے رسول خدا! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا جوتا عمدہ ہو، اس کے کپڑے نفیس

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2564]

ہوں، کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر کا مطلب ہے حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"[1]

خوشبو محبت پیدا کرتی ہے:

عورت کا بناؤ سنگھار کرنا اور خوشبو استعمال کرنا، میاں بیوی کے درمیان محبت، الفت، چاہت اور پسندیدگی پیدا کرتا ہے، کیونکہ آنکھ اور ناک دل کی راہ ہیں، اسی وجہ سے عرب عورتیں یہ وصیت کیا کرتی تھیں کہ "اس بات سے بچنا کہ تیرے خاوند کی آنکھ کسی ناپسندیدہ چیز پر پڑ جائے یا اس کی ناک تجھ میں کوئی تعفن آمیز بدبو سونگھ لے۔"

فرمان نبوی ہے:

"تمہاری اس دنیا سے مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔"[2]

خوشبو کی قوت تاثیر اور خطرناکی کو محسوس کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے عورتوں کو خوشبو میں رچ بس کر سڑکوں پر نکلنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگ فتنے میں پڑنے اور ہیجان خیزی سے محفوظ رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خوشبو لگا کر نکلنے والی عورت ایسی ویسی یعنی بدکار ہے۔

سہاگ رات میں:

دلہن کو اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور حسن کے خزانوں سمیت خاوند کے سامنے پیش ہونا چاہیے اور اپنے خاوند کو اپنے حسن سے محظوظ ہونے سے روکنا نہیں چاہیے، تاہم اگر خفیف سا امتناع ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ اس کی اشتعال انگیزی اور شوق دیدار بھڑکانے میں مزہ پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح دولھے کو بھی چاہیے کہ وہ سہاگ کی رات اپنی دلہن سے بڑے اچھے طریقے سے پیش آئے، معقولیت اور شائستگی کی حدود پار نہ کرے اور تدریجی آغاز اور بیوی

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2853]

[2] سنن النسائي، رقم الحديث [3940] مسند أحمد [285/3]

کو مانوس کیے بغیر اور اس سے شرم کا حجاب اٹھانے سے پہلے جنسی ملاپ کے لیے جلدی سے کام نہ لے۔

توبہ اور استغفار:

میاں بیوی کو چاہیے کہ رخصتی کی رات اپنے ظاہر اور باطن کو تمام گناہوں اور عیبوں سے پاک کر کے توبہ سے زینت بخشیں اور ظاہری اور باطنی طور پر پاک اور صاف ہو کر ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھیں، شاید اللہ تعالیٰ ان کی شادی سے ان کے دین کو مکمل کر دے۔

فرمان نبوی ہے:

''جس نے شادی کی تو اس کا آدھا دین مکمل ہو گیا، لہٰذا اسے باقی نصف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔''[1]

دونوں کا ایک ساتھ نماز ادا کرنا:

جب زن و شوہر گھر میں داخل ہوں تو دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے، کیونکہ یہ سلف صالحین سے منقول ہے۔ جب خاوند نماز اور دعا سے فارغ ہو جائے تو بیوی کی طرف چہرہ کر کے اس کے ساتھ بیٹھ جائے، اسے سلام کہے، پھر بڑے احسن انداز میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گفتگو کا آغاز کرے، تاکہ اجنبیت کے پردے زائل ہو جائیں، کیونکہ جب کوئی کہیں جاتا ہے تو اس پر خوف، دہشت اور اجنبیت کا طاری ہونا فطری بات ہوتی ہے، اسی محبت بھرے انداز میں اسے کوئی تازہ مشروب یا میٹھی چیز پیش کرے اور خیر و برکت کی دعا کرے۔

حدیث نبوی میں ہے کہ جب کوئی کسی عورت کے ساتھ شادی کرے تو اس کی پیشانی پکڑ کر بسم اللہ پڑھے، برکت کی دعا کرے اور یہ الفاظ کہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیُ اَسُأَلُكَ مِنُ خَيُرِهَا وَخَيُرِ مَا جَبَلُتَ عَلَيُهِ، وَاَعُوُذُ بِكَ مِنُ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلُتَ عَلَيُهِ))[2]

---

[1] صحیح الترغیب والترھیب | 192/2 |

[2] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث | 1918 |

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور طبعی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی اور اس کے فطری شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

دل لگی کرنا:

خاوند کو چاہیے کہ مجامعت سے پہلے بیوی کو مس کرے، اس کے ساتھ معانقہ کرے، بوس و کنار کرے، اس کے ساتھ دل لگی اور اٹھکیلیاں کرے اور اچانک ہی مباشرت شروع نہ کر دے۔

میاں بیوی کی زندگی میں پہلی رات کا محبت یا نفرت پیدا کرنے میں بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ دلہن کو علم ہونا چاہیے کہ اس کی گفتگو اور آواز کا ایک اپنا جادو ہوتا ہے جو خاوند کے دل پر چڑھ کر بولتا ہے اور اس کے دل کو گہرائیوں تک مسحور کر لیتا ہے۔ بقول شاعر:

وَكَأَنَّ تَحتَ لِسَانِهَا هَارُوتُ يَنفُثُ فِيهِ سِحرا
وَكَأَنَّ رَجعَ حَدِيثِهَا قَطَعُ الرِّيَاضِ كُسِيَن زَهرا

''گویا اس کی زبان کے نیچے ہاروت بیٹھا جادو پھونکتا ہے۔ گویا اس کی گفتگو کی بازگشت پھول سے لدے ہوئے باغیچے ہیں۔''

کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کی ایک کالی بدصورت لونڈی تھی، ہارون نے ایک دن لونڈیوں کے سامنے درہم بکھیر دیے تو تمام لونڈیاں انھیں اٹھانے میں مشغول ہوگئیں، جبکہ یہ لونڈی ٹکٹکی باندھے ہارون کے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی، رشید نے اس سے کہا: درہم کیوں نہیں اٹھا رہی؟ وہ کہنے لگی: ان کے مطلوب دینار ہیں، جبکہ میرا مطلب دیناروں کا مالک! یہ بات اس کے دل کو بہت پسند آئی، لہٰذا اس نے اسے اپنے قریب کر لیا اور اس کی بڑے اچھے الفاظ میں توصیف کی۔ اس طرح اس حسن کلام نے جمال کی جگہ لے لی۔

چھیڑ چھاڑ اور خوش طبعی:

مجامعت سے پہلے بظر کو بڑے نرم و لطیف انداز میں سہلانا بھی ایک طرح کا جنسی

ہنر اور فن ہے، کیونکہ یہ انتہائی حساس عضو ہوتا ہے، یہ عورت میں جنسی ہیجان خیزی اور جماع کے درجہ کمال (Orgasm) تک پہنچنے کا مرکزی نقطہ ہے۔

جب عورت اس حساس حصے کو گد گدانے سے مشتعل ہو جائے تب آدمی دخول (Intercourse) شروع کرے، اس طرح عورت آدمی کے ساتھ ایک ہی وقت میں یا اس سے کچھ پہلے جنسی لذت مکمل کر کے محظوظ ہوگی، اس حصے کے ساتھ کھیلنا ابتدائی اٹھکیلیوں (Fore-Play) کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد مجامعت کا آغاز ہوتا ہے۔

مداعبت یعنی چھیڑ چھاڑ کا مطلب ہوتا ہے قول وفعل سے دل بہلانا، لاڈ پیار کرنا، ہنسی مذاق کرنا، دراصل اس کا مقصد شہوت کو ابھارنا ہوتا ہے۔

مداعبت کی درج ذیل صورتیں ہیں:

1. باہم بوس و کنار ہونا اور خوبصورت بوسہ منہ کا ہوتا ہے، اسی طرح زبان چوسنا بھی جائز ہے۔
2. عورت کے پستانوں کو سہلانا، اس سے عورت کی شہوت بھڑک اٹھتی ہے۔
3. میاں بیوی کا ایک دوسرے کے عضو کو چھیڑنا اور گد گدانا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے میاں بیوی کے ایک دوسرے کے اعضاءِ تناسل کو چھونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ مجھے امید ہے، انھیں اس کا بہت زیادہ اجر ملے گا۔

تاہم عورت کے بظر کو چھیڑنا ان تمام چیزوں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، بظر سے مراد وہ چھوٹا سا مرغ کی کلغی جیسا حساس ترین عضو ہے جو عورت کی اندام نہانی کے بالائی حصے پہ ہوتا ہے اور یہ مردوں میں قضیب کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ ایک عام بات ہے کہ عورت کے بظر اور اس کو دبانا اسے شہوت کی آخری حدوں تک لے جاتا ہے اور اس وقت وہ مکمل طور پر مرد کے سامنے ڈھیر ہو جاتی ہے۔

4. مباشرت۔ مباشرت کا معنی ہے ایک دوسرے کے ساتھ جسم ملانا، میاں بیوی کا معانقہ کرنا اور ایک دوسرے میں ضم ہو جانا۔ زبانی چھیڑ چھاڑ سے مراد ہے کہ میاں بیوی ایسی گفتگو کریں جس میں ایک دوسرے کی ملاقات کا شوق اور ایک دوسرے کے لیے محبت و چاہت کا اظہار ہوتا ہو۔

ان ابتدائی تیاریوں اور مقدمات کے بعد میاں بیوی جماع اور ہم بستری کے لیے مکمل تیار ہو جاتے ہیں اور پھر عفت و پاکدامنی کی چادر اوڑھ کر ایک دوسرے سے بھرپور محظوظ اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

میاں بیوی کے درمیان اس طرح کا لاڈ پیار، چھیڑ چھاڑ، دل لگی و دلبستگی کا ہونا ایک فن اور ہنر کی حیثیت رکھتا ہے، جس پر ازدواجی زندگی کے تسلسل اور وجودِ لذت کا دارومدار ہے۔

عورت بھی آدمی میں وہی چیز پسند کرتی ہے جو آدمی عورت میں چاہتا ہے، اگر وہ اچانک اس کے پاس آئے تو اس کی خواہش پوری ہونے سے پہلے ہی اپنی خواہش پوری کر کے چلتا بنے گا، جس کے نتیجے میں عورت الجھنوں کا شکار یا پھر اپنا دین خراب کر بیٹھے گی۔ تمام تر بھلائی اور خیر صرف سنت طریقے میں ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ آدمی جب عورت کے پاس آئے تو پہلے میٹھی میٹھی گفتگو کرے، اس کے ساتھ دل لگی کرے، اس کے ساتھ ہم آغوش ہو، پھر اپنی خواہش پوری کرے۔

5 جماع:

مجامعت سے مراد ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ (کھیتی) میں آگے پیچھے دائیں بائیں جس سمت سے چاہے دخول (Coitus) کرے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس جہاں سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔''[1]

فرمان نبوی ہے:

''آگے سے ہو یا پیچھے سے جب تک شرمگاہ میں ہو۔''

اور یہ بھی سنت ہے کہ کمرے میں اس کے ساتھ بیوی کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ''جب ان کو اہلیہ کی ضرورت ہوتی تو شیر خوار بچے کو بھی کمرے سے نکال دیتے۔''

❁ پردہ بکارت۔

شیخ علی محفوظ اپنی کتاب ''الإبداع في مضار الابتداع'' میں لکھتے ہیں:

---

[1] [البقرۃ: 223]

''پردہ بکارت کو ہاتھ سے پھاڑنا ایک قبیح عادت اور بھیانک بدعت ہے، اس میں ایک طرف تو سنت کی مخالفت ہے اور دوسری طرف یہ دلہن کے لیے تکلیف اور بانجھ پن کا سبب بنتا ہے، اور غالباً رہقان کی بیماری بھی اسی وجہ سے لگتی ہے، تاہم یہ تمام تر نقصان اور ضرر ہے جس کا حرام ہونا مخفی نہیں۔''

عورت کی شرافت اور پاکدامنی پرکھنے کا بہانہ بھی کسی صورت میں اس طریقے کو جائز نہیں کرسکتا۔ وہ عورت جس کی دینداری اور اچھی پرورش اسے غلطیوں سے بچا نہیں سکتی اس کے لیے خاوند کو شب زفاف میں دھوکا دینا کوئی مشکل کام نہیں، یہ حیلے اور طریقے ڈاکٹروں، دائیوں اور برے لوگوں کو بڑی اچھی طرح یاد ہیں اور ان کا وہی اثر ہوتا ہے جو پردہ بکارت کے ازالے کے وقت خون بہنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری طرف پردہ بکارت کی ہر ایک کے ہاں مختلف حالت ہوتی ہے، کسی کا یہ پردہ انتہائی رقیق ہوتا ہے، جو محض شدید حرکت یا کسی سخت چوٹ کی وجہ سے پھٹ جاتا ہے، جبکہ لڑکی کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اسے سہاگ کی رات علم ہوتا ہے کہ اس کا پردہ پھٹ چکا ہے، پھر ایک ایسی شرمندگی اور عار اس کا مقدر بن جاتی ہے جس سے وہ بالکل بری ہوتی ہے۔

کچھ عورتوں کے پردے چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے پھٹ جانے کے کچھ عرصہ بعد پھر صحیح ہوجاتے ہیں اور دوبارہ جڑ جاتے ہیں اور کچھ ایسے پردے ہوتے ہیں جو کثرتِ استعمال کے باوجود کسی صورت نہیں پھٹتے، پھر ولادت کے وقت کہیں جا کر پھٹتے ہیں، کبھی عورت حاملہ بھی ہوجاتی ہے اور پردہ بکارت سلامت رہتا ہے۔

لہٰذا میاں بیوی کو صرف پردہ بکارت ہی کو پاکیزگی کا معیار سمجھ کر اس کے ساتھ چمٹے نہیں رہنا چاہیے، بلکہ طہارت کا صرف ایک ہی معیار ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ''دیندار کو حاصل کرنا۔''

جماع کے اوقات:

مجامعت رات کے پہلے پہر بھی ہوسکتی ہے اور آخری پہر بھی، لیکن پہلا وقت زیادہ مناسب ہے، کیونکہ آخری وقت کے عکس پہلے پہر غسل کے لیے کافی وقت بچ جاتا ہے،

جبکہ رات کے آخری پہر وقت کم ہوتا ہے، لہٰذا فجر کی جماعت ضائع ہونے یا نماز کا وقت نکل جانے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح رات کے آخری پہر تک سوئے رہنے کی وجہ سے منہ یا ناک کی بو بھی بدل جاتی ہے، جو کراہت کا سبب بن سکتی ہے۔

جماع کا بہترین وقت نماز کے تھوڑی دیر بعد کا وقت قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس وقت میاں بیوی ذہنی اور جسمانی طور پر پرسکون ہوتے ہیں اور بعد میں تھوڑی سی نیند بھی لی جا سکتی ہے، اس کا ایک اپنا ہی لطف اور مزہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر جماع سے پہلے غسل یا وضو کر لیا جائے تو جسم ہشاش بشاس اور تیار ہوجاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''آلہ تناسل کو دھو لینا اسے مضبوط اور تر و تازہ رکھتا ہے۔''

خواب گاہ میں:

پیارے بھائی! تمھیں یہ علم ہونا چاہیے کہ شب زفاف میں بیوی کے پاس آنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ فرمان نبوی ہے کہ جب کوئی شادی کرے یا غلام خریدے تو اس کی پیشانی پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِهَا وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَ عَلَیْهِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَ عَلَیْهِ)) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور فطری خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی اور اس کے فطری شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

یہ بھی یاد رہے کہ رخصتی کے وقت اور شادی کے ابتدائی ایام میں اور بعد میں بھی نماز باجماعت کسی صورت ترک نہیں کرنی چاہیے۔

خاوند کے ساتھ اٹھکیلیاں اور پیار کرنا:

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت اسماء بنت یزید بن سکن سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ کا بناؤ سنگھار کر کے انھیں رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1918]

کیا، پھر میں نے رسول کریم ﷺ کو ان کی جلوہ آرائی کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی، آپ ﷺ تشریف لائے اور ان کے روبرو بیٹھ گئے، آپ کو ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے اس سے کچھ دودھ تناول فرمایا، پھر حضرت عائشہ کو پیش کیا، انھوں نے شرم کے عالم میں اپنا سر جھکا لیا۔

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے انھیں ڈانٹ کے انداز میں ٹھوکا دیا اور کہا: رسول کریم ﷺ کے ہاتھ سے لے لو، تو انھوں نے اسے پکڑا اور تھوڑا سا دودھ پیا، پھر ان سے رسول کریم ﷺ نے کہا: اپنی ہم جولی کو بھی دو۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، بلکہ آپ خود پکڑیں اور تناول فرمائیں، پھر اپنے ہاتھ سے مجھے پکڑائیں، آپ ﷺ نے اس پیالے کو لیا اور اس سے کچھ دودھ پیا اور پھر مجھے پکڑا دیا، وہ کہتی ہیں کہ میں بیٹھ گئی، پھر اس کو اپنے گھٹنے پر رکھ لیا، پھر میں اس کو گھمانے لگی اور اپنے ہونٹوں کو اس جگہ رکھنے لگی جہاں سے آپ ﷺ نے پیا تھا تاکہ میں بھی آپ کی برکت سے کچھ حصہ لے لوں، پھر آپ نے وہاں حاضر عورتوں سے کہا کہ وہ بھی اسے پکڑیں تو وہ کہنے لگیں: ہمارا دل نہیں چاہ رہا۔ آپ نے فرمایا: ''بھوک اور جھوٹ کو ایک جگہ اکٹھا نہ کرو۔''[1]

لہٰذا خاوند کے لیے بیوی کے پاس آتے وقت اس کا دل بہلانا ایک اچھا عمل ہے اور کوئی نہ کوئی چیز ضرور پیش کرنی چاہیے، چاہے کچھ پینے کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور ساتھ ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بھی مستحب ہے۔

جماع کے وقت بسم اللہ کہنا اور دعا پڑھنا:

جسمانی ملاپ سے پہلے دعا پڑھنا بھی سنت رسول ﷺ ہے۔ امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی اپنی اہلیہ کے پاس جماع کے لیے آئے اور یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا))[2]

---

❶ مسند أحمد، رقم الحديث [27044] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3298]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5165] صحيح مسلم، رقم الحديث [1434]

''اللہ کے نام سے، اے اللہ! مجھے اور جو تو مجھے عطا کرے، اس کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھنا۔ پھر اگر ان کی قسمت میں (اس ملاپ کے نتیجے میں) اولاد ہوئی تو شیطان کبھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے کہ بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اور ہر حال میں اس کی برکت ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے شیطان سے اس کی پناہ میں آنا چاہیے، کیونکہ شیطان کسی وقت بھی انسان سے علاحدہ نہیں ہوتا، مگر جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ اگر آدمی جماع کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس وقت وضو کر لینا سنت ہے، جب کہ غسل کرنا افضل ہے، اور میاں بیوی دونوں ایک ساتھ بھی غسل کر سکتے ہیں۔

[4] شادی میں ہونے والی خلاف ورزیاں

شادی کی تقریبات میں درج ذیل شریعت کی خلاف ورزیاں پائی جاتی ہیں:

1. مہر میں گرانباری اور تقریبات میں فضول خرچی۔
2. عقد سے پہلے محرم کی غیر موجودگی میں منگیتر کے ساتھ خلوت گزینی۔
3. بہت سی جگہوں پر مرد وزن کا اختلاط خاص طور پر جب خاوند بیوی کے پاس جاتا ہے۔
4. گانا بجانا اور لاؤڈ سپیکرز کا استعمال۔
5. میاں بیوی کا اکٹھا فوٹو سیشن کروانا، یادگاری تصویریں اتارنا اور لٹکانا۔
6. ڈھول ڈھمکے اور باجے گاجے کا استعمال جبکہ صرف دف بجانے کی اجازت ہے۔[1]
7. رت جگا، ساری رات کھیل تماشے اور گلوکاروں کے گانوں پر آلات موسیقی کا استعمال، لہٰذا تادیر سوئے رہنے کی وجہ سے نماز فجر ضائع ہو جاتی ہے۔
8. عورتوں کا مردوں کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے بے حجاب ہو کر پھرتے رہنا، حالانکہ عورت سراسر پردے میں رہنے کی چیز اور فتنہ ہے۔

[1] دف چھلنی کے فریم کی طرح یک طرفہ بجانے کا ایک آلہ ہوتا ہے، جبکہ ڈھول کی دونوں جانب چمڑا چڑھا ہوتا ہے اور اسے دونوں اطراف سے بجایا جاتا ہے۔

9. ڈھولکیوں اور گانے بجانے والیوں کا زرکثیر صرف کر کے انتظام کرنا۔
10. عورتوں کا انتہائی تنگ، چست، باریک اور مختصر لباس پہننا جس کی وجہ سے وہ لباس پہن کر بھی برہنہ ہی محسوس ہوتی ہیں۔
11. آدمی کا سونے کی انگوٹھی اور بریسلٹ پہننا اور یہ سمجھنا کہ یہ میاں بیوی کے درمیان تعلق مضبوط رکھنے کا ایک ذریعہ ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط اعتقاد ہے۔
12. زمانہ جاہلیت کہ یہ کلمات "بِالرَّفَاءِ وَالْبَنِيْنَ" کہہ کر شادی کی مبارکباد دینا، جبکہ مبارکباد کے لیے سنت الفاظ یہ ہیں:
((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ))
13. ماہ نوشین یعنی ہنی مون منانے کے لیے باہر جانا۔
14. بہت زیادہ کرائے ادا کر کے شادی ہالز اور ہوٹلز بک کروانا۔
15. داڑھی منڈوا کر زیب و زیبائش اختیار کرنا، حالانکہ داڑھی مردوں کے لیے جمال اور زینت ہے۔
16. عورتوں کا بھنویں بنوانا، جو حرام اور لعنت کا سبب ہے۔
17. بعض عورتوں کا ناخن بڑھا کر نیل پالش لگائے رکھنا۔ حالانکہ ناخن بڑھانا فطرت کے خلاف ہے اور انھیں کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، جب نیل پالش لگی ہوئی ہو تو وضو کرتے وقت پانی جلد تک نہیں پہنچ پاتا۔
18. لباس تیار کروانے، نت نئے فیشن کے مطابق ان کی ڈیزائننگ اور تزیین و آرائش کرنے اور شہرت کا لباس بنوانے کے لیے فضول خرچی کرتے ہوئے غیر معمولی رقم خرچ کرنا۔
19. مسلمان عورتوں کا بدکار رقاصاؤں کے ساتھ رقص کرنے، جسم کو مٹکانے، کندھوں کو ہلانے اور سینے و پشت کے زیر و بم ہلانے میں مشابہت اختیار کرنا۔ فرمان نبوی ہے:
''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہوگا۔''[1]
20. عورتوں کا مردوں کی طرح بال چھوٹے کروانا اور مردوں کا عورتوں کی طرح بال بڑھانا۔

---
[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031] مسند أحمد [50/2]

21 عورت کے سر پرست کا خاوند سے (یا دولہے کے والدین کے دلہن کے ماں باپ وغیرہ سے) ایسی اشیاء کا مطالبہ کرنا جو اس کی دسترس سے باہر ہوں، جس نکاح میں اخراجات کم ہو وہ برکت والا ہوتا ہے۔

22 حاضرین کا ایک دوسرے کی چغلی کھانے، غیبت کرنے اور لوگوں کی عزتیں اچھالنے میں مصروف رہنا۔

23 مووی بنانا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی عزتیں ننگی ہوجاتی ہیں۔

24 شب زفاف کو زوجین کا شرعی آداب اور دعاؤں کا التزام نہ کرنا۔

25 بیوٹی پارلرز اور صالون میں جانا، جس کے بہت سارے دینی، بدنی اور مالی نقصانات ہوتے ہیں۔

26 اہل مغرب کی شادی کی رسومات اور تقریبات میں تقلید کرنا، حالانکہ ہمیں ان کی تقلید کرنے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔

[5] انحراف کے مظاہر اور بری عادتیں

جو لڑکی صحیح منہج اور طریقے کو جانتی ہے وہی ایک منفرد اور ممتاز لڑکی ہوتی ہے، کیونکہ وہ زندگی گزارنے کا ایک واضح ڈھنگ رکھتی ہے۔ یقیناً زندگی میں بہت سارے ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو عجیب وغریب رویوں کے مالک اور بری عادتوں کے عادی ہوتے ہیں، ان جیسی علتوں میں پڑنے سے بالکل گریز کرنا چاہیے۔ یہاں ہم بطور تنبیہ ان مظاہر کا ذکر کرتے ہیں، یہ صرف لڑکی کے لیے ہی نہیں بلکہ لڑکے کے لیے بھی قابل شرم اور برے کام ہیں۔ شاعر کا کہنا ہے:

عَرَفْتُ الشَّرَّ لَا لِلشَّرِ لِتَوقِّيهِ
وَمَنْ لَا يَعْرِفُ الشَّرَّ مِنَ الْخَيْرِ يَقَعُ فِيْهِ

''میں نے برائی میں پڑنے کے لیے نہیں، بلکہ اس سے بچنے کے لیے اس کو جانا ہے اور جو شر کی پہچان نہیں رکھتا وہ اس میں مبتلا ہوسکتا ہے۔''

جس طرح حضرت عمر کا قول ہے:

''جو جاہلیت کو نہیں پہچانتا وہ اسلام کو بھی نہیں پہچانتا۔''

1. بعض عورتوں کا کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں کے پاس عملیاتِ محبت وغیرہ کے لیے جانا۔ اس مسئلے کا حکم دو صورتوں میں ہے:

ا۔ اگر وہ انھیں سچا سمجھتے ہوئے ان کے پاس جائیں تو یہ کفر ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''جو کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ وحی کے ساتھ کفر کیا۔''[1]

ب۔ ان کی تصدیق کیے بغیر صرف ان سے پوچھنا، ایسا کرنے سے آدمی کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی، فرمان نبوی ہے:

''جو نجومی کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''[2]

2. فیشن، بالوں کے اسٹائل اور دیگر معاملات میں جو کچھ بھی مشرق یا مغرب سے آئے اس کی اندھی تقلید کرنا۔ ایسا کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی، وہ انھی میں سے ہے۔''[3]

3. بغیر کسی شرعی سبب کے کافروں کے ملکوں میں جانا اپنے لیے باعث افتخار سمجھنا یا دوسروں کا اسے پسند کرنا۔ فرمان مصطفی ﷺ ہے:

''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔''[4]

4. بعض دیندار خواتین و حضرات سمجھتے ہیں کہ مغرب کی مرعوبیت سے چھٹکارا پانا بدعی رواجات کو فروغ دینے اور کتب تصوف کے مطالعے سے ممکن ہے، حالانکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

---

1. مسند أحمد [429/2]
2. صحيح مسلم، رقم الحديث [2230]
3. سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]
4. إرواء الغليل [1207]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔''[1]

5. بعض نوجوان لڑکیوں کا شرعی محبت کو، جو اللہ کے لیے ہوتی ہے، چھوڑ کر غیر شرعی محبت کو اپنانا خواہ وہ جیسی بھی ہو۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾

[الزخرف:67]

''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔''

6. بعض لڑکیوں کا نماز کے مسئلے میں سستی کا شکار ہونا یا بالکل ہی ادا نہ کرنا، یا پھر غیر شرعی انداز میں ادا کرنا، جیسے تاخیر کرنا، سوئے رہنا، یا جلدی جلدی ادا کر لینا۔ فرمان مصطفیٰ ہے:

''آدمی اور شرک و کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے۔''[2]

اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

7. زچہ یہ سمجھتی ہے کہ نماز چالیس دن گزرنے سے پہلے جائز نہیں ہوتی، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ جب وہ پاک ہو جائے اور غسل کرے تو نماز کی ابتدا کر دے، چاہے ابھی چالیس دن نہ گزرے ہوں۔

8. ایسے کپڑوں میں نماز پڑھ لینا جن پر ذی روح اشیاء کی تصویریں ہوں، ایسی نماز جائز نہیں، لیکن اگر انسان ایسے کپڑے میں نماز پڑھ لے، جن پر جانوروں کی تصویریں ہوں تو نماز حرام ہونے کے باوجود ادا ہو جائے گی۔[3]

9. نقاب کا رواج ایک بری عادت ہے، جو عورتوں میں پھیل چکی ہے، عورتیں سکارف اوڑھ کر آنکھیں ننگی کر دیتی ہیں اور پرفتن انداز میں مردوں کے درمیان گھومتی رہتی ہیں، یہ چہرہ ننگا کرنے کی ابتدا ہے۔ فرمان نبوی ہے: ''عورت سرتاپا پردہ ہے۔''[4]

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [2550] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1718]
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث [82]
3. فتوی اللجنة الدائمة [486/1]
4. إرواء الغلیل [273]

(10) بعض عورتیں گاڑی میں بیٹھتے وقت یا گھر سے باہر نکلتے ہی چہرہ ننگا کر لیتی ہیں، حالانکہ عورت کا چہرہ بھی پردہ ہے۔

(11) جہاز پر سوار ہوتے ہی حجاب، اوڑھنی یا عبایہ کو اتار پھینکنا گویا یہاں اس کا رب اور ہے اور وہاں کوئی دوسرا، جس کی یہ بندگی کرتی ہے!

(12) بعض عورتوں کا، اس دلیل کے ساتھ کہ وہ نرسیں یا لیڈی ڈاکٹر ہیں، حجاب اتارنے کو حلال سمجھنا۔

(13) عورتوں کا شاپنگ کے لیے بہ کثرت گھروں سے باہر نکلنا، حالانکہ فرمان خداوندی ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

[الأحزاب: 33]

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے، اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

(14) بعض عورتوں کا مسلم لیڈی ڈاکٹرز کو تلاش کیے بغیر ہی مرد ڈاکٹرز سے معائنہ کروانا۔

(15) بعض عورتوں کا ڈرائیورز اور خادموں کے سامنے اس طرح آنا اور ان کو مخاطب کرنا گویا وہ محرم لوگ ہیں۔

(16) بعض لڑکیوں کا خوشی کے مواقع پر اتاری گئی تصویریں اور ویڈیوز کا بطور یادگار باہمی تبادلہ کرنا، حالانکہ یہ دو طرح سے حرام ہے: (1) بغیر شرعی ضرورت کے تصویر بنانا۔ (2) عزتیں ننگی کرنا اور عورتوں کی تصویریں نشر کرنا۔

(17) بعض لڑکیوں کا ایسے نوجوان کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرنا جو نیک ہوں، محض اس حجت کی بنا پر کہ وہ اپنی زندگی الجھنوں کا شکار نہیں بنانا چاہتی، حالانکہ رسول

کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو، وگرنہ زمین میں فتنہ فساد برپا ہو جائے گا۔''[1]

18. یہ زعم رکھنا کہ تعلیمی سندیں عورت کا ہتھیار ہیں اور مزید سندوں کے حصول کی خاطر نکاح کو ٹالتے رہنا، حالانکہ اس کا خلاف سنت ہونا بالکل ظاہر ہے۔

19. خاوند کی معروف میں فرمانبرداری نہ کرنا، حالانکہ فرمانبرداری واجب ہے۔ نیز خاوند پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: 286]

''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔''

20. بعض ماؤں کا اپنی اولاد کو نوکرانیوں کے سپرد کر کے خود فضول کاموں میں مشغول رہنا، یہ فرض سے کوتاہی ہے۔

21. چغلی اور غیبت کی مجلسیں برپا کرنا جو حرام اور منع ہے۔

22. فضول مشغلوں میں منہمک رہنا، جیسے فحش رسالوں میں خط و کتابت کرنا، رقص کرنا، گانے سننا، ٹکٹیں جمع کرنا وغیرہ، مومن کو وقت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

23. بناؤ سنگھار، میک اپ، فیشن اور بال بنوانے کے پیچھے لگے رہنا، نہ قرآن کی تلاوت کرنا اور نہ نوافل ادا کرنا۔

24. بعض عورتوں کا زائد از ضرورت بہادری کا مظاہرہ کرنا، جیسے وہ آدمی ہوں، رسول کریم ﷺ نے مرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

25. بعض عورتوں کا دوکانداروں اور ڈرائیوروں کے ساتھ گپ شپ لگانا، فرمان ربانی ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ [الأحزاب: 32]

''تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور

---

[1] إرواء الغليل [1868]

وہ بات کہو جو اچھی ہو۔‘‘

26. بعض طالبات اور لڑکیوں کا گلیوں میں گروہوں کی شکل میں مٹک مٹک کر لہراتے ہوئے چلنا، بلند آواز میں قہقہے لگاتے ہوئے شور مچانا اور دیگر نامناسب حرکتیں کرنا، حالانکہ عورت کو اپنی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

27. ٹیلویژن اور رسالوں میں عورتوں کو کمرشلز اور اعلانات کے لیے استعمال کرنا۔

28. بے چاری عورت کو فضائی مہمان نواز بنا دینا، جس کو کوئی سکون نہیں، کوئی اس کا خاوند نہیں اور کوئی اس کا گھر نہیں!

29. بعض عورتوں میں غیرت کا نہ ہونا اور خاوندوں کو خلوت یا ناجائز جلوت میں نوکرانیوں کے سپرد کر دینا۔

30. بعض بیویوں کا غیرت سے تہی دامن ہونا اور خاوند کو فلمیں، ڈرامے، یا شادی کی تصویروں والے جرائد دیکھتے وقت بالکل غیرت میں نہ آنا، ہوسکتا ہے خاوند کو کوئی پسند آ جائے اور اس کے لیے یہ مصیبت کا پیش خیمہ بن جائے!

31. بعض عورتوں کا اپنے خاوند پر شادی بیاہ کی تقریبات میں بالکل غیرت نہ کھانا، جب وہ سٹیج پر بنی سنوری عورتوں کو دیکھ رہا ہو تو ہوسکتا ہے کوئی اس کے دل میں جگہ بنا لے، اللہ اپنی پناہ میں رکھے!

32. گلوکاروں، اداکاروں اور کھلاڑیوں کی تصویریں آویزاں کرنا۔ کاپیوں، بستوں اور کمروں میں ان کی تصویریں سجانا وغیرہ۔ فرمان نبوی ہے:

’’جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔‘‘[1]

33. بعض لڑکیوں کا بعض گلوکاروں کی آوازوں کی نقل اتارنا، گانوں کے بول اور سُر یاد کرنا اور ان سے مرعوب رہنا، جبکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

’’آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔‘‘[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1999] صحيح مسلم، رقم الحديث [2107]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5816]

کیا کوئی مسلمان عورت یہ پسند کرے گی کہ روزِ قیامت ان فاسق لوگوں کے ساتھ اٹھائی جائے؟

34 بعض عورتوں کا بذات خود گانے اور فلموں کی کیسٹیں خریدنا، یہ اخلاقی گراوٹ کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

35 فلمیں دیکھتے دیکھتے تادیر جاگتے رہنا۔

36 بعض عورتوں کا فٹنس کلب اور مالش گھروں میں جانا۔ ان جگہوں میں عزتیں ننگی ہوتی ہیں، حرام کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے، مسلسل ناجائز کام کیے جاتے ہیں اور مغرب کی تقلید کی جاتی ہے، چاہے وہاں عورتیں ہی ہوں۔ مسلمان لڑکی کو بگاڑنے کا یہ جدید ترین طریقہ ہے۔ کیا اس پر فاتحہ پڑھ لی جائے؟!

37 پینٹ کا استعمال جو بے حیائی اور فحاشی کے علمبرداروں کا امتیازی نشان ہے۔ فرمان نبوی ہے: ''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہے۔''[1]

38 ایسی فراکیں اور بلوز پہننا جن پر مردوں، عورتوں اور جانوروں کی تصویریں ہوتی ہیں اور گھٹیا قسم کی عبارتیں لکھی ہوتی ہے۔

39 وگ کا استعمال کرنا، کیونکہ بالوں کے ساتھ بالوں کو ملانا حرام ہے۔ نیز اس میں کافر عورتوں کی تقلید ہوتی ہے۔

[6] کامیاب شادی

شادی کا موضوع ایسے بنیادی اجزاءِ ترکیبی پر مشتمل ہے جن کا خاص طور پر میاں بیوی میں پایا جانا از حد ضروری ہے۔ ان کا مقصد شادی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اور باہمی تعلق کو محبت اور رحمدلی کی فضا میں قائم دائم رکھنا ہے۔ یہ اجزاء و لوازم کچھ شرعی ہیں، کچھ انسانی اور معاشرتی، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❀ برابری:

زوجین کے درمیان برابری ایک ایسی حالت ہے جو ان کے باہمی تعلق کو متوازن

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

شکل میں برقرار رکھتی ہے اور ازدواجی ڈھانچے اور قالب کو گرنے اور تباہ ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ برابری میں ایسے بہت سے اہم موضوعات پر بحث ہوتی ہے، جن کا مقصد میاں بیوی کے درمیان ہر طرح کی تفریق اور مصلحتی قدروں اور حالات کا ازالہ کرنا ہوتا ہے، خصوصاً اکثر مادی اور اخلاقی پہلو میں مرد یا عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، بہر کیف برابری میں سب سے زیادہ اہمیت دینی برابری کو دی جاتی ہے، جس کا میاں بیوی میں پایا جانا شرعاً مطلوب اور واجب ہے۔

پھر بھی برابری میں کچھ ایسے اوصاف بھی زیرِ غور رہتے ہیں جنھیں اگرچہ شریعت شادی سے رکاوٹ تسلیم نہیں کرتی، لیکن ان کا میاں بیوی کے تعلق پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ جیسے خاوند فقیر و مفلس ہو اور بیوی امیر، یا خاوند ناخواندہ ہو اور بیوی تعلیم یافتہ۔ یا پھر خاوند وضیع اور پنچ ہو اور بیوی شریف واصیل، خاوند بے روزگار ہو اور بیوی برسرِ روزگار۔

❁ مفاہمت:

ازدواجی تعلقات میں انسان کو مفاہمت اور اتفاقِ رائے کے ساتھ پرسکون انداز میں بات چیت اور بحث مباحثے کی صلاحیت کا مالک ہونا چاہیے، اسی طرح نفسیاتی ہیجان، اعصابی تناؤ اور زود رنجی کی حالتوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے، جب میاں بیوی کے درمیان نفسیاتی ہم آہنگی اور آپس میں گہری محبت اور رحم دلی کا مکمل احساس ہو، جو شادی کا لازمی نتیجہ ہے، تو عموماً مفاہمت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

حالتِ مفاہمت میاں بیوی سے درج ذیل امور کا تقاضا کرتی ہے:

ا۔ حسن سلوک: زندگی کے کٹھن سفر میں انسان کو ایک ایسی غمخوار شریک حیات کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے لیے گوشہ سکون ہو اور مصائب میں ڈھارس۔ ان تعلقات کے استمرار اور تسلسل کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور اسلامی اہداف و آداب کے مطابق پیش آنا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''محبت حسن سلوک سے برقرار رہتی ہے۔''

باہمی محبت حسن سلوک کی بنیاد ہونی چاہیے، کیونکہ یہ ازدواجی رشتے اور خانگی عمارت کو مضبوط رکھتی ہے اور میاں بیوی کو خود پسندی، بدگمانی اور بے جا غیرت اور کراہت سے دور رکھتی ہے۔

ب۔ دست بردار ہو جانا: عام تعلقات میں اپنا حق چھوڑ دینا اور دست برداری اختیار کرنا، اگر ایک لائق ستائش کام ہے تو ازدواجی تعلق میں از حد قابل تعریف۔ کیونکہ دست برداری کا مطلب ہوتا ہے کہ انسان اپنی ذاتیات اور خواہشات کو تج دے اور یہ کوئی آسان کام نہیں، کیونکہ ہر انسان اپنی رائے اور موقف پر ڈٹا رہتا ہے اور حالت توازن انھی قوتوں پر برقرار رہتی ہے جو قوت اور صلابت کے معیار کے ساتھ مرتبط ہوں، لیکن ازدواجی تعلق میں عموماً قوت کا معیار آدمی ہی کے حق میں جاتا ہے، لہٰذا یہاں دست برداری کی قدر و قیمت واضح ہو جاتی ہے۔

ازدواجی سرپرستی آدمی کے ہاتھ میں ہے اور شارع مقدس نے یہ قوت اس کے ہاتھ میں سونپی ہے، لہٰذا آدمی کو یہ قوت عقل و منطق کے مطابق استعمال کرنی چاہیے۔ زوجین کو علم ہونا چاہیے کہ دست برداری اس مشکل کا ابتدائی مگر منطقی حل ہے جو ازدواجی جسم کو تباہی سے دو چار کرنے والے سانحوں کو روک سکتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ تنازل اور دست برداری کا یہ بالکل مطلب نہیں کہ آدمی اپنے غلط ہونے کا اعتراف کر کے اپنی بات چھوڑ دے، بلکہ تنازل کا مطلب ہے آدمی جس موقف کو صحیح سمجھتا ہو اسے چھوڑ دے تاکہ شادی کے بلند تر محل کو محفوظ رکھ سکے،

لیکن یہ تنازل کسی دینی قدر یا اخلاقی ادب کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ آدمی اگر تنازل اور دست برداری اختیار کرے تو ایک طرح کی ہزیمت، ناکامی کا احساس یا پھر ازدواجی قالب کی حرمت کے متعلق کج فہمی کا شعور پیدا ہو جاتا ہے لیکن شادی برقرار رکھنے لیے اگر کوئی شخص تنازل اور دست برداری پر آمادہ ہو جائے تو ایسا شخص ایک عقلمند اور مضبوط فرد ہوتا ہے۔ مقابلے میں یہ تنازل دونوں اطراف سے ہونا چاہیے، تاکہ زندگی کی گاڑی امن اور توازن کے ساتھ چلتی رہے۔ اگر ایک فرد ہمیشہ نیچا ہو جائے اور دوسرا سر چڑھتا جائے تو یہ بھی ایک دن تعلق ختم ہونے کی ایک طرح کی پیشگی دھمکی ہے۔ لہٰذا میاں بیوی کو لباس و طعام کے سرسری معاملات کی اتنی تفتیش نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کو اختلافات کا نقطہ آغاز بنانا چاہیے، جو انجام کار ان کے مضبوط تعلق کو ختم کر دیں۔

ازدواجی زندگی سعادت و شقاوت، خوشی و غم، خوشحالی اور تروتازگی کے مدو جزر کے درمیان رہتی ہے، میاں بیوی خوشدلی سے زندگی کے بوجھ اٹھانے میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، اس لیے کوئی بھی فرد تنازل اور پیچھے ہٹ جانے کو احسان سے تعبیر نہیں کر سکتا، کیونکہ اس طرح کا انداز فکر ازدواجی تعلق بگاڑتا ہے، سنوارتا نہیں۔

ج۔ لچک: خانگی زندگی میں بڑی بڑی مشکلات عموماً چھوٹے چھوٹے معاملات سے پیدا ہوتی ہیں، پھر بڑھتے بڑھتے مشکلات کے پہاڑ بن جاتے ہیں، نرمی اور لچک سے پیش آنے میں تعلقات کو دوام بخشنے کے سلسلے میں قابل قدر کامیابی ہوتی ہے۔ غلطیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے بڑے بڑے تکلیف دہ اور نازک حالات کو بھی لچک اور نرم خوئی آسانی سے جذب اور ہضم ہونے والے حالات میں تبدیل کر دیتی ہے۔

ابتدا میں ہم کہتے ہیں کہ میاں بیوی اکثر غلطیوں اور منفی نقائص سے صرف نظر کریں اور جھڑپوں سے بچیں۔ لچک اپنے وسیع تر معانی کے مطابق اس لیاقت اور صلاحیت کا نام ہے جو مقاصد کے حصول کے لیے ذہانت، سمجھداری یا پھر تعریف و مدح سرائی اور سرزنش وغیرہ کی طرح مختلف حالات میں مختلف طریقے استعمال کرنے پر قادر ہو، خاص طور پر خاوند

کو یہ صفت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور اپنی بیوی کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آنا چاہیے۔ معاملات میں لچک اور نرمی کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ خاوند ہر بات کو قبول کر لے، بلکہ یہ خوبی آدمی کو موضوع تبدیل کرنے، یا ہنسی مذاق کے انداز میں مبہم سا وعدہ کر کے بات گول مول کر دینے کے فن سے آشنا کرتی ہے۔

اگر معاملات کو بڑی سنجیدگی سے لیا جائے یا فریق مقابل کی رائے پر جارحانہ انداز میں حملہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ نفرت اور جھگڑے کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ جب عورت اپنے قول وفعل میں نرم مزاج ہو تو وہ اپنے خاوند کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اپنی اس خوبی کی وجہ سے وہ اپنے خاوند کے غلط موقف کے لیے کئی بہانے تراش سکتی ہے اور پھر اس کی درست سمت راہنمائی کر سکتی ہے۔

قصہ مختصر:

دوسروں کے لیے عذر تلاش کرنا اور ان کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں اور لغزشوں سے صرف نظر کرنا اور لوگوں کے آپس کے تعلقات کی اکتاہٹ بھری تفتیش سے اجتناب کرنا، یہ ایسے کام ہیں جن کی اسلام نے ترغیب دلائی ہے اور ان صفات کو لوگوں کے درمیان عموماً اور میاں بیوی کے درمیان خصوصاً تعلقات قائم دائم رکھنے والی خوبیاں اور صفات شمار کیا ہے۔

چونکہ اسلامی تعلیمات بذات خود ان خوبیوں سے آراستہ ہیں اور انھیں اپنانے کی دعوت بھی دیتی ہیں، بلکہ انھیں دینی وابستگی میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام دیتی ہیں، اس لیے دین اسلام دیگر معاشروں پر چھائی ابتری کے عکس اسلامی معاشروں میں معاشرتی اور خاندانی وابستگی و پیوستگی قائم کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

عالم اسلام سیاسی، اقتصادی اور سائنسی انحطاط کے باوجود اسلامی تعلیمات اور اقدار کی قوت سے معاشرتی انتشار کے چیلنج کا مقابلہ کر رہا ہے۔ مغرب نے چونکہ دینی اقدار ایک طرف رکھ دی ہیں، اس لیے سائنس وٹیکنا لوجی میں ترقی کے باوجود وہ اخلاقی، خاندانی اور معاشرتی گراوٹ کی چکی میں پس رہا ہے۔ آج مغرب کے اہل فکر چیخ چیخ کر

اس تباہی کو روکنے کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ ان کے قوانین میں وہ لچک اور برابری کی بنیادیں ہی موجود نہیں جنھیں اسلام مدنظر رکھتا ہے۔

بیوی کو خوش رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

مرد عام طور پر شادی کے پہلے عشرے میں اپنی بیویوں کی نسبت جنسی معاملات میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں، جبکہ عورت میں جنسی رغبت خوابیدہ سی رہتی ہے۔

سمجھدار خاوند اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنی بیوی کی اس خوابیدہ خواہش کو وہ کس طرح بیدار کر سکتا ہے؟ لہٰذا وہ اس موضوع کے متعلق کافی حد تک معلومات تازہ کرتا رہتا ہے، تاکہ اپنی بیوی کے ساتھ خوبصورت اور عمدہ جنسی تعلقات اور خوشگوار لمحات برقرار رکھ سکے۔ جتنی زیادہ معلومات وہ حاصل کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کی بیوی خوش ہوتی ہے اور یہ اس میں زیادہ رغبت اور شوق پیدا کرتی ہیں، جیسے جیسے جنس کے متعلق زیادہ سنتی ہے، ایسے ایسے اس میں خاوند کے لیے رغبت پیدا ہوتی ہے۔

بیوی میں یہ جنسی رغبت پیدا کرنے کے لیے یہاں خاوندوں کے لیے مفید و مددگار نصیحتیں درج کی جاتی ہیں۔

[1] جنسی تعلق کے متعلق سب کچھ جانیں:

خاوند اپنی جنسی جبلت کے مجبور کرنے پر جنسی آسودگی حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کرتا ہے ضروری نہیں کہ اس کی بیوی کی جنسی پیاس بجھانے میں بھی وہ معاون ثابت ہو، جو محبت کرنا چاہتا ہے اسے زیادہ فیاض ہونا پڑتا ہے، کیونکہ ساتھی لینے کے بغیر کچھ نہیں دیتا۔ جنسی مہارت ایک کسبی چیز ہے جو محنت سے حاصل ہو سکتی ہے، لہٰذا خاوند کو یہ مہارت حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

تاہم یہ معاملہ جنسی توجہ اور واقفیت کا طالب ہے، جس کے لیے ان دونوں کے درمیان ان موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے، جن سے وہ شرم یا حد سے زیادہ ظاہر داری اور روکھے پن کی وجہ سے کتراتے رہتے تھے، موثر رابطے کا قیام ضروری ہے۔ یہاں خاوند

کو بھی اپنی انانیت چھوڑ دینے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے اور اپنی بیوی کو بھرپور لذت اور نشاط بخشنے کے لیے اپنی کچھ خواہشات کی قربانی دے دینی چاہیے، یہ قربانی اس کی قیمت سے کئی گنا زیادہ نفع آور ثابت ہوگی، کیونکہ اپنی لذت کو ایک منصوبے کے تحت قابو میں رکھ کر بیوی کو تسکین شہوت پہنچانا انسان کو کیف و مستی کی جانفزا وادیوں میں پہنچا دیتا ہے اور بیوی بھی آدمی کی ہر جنسی پکار پر لبیک کہتی ہے۔

آدمی محض چند منٹوں میں جنسی آسودگی حاصل کر لیتا ہے، لیکن عورت اس کے عکس آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے، پھر تدریجاً بڑھتی رہتی ہے، پھر کہیں جا کر بلندی کو چھوتی ہے۔

اکثر لوگ جو اپنی بیویوں کو منتہائے شہوت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے جنسی اعتبار سے سرد مہر قرار دیتے ہیں، درحقیقت وہ خود اس پریشانی کا سبب ہیں۔ جس لمحے عورت شہوت کی دنیا میں قدم رکھنے کے لیے تیار ہوتی ہے، اسی لمحے آدمی کو انزال ہو جاتا ہے اور ڈھیلا سا قضیب عورت کے پاس رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے اور وہ حصول لذت سے مایوس ہو جاتی ہے، اس طرح خاوند اس کو لطف اٹھانے کے حق سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو میاں بیوی کے جنسی تعلق میں اضطراب اور نفسیاتی و اعصابی عوارض کا عموماً سبب ہوتی ہے۔

[2] بیوی کی تسکینِ شہوت پر توجہ مبذول رکھیں:

عورت جنسی شہوت تک پہنچنے میں زیادہ وقت لیتی ہے۔ مرد کی نسبت عورت میں یہ معاملہ زیادہ گنجلک اور پیچیدہ ہوتا ہے، اس لیے جو خاوند اپنی بیوی کو جنسی آسودگی مہیا کرنے کے لیے زیادہ اہتمام اور توجہ دیتا ہے وہ درحقیقت اس کو جنس سے لطف اندوزی کا موقع فراہم کرتا ہے، جس کا ان دونوں کے جنسی اور جذباتی تعلق پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔

لہٰذا یہاں خاوند کو گرمیِ تعلق بحال رکھنے کے لیے بہت سارے معاملات پر دھیان دینا پڑتا ہے، وگرنہ اس کی بے حسی اور انانیت کے سبب تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔

مثلاً جنسی چھیڑ چھاڑ اور لاڈ پیار کے مرحلے کو عورت کھیل سے پہلے جسم گرم (Warm-up) کرنے کی مشق خیال نہیں کرتی، جس طرح بہت سے مردوں کا خیال

ہے، بلکہ وہ اسے کھیل کا اہم مرکزی حصہ خیال کرتی ہے، لہٰذا آدمی کو محض اس وجہ سے کہ اس کی خواہش اسے جلدی کرنے پر اکساتی ہے اس مرحلے کو عجلت سے طے نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے ان تمام جنسی مراحل کا علم ہونا چاہیے جن سے اس کی بیوی گزرتی ہے تاکہ مرحلہ وار اس کا ہاتھ تھام کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک کا سفر طے کر سکے۔

جنسی تعلقات کی کامیابی میں ان مقدمات اور ابتدائی تیاریوں کے کردار کی کامیابی کا انحصار اور ذمے داری سب سے پہلے مرد پر عائد ہوتی ہے۔ واقعاتی صورتحال اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ عورت اپنا کردار ادا کرنے میں اتنی ہی کامیاب ہوگی جس قدر اس کا خاوند ابتدا کرنے، اسے ردعمل پر ابھارنے اور اس کے خوابیدہ احساسات جگانے میں کامیاب ہوگا۔

[3] جلدی نہ کریں:

جنس ایک فن ہے جو بہت زیادہ وقت لے لیتا ہے، اس لیے خاوند کو جاننا چاہیے کہ اس کی بیوی کو جنسی انتہا تک پہنچنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے اور اس میں جتنا وقت وہ صرف کرے گا وہ یقیناً دونوں کے لیے ایک ساتھ مفید ہوگا۔ صرف عورت کی جنسی فطرت کا ادراک کر کے ہی، جو تدریجاً بھڑکتی ہے، آدمی اسے آسودہ اور لطف اندوز ہونے میں مدد فراہم کر سکتا ہے، اس لیے یہاں خاوند کو یہ سنہری نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنے کام میں جلدی نہ کرے، بلکہ یہ جاننے کی کوشش کرے کہ چھیڑ چھاڑ کے دوران میں وہ کس طرح محظوظ ہوسکتا ہے، یہی عورت کے جواب کی مرکزی چابی ہے۔

خاوند کی عجلت کی وجہ سے حقیر، کمزور اور فضول سے ملاپ سے، جو باہمی روحانی امتزاج اور ہم آہنگی کا گلہ گھونٹ دیتی ہے، مکمل طور پر محسوس کیے جانے والے ملاپ میں میاں بیوی کے لیے لطف کیشی اور لذت اندوزی کا وافر سامان ہوتا ہے۔

اس لیے خاوند کو اس بات کا مکمل احساس ہونا چاہیے کہ یہ معاملہ ہر چیز سے پہلے نفسیاتی اور حسی قرب، نگاہِ شوق اور تمنائے دید کا محتاج ہوتا ہے، جو صبر و تحمل کے بغیر ممکن نہیں۔

[4] اپنی بیوی کے ساتھ زندہ انسان کی طرح محبت کریں:

کوئی بھی انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ بے جان چیزوں کا سا سلوک کیا جائے۔ خاوند اگر اپنی بیوی کے ساتھ انسانوں جیسی محبت کرے تو اس کا دل جیت سکتا ہے، ان دونوں کی زندگی میں مشکلات اور بے قراریوں کا آغاز اسی وقت ہوجاتا ہے جب ان دونوں میں دوری اور ایسے امور درآئیں جو دونوں میں غیر مشترک ہوں اور جلد ہی عورت یہ محسوس کرنا شروع کر دیتی ہے کہ خاوند کے ساتھ صرف خواب گاہ میں ملاقات ممکن ہے۔ بہت سی عورتوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے۔ مثلاً ایک عورت کا کہنا ہے کہ ''میرا خاوند صرف اس وقت مجھ پر توجہ دیتا ہے جب اس کو مجھ سے کوئی جنسی مطلب ہو۔''

یہ محض جنسی کھلونوں کے مانند ہیں، جنھیں اپنے خاوندوں کے ساتھ مباشرت کے دوران میں یہ بالکل احساس نہیں ہوتا کہ یہ کام باہمی محبت اور رغبت کا اظہار و بیان ہے، بلکہ اس کے عکس یہی احساس ان پر چھایا رہتا ہے کہ ان کا استعمال کیا جا رہا ہے اور ایک بیوی تو یہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی۔

آدمی اپنی بیوی کو یہ احساس دلانے کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ انسانوں کی طرح محبت رکھتا ہے، کسی اور چیز یا قضاءِ شہوت کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس کی ذات کی وجہ سے اس میں رغبت رکھتا ہے، اگر خاوند یہ کام کر گزرے تو یہ بیوی کے ساتھ اظہار محبت اور اس کو خاص مقام دینے کے اظہار سے پہلے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود اس کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہے۔

مثلاً جب خاوند گھر آئے تو اپنی بیوی پر ذاتی توجہ دے کہ گھر میں اس نے دن کس طرح گزارا؟ کھانا پکانے اور اخبار رسالوں کی ورق بینی کرنے کے علاوہ وہ اور کیا کچھ کرتی رہی؟ جب وہ بچوں کے متعلق معاملات اور دیگر معاملات میں اس کی مدد کرے جو سارا دن اسے تھکائے رکھتے ہیں تو کیا یہ اس کے ساتھ اظہار محبت نہیں؟ بلکہ یہ اس کے دل میں ایک خاص مقام پیدا کر دے گا اور ساری زندگی اس کی یادیں اس کے دل میں وابستہ رہیں گی۔

جو خاوند اپنی بیوی کے ساتھ کسی عزیز ترین اور اہم ترین شخصیت کی طرح کا سلوک کرتا ہے وہ اسے ہمیشہ اپنی محبت کا منتظر اور شوق دید پائے گا، جب بیوی کو خاوند کے افعال اور کلمات سے محبت کا یقین ہو جائے تو اس وقت جنسی تعلق اس محبت کی فطری تاج پوشی کرتا ہے۔

ساری عمر میں حقیقی محبت کا ایک ہی تجربہ ہوتا ہے اور وہ شادی ہے، اگر آدمی بیوی کو یہ یقین دہانی کروانے میں کامیاب ہو جائے کہ ان کا جنسی تعلق اس حقیقی محبت کا اظہار ہے تو وہ اسے ہمیشہ اپنی طرف مائل اور تعاون کرنے والی پائے گا۔

بیوی خاوند کو خوش رکھنے کے لیے کیا کر سکتی ہے؟

عورتیں عموماً اس مقام پر گرم و حساس جذبات کی بنا پر محبت لینے اور بانٹنے میں مردوں سے زیادہ فیاض اور قادر ہوتی ہیں۔ شادی شدہ عورت سب سے زیادہ اس بات پر توجہ دیتی ہے کہ اسے چاہا جائے اور اس کا خاوند اسے جنسی شریک کی طرح پسند کرے، جو جنسی اتصال کے فن میں ماہر ہو۔ اکثر مرد بیوی کی غلطی سے چشم پوشی کر جاتے ہیں اور ہر میدان میں ان کی کمزوری تسلیم کرتے ہیں، اگر ان کا جنسی تعلق سیر حاصل اور آسودہ خاطر ہو۔

ایک عورت نے روتے ہوئے کہا:

> ''میرا خاوند سمجھتا ہے کہ میں کھانے پکانے میں ماہر ہوں، گھریلو امور میں سگھڑ ہوں اور ایک اچھی ماں ہوں، لیکن اس نے صرف مجھے اس لیے چھوڑ دیا کیونکہ میں خواب گاہ میں ناکام تھی۔''

اکثر بیویاں اپنی ازدواجی زندگی کی اس اہم جانب میں کامیابی کے حصول کے لیے بڑی آرزو مند ہوتی ہیں، تاہم ایک کثیر تعداد کو علم نہیں ہوتا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس لیے یہاں چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں، جو اس سلسلے میں انھیں کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔

[1] مثبت انداز فکر اپنائیں:

انسان کبھی اپنی توقعات سے بلند نہیں ہوتا، اگر اسے ناکامی کا خوف ہو تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، لیکن اگر کامیابی کی امید رکھتا ہو تو اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

اس لیے بیوی کی اپنی خاوند کے ساتھ جنسی تعلق میں کامیابی کا اعتماد اس کی صلاحیتوں، ذہانت حتی کہ عمر پر بھی اس قدر نہیں ہوتا، یہ تمام تو صرف تعلق کی کامیابی میں شریک کار عوامل ہوتے ہیں۔ مرکزی عامل تو عورت کا جنسی اتصال میں انداز فکر اور رجحان ہوتا ہے نہ کہ اس کی شکل اور جسم، اگرچہ کچھ لوگوں کے ہاں یہ بھی اہم ہوتا ہے، تاہم اس بات کا فیصلہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ عورت جنسی شریک کے اعتبار سے قابل قبول ہے کہ نہیں؟ بلکہ اس کا اس معاملے میں طریقہ تفکیر ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

عورت کے جنسی طریقہ تفکیر میں تین چیزیں اہم ہوتی ہیں، جو اس کا شریک حیات کے ساتھ تعلق مضبوط کرسکتی ہیں:

أ۔ جنسی ملاپ کو وہ کس طرح سوچتی ہے؟

جنسی ملاپ صرف خاوند کے لیے باعث لذت نہیں بلکہ میاں بیوی دونوں کی ایک ساتھ جنسی ضروریات ہیں اور دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ایک دوسرے کی خواہش کو تسکین پہنچائیں، یہ نتیجہ ازدواجی زندگی کی حالت بہتر کرسکتا ہے اور دونوں کے ہیجان اور لذت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

عورت کا مثبت انداز فکر ہی جنسی ناکامی سے بچنے کا موثر ترین طریقہ اور دونوں کے درمیان اس خوبصورت، ہیجان خیز اور لطف اندوز تعلق کے راستے میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کی چابی ہے۔

ب۔ اپنے بارے میں وہ کیسے سوچتی ہے؟

مرد اور عورت دونوں میں اکتاہٹ اور بے چینی ایک پیچیدہ نفسیاتی مسئلہ ہے، جو آج دنیا میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔

آدمی اکتایا اور ناگوار سا رہتا ہے کیونکہ اس کا قضیب ضرورت سے زیادہ چھوٹا ہے یا اس میں اس قدر تناؤ پیدا نہیں ہوتا جس قدر ہونا چاہیے، جبکہ عورتیں یہ غم سینے میں لیے رہتی ہیں کہ ان کے نسوانی حسن میں کمی ہے یا وہ کہیں جنسی مرسردمہری کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہ سارے خوف بے اصل ہیں اور اس قدر اہمیت کے حامل نہیں جو ایک بھیانک خوف بن

کر ان بے چین اور آزردہ مردوں اور عورتوں کے خیالوں پر چھائے رہتے ہیں۔

جدید تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹے قد و قامت کے افراد بھی عام لوگوں کی طرح اسی مقدار میں حساسیت اور فطری طریقے سے جنسی ہم آہنگی پر قادر ہوتے ہیں۔

اکتاہٹ اور بے چینی حقیقت میں جنسی ناکامی کی ابتدا ہیں اور اس کی روک تھام کے لیے اپنی جنسی طاقتوں پر بھروسا کرنا ہوگا اور اپنے آپ کو ایک دوسرے کا ہم آہنگ وہم ترنگ جنسی شریک خیال کرنا ہوگا۔

ج۔ اپنے خاوند کے بارے میں وہ کس طرح سوچتی ہے؟

زن وشوہر کو یاد رکھنا چاہیے کہ محبت کوئی ہوا نہیں ہوتی جو بلا سبب اور بلا جہت اڑتی اور چلتی رہتی ہے، بلکہ یہ ایک زندہ جذبہ ہے جو دونوں اطراف کی تفکیر اور ارادے کے مطابق بڑھتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ایک فریق دوسرے فریق کو تنقید اور مذاق کی نظر سے دیکھتا ہے تو جلد ہی محبت کا درخت مرجھا جاتا ہے، اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں محبت ختم ہو جاتی ہے اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی۔

لہٰذا بے جا تنقید کرنا، مذاق اڑانا، ہر وقت غصہ ناک پر ہونا اور فریق ثانی کی برائیاں تلاش کرتے رہنا ایسے امور ہیں جو محبت کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب یہ احساسات الفاظ کا جامہ پہن لیں تو معاملات مزید پیچیدہ اور لاینحل ہو جاتے ہیں۔ آدمی کے دل میں سب سے زیادہ نفرت اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ اس کی مردانگی کو نشانہ تضحیک و تنقید بنایا جائے، اس لیے چاہے بیوی کس قدر تنگ ہو لیکن پھر بھی اسے اس جیسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے ورنہ وہ خود ہی اس خوبصورت تعلق کو بگاڑنے کی ابتدا کر دے گی۔

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حسین ترین اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ایک ایسی عورت کے لیے چھوڑ دیا جو ان صفات میں اس کے مقابل تو کیا اس کے قریب بھی نہیں تھی، جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا: ''میں اس کے پاس راحت محسوس کرتا ہوں'' تب اس کی پہلی بیوی کو احساس ہوا کہ محض بے جا تنقید اور مسلسل مذاق کرنے کی وجہ سے اس نے اپنے خاوند کو کھو دیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے خاوند کو مجبوراً ایسی جگہ تلاش

کرنی پڑی جہاں سلامتی اس کی منتظر ہو۔

لیکن اگر سوچ کا دھارا اپنا رخ تنقید وتضحیک سے شکر و امتنان اور محبوب کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں کی طرف تبدیل کر لے تو محبت اس قدر جلد بڑھنا اور نشو ونما پانا شروع ہوجاتی ہے جس قدر رات کے بعد دن جلد طلوع ہو جاتا ہے۔

لہٰذا محبت فریق ثانی کے متعلق مثبت اندازِ فکر کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، اگر محبت کمزور پڑ جائے تو شکر کے ساتھ ساتھ مثبت اندازِ فکر اپنائیں تو بفضل خدا آپ کی زندگی بہتری کی طرف گامزن ہو جائے گی۔

[2] آرام کریں اور ستائیں:

عموماً کنواری دلہن پہلی رات تناؤ کا شکار رہتی ہے۔ یہ ایک فطری چیز ہے کیونکہ ہر نیا تجربہ اعصابی کشیدگی کا باعث ہوتا ہے، لیکن زندگی میں ہر چیز کی طرح تکرار سے اس کا خوف جاتا رہتا ہے۔ کبھی یہ خوف اور تناؤ عورت کے غیر مانوس ساتھی کے سامنے آنے پر شرم و حیا کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔

اگرچہ شرم و حیا ایک بلند مرتبہ خو اور خوبصورت اخلاقی وصف ہے، تاہم خاوند کے ساتھ خواب گاہ میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

یہ سیکھنا انتہائی اہمیت کا حامل راز ہے کہ عورت کس طرح اپنے خاوند کے سامنے بے تکلف ہو اور شرم و حیا کی چادر اتار دے، بلکہ اسے شادی سے کچھ دن پہلے ہی ایسی حیا داری اور شرمیلے پن کو جھاڑ دینا چاہیے۔ اس لیے عورت کے لیے یہ جاننا بھی انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ جنسی تعلق میں کس طرح آرام لے اور سکون کا مظاہرہ کرے، کیونکہ اس حالت میں وہ اس کا ساتھ دینے اور لطف اٹھانے پر زیادہ قادر ہوگی۔ تازہ دم ہونے اور ستانے کا عورت کو یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے اندام نہانی میں چکناہٹ پیدا ہوجاتی ہے اور قضیب آسانی سے اندام نہانی میں داخل ہوجاتا ہے جبکہ اس کے عکس تناؤ کی حالت میں دخول کے وقت عورت کچھ درد محسوس کرتی ہے، یہ پریشانی اس وقت زیادہ پیچیدہ ہوجاتی ہے جب یہ تکلیف کا خوف عورت کی ایک مستقل حالت بن

جائے، تب یہ میاں بیوی کے لیے باہم جنسی لطف اندوزی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتا ہے، اس لیے بھی آرام لینا اور ستانا ضروری ہے۔ یہ تناؤ جس قدر زیادہ کم ہوگا اس قدر وہ اپنی خواہش سے محظوظ ہونے پر قادر ہوگی، اس کے ساتھ ساتھ یہ خاوند کے لیے بھی ضروری ہے، کیونکہ اگر اس نے کچھ تناؤ محسوس کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اس سے ڈرتی ہے۔

[3] خاوند بذریعہ بصارت جنسی طور پر مشتعل ہوجاتا ہے:

عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ خاوند تھوڑی ہی مدت میں محض نظر ہی سے گھائل ہوجاتا ہے، آدمی کی دنیا میں خوبصورت ترین چیز عورت ہے۔ جب یہ کیفیت ہے تو عورت کو چاہیے کہ خاوند کے گھر واپس آنے کے وقت کو بہترین وقت خیال کرتے ہوئے مناسب شکل وصورت کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے تیار رہے۔

خاوند جب کام سے واپس آئے اور دروازے پر اپنی بیوی کو صاف ستھری حالت اور خوبصورت اور جاذب نظر شکل و وضع میں اپنے گرم جوش استقبال کے لیے موجود پائے تو وہ روح تک سرشاری میں ڈوب جائے گا اور اپنے واپسی کے وقت کو خوشگوار وقت خیال کرتے ہوئے اس کے شوق انتظار میں رہے گا۔

لیکن وہ عورت جو اس چیز کو کوئی اہمیت نہیں دیتی اور خاوند کا استقبال کام کاج کے کپڑوں میں بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ اور باورچی خانے کی بوباس کے ساتھ یہ احساس دلاتے ہوئے کہ سارا دن وہ کس طرح گھریلو کاموں اور بچوں کے معاملات میں الجھی رہتی ہے تو گویا وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے خاوند کی محبت کی قبر کھودتی ہے۔

عورت کے پاس ناقابل تصور امکانات ہیں، لہٰذا اسے ان سے مستفید ہونا چاہیے۔ اس طرح اپنی استطاعت کے مطابق اسے خوبصورتی اور زیب و زینت اختیار کرنی چاہیے اور اپنی ظاہری شکل و شباہت کی حفاظت رکھنی چاہیے، یہ ایک مفید مشورہ ہے، جسے خاوند کے ساتھ محبت رکھنے والی ہر عورت کو اسے اس کے گھر واپس آنے سے پہلے یاد رکھنا چاہیے۔

[**4**] یاد رکھیں کہ آپ ساتھ دینے والا ساتھی ہیں:

عورت کے پاس خاوند کی جنسی پیش قدمی کا جواب دینے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے، یہاں عورت کا مثبت ردعمل اور خاوند کا مکمل ساتھ دینا ایک خوشگوار تجربہ ہے۔

عموماً خاوند ہی ابتدا کرتا ہے اور اکثر جب وہ جنسی اور جذباتی نیت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہے جبکہ جنس اس وقت عورت کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی، اس موقع پر اس اچانک قربت چاہنے پر عورت کا ردعمل ہی نتیجہ طے کرتا ہے۔

اگر عورت خاوند کی پیش قدمی قبول کر لے اور اس کا ساتھ دے تو اس کا مزاج اور جذبات بھڑکنا شروع ہو جائیں گے اور پھر یقیناً وہ دونوں خوشگوار وقت سے لطف اندوز ہوں گے، لیکن اکثر ایسے ہوتا ہے کہ بیوی اس محبت کے خوشگوار تجربے سے لطف اندوزی کا موقع اپنے لیے بھی اور اپنے خاوند کے لیے بھی محض اس وجہ سے ضائع کر دیتی ہے کہ وہ اس منفرد اہلیت سے بہرہ ور نہیں ہوتی جو عورت کے پاس خاوند کا جواب دینے کے لیے ہوتی ہے۔

[**5**] آزادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں:

اکثر عورتیں خیال کرتی ہیں کہ ان کے خاوند جنس کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں، حالانکہ یہ نادر الوجود بات ہے، لہٰذا عورت کو چاہیے کہ آزادی کے ساتھ اپنے خاوند کے ساتھ یہ عمل جاری رکھے، حیا داری کی چادر اتار دے اور شرمیلے پن کو سلام کہہ دے، کیونکہ خاوند کے ساتھ خواب گاہ میں اس کی کوئی جگہ نہیں، اور خاوند کو یہ بتانے کے لیے سنہری موقع سمجھے کہ دنیا میں وہ اکیلی عورت ہے، جس کے متعلق خاوند کو سب کچھ جاننے کا حق حاصل ہے، لہٰذا اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس طرح مکمل آزادی کے ساتھ اپنے متعلق اظہار کر سکتی ہے۔

اسے خاوند کو اس کے متعلق اپنے احساسات بھی بتاتے رہنا چاہیے اور خاوند کو بتاتے رہنے چاہیے کہ اس کے ہاتھ کس جگہ اس کو ہیجان اور مستی سے ہمکنار کر سکتے ہیں، اگر وہ اسے نہ بتائے تو اسے کبھی اس کا علم نہیں ہو سکے گا۔

عورت کو جاننا چاہیے کہ صرف ایک آدمی کو اس کی زندگی کے تمام گوشوں سے واقف ہونے کی اجازت ہے اور وہ آدمی اس کا خاوند ہے۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ بڑی مہارت سے پیش آئے اور اس کے ساتھ ہیجان خیز تجربات کرے، کیونکہ یہ اس کو اور اس کے خاوند کو لذت وسعادت سے سرشار کر دے گا۔

[7] پچاس خوبیاں جنھیں مرد عورت میں پسند کرتا ہے

[1] جو کبھی نہیں بھولتی کہ وہ ایک عورت ہے:

مردوں کی نظروں میں مثالی عورت وہ ہوتی ہے جو کبھی نہیں بھولتی کہ وہ ایک عورت ہے، اکثر کے نزدیک لفظ عورت سے مراد نسوانیت ہے، جو نزاکت، جاذبیت اور ناز ونخرے کا نام ہے۔ تاہم ان دنوں کچھ ایسی منحرف آوازیں بھی بلند کی جا رہی ہیں جنھیں پھیلانے والوں کا کہنا ہے کہ جاذبیت، نازکی اور ناز ونخرے دکھانا عورت کی استقلالیت اور آزادی کے خلاف ہے، اور محض مرد کے غرور اور تعلی کو بھڑکائے رکھنے کا نام ہے!

ہر وہ عورت جو اپنی ظاہری شخصیت پر توجہ دیتی ہے، نسوانی طور اطوار اپنائے رکھتی ہے اور اپنی نازکی، دلکشی اور چاؤ چوچلے دکھانے پر حریص ہوتی ہے، ایسی عورت اپنی نسوانیت اور نازک اندامی کے احترام اور خاوند کو لبھانے اور خوش رکھنے کی جائز خواہش کے وجود پر دلیل اور برہان ہوتی ہے۔

[2] وہ ترجیحات کا خیال رکھتی ہے:

مثالی عورت عموماً نظام ترجیحات کے مطابق کام کرتی ہے، اور ان ترجیحات میں میاں بیوی کا جسمانی اور جذباتی تعلق پہلے نمبر پر ہوتا ہے۔ یہ عورت کسی اور چیز پر اتنی توجہ نہیں دیتی جتنی توجہ اپنے خاوند پر دیتی ہے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ یہ ازدواجی سعادت کا ایک اہم رکن ہے۔

ایک بہت مشہور نفسیات دان کا کہنا ہے:

''کامیاب ازدواجی زندگی کا انحصار مکمل منصوبہ بندی کے بعد قائم کیے گئے نظامِ ترجیحات پر ہے۔''

اس کا مطلب ہے کہ عورت کی اپنی اولاد کے ساتھ محبت اور توجہ خاوند کی محبت اور توجہ پر غالب نہیں آنی چاہیے۔ اس نظام کا تقاضا ہے کہ عورت کسی بھی طور سے اپنے خاص کام کو پہلے نمبر پر نہ رکھے کیونکہ پہلا درجہ اور مقام اس کے خاوند کے ساتھ باہمی تعلق کا ہے، جس طرح ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے۔

اس لیے جب عورت محسوس کرے کہ اس کا کام اس کی ازدواجی زندگی میں رکاوٹ بن سکتا ہے یا اس کی فضا مکدر کر سکتا ہے تو فوراً اپنے کام سے ہاتھ کھینچ لے۔

[3] وہ اپنے مطالبات میں معقولیت پسند ہوتی ہے:

ایک ظریفانہ مثال ہے:

''عورت صرف خاوند چاہتی ہے، جب خاوند مل جائے تو پھر ہر چیز چاہتی ہے!''

کچھ عورتیں اپنے خاوندوں کو ایسے خاردار اور پیچیدہ راستوں پر چلنے پر مجبور کر دیتی ہیں جن پر چلنا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا، اگر خاوند ان کے مطالبات پورے کرنے سے قاصر آئے تو شکوے شکایات کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ چیزیں ازدواجی زندگی کو ایک ایسی بند گلی میں دھکیل دیتی ہیں جس میں جگہ جگہ جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ اس زندگی میں روح کی گہرائیوں تک اختلافات پہنچ چکے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ انہدام اور تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

إِنَّكَ إِنْ كَلَّفْتَنِيْ مَا لَمْ أُطِقْ
سَاءَكَ مَا سَرَّكَ فِي خُلُقِ

''اگر تم نے مجھے ایسے کام پر مجبور کیا جو میری بساط سے باہر ہوا تو پھر میری خوبی بھی تجھے برائی ہی لگے گی۔''

[4] وہ بناوٹی چڑ چڑے پن کا اظہار نہیں کرتی:

آدمی کی زندگی میں سعادت کا انحصار سب سے زیادہ اس کی بیوی کے مزاج پر ہوتا ہے۔

عورت دنیا کی ہر فضیلت سے بہرہ ور ہوسکتی ہے لیکن اگر عورت چڑ چڑے مزاج کی حامل ہو تو ان فضائل کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ جاتی۔ بعض مردوں کے اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کے اسباب جاننے کے لیے کی گئی ایک محتاط تحقیق کے مطابق اکثر لوگ ایسا خوبصورت یا جوان بیوی کی تلاش کے لیے نہیں کرتے بلکہ اس ابر آلود فضا سے بچنے کے لیے وہ یہ راستہ منتخب کرتے ہیں جس کا سایہ عورت کی بد مزاجی، چڑ چڑے پن اور جھگڑوں کی وجہ سے سارے گھر پر چھایا رہتا ہے۔

اس کے باوجود کچھ عورتیں غاروں کے دور سے لے کر اب تک چڑ چڑا پن پیدا کرنے میں لذت محسوس کرتی ہیں، جبکہ ایک مثالی عورت، جو اگر کسی کی قسمت میں ہو، محبت اور سکون کا چشمہ فیاض ہوتی ہے اور اسی میں خوشی محسوس کرتی ہے۔

[5] وہ اپنی خوبصورت شکل کی نگہداشت کرتی ہے:

شاید سب سے پہلے آدمی جس چیز کی وجہ سے عورت کی محبت کا اسیر ہوتا ہے وہ اس کی خوبصورت شکل ہوتی ہے، جسے وہ پہلی مرتبہ دیکھتا ہے، لیکن افسوس کہ بعض عورتیں شادی کے بعد اس حقیقت کو بھول جاتی ہیں اور وہ آہستہ آہستہ اپنی ذات سے لا پرواہی برتنا شروع کر دیتی ہیں، گھر میں بکھرے اور بے ترتیب بالوں کے ساتھ رہتی ہے یا پھر انھیں لا پرواہی میں باندھے رکھتی ہے۔ باورچی خانے کی بو باس اس کے جسم سے اٹھتی رہتی ہے، عام گھریلو کام کاج کے کپڑے سارا دن پہنے پھرتی ہے۔ عام ذوق سے جاہل اور نفسیاتی و جمالیاتی آداب سے بے خبر ہوتی ہے اور اسی لا پرواہی پر اصرار کرتی رہتی ہے، خاص طور پر جب کچھ بچے پیدا ہو جائیں، یہ آدمی کو اس طرح باندھ دیتی ہے کہ فرار ممکن نہیں ہوتا۔

یہ ایک تباہ کن غلطی ہے کیونکہ یہ اس تصویر کو بگاڑنے کا باعث ہوتی ہے جو آدمی

اس کے ساتھ شادی کے وقت بناتا ہے اور اگر آدمی کی نظر میں عورت کی جو خوبصورت تصویر تھی وہ کرچی کرچی ہو جائے تو یقیناً اس کے بہت زیادہ بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں۔

[6] وہ سلیقہ شعاری سے آراستہ ہوتی ہے:

مثالی عورت ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھتی ہے کہ آدمی کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی کے لیے سلیقہ شعاری اور سمجھداری سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، یہی وہ جادو ہے جس کی وجہ سے اکثر اوقات وہ اس کے دل اور وجدان کی گہرائیوں تک پہنچ سکتی ہے۔

سلیقہ شعاری کا سادہ لفظوں میں مطلب ہے مناسب الفاظ، مناسب کام، سمجھدارانہ رد عمل، یا دوسرے لفظوں میں سلیقہ مند عورت ہر حالت کو اس کے مناسب لباس پہنا دیتی ہے اور محض ذہانت سے اپنے مخالف موقف کو اپنی حمایت میں بدل سکتی ہے۔ تاریخ میں کئی عورتوں کی ذہانت اور سمجھداری کے کئی واقعات ملتے ہیں۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن خالد بن یزید بن معاویہ کا بنی امیہ کے جانی دشمن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا اور وہ اسے بخیلی کا طعنہ دینے لگے، اس کی بیوی رملہ بنت زبیر، عبداللہ کی بہن بھی وہاں خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی، اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا، خالد اس سے کہنے لگا تم کیوں خاموش بیٹھی ہو؟ کیا میرے جواب پر راضی ہو یا ناخوش؟ اس نے کہا: ان دونوں باتوں میں کوئی بھی بات نہیں، عورت مردوں کے معاملے میں دخل اندازی کے لیے پیدا نہیں ہوئی، ہم تو سونگھنے اور سینے سے لگانے کے پھول ہیں، ہماری تمہارے معاملات میں کیسی دخل اندازی؟ یہ بات اس کے دل کو خوب لگی اور اس نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

[7] وہ نئے نئے تجربات حاصل کرنے کی خواہشمند رہتی ہے:

بعض عورتیں ہر نئی چیز سیکھنے کی صلاحیت کی بنا پر دیگر عورتوں سے ممتاز ہوتی ہیں، اور وہ مسلسل دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرتی رہتی ہیں، کیونکہ انھیں یہ یقین ہوتا ہے کہ جدت پسندی کا بہترین ذریعہ مسلسل تعلیم حاصل کرنا اور پرانے تجربات میں نئے تجربات کا اضافہ کرنا ہے۔

ایسی عورت بعض خاوندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کم نہیں ہوتی، جبکہ اس کے عکس بیوی خاوند کے لیے مسلسل عذابِ جان بنی رہتی ہے، خاوند کے لیے ایسی روایت پسند عورت کو برداشت کرنے سے زیادہ مشکل کام اور کوئی کام نہیں ہوتا، اسے دیکھتے ہی اس پر اکتاہٹ اور آزردگی چھا جاتی ہے، یہ عورت اپنے آپ میں کوئی جدت پیدا کرنا پسند نہیں کرتی اور شخصیت سنوارنے، ثقافت نکھارنے اور نئے نئے تجربات اور انداز سیکھنے سے انکار کر دیتی ہے۔

[8] اس کی اپنی ماں سے علیحدہ اپنی ایک مستقل شخصیت ہوتی ہے:

بعض بیویوں کو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر شادی کے بعد بھی ایک بچی کی طرح اپنی ماں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے اور اپنی ماں کی ہدایات کے بغیر وہ اپنے اور اپنے خاوند کے معاملات نبٹانے سے عاجز رہتی ہے۔ بعض اوقات خاوند کے لیے یہ ناقابل برداشت ہوتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی مستقل شخصیت کی مالک ہو اور اپنے سارے کام ذاتی تفکیر اور پختہ شعور کے تحت سرانجام دے۔

یہاں اس بات کی اہمیت بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ایک مثالی بیوی اپنی ہمہ جہتی ذہنیت اور پختہ شخصیت کے ساتھ اپنے خاوند کے سوا، جو اس کا نصفِ ثانی ہوتا ہے، ہر ایک سے جدا اپنی مستقل اور خودمختار شخصیت رکھتی ہے۔

[9] وہ خاوند کے گھر والوں کے ساتھ بڑے عمدہ طریقے کے ساتھ پیش آتی ہے:

خاوند کے گھر والوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنے کی صلاحیت نہ ہونے کے سبب اکثر اوقات ٹکراؤ اور تصادم پیدا ہو جاتا ہے، کبھی کسی کو اچھے الفاظ اختیار کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا یا پھر برے تصرف کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے، خاص طور پر خوشدامن ایسا کرتی ہے۔

سمجھدار عورت اپنے غصے پر قابو رکھنا جانتی ہے ہر ایک کے لیے جو اس کے ساتھ پیش آئے عذر تلاش کر لیتی ہے، اور اپنے خاوند کو اس کے گھر والوں کے تصرف کا ذمے دار نہیں ٹھہراتی، کیونکہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

مثالی عورت ہمیشہ بناؤ سنگھار کے ذریعے اپنے خاوند کو مانوس رکھتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ اپنے جسم، گھر اور دیگر متعلقات میں صفائی پسند نظر آئے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ صفائی ہی جمال کو برقرار رکھتی ہے۔ صفائی سے لاپرواہی برتنے والی عورت اپنے خاوند کو اپنے آپ سے دور کر دیتی ہے، اس موضوع پر ہم تفصیل سے آئندہ صفحات میں روشنی ڈالیں گے۔

[10] وہ زیب و زینت اور فیشن کی پیروی میں اعتدال پسند ہوتی ہے:

اسے اپنی ذات پر اعتماد ہوتا ہے، وہ کسی قسم کی کمی کے شعور یا احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتی کہ اسے پورا کرنے کے لیے وہ عجیب وغریب کام کرتی پھرے، جبکہ وہ عورت جسے اپنی ذات پر شک ہوتا ہے اور وہ اپنی دیگر سہیلیوں کی نسبت ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رہتی ہے، وہ اپنی شخصیت کو نسوانی دائرے میں رکھتے ہوئے میک اپ اور نئے نئے فیشنز کے ذریعے برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے کہ شاید اس سے وہ احساس کمتری کے شعور پر قابو پا سکے اور خاوند کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

[11] وہ امانتدار اور مخلص ہوتی ہے:

مثالی عورت اپنے خاوند کے ساتھ مخلص ہوتی ہے، چاہے وہ اس کے ساتھ محبت نہ رکھے۔ جب وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق میں، جو انسانی تعلقات میں سب سے اعلیٰ تعلق ہے، منسلک ہو جاتی ہے تو پھر وہ ہمیشہ اس تعلق کا احترام کرتی ہے۔

جبکہ دوسری جسے سب حقیر سمجھتے ہیں وہ رات کو خاوند کو لبھانے میں ماہر ہوتی ہے اور دن میں اپنے عاشق کے ساتھ، اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کے ساتھ خیانت کرتی ہے، اس پر اور اپنے عاشق پر غیرت بھی کھاتی ہے، مثلاً جب ان میں سے کوئی بھی اس کے سامنے اپنی زبان پر کسی دوسری عورت کا ذکر لائے تو وہ بھڑک اٹھتی ہے، حالانکہ وہ بیک وقت دونوں کے ساتھ ناتا رکھتی ہے!!

جو تعلق خیانت اور دھوکے پر قائم ہو وہ کبھی برقرار نہیں رہ سکتا، جس طرح ظلم ایک دن ختم ہو جاتا ہے اسی طرح دھوکا بھی اپنی موت آپ مر جاتا ہے، لیکن عموماً یہ تکلیف دہ

ثابت ہوتا ہے، جبکہ نقصان سراسر عورت ہی کا ہوتا ہے۔ مثالی عورت ان تمام حقائق سے باخبر ہوتی ہے، یا کم از کم اپنے بصیرت افروز انداز سے اس کا احساس کر لیتی ہے، کیونکہ یہ ایک متوازن اور تہذیب یافتہ عورت ہوتی ہے، اس کی روح اور جسم میں ہر محبت سے پہلے اخلاق اور فضیلت کی محبت گردش کرتی ہے، وہ کسی صورت اپنے نفس کو خاوند کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتی اور بدترین حالات میں بھی اگر کوئی آدمی اس کی طرف نظر التفات کرے تو معاملہ اسی حد پر ختم ہو جاتا ہے، یعنی التفاتِ نظر کی حد تک اپنے نفس کو کسی بھی شخص کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق قائم کرنے کی اجازت دیے بغیر۔ اور بلاشبہ ایسی امانتدار اور مخلص عورت مدح سرائی کی حقدار ہے۔ قرآن کریم نے بھی ایسی عورت کی تعریف کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴾

[النساء: 34]

’’پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا۔ اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرمانبرداری کریں تو ان پر (زیادتی) کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔‘‘

[12] وہ ہمسایوں کے ساتھ زائد از ضرورت میل ملاپ نہیں رکھتی اور نہ کسی کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہی دیتی ہے:

ہمسایوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور مسلسل ان کے پاس آتے جاتے رہنا بہت سی پریشانیوں کا سبب بن جاتا ہے اور عموماً اس سے سخت قسم کے تصادم اور جھگڑے جنم لیتے ہیں۔

یہاں اکثر لوگ ایسی عورت کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اس مسئلے کا ادراک رکھتی ہے اور اس کے مطابق حکمتِ عملی اختیار کرتی ہے۔

[13] یہ صرف زمانہ حال میں جیتی ہے:

اکثر عورتیں بصد اصرار خاوند سے سابقہ تعلقات کے حوالے سے پوچھ گچھ کرتی رہتی ہیں، وہ کس طرح کی تھی جس کی محبت کا وہ اسیر تھا؟ جب عورتیں خاوند سے اس طرح کے سوالات کرتی ہیں تو اسے یقین دہانی کرواتی ہیں کہ وہ بالکل ناراض نہیں ہوں گی یا ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا؟!

اگر آدمی اس اصرار اور تاکید سے متاثر ہو کر جواب دے دے تو وہ زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرے گا، جس کا اس کے بیوی کے ساتھ تعلق پر براہِ راست اثر پڑے گا۔ کیونکہ وہ جتنی زیادہ سچی قسمیں کھا کر بھی اسے یقین دہانی کروائے کہ اس کی صاف گوئی اس کے لیے کسی صورت بے خوابی کا سبب نہیں بنے گی لیکن وہ اسے بھی دھوکا دیتی ہے اور اپنے آپ کو بھی۔ آدمی کا اپنے کسی سابقہ تعلق کا اعتراف یا کسی دوسری عورت کی طرف رغبت بھڑکتے ہوئے فیتے اور بتی کے مانند ہوتی ہے جو کسی بھی لمحے اس کی ازدواجی زندگی میں آگ لگا سکتی ہے کیونکہ عورت کبھی نہیں بھولتی!

لہٰذا مثالی عورت اپنے خاوند کے ماضی کے جذباتی تعلقات جاننے پر اصرار نہیں کرتی، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ ایسی ناواقفیت ہی بہتر ہوتی ہے یا پھر وہ عقل کے مطابق کام کرتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

''ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو، اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو تمہیں بری لگیں۔'' [المائدہ: 101]

لیکن ایک مثالی بیوی یہ جاننے کی کوشش ضرور کرتی ہے کہ اس کے لیے عورت میں دلکشی یا رغبت کی کونسی چیزیں ہیں؟ اس لیے اس کے متعلق وہ اس سے سوال کرتی رہتی ہے، لیکن شخصیات کے متعلق نہیں، یعنی افعال و صفات کے متعلق استفسار کرتی ہے، ایسا کرنے والوں یا ان صفات کے حاملین کے بارے میں نہیں پوچھتی۔

[**14**] وہ مال کو محبت کی سچی دلیل نہیں سمجھتی:

کچھ عورتوں کا خیال ہے کہ اگر خاوند ان پر خرچ کرے تو یہ اس کی محبت کی سچی دلیل ہوتی ہے، آدمی جس قدر مال زیادہ خرچ کرتا ہے وہ سمجھتی ہیں کہ وہ اسی قدر زیادہ ان سے محبت رکھتا ہے اور جیسے جیسے اخراجات میں کمی کرے یا زیادہ خرچہ کرنے سے عاجز رہے تو وہ سمجھتی ہیں کہ اب وہ ان کی محبت سے پیچھے ہٹ گیا ہے۔

ایک مثالی عورت کی عقل میں ایسے اعتقاد کے لیے کوئی جگہ نہیں، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ محبت کے اظہار کے کئی پہلو ہیں، جیسے میٹھی باتیں، پیار بھرا رویہ، جوش بھرے جذبات۔ مال اظہار محبت کا ایک موثر ترین وسیلہ ضرور ہوسکتا ہے جسے بعض مرد اظہار کے لیے اپناتے ہیں، لیکن ہر چیز نہیں، لہٰذا یہ ایک ہی میزان نہیں جس میں مثالی عورت آدمی کی محبت تولتی ہے اور اکثر اوقات یہ اس بات کی دلیل نہیں ہوتی کہ آدمی محبت کرتا ہے بلکہ کبھی یہ لالچ اور گمراہ کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

[**15**] وہ اپنے کھانے پینے میں اسراف نہیں کرتی:

مثالی عورت ہر معاملے میں معتدل مزاج ہوتی ہے۔ نہ کہیں کمی کرتی ہے نہ زیادتی، یہ اس کی مستقل عادت ہوتی ہے، جو اس کی فطرت میں رچ بس جاتی ہے اور اس کے پیش نظر وہ عقل کے تقاضوں کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی میں کھانے پینے میں فضول خرچی نہیں کرتی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأعراف: 31]

''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

[**16**] وہ لاپرواہ نہیں ہوتی:

مثالی عورت سست اور کام چور نہیں ہوتی، بلکہ ہر کام پر بڑی توجہ سے کرتی ہے۔ جب دروازہ کھولتی ہے تو بند کرنا نہیں بھولتی، جب کوئی چیز چھپائے تو اس کی جگہ نہیں بھولتی، اور اگر کسی واقعے سے کوئی نصیحت حاصل کرے تو اسے کبھی نہیں بھولتی، اگر کوئی اپنا راز اس کے سپرد کرے تو اسے چھپانا نہیں بھولتی۔

[**17**] ہر معاملے کو بقدر ضرورت اہمیت دیتی ہے ...خوبی کو خامی میں نہیں بدلتی!

مثالی عورت جب معاملات میں کوئی فیصلہ کرتی ہے تو ہر چیز کو بقدر ضرورت اہمیت دیتی ہے اور پھر اسی کی قدر افزائی کرتی ہے، مثلاً آدمی کی صفات میں دیانتداری کو نہیں چھوڑتی، چاہے اس سے محبت رکھے یا نفرت، کیونکہ وہ اصول پسندی کی کم از کم حد ضرور قائم رکھتی ہے، جو اسے لوگوں کی اشیاء اور صفات میں حق تلفی کرنے اور ناانصافی سے بچائے رکھتی ہے۔

لیکن دوسری عورت جو اپنی تلون مزاجی کے باعث احکامات میں تبدیلی کرتی رہتی ہے وہ چیزوں کو ان کے مخالف مفہوم میں بدلنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ جب وہ آدمی سے نفرت رکھے یا اسے برداشت کرنا اس کے لیے مشکل ہو تو اس کی خوبیوں کو خامیوں میں تبدیل کر دیتی ہے اور اچھائیوں کو برائیوں میں پھر اپنے دل میں اسے دھوکا دینے اور اس کے ساتھ خیانت کرنے کی ٹھان لیتی ہے، یہ اس کی سخاوت کو فضول خرچی اتراہٹ اور شادمانی کو بے شعوری اور نادانی جبکہ قوت کو استبداد کا نام دیتی ہے۔

[**18**] یہ اپنی عقل میں سیاہ رجسٹر نہیں رکھتی:

مثالی عورت سفید دل کی مالک ہوتی ہے، اس کی عقل میں کوئی بڑا سا سیاہ رجسٹر نہیں ہوتا، جس میں وہ اپنے خاوند کے تمام عیوب اور چھوٹی بڑی باتیں درج کرے۔

کچھ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں، جنھیں نہ اپنی مصلحت کی خبر ہوتی ہے نہ جائے نقصان کا علم۔ وہ بے خبری میں اپنی ازدواجی زندگی بگاڑنے میں مصروف رہتی ہے، ہر موقع پر اپنے خاوند کے چھوٹے بڑے نقائص کا ڈھنڈورا پیٹتی رہتی ہے، جبکہ چاہیے تو یہ کہ وہ ان نقائص کا صرف اپنے خاوند کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ اپنے فائدے کے لیے بھی اس قدر برا استعمال نہ کرے۔

[**19**] وہ اپنے اور خاوند کے عیوب کے سامنے مثبت موقف اختیار کرتی ہے:

بلاشبہ شادی ایک چمکدار روشنی کے مانند ہوتی ہے، جو انسان کی شخصیت پر پڑتی ہے اور اس کے تمام عیوب و نقائص کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیتی ہے۔

ایک مثالی عورت ان عیبوں کے سامنے مثبت موقف اختیار کرتی ہے، چاہے یہ اس کے خاوند کے عیب ہوں یا اس کے اپنے ہی۔ بیوی کو چاہیے کہ آدمی کے عیبوں اور تصرفات پر ہمیشہ تنقید ہی نہ کرتی رہے گویا وہ اسی کام کے لیے آئی ہو۔ وہ عورت جو ہر وقت خاوند کی کوتاہیاں تلاش کرنے میں مصروف ہو، پھر انھیں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرے اور موقع بہ موقع اس کی کمزوریوں کا اعلان کرتی پھرے، ایسی عورت بیوقوف عورت ہوتی ہے، جو اپنے ہاتھ سے اپنے گھونسلے کو توڑ دیتی ہے۔

[20] وہ لڑائی جھگڑے سے دور رہتی ہے:

شکایتیں کرنا... عار دلانا... حقارت کی نگاہ سے دیکھنا... عیب جوئی کرنا... بے اعتنائی برتنا... یہ سارے نفسیاتی تشدد کے مختلف رنگ ہیں، عورت ان تمام میں یا کسی ایک میں ماہر ہوتی ہے۔ حقارت میں سب سے بری چیز یہ ہوتی ہے کہ اس کی ابتدا غیر ارادی طور پر ہوتی ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ پختہ عادت بن جاتی ہے۔

اس حقارت بھرے انداز اور نوک جھوک کی بدترین شکل یہ ہوتی ہے کہ عورت اپنے خاوند کو دوسرے لوگوں کے سامنے رکھتے ہوئے عار دلاتی رہتی ہے کہ جتنا فلاں کماتا ہے تم اتنا کیوں نہیں کماتے...؟ میرے بھائی نے اپنی بیوی کے لیے یہ یہ خریدا ہے... فلاں کمانے کا فن جانتا ہے... اگر میں فلاں شخص سے شادی کر لیتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔

لیکن مثالی عورت ان تمام غیر مفید کاموں اور عادتوں سے دور رہتی ہے، کیونکہ اپنی زود حسی کے باعث وہ اچھی طرح جان لیتی ہے کہ زہر میں بجھی ہوئی ایسی باتوں سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو آدمی کے اعتماد، شخصیت، خواہشات اور ازدواجی زندگی کو پاش پاش اور تاخت وتاراج کرنے پر قادر ہو۔

[21] وہ اپنے خاوند کو عاقبت نا اندیشی پر مجبور نہیں کرتی:

جب خاوند کی غیر موجودگی میں گھر والوں کے ساتھ، دوستوں کے ساتھ یا پھر ہمسایوں کے ساتھ تصادم ہوجائے تو اس کی موجودگی میں مختلف عورتوں کے مختلف ردعمل ہوتے ہیں۔

بیوقوف عورت جھگڑے کو بڑھا چڑھا کر ہولناک بنانے اور باتوں کو غلط سلط بنا کر پیش کرنے میں بباطن لذت محسوس کرتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ اس کی توہین کی گئی ہے، اس کی عزت کو نشانہ بنایا گیا ہے، اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس کا دفاع کرنا جانتا ہو، اور وہ اپنے مدمقابلوں کو ادب واحترام کی حدود تجاوز کرنے کا الزام دیتی ہے۔

اس طرح بے وقوف عورت اپنے مکر اور خبث باطن کی وجہ سے اس طرح کے ناسمجھ طریقے اپنا کر اپنے خاوند کے اعصاب بھڑکا دیتی ہے اور لوگوں کے خلاف اس کے سینے میں غضب کی آگ لگا دیتی ہے۔ جب وہ غصے سے لال بھبھوکا ہو جائے اور انجام سے بے خبر خطرے کی حد تک بھڑک اٹھے، اس وقت یہ عورت گھبرا جاتی ہے، رونا دھونا اور واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر اسے یقین دہانی کروانے کی کوشش کرتی ہے کہ اس کا یہ ہرگز مقصد نہیں تھا، لیکن جو ہو چکا اس کے ہونے کی اسے قطعی کوئی امید نہیں ہوتی۔

اس طرح یہ تہی مغز ایندھن کے ڈھیر اکٹھے کرتی ہے اور ان میں آگ لگا دیتی ہے، پھر اسے بجھانے پر قدرت نہیں رکھتی، جب دیکھتی ہے کہ یہ آگ اس کے آدمی، گھر اور زندگی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے تب بڑی بری طرح اس پر خوف چھا جاتا ہے۔

سمجھدار عورت اپنا گھر بناتی ہے، کیونکہ وہ خاوند کو قابو میں رکھنے کی سعی کرتی ہے اور اس کے اعصاب کو پرسکون رکھنے میں مصروف رہتی ہے، وہ اس کا غصہ نہیں بھڑکاتی، وہ واقعات میں غلط بیانی نہیں کرتی اور اس کی غیر موجودگی میں جو کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہوا، اسے ہولناک بنا کر پیش نہیں کرتی، کیونکہ وہ بڑی اچھی طرح جانتی ہے کہ عورت کی ہولناکیاں مرد کی عقل میں زہر سے زیادہ جلد اثر انداز ہوتی ہیں بلکہ براہ راست توہین سے بھی زیادہ زود اثر! جس کے نتیجے میں وہ کوئی ایسا کام کرسکتا ہے جس کے بہت برے نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

[22] وہ دھوکے باز نہیں ہوتی:

وہ عورت جس کے ہم آرزومند ہیں وہ دھوکے باز نہیں ہوتی، وہ کسی دوسرے کو دھوکا دیتی ہے، نہ اپنی ذات ہی کو...!

وہ حقائق میں غلط بیانی اور جعل سازی نہیں کرتی، چاہے یہ حقائق بڑے قیمتی ہوں یا معمولی سے۔

[23] وہ احسان جتلانے والی نہیں ہوتی:

بہت سی عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ جو کچھ وہ خاوند کے لیے کرتی ہیں اس کا اس کے سامنے بار بار تذکرہ کرنا ان کی دیگر عورتوں پر فضیلت ظاہر کرتا ہے۔ لیکن وہ غلط سوچتی ہیں، عورت کو اس غلطی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ جو کچھ اس نے خاوند کے لیے کیا ہے یا جو کچھ کرتی ہے، اس کا احسان نہ جتلائے، کیونکہ احسان جتلانے کی وجہ سے آدمی کے دل میں جو اس کے متعلق احترام یا قدر دانی ہوتی ہے وہ سب جاتی رہتی ہے۔ مثالی عورت اس بات کا ادراک رکھتی ہے اور اس سے بچتی ہے، اس لیے وہ احسان جتلانے والی عورت نہیں ہوتی۔

[24] وہ آہ وزاری کرتی رہتی ہے نہ بیماری کا ڈھونگ ہی رچاتی ہے:

وہ بہت زیادہ شکوے شکایات نہیں کرتی، نہ روتی دھوتی رہتی ہے اور نہ بیماری کا ڈھوک رچائے رکھتی ہے۔ آدمی ہسپتال میں نہیں رہنا چاہتا اور نہ ایسی عورت کو چاہتا ہے جو اس کی پریشانیوں اور غموں میں اضافہ کرتی رہے۔

[25] وہ باتونی یا منہ پھٹ نہیں ہوتی:

مثالی عورت جانتی ہے کہ کہاں بات کرنی ہے اور کہاں خاموش رہنا ہے؟ وہ لغو باتوں سے دور رہتی ہے اور بے مقصد گفتگو سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتی ہے، وہ بخوبی جانتی ہے کہ کب گفتگو کرنا بہتر ہوتا ہے اور کب خاموش رہنا؟

[26] وہ زرق برق نہیں ہوتی:

زرق برق وہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلی اور آخری ترجیح بننے سنورنے کی ہوتی ہے، وہ ہر وقت مصنوعی چمک دمک حاصل کرنے کے پیچھے پڑی رہتی ہے اور اپنے دیگر تمام فرائض سے کوتاہی کرتی ہے۔

مثالی عورت اپنے تمام متعلقہ لازمی امور میں توازن برقرار رکھتی ہے۔ آرائش و

زیبائش پر اتنی ہی توجہ دیتی ہے کہ جس سے دوسری ذمہ داری میں کوئی خلل نہ آئے۔

[27] وہ ہر چیز کو گھور کر دیکھنے والی نہیں ہوتی:

یہ دوسروں کے دلکش ذخیروں اور اشتیاق انگیز چیزوں کو غور سے اور نظر جما کر نہیں دیکھتی کہ خاوند سے ان چیزوں کے حصول کا مطالبہ کرے، یہ اپنے تمام مطالبات میں ایک معقولیت پسند عورت ہوتی ہے، جس طرح پہلے گزرا ہے۔ یہ اپنی ضروریات اور خاوند کے امکانات کے درمیان توازن قائم رکھتی ہے۔ لہٰذا اسے کسی مشکل کام کا پابند نہیں کرتی۔

[28] وہ اپنے آپ کو تہمت کے مقامات سے دور رکھتی ہے:

اکثر عورتیں اس بری عادت میں مبتلا ہوتی ہیں کہ کسی معمولی سے سبب اور ہلکے سے شبہے کی بنا پر ہی بدگمانی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ عقلمند عورت کسی کو کوئی چھوٹا سا موقع بھی فراہم نہیں کرتی کہ کوئی اس کے متعلق برا گمان رکھے، اس لیے وہ تہمت لگانے والے اور شبہہ پیدا کرنے والے مقامات سے دور رہتی ہے۔

شاید ہم نبی معصوم ﷺ کے اس فعل کی حکمت کا ادراک کر سکیں، جب آپ اپنی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھڑے تھے کہ دو انصاری صاحبان کا گزر ہوا، جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپ ﷺ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''آہستہ چلو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں'' وہ دونوں کہنے لگے: سبحان اللہ! اے رسول خدا ﷺ! آپ نے فرمایا: شیطان، ابن آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی شر نہ پیدا کر دے۔''[1]

[29] وہ راز افشا نہیں کرتی:

ذہین آدمی ہمیشہ ایسی عورت کو زیادہ پسند کرتا ہے جو بہت زیادہ چھپانے والی ہو، جس کے لیے کسی کا راز افشا کرنا یا کوئی بات پھیلانا، جو اس نے کسی سے سنی ہو، بہت مشکل بلکہ ناممکن ہو۔

اور سب سے خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ عورت اپنے خاوند یا گھر کے بھید ظاہر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3281] صحيح مسلم، رقم الحديث [2175]

کرے، لیکن بعض عورتوں اور مردوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ جماع کے اسرار پھیلاتے رہتے ہیں اور دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے فخر سے سینے پھیلاتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے میاں بیوی کو بستر کے راز اور ان کے مابین جماع کے اسرار پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔

[30] وہ اپنے خاوند کو اچھی طرح سمجھتی ہے:

مثالی عورت معاملہ فہمی کے لیے سچی تڑپ رکھتی ہے، صبر وتحمل کے اسباب اختیار کیے ہوئے لڑائی جھگڑے کے اسباب سے مستقل بچتی ہے، اختلافات کے اسباب مٹا کر ہمدردی اور محبت کی روح کی بالیدگی کے لیے مناسب فضا پیدا کرتی ہے اور آہستہ آہستہ اپنے شریکِ حیات کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں لگی رہتی ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ عورت اور مرد دونوں اپنی بعض پرانی عادتوں اور رویوں کو چھوڑے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ موافقت پیدا کرلیں۔ یہاں اس مسئلے میں بڑی ذمے داری مثالی عورت کے سر آن پڑتی ہے، تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملے رہیں۔

[31] وہ گھریلو معاملات میں ماہر اور سگھڑ ہوتی ہے:

مثالی عورت گھریلو معاملات بڑے اچھے طریقے سے نپٹاتی ہے، جو اس کے پاس مال ہو اسے بہتر جگہ استعمال کرتی ہے۔ حسنِ تدبیر کا مطلب مال استعمال کرنے کا علم ہونا ہی نہیں بلکہ تمام گھریلو امور اس میں شامل ہیں، لباس اور فرنیچر وغیرہ پر توجہ دینا اس کی مدتِ استعمال بڑھا دیتا ہے اور وہ جلد پرانے نہیں ہوتے، اس سے خاوند کا بوجھ بھی کم ہوتا ہے، جس کا خاندان کی سعادت اور استقرار پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔

[32] وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے بہانے خاوند کا حق ضائع نہیں کرتی:

کچھ عورتوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کثرت، چاہے وہ ان کے خاوند اور افراد خانہ کا حق مار کر ہی کیوں نہ ہو، انھیں اللہ تعالیٰ کے مزید قریب کر دے گی۔ ہر سمجھدار عورت کو اس گمان سے چھٹکارا پانا چاہیے، کیونکہ جس نے اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے اسی نے خاوند کا حق ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔

[**33**] وہ زندگی کے میٹھے کڑوے حالات میں خاوند کا ساتھ دیتی ہے:

مخلص بیوی کبھی اپنے خاوند کا بحرانوں میں ساتھ نہیں چھوڑتی، جس طرح وہ خوشحال اور فارغ البالی کے ایام اس کے ساتھ زندگی گزارتی ہے، اسی طرح تنگی کے حالات میں بھی ناراضی اور تنگدلی کے بغیر اس کا ساتھ دیتی ہے۔ زندگی ہمیشہ ایک ہی ڈگر پر نہیں رہتی، یہی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔

[**34**] وہ محبت بھری گفتگو کے فن میں ماہر ہوتی ہے:

مثالی عورت محبت بھری گفتگو کے فن میں ماہر ہوتی ہے، وہ خاوند کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کے لیے نئے نئے موضوعات چھیڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاہم یہ موضوعات چڑچڑے پن کا سبب نہیں بنتے، نہ اختلافات گہرا کرتے ہیں۔

[**35**] وہ اپنے احساسات کا اظہار کرتی ہے اور خاوند کو بھی اپنے احساسات کے اظہار کا موقع دیتی ہے:

پیار بھری اور دوستانہ گفتگو کا مطلب صرف معلومات اور نقطۂ نظر میں مشارکت ہی نہیں بلکہ اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کرنا بھی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر عورت کسی معاشرتی سرگرمی یا کسی بھی کام میں حصہ لے تو اپنی بات محض سارے دن کے واقعات بیان کرنے تک ہی محدود نہ رکھے، بلکہ اس سرگرمی کے متعلق اور اس میں شریک ہونے والوں کے متعلق اپنے احساسات کا بھی ذکر کرے، اس طرح یہ اپنے خاوند کو بھی اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کا موقع دیتی ہے۔ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایسا پسند نہیں کرتے، کیونکہ کبھی وہ یہ غلط طور پر سمجھ لیتا ہے کہ خاوند کا اپنے احساسات، جذبات اور وجدانات کا بیوی کے سامنے اظہار کرنا اس کی مردانگی کے خلاف ہے تو وہ مختلف اسالیب اختیار کر کے اس کا موقف بدلنے کی کوشش کرتی ہے، کیونکہ خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ جذبات تقسیم کرنا ان دونوں کے درمیان موافقت اور تعلق کو گہرا کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔

[36] وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہتی ہے:

مثالی عورت اس پر خوش رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تقسیم کر دیا ہو، اگر اس کا خاوند اس سے خوبصورتی میں کم ہو تو ناراض نہیں ہوتی اور اگر وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہو تو فخر نہیں کرتی، اسی طرح وہ فارغ البالی اور تنگی دونوں حالتوں میں خاوند کے امکانات پر راضی رہتی ہے، کیونکہ دن ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔

[37] وہ غیرت میں افراط کا شکار نہیں ہوتی:

وہ عورت جس کو خاوند کی حرکات کی نگرانی کرنے، اس کے حالات جانتے رہنے، اس کے ہر کام میں شک کرنے اور اس کے دوستوں اور جاننے والوں پر غیرت کھاتے رہنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہ ہو، وہ کم عقل اپنے ان کاموں کی وجہ سے اپنے اور خاوند کے درمیان محبت اور اعتماد کے رشتے کو توڑ دیتی ہے۔

[38] وہ متکبر نہیں ہوتی:

مرد متکبر عورتوں کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں، بلکہ ان سے نفرت کھاتے ہیں۔ کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جنھیں تکبر نے تباہ کر ڈالا! وہ اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے بن بیاہی ہی رہیں اور ایسی ہی موت کے منہ میں چلی گئیں، لیکن جو متواضع اور سادہ ہو مرد اسے اپنی آنکھوں میں بٹھاتے ہیں اور دل میں جگہ دیتے ہیں۔

[39] وہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتی ہے یا کم از کم ان کا انکار نہیں کرتی:

کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ غنی اور سخی مردوں سے نوازتے ہیں، وہ ان کے ساتھ مرفہ الحالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارتی ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ کمی اور تنگدستی کا رونا روتی رہتی ہیں، تاکہ حاسدوں سے بچی رہیں اور ساتھ ساتھ لوگوں کی ہمدردی اور توجہ سے بھی محظوظ ہوں!

جبکہ مثالی عورت کو ایسا کوئی بیوقوفانہ دورہ نہیں پڑتا، وہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتیں بیان کرتی ہے اور اگر بیان نہ بھی کرے تو کم از کم ان کا انکار نہیں کرتی۔

[40] وہ اپنی اولاد کو نوکروں یا گلیوں کے حوالے نہیں کرتی:

وہ خود اپنی اولاد کی تربیت کرتی ہے، وہ انھیں نوکروں، گلیوں یا کسی اور کے ہاتھ نہیں دیتی، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ یہ معاشرے کی تعمیر میں اس کی ذمے داری کا ایک حصہ ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران اور اس کی رعیت کی ذمے دار ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ رحم کرے شاعر نیل حافظ ابراہیم پر، وہ کہتے ہیں:

اَلْأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعْدَدْتَهَا
أَعْدَدْتَ شَعْبًا طَيِّبَ الْأَعْرَاقِ

''ماں ایک مدرسہ ہے، اگر تو اسے تیار کر دے تو گویا تو ایسی قوم تیار کر دے گا جو پاکیزہ نسل ہوگی۔''

مثالی ماں کسی کی مدد کے بغیر از خود اپنی اولاد کی صحیح جسمانی، نفسیاتی اور عقلی تربیت کرنے پر قادر ہوتی ہے، صرف وہی ان کی وجدانی ضروریات پوری کر سکتی ہے، جنکی آسودگی اور تسکین صرف اس محبت وشفقت بھری فضا ہی میں ممکن ہے جو وہ قائم کرتی ہے۔

[41] وہ اپنی زندگی میں ایک ہی روٹین کے مطابق نہیں چلتی بلکہ ہمیشہ مذاقِ زمانہ کے مطابق جدت اختیار کرتی رہتی ہے:

عورت اپنی زود حسی اور عملی تجربے کے مطابق سیکھتی رہتی ہے، ایک ہی طرز کا بود و باش اور انداز زیست رونق اور تروتازگی کا گلہ گھونٹ دیتا ہے بلکہ زندگی تباہ کر دیتا ہے، کیونکہ ایسی زندگی انسانی نہیں بلکہ مشینی زندگی بن کر رہ جاتی ہے۔

اس مقصد کے پیش نظر وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے رویے کے طور طریقوں میں تنوع پیدا کرتی رہتی ہے اور اپنے روزانہ کے پروگرام میں ایک مدت کے بعد مستقل تبدیلی لاتی رہتی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [853]

تروتازگی اور رونق بحال رکھنے اور زندگی کی حرکت و حرارت کا گہرا احساس بیدار رکھنے کے لیے تنوع اور تغیر کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تنوع نہ صرف خاوند کے ساتھ رویے اور روزانہ کے پروگرام میں ہونا چاہیے بلکہ زیب و زیبائش کرنے، بال سنوارنے اور کپڑوں کے نت نئے فیشن میں بھی ورائٹی ہونی چاہیے، لیکن ازدواجی دائرے کے اندر رہتے ہوئے نہ کہ بازار اور فیشن شوز کی متابعت میں۔

مثالی عورت حقیقت میں مسلسل جدت پسند عورت ہوتی ہے اس لیے وہ ان تمام چیزوں میں جدت کا خیال رکھتی ہے۔

[42] وہ خاوند کی گفتگو بڑی توجہ سے سنتی ہے:

مثالی عورت بڑی حساس سماعت کی مالک ہوتی ہے، اپنے خاوند کی بات بڑے دھیان سے سنتی ہے، وہ اسے اپنے چہرے کے خد و خال اور جسمانی انداز و اطوار (Gesture) سے احساس دلاتی ہے کہ وہ اس کی بات پر توجہ دے رہی ہے، اگر آدمی اپنے سینے میں موجزن افکار، احساسات اور غموں کو بیوی کے سامنے پیش نہ کرے تو کہاں جائے؟

[43] وہ مرد پر سایہ بن کر چھائی نہیں رہتی:

مثالی عورت خاص ذہانت کی مالک ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ خاوند کے پیچھے پڑے رہنا اور مسلسل اس پر چھائے رہنا آدمی میں اس کے متعلق داخلی شوق کا خاتمہ کر دیتا ہے، کیونکہ اگر وہی یہ سب کچھ کرتی رہے گی تو اس کے لیے باقی کیا بچے گا؟ وہ اس تک پہنچنے کے لیے کونسی کوشش صرف کرے گا اور اس کے لیے وہ کونسا موقع چھوڑ دے گی جس کی وہ تلاش میں رہے گا؟

[44] وہ بہت زیادہ اصرار کرنے والی نہیں ہوتی:

آپ کو کیا خبر کہ بہت زیادہ اصرار کرنے والی عورت کیا ہوتی ہے؟ یہ ایک ثقیل اور بوجھل عورت ہوتی ہے، جو اپنا سارا بوجھ خاوند پر ڈال دیتی ہے۔ اس کا سانس روک دیتی ہے اور اس کے اعصاب دبا دیتی ہے۔ جب وہ کسی چیز کا مطالبہ کرتی ہے تو اصرار کرتی

رہتی ہے اور اسے پانے کا سخت تقاضا کرتی رہتی ہے۔ یہ ہمیشہ سوال کرتی رہتی ہے اور مطالبات کی فہرست تیار کیے رکھتی ہے، پھر اپنی مطلوبہ اشیاء کے حصول پر تاکید اور اکتاہٹ بھرا تکرار کرنے کی عادی ہوتی ہے۔

جبکہ مثالی عورت بہت زیادہ اصرار کرنے والی عورت کی طرح نہیں ہوتی، یہ انتہائی مہذب انداز میں ایک ہی مرتبہ کسی چیز کا مطالبہ کرتی ہے، پھر اس پر اصرار یا اس کا بار بار تقاضا نہیں کرتی، اگر اپنے مطالبے کا اعادہ یا تکرار کرے بھی تو صرف اس وقت جب اسے یہ احساس ہو کہ اس کا خاوند بھول چکا ہے۔

[45] وہ بہت زیادہ صبر والی ہوتی ہے:

اکثر عورتیں صبر کی خوبی سے آراستہ ہوتی ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ عورت کا صبر محبت خاوند اور بچوں کو توجہ دینے اور معاف کر دینے میں غیر متناہی ہوتا ہے، لیکن اگر اسے کسی وقت کسی شخص کے ساتھ حسد اور کینہ ہو جائے تو اس میں بھی وہ بے پناہ صبر کا مظاہر کرتی ہے۔

[46] وہ حاوی ہونے اور تسلط جمانے کا رجحان نہیں رکھتی:

چیزوں کی طبیعت اور شریعت کی ہدایات مرد کی سرپرستی کا تقاضا کرتی ہیں، اس لیے مثالی عورت اس حقیقت کا ادراک رکھتی ہے اور اندرونی طور پر اس پر خوش رہتی ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں قانون ہے۔ لیکن عورتوں کی ایک ایسی قسم بھی ہوتی ہے جو نفسیاتی انحراف کی مریض ہوتی ہے، اس انحراف کی وجہ سے وہ ہمیشہ تسلط پسند اور مرد پر غالب رہنے کے خیالات کی حامل ہوتی ہیں۔

اسی لیے مرد عورت کو اس وقت تک اچھی خیال نہیں کرتے جب تک وہ تکبر اور تسلط پسندی کے رجحانات سے خالی نہ ہو یا دوسرے لفظوں میں فرمانبرداری اور عاجزی کی روشن تصویر ہو۔

[47] وہ خاوند کا حصولِ اہداف میں ساتھ دیتی ہے:

یہ ایک منطقی کام ہے، جو ہر ایک دانشمند عورت کرتی ہے۔ وہ اپنے خاوند کے شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہے، اچھی بات یا حوصلہ افزا مسکراہٹ کے ساتھ اس کی اس کے مطلوبہ

اہداف پر مسلسل ہمت بندھاتی رہتی ہے، جو کامیابی بھی وہ حاصل کرتا ہے وہ اس اکیلے ہی کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اس میں شریک ہوتی ہے۔

[48] بحرانوں میں وہ خاوند کا بہترین سہارا ہوتی ہے:

کامیاب لوگوں کو آگے بڑھنے کی پیہم کوشش میں بہت سارے بحرانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن صبر، امید اور حسن تفکیر سے اس بحران سے گزر جانے کی صلاحیت انھیں دیگر لوگوں سے ممتاز کرتی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بحران انھیں ختم نہیں کر دیتے بلکہ قوت بخشتے ہیں۔

بلاشبہ مثالی عورت آدمی کا توازن بحال رکھنے کے لیے سب سے زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے، پھر صحیح اقدامات اٹھانے میں اس کا ساتھ دیتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس بحران کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔

[49] وہ شکست کے وقت اسے چھوڑتی نہیں بلکہ اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے:

حوصلہ افزائی آدمی کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا انجن کے لیے ایندھن۔ یہی اسے چلاتی، اس کا ذہن تیز کرتی اور اس کی روح کو طاقت کی مدد مہیا کرتی ہے، بلکہ یہی اکثر اوقات ناکامی کو کامیابی اور شکست کو فتح میں بدل دیتی ہے۔

زمانہ تمام مردوں کو کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ ضرور ٹھوکر لگاتا ہے، شدید ضرب آدمی کا عزم ریزہ ریزہ کر دیتی ہے اور اسے نا امیدی کی جھولی میں پھینک دیتی ہے۔ یہاں کامیابی اس مثالی عورت کی صورت میں چھپے بیٹھی ہوتی ہے، وہ اس جیسے لمحے میں اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر کھڑی ہو جاتی ہے اور آدمی کے کھوئے ہوئے توازن کو بحال کرنے اور اسے ناامیدی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لینے پر قادر ہوتی ہے۔

آدمی پر عورت سے زیادہ جلد کوئی چیز کارگر ثابت نہیں ہوتی اور اس احساس سے بڑھ کر کوئی چیز اس کی کامیابی اور امتیاز کا ضامن نہیں ہوتی کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ اس کی مددگار اور سہارا بن کر کھڑی ہے اور وہ اس کا دست و بازو بننے اور اس کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ہر دم چوکس اور مستعد ہے۔

[50] وہ آدمی میں امید اور دلیری کی روح پھونک دیتی ہے:

مثالی عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ آدمی میں امید اور دلیری کی روح پھونکے رکھتی ہے، خواہ یہ آدمی اس کا شوہر ہو کہ بھائی یا پھر والد۔

پانچویں فصل:

مجامعت کے آداب

1. جنس اور دل۔
2. صحیح جنسی ملاپ کی مکمل صورت۔
3. مجامعت کے آداب۔

[1] جنس اور دل

شاید اکثر دل کے مریض اس موضوع پر سوال کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنسی ملاپ بھی دیگر جسمانی مشقتوں کی طرح دل کی رفتار تیز کر دیتی ہے، عارضی طور پر بلڈ پریشر کو بلند کر دیتی ہے اور سانس لینے کی حرکات میں اضافہ کر دیتی ہے۔

دل کی تیز رفتاری اور بلڈ پریشر کے بڑھ جانے کی وجہ سے دل کے عضلات کو آکسیجن کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بعض دل کے مریضوں کے سینے میں درد پیدا ہوجاتا ہے یا ان کا دل گھبراتا ہے یا سانس تنگ ہوجاتی ہے۔

ہارٹ اٹیک کے مریضوں پر کی گئی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ مجامعت کی انتہا کے دوران میں ان کی نبض کی رفتار ایک منٹ میں 120 تک پہنچ گئی اور 15 سیکنڈ تک اسی رفتار پر قائم رہی اور تین منٹوں کے اندر اندر اپنی طبعی حالت کی طرف واپس آ گئی۔ اسی طرح بلڈ پریشر بھی 160 ملم تک پہنچ گیا، جب آدمی دن کے وقت اپنی طبعی سرگرمیاں جاری رکھے تو وہ اس جیسی حالت تک پہنچ جاتا ہے، لیکن اگر خاوند عمر رسیدہ ہو اور بیوی کم سن تو ایسی حالت میں دل کو ازدواجی معاشرت کا ساتھ دینے کے لیے بڑی مشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سے مشورہ کرنا:

دل کے مریض ڈاکٹر سے مشورہ لینے میں تردد کا شکار رہتے ہیں، بعض اوقات جسے پہلا دل کا دورہ پڑا ہو تو وہ مکمل صحت مند اور تیار ہونے سے قبل ہی جنسی ملاپ کا آرزومند ہوتا ہے، اس لیے ڈاکٹر کو چاہیے کہ ایسے ہارٹ اٹیک کے مریض کے لیے حقیقت خود ہی بیان کر دے، چاہے مریض نہ بھی پوچھے۔

اکثر اوقات مریض کلینک کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے جنسی ملاپ کے متعلق سوال کرتا ہے۔

دل کے مریض کے لیے ازدواجی تعلق:

جن کے دل کی شریانوں میں تنگی ہو جب وہ کوئی مشقت آزما کام کریں یا سخت زود رنجی سے دوچار ہوں تو ایسے افراد کو دل کا دورہ پڑ جاتا ہے کبھی یہ درد دل کی شریانوں میں تنگی کی پہلی علامت کا شبہہ پیدا کر دیتی ہے، عموماً ملاپ کے دوران میں اگر نیٹرو گلیسرین کی گولی منہ میں ہو (یہ دل کے مریض زبان کے نیچے رکھ کر استعمال کرتے ہیں) تو انجائنا کا درد رک جاتا ہے، اگر مریض کی حالت بہتر ہو تو مباشرت سے چند منٹ قبل صرف ایک نیٹروگلیسرین کی گولی چند منٹ کے لیے زبان کے نیچے رکھ لینا ہی کافی ہوتا ہے، لیکن ڈاکٹر کو بتانا اور اس سے مشورہ لینا بہر حال ضروری ہے، وہ اگر مناسب سمجھے تو علاج تبدیل کر سکتا ہے۔ یا ہوسکتا ہے کہ کسی اور طبی معاینے[1] (Cardiac Cathererization) وغیرہ کا مشورہ دے۔

تاہم عمومی طور پر کھانا کھانے کے بعد دو گھنٹے کے دوران میں اور غسل کے بعد جنسی ملاپ سے پرہیز کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

بلاشبہ ہارٹ اٹیک کے لیے (Beta Blocker) جیسے ٹنورمن، انڈرال وغیرہ اور کیلشیم توڑ، جیسے اڈالاٹ، ڈلٹیزم وغیرہ استعمال ہونے والی ادویہ مریض کو مکمل نارمل زندگی گزارنے پر مدد مہیا کرتی ہیں۔

مریض خود بھی اگر سگریٹ نوش ہو تو اسے ترک کر کے اور اگر موٹاپے کا شکار ہو تو اس سے نجات حاصل کر کے اپنی مدد کر سکتا ہے۔

نئے نئے دل کے دورے کے شکار کے لیے ازدواجی تعلق:

اگر مریض کی حالت ٹھیک ہو اور دورے کے بعد سینے میں کوئی درد محسوس نہ کرے تو وہ ہارٹ اٹیک کے تین چار ہفتے بعد ازدواجی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ عموماً ایسے مریض میں

[1] یہ ایک باریک نالی ہوتی ہے، جس کے آگے کیمرہ لگا ہوتا ہے، اسے جسم میں داخل کر کے اندرونی مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

مشقت اٹھانے کی صلاحیت کا ٹیسٹ دورے کے چھ ہفتے بعد کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مریض زندگی کی سرگرمیاں جاری رکھنے کے امکان کے حوالے سے پر اعتماد ہو جاتا ہے اور ازدواجی تعلق بھی انھی سرگرمیوں میں شمار ہوتا ہے۔

دل کے آپریشن کے بعد ازدواجی تعلق:

اگر مریض کی حالت بائپاس کے بعد ٹھیک ہو اور کسی قسم کے اثرات ظاہر نہ ہوں تو آپریشن کے چھ ہفتے بعد جنسی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر ذہن میں کوئی سوال ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنے سے ہچکچانا نہیں چاہیے۔

ازدواجی تعلق اور دل کا فیل ہو جانا:

ہارٹ فیلیر کا مریض کسی بھی قسم کی مشقت اٹھاتے وقت تنگی تنفس عام تھکن اور ماندگی کی شکایت کرتا ہے۔

ایسا مریض ازدواجی تعلق کے وقت تنگی تنفس کی شکایت کر سکتا ہے، اسی لیے ایسے مریض کو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے، جو ملاپ سے قبل پیشاب آور ادویہ کی اضافی مقدار لینے کا مشورہ دے سکتا ہے، یا علاج بدل سکتا ہے، لیکن اگر دل کی ناکامی کا مرض آگے بڑھ چکا ہو تو مریض کو حالت بہتر ہونے تک ہسپتال میں داخل کروانا پڑ سکتا ہے، تاکہ وہ اپنی پہلی حالت پر واپس آجائے۔

سگریٹ نوشی اور جنس:

سگریٹ نوشی اور بانجھ پن کے درمیان گہرا تعلق ہے، سگریٹ نوشی (Gonadotoxins) غدود تناسلی پر سب سے زیادہ زہریلے اثرات چھوڑنے والے عوامل میں شمار ہوتی ہے۔

بہت سے ڈاکٹر ایسے بانجھ پن کے مریض کا علاج کرنے سے انکار کر دیتے ہیں جو سگریٹ نوشی چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا، جس سے سگریٹ نوشی کے بانجھ پن کے ساتھ گہرے تعلق میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

یہ ایک عام بات ہے کہ سگریٹ نوشی عنق رحم کی رطوبتوں کے عمل اور کیمیائی طبیعت پر گہرا اثر چھوڑتی ہے، اسی طرح ٹیوبز کی اندورنی جھالروں کی حرکت کو بھی متاثر کرتی ہے، اس لیے یہ عورتوں میں بانجھ پن کا ایک اہم سبب شمار کی جاتی ہے۔

سگریٹ نوشی اور اعضا کے کام کرنے کی صلاحیت:

مرد میں سگریٹ نوشی کے اثرات بالکل واضح اور ثابت شدہ ہیں، چاہے ان اثرات کا تعلق اعضا کے عمل اور ازدواجی تعلق سے ہو یا پھر اس کی تولیدی صلاحیت پر، بہت ساری تحقیقات سگریٹ نوشی اور مردوں میں بانجھ پن کے تعلق پر دلائل مہیا کرتی ہیں، کیونکہ سگریٹ نوشی سپرمز (کرم منی) کی تعداد کم کر دیتی ہے، ان کی حرکت کو سست کر دیتی ہے اور خصیے میں سپرمز کی پیداوار کے دوران میں انھیں خراب کر دیتی ہے۔

اس اثر اندازی کی بنا پر آدمی میں تولیدی صلاحیت کم ہوجاتی ہے، اسی طرح تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ سگریٹ نوشوں میں زنک کی کمی واقع ہوجاتی ہے اور ان کے مادہ منویہ میں نسبتاً وائٹ سیلز کی مقدار بڑھ جاتی ہے، سپرمز کو متحرک رکھنے میں زنک کا اہم کردار ہوتا ہے، اگر وائٹ سیلز زیادہ ہوجائیں تو یہ سپرمز کی حرکت اور چستی میں کمی کرتے ہیں، اسی طرح روزانہ سگریٹ پینے کی مقدار اور ان کی سپرمز پر اثر اندازی کے درمیان براہ راست تعلق ہوتا ہے۔

جس قدر زیادہ سگریٹ پیے جائیں اور سگریٹ نوشی کا دورانیہ لمبا ہو اسی قدر اس کے نقصانات بھی زیادہ ہوتے ہیں، اس بنیاد پر سگریٹ نوشی کی عادت جس قدر زیادہ پرانی ہو اسی قدر اس کے برے اثرات بھی واضح ہوتے جاتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ سگریٹ نوشی کے زہریلے اثرات کو (Anti Oxidants) مواد استعمال کر کے کم کیا جا سکتا ہے، اور ان میں سب سے مشہور وٹامن C (Ascordic acid) ہے جو سگریٹ نوشی کے زہروں کو محدود یا کم کر دیتا ہے، لیکن جسم پر اس کو اثر انداز ہونے سے روک نہیں سکتا۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں کہ سیگریٹ نوشی کے برے اثرات اور نان سموکرز کی نسبت اسقاط حمل کے زیادہ امکانات کے باوجود یہ مذکر جنین کی مردانہ خصوصیات پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتی۔

سیگریٹ نوشی اور مردانہ جنسی قوت:

سیگریٹ نوشی کے مردانہ جنسی قوت پر اثر انداز ہونے کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جسمانی اعتبار سے جنسی ملاپ کے دوران میں خون قوت اور جوش کے ساتھ جنسی اعضا خصوصاً ذکر کی طرف اپنا رخ موڑ لیتا ہے، جب خون دوڑتا ہے اور ذکر کے اسفنجی ٹشوز بھر جاتے ہیں تو اس میں تناؤ اور قوت پیدا ہو جاتی ہے جو جنسی ملاپ میں کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔

جبکہ سیگریٹ نوشی خون کی شریانوں کو تنگ کرنے والے اسباب میں شمار ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ملاپ کے دوران میں ذکر میں خون کے بہاؤ کی مقدار کم ہو جاتی ہے، آدمی ایستادگی میں کمزوری اور ڈھیلا پن محسوس کرتا ہے اور جنسی ملاپ مکمل کرنے سے عاجزی محسوس کرتا ہے، جس کے اس پر شدید نفسیاتی اثرات ہوتے ہیں، یہ حقیقت بھی زبان زد عام ہے کہ سیگریٹ نوشی کے نقصانات نہ صرف خود سیگریٹ نوش کی صحت پر ہوتے ہیں، بلکہ دیگر افراد بھی ان کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، خصوصاً بچے جو نا چاہتے ہوئے بھی اس کے مضر اثرات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اگر آدمی خواب گاہ میں یا گھر کے دیگر کمروں میں جہاں بچے بھی ہوں سیگریٹ نوشی کا عادی ہو تو اس بنا پر میاں بیوی کے اختلافات گہرے ہو جاتے ہیں، بلاشبہ یہ عادت ان کو بیمار کرنے اور زہریلی گیسوں اور خراب فضا کے سبب ان کی نشو و نما میں تاخیر کرنے کا سبب ہوتی ہے۔

سیگریٹ نوشی تمام انسانی حواس کو خراب کر دینے کے ساتھ ساتھ انسانی حواس خمسہ کو بھی شدید ترین متاثر کرتی ہے، سیگریٹ نوش میں خوشبو سونگھنے یا کھانے کا ذائقہ معلوم

کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خاوند میں حواس کی صلاحیت ماند پڑ جاتی ہے اور وہ بیوی پر توجہ نہیں دے پاتا، چاہے وہ کتنی قیمتی اور نفیس خوشبوؤں میں رچی بسی اس کے سامنے حاضر ہو، کیونکہ وہ سونگھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس لیے اس کی تیاری کی قدر دانی نہیں کر سکتا۔

بوسہ بغیر ذائقے کے ہوگا۔ جس کا مطلب ہے کہ سگریٹ نوش میاں بیوی کے بوسوں کا کوئی ذائقہ نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں بوسہ ذائقے دار نہیں بلکہ بد ذائقہ اور بدبو دار ہوتا ہے، جب وہ دونوں ایک ہی بستر پر لیٹیں گے تو بستر میں اٹھنے والی سانس اور جسم کی بدبوئیں بیوی کے لیے سخت پریشانی کا باعث بنیں گیں، اسی طرح سگریٹ نوشی زبان، تالو، مسوڑوں اور دانتوں میں سوزش پیدا کر دیتی ہے، یہ سوزش بھی فریق ثانی کے لیے تکلیف دہ بوئیں پیدا کر دیتی ہے جبکہ سگریٹ نوش کو اپنی حالت کی کوئی خبر اور احساس نہیں ہوتا۔

بعض سگریٹ نوش خاوند اس قدر انا پسند ہوتے ہیں کہ منہ میں موجود ان تکلیفوں کو بالکل خاطر میں نہیں لاتے، سگریٹ نوش کی ایک خاص باس ہوتی ہے، سگریٹوں کی بدبو اس کے بالوں، اس کی جلد اور کپڑوں سے اٹھ رہی ہوتی ہے۔ بلکہ پیشاب، پسینے اور لعاب سے بھی آتی ہے، یہاں میاں بیوی کے جھگڑے جنم لیتے ہیں، سگریٹ نوشی کے ازدواجی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، لہٰذا سگریٹ نوشی میں بیوی کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے یا بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی صحت کی حفاظت کی خاطر اسے کلی طور پر ترک کر دینا چاہیے۔

[2] صحیح جنسی ملاپ کی مکمل صورت

یہاں کوئی خاص قاعدہ یا معین رسوم نہیں، جن کا التزام کر کے یہ کہا جائے کہ جنسی عمل کامیابی سے مکمل ہو گیا ہے، لیکن چند ایسے مراحل اور اقدام ضرور ہیں جنھیں اپنانا فریقین کے لیے ایک دوسرے کو جنسی عمل کے لیے تیار کرنے کے لیے از بس ضروری ہے۔ ان مراحل کے اختتام کے بعد میاں بیوی جیسے چاہیں لطف اندوز ہوں، اگر وہ دونوں خوشی

حاصل کرلیں تو جنسی ملاپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

یہاں تفصیل سے چند ایسے اقدام کی وضاحت کی جاتی ہے جن پر ملاپ سے پہلے عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

① محبت کے کھیل (Fore play):

محبت کے کھیل تمام لفظی چھیڑ چھاڑ اور دخول کے بغیر ہر قسم کی جنسی دل لگی پر مشتمل ہیں، ہیجان خیز جملے اور محبت بھرے نرم نرم الفاظ نفسیاتی اشتعال انگیزی کے مراکز کو گدگداتے رہتے ہیں۔

جسمانی چھیڑ چھاڑ کی ابتدا ہم آغوشی، شغلِ بوس و کنار اور لمس سے شروع ہوتی ہے، خصوصاً عورت کے ان اشتعال انگیز مقامات کو چھونا اور بوسے دینا اندام نہانی کو جماع کے لیے تیار کر دیتا ہے۔

یہاں ایک سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ عورت کے جسم میں صرف بظر ہیجان خیزی کا مرکز اور محور نہیں بلکہ بعض اوقات عورت دیگر مقامات کو سہلانے سے بھی جنسی خواہش حاصل کر لیتی ہے۔ کسی خاوند کا اپنی بیوی میں اس وجہ سے سرد مہری کا شکوہ کرنا کہ ختنہ کرنے کی وجہ سے اس کا سارا بظر کاٹ دیا گیا تھا، یہ بالکل بے بنیاد شکایت ہے، بلکہ اس خاوند میں عیب ہے جو اپنی بیوی میں اشتعال انگیزی کے دیگر مقامات سے واقفیت نہیں رکھتا۔

لفظی چھیڑ چھاڑ کی کوئی خاص مدت نہیں، اہم یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کو عملی ملاپ کے لیے تیار کرنے کے لیے کافی ہو۔ لفظی اور جسمانی فور پلے کے دور رس اثرات ہوتے ہیں، جن سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ جتنا میاں بیوی کے درمیان گہرا تعلق ہوگا اتنی ہی یہ مدت طویل ہوگی اور جس قدر استعمال کیے جانے والے الفاظ نئے اور تکرار اور ملال سے خالی ہوں گے اور وہ اپنے لیے جس قدر زیادہ مناسب طریقے ایجاد کرتے رہیں گے، یہ اسی قدر جسمانی فور پلے کو دخول سے پہلے لذت و سرشاری سے ہمکنار کر دے گا۔

یہ کتنے عظیم لمحات ہوتے ہیں، اگر میاں بیوی ان لمحات سے فائدہ اٹھائیں اور ان

کے قریب کر دینے والے کردار سے غافل نہ ہوں تو کتنے عمدہ طریقے سے یہ لمحات ان کے شدید ترین اور سخت ترین جھگڑوں اور اختلافات کو آسانی سے مٹا دیں گے، لیکن اس کے عکس جسے جلد ایستادگی ختم ہونے کا اندیشہ ہو وہ ان تمام خوشگوار کھیلوں سے صرف نظر کرتے ہوئے جلد از جلد دخول کے مرحلے تک پہنچنا چاہتا ہے۔

حقیقی جماع کا آغاز ذکر کو اندام نہانی میں داخل کرنے کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے بعد حشفے کو اندام نہانی سے باہر نکالے بغیر ذکر بڑے منظم انداز میں اندر باہر سٹروک لگاتا ہے، یہ دخول گہرا بھی ہوسکتا ہے اور سطحی بھی، تیز بھی ہوسکتا ہے اور آہستہ بھی، آدمی کے لیے ہیجان اور جوش کا سبب ذکر کو لگنے والی براہ راست رگڑیں ہوتی ہیں۔

جبکہ عورت کے لیے لذت کا منبع فرج کی اندورنی دیواروں اور نسیجوں میں سکڑنے کی شدت کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح گہرے دخول کا احساس بھی جبکہ آخری احساس محسوس کیا جانے والا احساس نہیں ہوتا، بلکہ ذہنی اور باطنی احساس ہوتا ہے، پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اندام نہانی کا احساس بیرونی احساس کا صرف ایک تہائی حصہ ہوتا ہے۔

آدمی بیرونی مؤثرات، جیسے شور، ٹیلی فون کی گھنٹی وغیرہ سے بہت زیادہ متأثر نہیں ہوتا، اور اس کے لیے فوراً جماع پر توجہ مرکوز کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن عورت اس کے مکمل عکس ہوتی ہے اور بہت جلد ان سے متأثر ہوجاتی ہے۔

اس سے بڑھ کر اس کی دلیل اور کیا ہوگی کہ جب چھوٹا بچہ رونا شروع کر دے تو ماں اسے چپ کرانے اور دودھ پلانے کے لیے چلی جائے تو اس کے لیے دوبارہ جنسی عمل پر توجہ مرکوز کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور عموماً اسی حد تک رہتی ہے جہاں پہنچ چکی تھی یا پھر خاوند کے اصرار پر مکمل کرتی ہے، لیکن حقیقت میں بیوی کو کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی۔

دخول کے نتیجے میں حاصل ہونے والی لذت کے احساس کے ساتھ ساتھ عورت کے بظر اور داخلی لبوں پر براہ راست رگڑ سے بھی بہت زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

جماع کے طریقوں کی پہچان کوئی فطری چیز نہیں، جسے انسان جانتا ہو، بلکہ میاں بیوی دوستوں اور اعزاء و اقارب سے یہ طریقے سیکھتے ہیں یا پھر ان کتابوں کے ذریعے جن

میں ہر طریقے کی تفصیل اور فوائد ونقصانات درج ہوتے ہیں۔

اکثر خاوند دخول کے بعد جنسی عمل مکمل کرنے کی مناسبت اور قابل کفایت مدت کے متعلق سوال کرتے ہیں، ان کو علم ہونا چاہیے کہ اس کی کوئی متعین مدت نہیں بلکہ بہت سارے عوامل، جیسے عمر، جنسی خواہش کی حد، جنسی عمل کے تکرار کی حد اور انزال کے بعد دوبارہ جنسی ملاپ کے لیے جنسی صلاحیت بحال ہونے کی حد وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

تاہم عورتوں کی کثیر تعداد پر کی گئی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو انتہائے لذت تک پہنچنے کے لیے 15 منٹ کا دورانیہ کافی ہوتا ہے۔ بعض اوقات عورت کا تجربہ اس مدت کو کم کرنے پر معاون ثابت ہوسکتا ہے جبکہ خاوند کا تجربہ اسے انتہاءِ لذت تک پہنچنے سے پہلے کا دورانیہ طویل کرنے کے لیے کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔ تاکہ میاں بیوی ایک ساتھ انتہائی لذت تک پہنچ جائیں۔

ہفتے میں یا ایک ہی نشست میں جماع کے تکرار کا کوئی خاص معیار یا اوسط حد مقرر نہیں، بہت سارے عوامل کی بنا پر اس عمل میں ہر شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایک ہی شخص میں اس کا تکرار مختلف ہوتا ہے کیونکہ ایک ہی حالت پر قائم رہنا ناممکن ہوتا ہے۔ ع

ثبات فقط اک تغیر کو ہے زمانے میں

یہ کہنا کہ آدمی کا مزاج ہمیشہ ایک سا رہتا ہے اور اس کی نفسیاتی حالت اور جسمانی صحت کبھی تغیر پذیر نہیں ہوتی، بالکل ناممکن ہے۔

ان عوامل میں سے پہلا عامل دونوں فریقوں کا ایک دوسرے کی حاجت پر لبیک کہنے پر اتفاق ہونا ضروری ہے، لہٰذا ہمیشہ جنسی پیش قدمی مرد کے ہاتھ ہی میں نہیں ہونی چاہیے، بلکہ عورت بھی بلا جھجک اپنے خاوند کو شریک بستر بننے کی دعوت دے سکتی ہے، اس سے بال برابر بھی اس کے ادب یا حیا میں فرق نہیں پڑتا، بلکہ بعض خاوند اپنی بیوی کی طرف سے جماع کی پیش کش سے لطف اندوز ہوتے ہیں، کیونکہ اس وقت انھیں اپنی مردانگی اور قوت کا احساس ہوتا ہے۔

اس کے بعد دیگر عوامل آتے ہیں، جن میں ایک کا تعلق میاں بیوی کی عمر کے ساتھ

بھی ہے، عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ جنسی رغبت کم ہو جاتی ہے، اسی طرح نفسیاتی اور جسمانی صحت اور زوجین کے آپس میں گہرے ارتباط اور خوشی کی حد بھی جماع کی تعداد متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، عموماً انسان اسی چیز کی تکرار پسند کرتا ہے جو اس کے لیے لذت اور خوشی کا باعث ہو، اگر مباشرت نفسیاتی اور جسمانی لذت کا حقیقی سرچشمہ ہو تو پھر جماع کی تعداد کی کوئی حد یا قانون نہیں ہوتا اور جسے لذت کا وافر احساس ہو اس کے لیے لفظی اور جسمانی چھیڑ چھاڑ بھی لطف اندوزی کا دوسرا منبع ثابت ہوتی ہے۔

میں ان تحقیقات کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا جن کے مطابق زیادہ عرصے تک شادی قائم رہنا ازدواجی تعلق میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے، میرے خیال میں بیوی کا خاوند کو اس حالت تک پہنچانے میں بہت بڑا کردار ہوتا ہے، جس حالت میں وہ خود پہنچ چکی ہوتی ہے۔ پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ خاوند عورت کے جسمانی خد و خال اور حالت کو مدنظر رکھتا ہے، جبکہ عورت مرد کی ذات کو توجہ دیتی ہے نہ کہ اس کی جسمانی صفات کو، اس لیے خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اس کی بیوی کا اس کی شخصیت کے ساتھ گہرا تعلق ہو، یہاں عورت کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ خاوند کو اپنے ہی سحر میں گرفتار رکھے اور کسی دوسری عورت کی طرف اس کا دھیان جانے نہ دے۔ لہٰذا اسے اپنے جسم پر بھرپور توجہ دینی چاہیے، لا پرواہی نہیں برتنی چاہیے اور کھانے پینے میں اعتدال قائم رکھنا چاہیے کہ کہیں اس کے جسمانی خدوخال خراب نہ ہو جائیں، اسے خاوند کو مشتعل رکھنے والے تمام نخریلے، البیلے اور مستانہ انداز و اطوار یاد رکھنے چاہییں۔

عورت کے پاس خوش اندام نہ رہنے یا کپڑوں سے ہر وقت کھانے پکانے کی بدبو اٹھتے رہنے کے لیے یہ کوئی بہانہ نہیں کہ وہ سارا دن گھر کی صفائی، ضروریات اور بچوں کے مطالبات پورا کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ بلکہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ ہر ملاقات کو پہلی ملاقات سمجھتے ہوئے عام روٹین کے مطابق نہیں بلکہ خاص طریقے سے اس کا اہتمام کرے، بلکہ ہمیشہ کپڑوں، پرفیوم اور بال سنوارنے کے انداز میں تبدیلی کرتی رہے تا کہ خاوند یہ محسوس کرے کہ وہ ہر مرتبہ نئی خوبیوں اور خصوصیات کی مالک بیوی سے جنسی ملاقات کرتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کوئی آسان کام ہے، لیکن بہر حال اس کا ازدواجی زندگی میں شوق وصال کو تادیر برقرار رکھنے میں گہرا اثر ضرور ہوتا ہے، بلکہ جب ہر مرتبہ ملاقات اس انداز اور جدت میں ہو تو شوق و وصال میں مزید گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

کاش حوا کی بیٹی کو یہ احساس ہو جائے کہ محبت کے بستر پر ایک رات گزارنا خاوند کی نفسیاتی صحت اور خود اعتمادی کے لیے، نیز اس کی جسمانی، نفسیاتی مشکلات اور کاروباری پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اسے کس قدر قوت اور طاقت مہیا کرتا ہے!

بیوی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ایک شفا بخش مرہم، محبت بھرا سینہ اور اپنے پرسکون گھونسلے پر امن و امان کا پھڑ پھڑاتا ہوا پَر ہوتا ہے۔

دس قسم کی عورتیں جو آدمی کو جنسی اعتبار سے پسند نہیں ہوتیں

[1] وہ عورت جو ظاہر کرے کہ اسے جنس پسند نہیں:

ایک خاوند کا کہنا ہے: ''میں محسوس کرتا ہوں کہ میری بیوی میرے جنس کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے مجھے خطا کار سمجھتی ہے، جب میں اسے بستر پر بلاؤں تو وہ میری طرف اس طرح دیکھتی ہے جس طرح میں کوئی جانور ہوں یا گویا جنس حیا کے خلاف ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور ہمیں جانوروں کی سی خواہشات سے بڑھ کر بلند ہو کر جینا چاہیے۔''

دوسرے کا کہنا ہے: ''میں محسوس کرتا ہوں کہ میری بیوی مجھے جنس سے لطف اندوز کر کے احسان جتلاتی ہے گویا اس کے لیے اس لذت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ جس قدر میں اس کی ملاقات کا متمنی ہوتا ہوں وہ اس قدر میری ملاقات کی مشتاق نہیں ہوتی، گویا وہ کہتی ہے یہ میرا جسم ہے اس کے ساتھ جو کرنا ہے کرو اور چلتے بنو۔''

تیسرا کہتا ہے: ''میری بیوی سرد مہر نہیں بلکہ اس کے عکس انتہائی زیادہ گرم ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سرد مہری کا بناوٹی اظہار کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے جنس کے ساتھ لگاؤ اور پرجوش رَدعمل کے اظہار میں شرمندگی اور رسوائی محسوس کرتی ہے، کیا اس میں کوئی چیز ایسی ہے جو باعث شرمندگی ہو؟ کیا میاں بیوی کے جنس کے ساتھ لگاؤ اور اپنے جذبات کے

اظہار کرنے میں کہیں کوئی رسوائی ہے؟''

یہ ہیں خاوندوں کے اپنی بیویوں کے جنس کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کے متعلق شکوے اور یہ شکوے ان میں ان کے گہرے اثرات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

آدمی محسوس کر سکتا ہے کہ وہ اس حالت میں خطا کار ہے یا پھر اس میں مناسب جنسی قوت نہیں، حقیقت میں آدمی میں اس چیز کا احساس اس کی انانیت اور تکبر کو گہری ٹھیس پہنچاتا ہے، لیکن بعض عورتیں ایسا کیوں کرتی ہیں؟ یا وہ جنسی ملاقات کے لیے شوق اور ردعمل کا اظہار کیوں نہیں کرتیں؟ یہاں اس کے اسباب درج کیے جاتے ہیں:

① جنس سے بے خبری۔

عورت جس ماحول میں پرورش پاتی ہے، اس کی وجہ سے یہ غلط خیال اس کے دل میں سما جاتا ہے کہ جنسی ملاپ کی خواہش رکھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے یا مرد ایسی عورت کا احترام نہیں کرتا جو اس خواہش کا اظہار کرے، بلکہ وہ ایسی عورت کو حیا باختہ عورت سمجھتا ہے۔

اگر تو بیوی ان خیالات کی حامل ہو تو اسے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ برفیلی عورت کا ڈھونگ ختم کر دے اور اپنے خاوند کے سامنے اپنی جنسی رغبت کو بے لگام چھوڑ دے، اس میں کوئی عیب ہے نہ یہ حرام ہی ہے، بلکہ یہ بیوی کا اپنے آپ کو اور اپنے خاوند کو خوشی مہیا کرنے کے لیے اور اس کے مردانہ رجحان کی تسکین کے لیے فریضہ بنتا ہے، کیونکہ خاوند اپنی بیوی کا اپنی طرف میلان، جھکاؤ اور لطف اندوز ہونے کا شوق محسوس کرنا چاہتا ہے۔

❀ عورت کا جنس کی رغبت رکھنے کے باوجود خاوند کے جنسی انداز کا جواب نہ دینا۔

بعض اوقات عورت جنس سے نفرت کھانے کی وجہ سے مظلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس کا خاوند اسے جنسی خوشی مہیا کرنے سے قاصر رہتا ہے، تاہم اس کی کئی وجوہات ہیں، مثلاً تشدد آمیز رویہ اپنانا یا غلط انداز میں آغاز کرنا، یا کوئی جنسی انحراف ہونا، یا خاوند کا خود پسند ہونا یعنی وہ اپنی لذت کے حصول کی خاطر بیوی کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے، لیکن اس کے لیے کسی بھی لذت بخش انداز کا اہتمام نہیں کرتا۔

یہ ایک عام جنسی غلطی ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آدمی انزال کے فوراً بعد اپنا ذکر باہر نکال لیتا ہے اور عورت کو جنسی انتہا تک پہنچانے کا کوئی اہتمام نہیں کرتا۔

اس طرح کے خاوندوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ حضرات! جنس میں خود پسندی اور انانیت کے لیے کوئی جگہ نہیں، بلکہ یہ ایک ٹیم ورک ہے اور صرف ایک طرف کو نہیں بلکہ دونوں اطراف کو راضی رکھنے کے لیے تعاون کیا جاتا ہے۔ اس جیسے حالات میں بیوی کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ جو چیز وہ اپنی لذت کے خلاف سمجھے اسے چھپا کر نہ رکھے بلکہ صاف صاف بیان کر دے کہ اس طرح اسے خوشی حاصل ہو سکتی ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں۔

❀ عورت کا اثناءِ جماع تکلیف محسوس کرنا۔

انتہائی سادہ الفاظ میں، عورت جنس سے نفرت کر سکتی ہے، کیونکہ جنسی عمل اس کے لیے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ ایسی عورت کو جلد از جلد ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے، ممکن ہے اس تکلیف کا باعث اس کے اعضاء تناسلیہ میں کوئی مرض ہو، اس طرح وہ بیماری بڑھنے سے پہلے پہلے اس کا علاج کروا سکے گی۔

❀ نفسیاتی الجھنیں۔

''میں جنسی ملاپ کو ناپسند کرتی ہوں کیونکہ میں جنس سے نفرت کرتی ہوں۔''

اگر جنس سے دوری کے مذکورہ اسباب نہ پائیں جائیں تو ایسی عورت پر یہ بات صادق آتی ہے، ممکن ہے اس کی یہ نفرت حقیقی ہو، اور یہ عموماً زندگی میں بچپن کے ایام میں، یا ابتداء جوانی میں جنسی ملاپ کے ساتھ وابستہ کسی تکلیف دہ واقعے کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی حالت میں کسی ماہر جنسیات یا نفسیاتی معالج سے مشورہ کرنا چاہیے۔

❀ حل۔

چاہے جنس سے نفرت کرنے کا کوئی بھی سبب ہو، لیکن بیوی ہونے کی حیثیت سے عورت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس نفرت کے سبب کو دور کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اپنے خاوند کے ساتھ شوق و محبت کا اظہار بھی کرے۔

[2] وہ عورت جو جنس کی طرف ایک مرتبہ بھی ہاتھ نہیں بڑھاتی:

ایک خاوند کا کہنا ہے: کتنی ہی مرتبہ میں نے یہ چاہا ہے کہ جب میں رات کا کھانا کھانے کے بعد بستر پر لیٹوں تو میری بیوی میرے ساتھ دل لگی اور چاہت کا اظہار کر کے میرے کپڑے اتارے اور بغیر کسی ذمے داری کے مجھے جنس سے لطف اندوز کرے!

ایک دوسرے مرد کا کہنا ہے: ''مرد قسم سے مظلوم ہیں... پرانے خستہ رواج ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہمیشہ ہم ہی جنس کی طرف پیش قدمی کریں، کیا یہ ہمارا حق نہیں، چاہے ہر ملاپ میں ایک مرتبہ ہی ہم بیویوں کی طرف سے پیش قدمی اور طلب کی لذت محسوس کریں؟!''

یہ دونوں ہی خاوند غصے میں حق بجانب ہیں، بلاشبہ ہمیشہ خاوند کی طرف سے جنسی عمل کا آغاز اور ابتدا سے لے کر انتہا تک جنسی ملاپ کی قیادت سنبھالے رکھنا ایک اکتاہٹ بھرا کام ہوتا ہے۔

اکثر عورتوں کے تصور کے عکس عموماً مرد اس بات سے خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کی بیویاں مختلف انداز میں انھیں جنسی عمل کی دعوت دیں، جیسے مرد کے سینے پر سر رکھنا، اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا، اگر بیوی کپڑے اتارنے میں ابتدا کرے تو اس سے بھی خاوند کی خوشی دوبالا ہوجاتی ہے، جیسے اس کی شلوار کا ازار بند کھولنا وغیرہ، اس میں بھی بالکل کوئی رکاوٹ نہیں کہ، خواہ ایک مرتبہ ہی سہی، لیکن میکانیکی حرکات خود عورت کرے اور خاوند بالکل سیدھا لیٹ کر لطف اندوز ہو۔

[3] مرد بے تکلف بیوی کو پسند کرتے ہیں:

حقیقت میں اکثر عورتیں صرف اس لیے ابتدا کرنے سے ڈرتی ہیں کہ کہیں ان کا جنس کی طرف میلان اور لگاؤ کھل کر سامنے نہ آجائے جو ان کی نظر میں بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ میں یہاں صاف صاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ مرد بستر پر بیوی کی بے تکلفی کو بڑی خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، حقیقت میں مرد محض

تھکاوٹ کی وجہ سے عورت کی پیش قدمی کو خوش آمدید نہیں کہتا، بلکہ وہ اس پیش قدمی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور یہ لذت اس کے اپنی مردانگی کے گہرے احساس اور بیوی کے اس شوق لذت اندوزی میں چھپی ہوئی ہوتی ہے جس سے وہ اس کو سرشار کرتا ہے۔

❁ حل۔

جو عورت اپنے خاوند کو خوش اور راضی رکھنے میں کامیاب ہونا چاہتی ہے اسے ان تمام غلط خیالات کو چھوڑ دینا چاہیے اور کبھی کبھار مناسب وقت دیکھ کر اور صراحت سے بڑھ کر مناسب اشارے کنائے استعمال کرتے ہوئے جنسی ملاپ کے لیے پیش قدمی کرنی چاہیے۔

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ عورت فطرتاً شرمیلی ہوتی ہے اور شرم و حیا ایک اچھی چیز ہے، لیکن شرم کی کچھ حدود ہیں اور یہ حدود خواب گاہ میں پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر جنسی تعلق دو محبت کرنے والوں کی وحدت کا سب سے عمدہ اظہار ہے تو پھر ان دونوں کے درمیان شرم کا پردہ اٹھ جانا چاہیے عورت کو اپنی لگام چھوڑ دینی چاہیے اور بے شرم کہلانے کے خوف کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیے۔

یہ ایک حقیقت ہے جو اعداد و شمار سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ مرد اپنے تعلقات میں اس قسم کی بے تکلفی پسند کرتا ہے، بلکہ یہ انداز اپنے ما فی الضمیر کو بغیر کسی تحفظ کے بیان کرنے میں بھی معاونت فراہم کرتا ہے۔

عورت کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خاوند اگر ہم بستری کے دوران مشارکت کا واضح اظہار نہ دیکھے تو اپنی زندگی میں بہت زبردست خلا محسوس کرتا ہے، جسے پُر کرنے کے لیے وہ کوئی دوسری جگہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے، خواہ کسی ایسی عورت کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، جو حسن و جمال میں اس سے کم ہو۔

اسی وجہ سے اسلام جنسی شعور پیدا کرنے کا اہتمام کرتا ہے، جو ان دو شہوتوں میں سے ایک ہے، جن پر زندگی کا دارومدار ہے اور تمام شریعت سازی بھی انھی کی وجہ سے ہے اور یہ دو شہوتیں: پیٹ اور شرمگاہ کی ہیں۔ عورت کو علم ہونا چاہیے کہ اگر اس کا خاوند اس کو چھوڑ کر اپنی داشتہ کے پاس چلا جائے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی تمام خوبیاں ظاہر کرتی ہے

اور اپنے تمام عیب چھپا لیتی ہے، جو ایک شرعی بیوی نہیں کرتی، اس طرح یہ منحرف اور بھٹکی ذہنیت کا مالک اس طرح کے انداز سے مانوس ہو جاتا ہے، جو پیاسے نفس کے تشنہ پہلو کو مکمل سیراب کر دیتا ہے، وہ یہ خوشی ایسی عورت کے پاس پاتا ہے جو صرف اپنے عیبوں پر خوبیوں کا پردہ ڈال لیتی ہے اور اس کو اس کی قانونی بیوی سے متنفر کر دیتی ہے۔

عورت کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ مکمل جذباتی اور جنسی بوجھ اتار دینا ہی ازدواجی زندگی کی اتھاہ گہرائیاں ہیں کہ جس میں عورت مرد کی شخصیت سے مکمل لطف اندوز ہوتی ہے اور مرد عورت کی شخصیت سے، ہر مرد و عورت کے اندر یہ بہت بڑا خلا رہتا ہے اور اس خلا کو پُر کرنے کے لیے وہ ہم جنسی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، لیکن جب اس سے بھی یہ خلا پُر نہیں ہوتا تو پھر وہ نشہ آور اشیاء میں سہارا ڈھونڈتے ہیں، یہ منشیات اس پراگندہ فکر انسان کو حقیقت کی دنیا سے خیالات کی دنیا میں منتقل کر دیتی ہیں جس کا نتیجہ بعض اوقات خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے۔

عورت کو جاننا چاہیے کہ جنسی جوش کا گلہ نہیں گھونٹ دینا چاہیے بلکہ اسے بے لگام چھوڑ دینا چاہیے اور خواب گاہ میں شرم یا عیب ناکی کی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ صرف میاں بیوی کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور وہ اسے خفیہ اور خوشگوار راز کی طرح سنبھال کر رکھتے ہیں۔

عقل اور منطق کا کہنا ہے:

”عورت کو اپنے خاوند کو مکمل سیراب کرنا چاہیے تاکہ وہ اس سے کسی کم خوبصورت مگر مرد کو آسودہ کرنے میں ماہر عورت کے ساتھ جا کر تعلق قائم نہ کرے۔“

عورت کو اپنی ازدواجی زندگی میں خاوند کی غیر موجودگی یا اس کی موجودگی میں جب گھر میں کوئی اور بھی ہو تو بہت زیادہ حیا دار ہونا چاہیے، لیکن جب وہ دونوں اکیلے ہوں تو شرم کی چادر اتار پھینکنی چاہیے اور جنسی ملاپ کے دوران میں بالکل بے تکلف ہو جانا چاہیے، اس مرحلے میں وہ دونوں ایک دوسرے کو پاکدامن رکھ سکتے ہیں اور ناجائز و حرام کی طرف توجہ دیے بغیر اپنی شہوت پوری کر سکتے ہیں۔

یہاں ہر ایک کو اپنی طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے اور بغیر کسی تحفظ یا حرج کے اپنے اپنے طریقے کے مطابق پیاس بجھانی چاہیے۔ ان ابتدائی تیاریوں کے مراحل میں عموماً مرد ہی ابتدا کرتے ہوئے بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اس کے بعد عورت کا رول شروع ہو جاتا ہے جو مشارکت، ردعمل، سپر اندازی اور حوصلہ افزائی کی صورت میں ہوتا ہے۔

ملاپ کی تیاری میں عورت کے ردعمل اور مشارکت کے کردار سے غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ شاید اس اہمیت کا ادراک رسول کریم ﷺ کے اس قول سے ہوسکتا ہے، جو آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''تم نے کنواری سے شادی کیوں نہیں کی؟ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے!''[1]

ایک روایت میں ہے: ''تم نے کنواری اور اس کے لعاب کو کیوں اختیار نہیں کیا؟''[2]

طبرانی میں کعب بن عجرۃ کی روایت میں ہے: ''تم اس کو کاٹتے وہ تم کو کاٹتی!''[3]

اس میں شغل بوس و کنار کے دوران زبان اور ہونٹ چوسنے کی طرف اشارہ ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے کہ ایک دن بلال بن بردہ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے پوچھا:

خاوند کی محبوب کونسی عورت ہوتی ہے؟ تو وہ سب اپنا اپنا خیال پیش کرنے لگے، اتنے میں اسحاق بن عبداللہ تشریف لائے تو وہ سب کہنے لگے: یہ آ گئے ہیں جو تم کو اس کا جواب دیں گے۔ انھوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: حیا دار مگر اپنے خاوند کے ساتھ بے تکلف، اور یہ شعر پڑھا:

یُعْرِبْنَ عِنْدَ بُعُوْلِهِنَّ إِذَا خَلَوا
فَإِذَا هُمُوْا خَرَجُوْا فَهُنَّ خِفَارُ

''جب وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ خلوت میں ہوتی ہیں تو بے تکلفی سے اظہار کرتی ہیں اور جب وہ چلے جائیں تو حیا کی چادر اوڑھ لیتی ہیں۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2805] صحيح مسلم، رقم الحديث [715]

[2] مسند أحمد [390/3]

[3] فتح الباري [25/9]

اس میں کوئی عجیب بات نہیں۔ ایک مثالی عورت کو خاوند کی عدم موجودگی میں شرم و حیا سے آراستہ رہنا چاہیے اور جب وہ واپس آئے تو حیا کی چادر اتار دے تاکہ اس کی خاوند کے ساتھ حالت اور خاوند کی اس کے ساتھ حالت پر یہ قرآنی آیت صادق آئے:

''وہ تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا۔'' [البقرۃ: 187]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ''خاوند کی محبوبیت'' جنت میں مثالی عورتوں کی ایک صفت قرار دی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاۗءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾

[الواقعۃ: 35-37]

''بلاشبہ ہم نے (ان بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا، پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔''

ابن قرطبیہ کتاب الافعال میں ذکر کرتے ہیں:

"عربت المرأۃ: إذا تحببت إلیٰ زوجھا" عورت کا خاوند کو پسند ہونا، اور "أَعْرَبَ الرَّجُلُ" آدمی کا فحش گو ہونا۔

ابن اثیر "النھایۃ" میں لکھتے ہیں:

"عرابۃ" صریحاً جماع کے بارے میں گفتگو کرنے کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے: "لَا تَحِلُّ الْعَرَابَةُ لِلْمُحْرِمِ" حالت احرام میں صریحاً جماع کے متعلق گفتگو جائز نہیں۔

قاموس میں ہے: "إعراب" کا معنی ہے فحش گوئی اور گندی باتیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا معنی پوچھا گیا تو انھوں نے جواباً عرض کیا: کیا تم نے سنا نہیں مُحرم سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ جب وہ حالت احرام میں ہو تو فحش گفتگو کر کے لطف نہ اٹھائے۔

مفسرین نے "عَرَب" کی تفسیر میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: عشق کرنے والیاں، محبت کرنے والیاں، نخریلیاں، ناز و انداز دکھانے والیاں، جماع کی شدید خواہش رکھنے والیاں اور معانقہ کرنے والیاں۔

مبرد کا قول ہے کہ اپنے خاوند کے ساتھ عشق اور والہانہ محبت رکھنے والی کو''عرب'' کہا جاتا ہے، اور یہ لبید کا شعر سنایا:

وَفِي الْحُدُوجِ عَرُوبٌ غَيْرَ فَاحِشَةٍ
رَيًّ الرَّوَادِفِ يَعْشَى دُونَهَا الْبَصَرُ

''محملوں میں خاوندوں کے ساتھ محبت رکھنے والیاں، عفیفہ عورتیں، بھرے بھرے کولھوں والیں، جنھیں دیکھ کر نظر کمزور ہو جائے۔''

تاہم مفسرین سے اس لفظ کی جتنی متعدد تفسیریں منقول ہوں، سب کا لب لباب اور مقصود یہی ہے کہ عورت کا ناز و انداز، لاڈ پیار اور چھیڑ چھاڑ کے ذریعے خاوند کی رغبت کا جواب بھرپور طریقے سے دینا۔

[3] وہ بیوی جو اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ کچھ تکلف اور تعجب بھرے انداز میں پیش آتی ہے۔

خاوند کہتا ہے:

''میں محسوس کرتا ہوں کہ میری بیوی میرے جسم کے ساتھ بہت زیادہ حیا کے ساتھ پیش آتی ہے، وہ اتنی دیر تک مجھے چھوتی نہیں جب تک میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی پسندیدہ جگہ کی طرف لے کر نہ جاؤں، حالانکہ ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ ہیں۔''

دوسرا کہتا ہے:

''ہم مرد حضرات مظلوم ہیں، ہم تو اپنی بیویوں کو لطف اندوز کرنے کے لیے ان کے جسموں میں اشتعال انگیز مقامات پر مس کرتے ہیں، جبکہ وہ ہمارے جسموں کے ساتھ اس طرح پیش آنے میں کوتاہی برتتی ہیں جس سے ہمارے اندر لطف و لذت کے گہرے احساسات بھڑک اٹھیں۔ میں نے کتنی مرتبہ یہ چاہا ہے کہ میری بیوی مجھے اپنی ہاتھ سے محسوس کرے، اپنی انگلیاں میرے جسم پر پھیرے،

مجھے بوسے دے اور میرے ساتھ پیار بھرے انداز میں پیش آئے!''

اگر بیوی اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ اس طریقے سے پیش آئے جو احساس اور لطف کیشی سے عاری ہو، تو مرد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا جسم اس کی بیوی کو پسند نہیں، جس کے نتیجے میں اس کے دل میں یہ سوچ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا پسندیدہ شخص نہیں!

❁ بیویاں ایسا کیوں کرتی ہیں؟

ایک خاوند کہتا ہے:

''میں محسوس کرتا ہوں کہ میری بیوی جب میرے جسم کے ساتھ کھیل رہی ہوتی ہے تو خوف اور تردد کا شکار رہتی ہے۔''

یہ شرمندگی بھرا خوف حقیقت میں بعض بیویوں میں پایا جاتا ہے، کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو اس سے بالکل نہیں ڈرتیں، بلکہ اسے اپنا فرض سمجھتے ہوئے ادا کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ درشتی اور سختی سے پیش آتی ہیں اور وہ غالباً اس انداز سے اس چیز کا اظہار کرتی ہیں کہ انھیں اپنے خاوندوں کے ساتھ راحت محسوس نہیں ہوتی۔

❁ بیوی کی جہالت۔

اس کا مطلب ہے کہ ایسی بیوی جنسی ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ برا سلوک کرتی ہے، وہ نہیں جانتی کہ اسے کہاں یا کیسے چھوئے یا تلاش کرے؟

❁ بیوی کا خاوند کے ساتھ جنسی عمل سے لطف اندوز نہ ہونا۔

اس وجہ سے بھی بیوی اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ گرمجوشی سے پیش نہیں آتی یا اس کے ساتھ انٹرایکٹ نہیں کرتی، صرف منفی مشارکت پر اکتفا کرتی ہے، یا پھر وہ جنس کو اپنے لیے صرف ایک ازدواجی فریضہ سمجھتے ہوئے ادا کرتی ہے!

❁ حل:

عورت اپنے خاوند کے جسم کے ساتھ گرمجوشی سے کس طرح پیش آئے؟ اپنے خاوند کے جسم کو اپنا مانوس دوست سمجھے اور اس سے بالکل خوف محسوس نہ کرے!

اس میں بالکل کوئی شرم کی بات نہیں کہ بیوی اپنے خاوند کے جسمانی اعضا کے

قریب ہو اور ان کو اپنے خاوند کا حصہ سمجھتے ہوئے اور اپنی اور اس کی لذت اندوزی کا منبع سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ بڑے حساس انداز اور محبت سے پیش آئے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ خوف، زائد از ضرورت شرمیلے پن یا درشتی کو ایک طرف رکھ دے۔

ان اعضا کو ایک عام اور مانوس چیز خیال کرے اور تمام وسائلِ محبت استعمال کرتے ہوئے ان کے ساتھ پیش آئے، نہ اس میں کوئی برائی ہے اور نہ کچھ حرام ہی ہے، اسی طرح اپنے خاوند کے ردعمل سے بھی اس چیز کا ادراک کرنا چاہیے کہ کونسا طریقہ اسے لذت اور خوشی سے ہمکنار کرتا ہے۔ ان طریقوں کے انکشاف کے بعد ان پر عمل کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے، لیکن یاد رہے کہ اسے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کرنا، کیونکہ مرد عموماً اپنے مشتعل ہونے کی کیفیت کے متعلق اپنی بیویوں کے براہ راست سوالوں کو پسند نہیں کرتے۔

❁ اپنے خاوند کے تمام جسم کو اپنا دوست بنائیں۔

افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ بعض بیویاں اپنے خاوندوں کی انھیں لطف اندوز کرنے میں نا اہلی کی شکایت کرتی ہیں، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی عورتیں اپنے خاوندوں کو خوشی مہیا کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کرتیں، بعض بیویاں یہ سمجھتی ہیں کہ خاوند کے عضو میں تناؤ پیدا ہونا ہی اسے مشتعل کرنے سے ہاتھ کھینچ لینے کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس کے بعد اگلا قدم دخول کا ہوگا اور پھر انزال، اس کے ساتھ ہی کام ختم! نہیں، نہیں، ایسی بات نہیں، جنس اس سے کہیں عمیق ہے، اس سے بھرپور لطف اندوز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ صرف اس کے عضو کے ساتھ تعامل ہی پر بس نہ کی جائے، بلکہ اس کے سارے جسم کو ایک ہی یونٹ اور وحدت سمجھتے ہوئے محبت بھرے انداز میں پیار کیا جائے اور اس کے انگ انگ سے لذت کیشی کی کوشش کی جائے۔

بلاشبہ اگر بیوی اس طرح لذت کیشی اور لطف افروزی کے لیے گہرائیوں میں چلی جائے تو اس وقت جوش و جنون کا احساس گہرا اور طاقتور ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ خاوند اس احساس سے مخمور ہوگا کہ اس کی بیوی اس کی ہر چیز سے محبت رکھتی ہے۔

[4] وہ بیوی جس کا خاوند یہ سمجھتا ہے کہ وہی جنسی قیادت اور انتہائے لذت تک پہنچانے کا ذمے دار ہے:

ایک خاوند کہتا ہے:

''میں مجامعت کے دوران میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا میں اپنی بیوی کو لطف اندوز کرنے کی صلاحیت کے اظہار کا امتحان دے رہا ہوں!... میں اس کے کسی ایسے اسلوب کونہیں جانتا جس سے وہ خوش ہوجائے، نہ میں اس سے کسی قسم کے تبصرے ہی سنتا ہوں، وہ ہمارے جنسی تعلق میں ہمیشہ ایک منفی فریق ہی بنی رہتی ہے۔''

اس جیسی بیویاں آدمی کو جنسی ملاپ میں گھٹن محسوس کرواتی ہیں، کیونکہ آدمی اس احساس کی وجہ سے کہ اس کام کو سرانجام دینے میں اسے صرف اپنے اوپر ہی اعتماد کرنا ہوگا، نفسیاتی دباؤ کا شکار رہتا ہے اور آدمی کو اپنی ذہانت اور زیرکی سے اس طریقہ کو دریافت کرنا ہوتا ہے جو اس کی بیوی میں پرسکون انداز میں جنسی انگیخت پیدا کر دے، جبکہ یہ بعض اوقات ناممکن ہوتا ہے، اور اسے خود ہی اس کے جسم کو ایک گڑیا کی طرح سیدھا کر کے مناسب حالت میں رکھنا ہوتا ہے اور پھر اسے انتہاءِ لذت تک پہنچانا ہوتا ہے، وگرنہ وہ اپنے اس مقصد میں ناکام ہوجائے گا۔

کیا خاوند کے لیے اس مقصد میں بیوی کی مثبت مشارکت کے بغیر کسی طرح کامیابی پانا ممکن ہے؟ جبکہ اکثر عورتیں جنس کی طرف میلان کے اظہار کے خوف سے اور اسے بے شرمی سمجھتے ہوئے اسی منفی رویے کے ساتھ چمٹی رہتی ہیں۔

جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن یہاں دوبارہ ایسی بیوی سے کہا جاتا ہے کہ خواب گاہ میں شرم کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، مثبت رویہ اپنائیں، اس سے مرد خوش ہوتے ہیں، گفتگو سے، بوسوں سے، سانس کے زیر و بم سے یا کسی بھی مناسب طریقے سے اپنے خاوند کو اس چیز کا اشارہ دیں جو آپ کو خوشی اور جوش سے سرشار کرتی ہے، تاکہ خاوند کو اپنی کوششوں کی تاثیر کا علم اور بیوی کے ردعمل کا احساس ہوسکے، اس سے آدمی راحت محسوس

کرتا ہے اس کے نفسیاتی دباؤ میں کمی واقع ہوتی ہے دوسری طرف یہ اس کو مزید جوش دلائے گا اور اس میں لذت کی خوابیدہ لہروں کو بیدار کر دے گا۔

[5] وہ عورت جو بستر پر ٹریفک وارڈن کا کردار ادا کرتی ہے:

ایک خاوند کہتا ہے:

''میں جماع کے دوران میں اپنی بیوی کی ہدایات اور تعلیمات کی کثرت سے تنگ آ چکا ہوں، گویا وہ بستر پر ٹریفک وارڈن ہے، وہ ہر مرتبہ میری حرکات کو ہدایات دینے سے نہیں چوکتی، کبھی کہے گی اس حالت میں جاری رکھو، یا آہستہ کرو، ہر مرتبہ یہی حال ہوتا ہے، اس کے اس رویے کی وجہ سے میں اس کے ساتھ ملاقات میں اکتاہٹ محسوس کرتا ہوں!''

اس طرح کی بیویاں پہلی قسم کی بیویوں کے بالکل الٹ ہیں، یہ قسم جماع کے دوران میں اس حد تک اپنی شخصیت کو غالب رکھنے کا رجحان رکھتی ہے کہ خاوند کا اپنی ذات پر اعتماد کمزور ہو جاتا ہے اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا اس کی حرکات پابجولاں ہیں یا ٹریفک کی ہدایات جیسی ہدایات کی پابند، اس جیسی بیوی عموماً دیگر عادتوں میں بھی خاوند پر ممتاز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس امتیاز کو برقرار رکھنے کے لیے وہ جماع کے دوران میں کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے، ایسی بیوی مالدار ہو سکتی ہے یا انتہائی زیادہ حسین، یا بہت حد تک اخراجات اٹھانے کی ذمہ دار، یا پھر کاروباری شخصیت یا کام میں اعلیٰ عہدے پر فائز جیسے مینجر یا وزیر، جس کی وجہ سے وہ جنسی ملاپ کو بھی ایک کاروباری ڈیل یا پراجیکٹ سمجھتی ہے، جس میں وہ اپنی شرائط کے مطابق کام میں پراجیکٹ کی طرح کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہے۔

۞ حل۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی اثناءِ جماع لطف انگیز یا مسرور کن حرکات کا اظہار نہ کرے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ خاوند کو ہدایات دیتے وقت اعتدال سے کام لے اور اسے اس

کے خاص طریقے کے مطابق اپنے جسم کے ساتھ کھیلنے کا موقع دے۔ تاکہ وہ دونوں کے لیے لذت کیشی کے مناسب طریقے اور بہترین اسالیب دریافت کر سکے۔

عورت کو جاننا چاہیے کہ مرد نسوانیت اور منکسر جمال کو پسند کرتا ہے، جب وہ یہ محسوس کرے کہ عورت اپنی حد سے تجاوز کر رہی ہے اور اپنی فطرت کے خلاف چل رہی ہے تو وہ اپنے تمام تر جذبات سمیت اس کی طرف بڑھنے سے رک جاتا ہے، یہیں سے مشکلات کی ابتدا ہوتی ہے جس کا انجام دونوں کے جنسی تعلقات خراب اور برباد ہونے کی شکل میں نکلتا ہے۔

[6] وہ بیوی جو اپنی ظاہری شکل وصورت یا صفائی ستھرائی کا اہتمام نہ کرے:

خاوند کہتا ہے:

''میری بیوی خوبصورت ترین ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ غسل یا عام صفائی پر توجہ نہیں دیتی اور خاوند کی رغبت بڑھانے میں خوشبو یا ختم کرنے میں بدبو کی اہمیت پر دھیان نہیں دیتی۔''

دوسرا کہتا ہے:

''میری بیوی نے ازدواجی زندگی کو روز مرہ کا ایک روٹینی عمل بنا دیا ہے، میں اس کی حقیقی نسوانیت یا جاذبیت سے لطف اندوز ہوئے بغیر اس عمل کو ادا کرتا ہوں... اس کے علاوہ میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں؟! میں ہمیشہ اس کے ساتھ پرانے گندے کپڑوں، بکھرے ہوئے بالوں اور باورچی خانے کی اٹھتی ہوئی بوؤں کے درمیان ملاقات کرتا ہوں۔''

درج ذیل اشیاء (خاوندوں کی ایک کثیر تعداد کے مطابق) آدمی کو جنسی عمل سے دور بھگاتی ہیں:

- شرمگاہ سے بدبو اٹھنا۔
- سانس سے بدبو آنا۔
- کھانے کی بو، جیسے پیاز اور لہسن کھانا۔

- گندے ناتراشیدہ ناخن۔
- جسم پر بالوں کی کثرت۔
- گھٹیا اور نکمے اندرونی اور بیرونی کپڑے۔
- زائد از ضرورت میک اپ، جیسے منہ پر بہت زیادہ فیس پوڈر یا پین کیک مل لینا۔
- بال سنوارنے اور کنگھی کرنے سے غفلت برتنا، یعنی گندے اور بکھرے ہوئے بال۔
- ناف کا میل کچیل سے بھر جانا اور گندا ہونا۔
- زیر ناف بالوں کا بڑھا ہوا ہونا۔
- کاٹن کے نکمے اندرونی کپڑے پہننا[1] لیکن جماع کے وقت ان کو پہننا پسند نہیں کیا جاتا، کیونکہ انھیں اکثر مرد پسند نہیں کرتے۔
- بدبودار پسینہ، یاد رکھیں یہ عموماً کم نہانے یا میتھی، بسترم (خاص طریقے سے پکائے گئے خشک نمکین گوشت کے ٹکڑے) یا خشک دھنیہ استعمال کرنے کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے۔
- گندے دانت اور ان کے اردگرد کھانے کے ذرات کا اکٹھا ہونا۔
- عموماً جماع کے لیے تیار نہ ہونا جیسے باورچی خانے سے سیدھے بستر پر آ جانا۔

کیا آدمی اپنے مطالبات میں بہت زیادہ لالچی ہوتا ہے؟

ہم دوبارہ آدمی کے دماغ کی طرف لوٹتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کے اپنی شکل وصورت پر توجہ دینے کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہونے یا اس کی لا پرواہی کی وجہ سے اس سے دور ہٹنے میں مجبور ہے، کیونکہ وہ بہت حد تک اس کی طرف میلان رکھنے میں اپنی فطرت کی وجہ سے مجبور ہوتا ہے، جو شکل وصورت کو بصارت کے ذریعے دماغ تک پہنچاتی ہے، یعنی اس کو پرکھنے میں دماغ کی دائیں جانب پر اعتماد کرتی ہے، جبکہ عورت میں یہ پہلو کم اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ وہ آدمی کو جانچنے کے لیے دماغ کی بائیں جانب پر انحصار کرتی ہے، جو بول چال اور گفتگو کی مہارتوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔

---

[1] یاد رکھیں یہ صحت بخش قسم کے کپڑے ہوتے ہیں، کیونکہ یہ پسینہ چوس لیتے ہیں اور ہوا دار ہوتے ہیں۔

ذہین عورت اپنے خاوند کو لبھانا جانتی ہے:

بلاشبہ ایک ذہین عورت مردوں کی اس فطری صفت سے آسانی سے مستفید ہوسکتی ہے۔

بڑی سادگی کے ساتھ تفنن اور دلکشی پیدا کرنے والے مختلف مصنوعی وسائل استعمال کر کے عورت مرد کو اپنے پیچھے لگا سکتی ہے، جو اس کی نظر میں تو معمولی چیزیں ہوسکتی ہیں لیکن مرد کی نظر میں ان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، مثلاً بالوں کو نئے اور دلکش رنگوں میں رنگنا، یا نئے ڈیزائن کے اندرونی لباس پہننا، جن کی ہزاروں اقسام اور ڈیزائن ہیں، یا عموماً مہارت سے میک اپ کرنا۔

اس سلسلے میں بھرپور نتائج حاصل کرنے کے لیے اندرونی لباس اور خوبصورتی نکھارنے والی مصنوعات بنانے والی کمپنیوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، جو مردوں کی اس خصوصیت کا خاص خیال رکھتی ہیں، اگر بیوی اپنے خاوند کو اپنی طرف مائل رکھنے کے لیے اس خوبی سے استفادہ نہ کرے تو یہ کس قدر کم عقلی اور بیوقوفی ہوگی!

لیکن خاوند کا بجٹ برباد کرنے سے بچیں، نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ کاسمیٹکس کا کثرت کے ساتھ استعمال جلد کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے، اور کم از کم نقصان یہ ہوتا ہے کہ جلد وقت سے پہلے بوڑھی ہوجاتی ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مرد اپنے مطالبات میں حد سے زیادہ لالچی نہیں ہوتا یا ناممکن اشیاء کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ صرف اس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جس کی طرف مرد ہونے کے ناطے اس کا فطری رجحان ہوتا ہے اور شاید آپ ملاحظہ کریں کہ ان میں سے کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق عام صفائی کے ساتھ ہے اور کوئی عورت بھی ان سے لاپروا نہیں ہوسکتی، چاہے وہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو!

لہٰذا کسی بھی ایسے سبب کو بہانہ نہ بنائیں جس کی وجہ سے آپ اپنی شکل وصورت اور زیب و زینت میں کوتاہی اور بے اعتنائی برتیں، جیسے بچوں کے معاملات، گھریلو امور میں مصروفیت کی بنا پر، یا ناواقفیت کے سبب یا پھر صرف سستی کی وجہ سے، اس لیے ضروری ہے کہ اپنی ازدواجی اور جنسی زندگی کے استقرار اور پائیداری کے لیے اس اہم پہلو سے

صرف نظر نہ کریں۔

اگر شعور اور واقفیت کی کمی ہو تو خواتین کے خاص اور صاف ستھرے رسائل سے مدد لی جا سکتی ہے، اپنی ان سہیلیوں سے پوچھیں جن کا بناؤ سنگھار آپ کو اچھا لگتا ہے، وہ آپ کو آپ کے مناسب زینت بخش طریقے بتائیں گی، عورتوں کے با مقصد پروگرام دیکھیں اور اخلاق سے گرے ہوئے پروگراموں کو دیکھنے سے بچیں۔

- اپنی غذا کا اہتمام کریں، کیونکہ عمدہ صحت بخش غذا انسان کے جسم، بالوں اور عام صحت پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور پسینے کی بو بہتر کرتی ہے۔
- ورزش فٹنس اور تندرستی برقرار رکھنے کے لیے بہت زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے اور اس بات کے بھی دلائل موجود ہیں کہ ورزش عورت کی جنسی چستی میں اضافہ کرتی ہے۔
- خود اپنی شرمگاہ کی رطوبتیں چیک کریں اور جب محسوس کریں گے کہ ان کی بدبو بدل گئی ہے یا رنگ تبدیل ہوگیا ہے تو ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔
- فرج کی دھلائی اور صفائی کے لیے کیمیکل کی مصنوعات کا استعمال نہ کریں یا اندام نہانی کو خوشبودار رکھنے کے لیے مصنوعی خوشبوؤں کا استعمال بھی نہ کریں، کیونکہ یہ ایسے کیمکلز پر مشتمل ہوتی ہیں جو اندام نہانی کو خشک کر دیتی ہیں اور اس میں مختلف بیماریوں کے لگنے کا اندیشہ ہوتا یا یہ سکن الرجی کا سبب بن جاتی ہیں۔
- دھلائی کے لیے بہترین چیز گرم پانی ہے، اگر جلن کا احساس ہو تو پانی میں سرکہ ملا کر دھولیں اور ڈاکٹر کو بھی دکھائیں۔
- جو چیز سب سے زیادہ عورت کی خوبصورتی کو برقرار رکھتی ہے وہ بھرپور نیند لینا ہے یہ اسی صورت ممکن ہوتا ہے جب ہر قسم کے تناؤ اور پریشانی سے دور رہا جائے۔

عورت کو گھر کے اندر خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کی ضرورت کا علم ہونا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آرائش و آراستگی سے لا پرواہی برتنا خاوند کے لطیف جذبات کا گلا گھونٹ دیتا ہے یہ جذبات عورت کے چہرے پر چھائی ہوئی افسردگی اور مردنی دیکھ کر پگھل جاتے ہیں، یہ ایک قابل توجہ بات ہے کہ عورتیں گھر سے نکلتے وقت خوب بناؤ سنگھار کرتی

ہیں، جبکہ گھر میں اپنے بالوں پر پٹی باندھ دیتی ہیں اور خاوند کے سامنے آراستگی سے غفلت کرتی ہیں، پھر بعد میں خاوند کی بے اعتنائی کے شکوے کرتی ہیں!

- عورت کو ہمیشہ اپنے بناؤ سنگھار، گفتگو اور اعلیٰ صفات میں اجلا پن اور جدت پیدا کرنی چاہیے۔
- گھر کے اندر نظافت و طہارت اور زیب و زینت مثالی جنسی تعلقات کامیابی سے برقرار رکھنے کے سب سے بڑے اور مفید اسباب ہیں۔
- جسم اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی اور خوبصورتی خاوند کو سب سے زیادہ بیوی کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔

یہ بات عورت کے علم میں ہونی چاہیے کہ اگر وہ ظاہری صفائی سے غفلت برتے گی تو اس کا خاوند اس سے متنفر ہوسکتا ہے، اگر منہ سے بدبو آرہی ہو یا اگر وہ اندرونی جنسی اعضا کی صفائی کا خیال نہ رکھے تو اس کا خاوند اس سے دور ہوسکتا ہے، اس لیے عورت کو اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کی صفائی پر توجہ دینی چاہیے۔

سب سے پہلے مرد جس چیز کی وجہ سے عورت کے سحر میں گرفتار ہوجاتا ہے وہ اس کی خوبصورتی ہوتی ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عورتیں شادی کے بعد اس حقیقت کو بھول جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے آپ سے غفلت برتنا شروع کر دیتی ہیں، گھر میں بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ یا ان پر ایک پٹی باندھ دیتی ہے اور اس کے جسم سے باورچی خانے کی بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے۔

سارا دن گھریلو کام کاج کے کپڑے پہنے رکھتی ہے، آداب اور نفسیاتی پہلوؤں سے بے خبر بنی رہتی ہے۔

ایک مثالی بیوی ہمیشہ اس کوشش میں رہتی ہے کہ اس کا خاوند اس میں خوبصورتی اور زیب و زیبائش ہی دیکھنے کا عادی ہو، اور وہ اپنی ذات یا گھر اور ہر چیز کو صاف ستھرا رکھنے میں کوشاں رہتی ہے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ خوبصورتی سے زیادہ صفائی پائیدار ہوتی ہے، جبکہ اپنی صفائی سے لاپرواہ بیوی خاوند کو متنفر کر دیتی ہے۔

کچھ ایسی بھی عورتیں ہیں جو پچھلی قسم کے بالکل متضاد ہیں اور وہ ہیں:

❁ وہ عورت جو اپنی ظاہری شکل وصورت پر مبالغہ کی حد تک توجہ دیتی ہے۔

ایک خاوند کہتا ہے:

''میری بیوی نے میرے دل میں تزیین و آرائش کی نفرت بٹھا دی ہے!... وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتی ہے کہ لوگوں کے سامنے دلنواز بناؤ سنگھار کے ساتھ پیش ہو لیکن افسوس تو یہ ہے کہ میرے سکون اور اعصاب کو اس کا حساب چکانا پڑتا ہے۔ میں اسے گھر میں ہمیشہ کریموں اور ماسک میں لتھڑی ہوئی دیکھتا ہوں، اس کے بالوں نے تو میری زندگی اجیرن کر دی ہے، وہ ہر روز کئی گھنٹے انھیں سنوارنے، لپیٹنے، پھیلانے اور باندھنے میں صرف کر دیتی ہے... جب میں اس کے ساتھ ہم آغوش ہونا چاہوں تو مجھے اس کے بالوں کو چھونے سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ہوتا ہے، وگرنہ اس کا سارا نظام برباد ہو جائے گا۔''

دوسرا کہتا ہے:

''یہ میری حسرت ہی رہی ہے کہ میں اپنی بیوی کا حقیقی چہرہ دیکھ سکوں... اس کا سارا جسم کریموں اور پاؤڈر میں اٹا رہتا ہے۔''

[7] آدمی اپنی بیوی کے بناؤ سنگھار پر زائد از ضرورت توجہ دینے کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے؟

اگر آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی اپنی شکل اور زیب و زینت سے غفلت برتے تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کی زوجہ زیبائش و آرائش میں اسراف اور مبالغہ آرائی کرے، اس سے ایک تو ان دونوں کی زندگی کا بہت سارا وقت برباد ہو جائے گا اور دوسرے خاوند کا بجٹ بھی عدم توازن کا شکار رہے گا!... اس کے علاوہ یہ تکلف ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کے درمیان حائل بھی رہے گا، کیونکہ بیوی کو ہر وقت اپنی زینت اور خوش اندامی کے تلف ہو جانے کا ڈر رہے گا اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ آدمی جب اس حقیقت کو پالے کہ اس کی بیوی میک اپ کے بغیر اس کے سامنے آنے

سے کتراتی ہے، یا وہ مکمل نظر آنے کے لیے میک اپ کی حاجتمند ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ عدم اعتماد اور کمزور شخصیت کے احساس کا شکار ہے، جس کے نتیجے میں آدمی اس سے اکتاہٹ اور تنگدلی محسوس کرتا ہے۔

آدمی اگرچہ ایسی عورت کی طرف جھکتا ہے جو اپنے سراپے پر توجہ دیتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسی بیوی چاہتا ہے جو سادہ اور اپنے فطری حسن پر اعتماد کرنے والی ہو!

بیوی کو یہ یقین کی حد تک معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حقیقی حسن جو مرد کو موہ لیتا ہے وہ اندر سے پھوٹنے والا حسن ہوتا ہے، جسے خاوند، شیریں گفتار، حسن معاشرت، اپنی ذات پر اعتماد اور خاوند کو راحت اور سکون پہنچانے کے لیے اس کی حرص سے محسوس کرتا ہے۔

عموماً بیوی کا زیبائش کا انداز یا ظاہری سراپے پر توجہ دینا صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ اسے اس موضوع پر اپنے خاوند کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے اور اس سے پوچھنا چاہیے کہ اس کو کون سا اندازِ تزیین پسند ہے اور کون سا ناپسند؟

بیوی کو علم ہونا چاہیے کہ فطری انداز میں آراستہ جمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والا جنسی محرک ایک بلند مرتبہ، عمدہ اور گہرا محرک ہوتا ہے، لیکن ایسے حسن سے پیدا ہونے والا محرک جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کر کے جنم لیتا ہے وہ شیطانی محرک ہوتا ہے جو جلد ہی ماند پڑ جاتا ہے۔

بیوی کو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے بعد جو بہترین عمل وہ کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب اس کا خاوند بیدار ہو یا اس کے پاس آئے تو گھر کو صاف ستھرا پائے اور اس کو خوبصورت شکل میں، یہ ان دونوں کے درمیان محبت اور معاشرت کے بقا کا سب سے بڑا ضامن ہے۔

[8] وہ عورت جو کہتی ہے کہ وہ خوبصورت نہیں یا وہ جو اپنی جسمانی شکل و شباہت سے شرمندگی محسوس کرتی ہے:

ایک پرانی حکمت آمیز بات ہے:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے نفس کی قدر جان لی۔''

حقیقت یہ ہے کہ اس قول کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو پہچانے نہ کہ اسے رسوا کرے،... یعنی اگر بیوی اپنے آپ میں کوئی قبیح چیز دیکھے تو اسے خاوند کے سامنے ظاہر کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ ان عیوب کو بڑھانے چڑھانے اور اس کی آنکھوں کے سامنے لانے کی وجہ سے بسا اوقات وہ ان پر غور کر سکتا ہے اور ان کی تصدیق کرنے کے بعد وہ اس کی بدصورتی کا قائل ہو جائے گا اور نتیجے میں وہ بیوی سے تنگ آ جائے گا اور اس کی کشش کمزور ہو جائے گی۔

کچھ ایسی بیویاں بھی ہوتی ہیں جو بلا ارادہ ہی کسی دوسرے طریقے سے اپنی بدصورتی کا اظہار کرتی ہیں، اس بیوی کی طرح جس کے خاوند کا کہنا ہے:

''میں اس طرح کا عادی ہو چکا تھا کہ میری بیوی ہر جنسی ملاقات میں مکمل ستر کے ساتھ اپنے کپڑے اتارتی اور اس بات کی انتہائی کوشش کرتی کہ میں اس کی طرف اچٹتی ہوئی نگاہ بھی نہ ڈال سکوں، پھر وہ جلد از جلد بستر پر آ جاتی، اور اپنے جسم کو پردوں میں چھپا لیتی کہ میری نظر اس کے جسم پر نہ پڑ جائے اور تمام بتیاں گل کر دیتی تھی۔ اس کا یہ طرز عمل حقیقت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ اس کا جسم بدصورت ہے، جسے وہ مجھ سے چھپاتی ہے اور اس کا جنسی ملاپ کا انداز بھی بدصورت ہے!''

❁ بعض بیویاں ایسا کیوں کرتی ہیں؟

درحقیقت اکثر عورتیں اپنے جسموں سے مکمل خوش نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنا ایسی مثالی اور آئیڈیل عورت کے ساتھ موازنہ کرتی رہتی ہیں جو ان کے ذہنوں میں ہوتی ہے اور جس کی صورت وہ اخباروں اور مجلّات میں چھپنے والی مشہور اداکاروں سے مستعار لیتی ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کسی عورت کا وزن بڑھ جائے، یا اس کے پستان کا مثالی سائز نہ ہو تو وہ ماڈل سائز سے نکلنے کی وجہ سے شرمندگی محسوس کرتی ہے، اس کا اپنی ذات پر اعتماد کمزور ہو جاتا ہے اور یہ احساس اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ جب عورت اپنے شریک حیات کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتی ہے تو اسے اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں اس کا خاوند اس عیب کو نہ دیکھ لے جو اس کی نظر میں بہت بڑا عیب ہوتا ہے!

❀ حل۔

اپنے جسم پر اعتماد کریں اور اس بات سے بلا خوف ہو کر کہ خاوند کہیں آپ کے کسی عیب کو نہ دیکھ لے، اپنے کپڑے اتار دیں۔

آپ کے جسم میں حقیقی یا خیالی جیسے بھی عیوب ہوں، اپنے خاوند کے سامنے ان کا اظہار نہ کریں، اور انھیں چھپانے کی یا کوئی ایسی کوشش نہ کریں کہ وہ مبادا ان کو دیکھ لے، کیونکہ یقیناً خاوند ان عیبوں کو جانتا ہوگا، اس کے باوجود یا اس کی وجہ سے وہ تمہاری طرف کھنچا چلا آتا ہے اور تم سے محبت کرتا ہے، لیکن اگر بیوی اس کے علاوہ کوئی کام کرلے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ خود اس سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس کے جسم کو ناپسند کرے اور رد کر دے۔ مثلاً جب خاوند بیوی سے کہے: تم کتنی سندر اور خوبصورت ہو! تو اسے یہ مت کہے: ''کیا میں آپ کو خوبصورت نظر آتی ہوں؟ کیونکہ میرے جسم میں تو یہ عیب ہے۔ لیکن اسے کہیں: جانم آپ کا شکریہ! اور اپنے جسم میں کسی بھی عیب کی طرف کوئی بھی اشارہ نہ کرے۔

کوشش کریں اپنے جسم سے محبت کریں اور اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں۔ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھیں اور اظہار کریں کہ آپ اپنے خاوند کے لیے کس قدر ہیجان خیز ہیں... اپنے جسم کے عیبوں اور اپنی سہیلیوں کے عیبوں کے درمیان موازنہ کبھی نہ کریں۔

ہر حالت میں اپنے جسم پر اعتماد کریں... مردوں کے مختلف ذوق ہوتے ہیں، تمہارے خاوند نے تمہارے ساتھ اس لیے شادی کی ہے، کیونکہ تم اسے پسند ہو اور اس کے لیے ہیجان خیز! تاہم اس سے کسی جسمانی عیب کی اصلاح اور درستی کی نفی نہیں ہوتی، اگر ایسا ممکن ہو تو سنجیدگی کے ساتھ ایسا کرنا چاہیے۔

[9] وہ عورت جو بدصورت اندرونی لباس پہنتی ہے:

خاوند کہتا ہے:

''میری بیوی نے اپنے بدنما منظر کی وجہ سے مجھے جنس سے دور کر دیا ہے، وہ کاٹن کے لٹکے ہوئے زیر جامہ لباس استعمال کرتی ہے، جس کی وجہ سے میں

اس لباس کے پیچھے جو کچھ ہے اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا!''

یہاں مردوں کی نظر میں ان بدصورت نمونوں کی فہرست دی جاتی ہے:

- کاٹن کے لمبے کپڑے، لٹکے ہوئے اور ڈھیلے کپڑے۔
- پشت پر بندھے ہوئے کپڑے۔
- موٹی اور سامنے کی طرف نکلی ہوئی انگیا۔
- کمزور ہکوں والی انگیا۔
- عموماً گندے پھٹے ہوئے یا نامناسب سائز کے اندرونی کپڑے (under Waers)
- نکمے اندرونی لباس کے سامنے مرد کی جنسی رغبت کیوں کمزور پڑ جاتی ہے؟ اس کے کئی احتمالات ہیں۔
- کاٹن کے لمبے کپڑے: یہ آدمی کے ذہن میں بوڑھیوں کے ساتھ یا خصوصاً ماں کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔
- عورت کا داخلی لباس کی جاذبیت پر بے اعتنائی برتنا آدمی کو اس احساس میں مبتلا کر دیتا ہے کہ یہ عورت اس کے ساتھ یا جنسی عمل کے ساتھ بے رغبتی رکھتی ہے۔
- بدصورت داخلی لباس اس زمرے میں آتے ہیں کہ یہ عورت اپنے سراپے اور عام صفائی پر توجہ نہیں دیتی، جس کی وجہ سے آدمی بیوی سے نفرت کھانے لگتا ہے۔
- اس طرح کے بدصورت کپڑے پہننے کی وجہ سے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ عورت جنس کی طرف مائل نہیں یا اسے مکروہ اور ناپسندیدہ فریضے کی طرح ادا کرتی ہے۔

- حل۔

زوجہ محترمہ! اپنے خاوند کو سرد مہری کا طعنہ دینے سے پہلے اپنے اندرونی کپڑے انتہائی توجہ کے ساتھ منتخب کریں۔

میرا خیال ہے کہ عورتیں ازدواجی معاشرت میں اندرونی کپڑوں کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں، اگر کوئی بیوی ان داخلی کپڑوں کو پسند کرنے میں لا پرواہی برتتی ہے اور خاوند کی سرد مہری اور عدم اشتیاق کی شکایت کرتی ہے تو اسے سب سے پہلے ان پرانے اندرونی

کپڑوں سے نجات حاصل کر کے انھیں نئے ہیجان خیز اور اپنے سائز کے مطابق کپڑوں میں تبدیل کر لینا چاہیے، جس میں خاوند کی مرضی کے مطابق تمام شرطیں پائی جائیں۔ اپنے خاوند کی سرد مہری اور سست روی کا اس طریقے سے علاج کریں، اگر آپ کی ازدواجی زندگی میں کوئی دیگر خلل نہ ہو تو مجھے اس طریقے کی کامیابی کا پورا یقین ہے۔

بیویوں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اندرونی ہیجان خیز کپڑے پہننے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ انھیں کم از کم روزانہ دھلے ہوئے کپڑوں میں تبدیل بھی کرتی رہیں، کیونکہ مرد کو ازدواجی ملاپ کی طرف متوجہ رکھنے میں یا اس سے دور کرنے میں خوشبو یا بدبو کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔

[10] وہ عورت جو جنس کے ساتھ خود کارانہ انداز میں پیش نہیں آتی:

ایک خاوند کہتا ہے:

''میری اپنی جنسی زندگی کی سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ میری بیوی میری جنسی طلب کا جواب سادہ اور خود کارانہ انداز میں نہیں دیتی، بلکہ ہر مرتبہ ملاقات کے لیے وہ بہت زیادہ تیاریوں کے بعد کہیں تیار ہو پاتی ہے۔ گویا اسے کسی بہت بڑے منصوبہ کے لیے یا کسی عظیم جنگی معرکے میں شریک ہونا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مجھے اکتاہٹ اور تنگدلی محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اکثر اوقات میری جماع کی رغبت زائل ہو جاتی ہے۔ ہر مرتبہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ غسل خانے میں جاتی ہے اور تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں پتا نہیں کیا کرتے گزار دیتی ہے، جب میں اس سے پوچھوں تو جواب میں کہتی ہے کہ وہ نہا رہی ہے، پھر اس کے بال خشک ہونے کا انتظار کرنا پڑھتا ہے۔ پھر بچے کی نیند کی خبر لینے چلی جاتی ہے، پھر جب کمرے میں آتی ہے تو تمام چادروں کو صاف ستھری بیڈ شیٹس میں تبدیل کرتی ہے، پھر اس کے بعد شمعیں روشن کرنے کے لیے چلی جاتی ہے... پھر آخر تک ایسے ہی کرتی رہتی ہے!''

کیا کچھ خاص قسم کی غذائیں مردانہ جنسی قوت میں اضافہ کرتی ہیں؟

تمام مرد جنسی قوت میں برابر نہیں ہوتے، جن کی صحت اچھی ہو اور وہ اپنی شہوت پر

قابو رکھ سکتے ہوں اور فریق ثانی کو بھرپور جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، ایسے مرد جنسی اعتبار سے کامیاب خاوند ثابت ہوتے ہیں، وہ نہ تو بہت زیادہ سست ہوتے ہیں اور نہ زائد از ضرورت چست۔ اسی طرح وہ شوہر جو اپنی بیوی کی جنسی خواہشات کو سمجھتا ہو اور اسے انتہاءِ شہوت تک پہنچنے کے لیے کافی وقت دے سکتا ہو تو ایسا شخص ازدواجی زندگی میں کامیاب مرد ہوتا ہے۔

البتہ مختلف قسم کی غذاؤں کے ماہرانہ استعمال کا انسان کی جسمانی صحت میں بہتری لانے میں بہت زیادہ کردار اور اثر ہوتا ہے، لیکن بہت زیادہ موٹاپے یا شدید لاغر پن میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

جب آپ خوراک اور جنس کے درمیان کسی تعلق کو تلاش کرتے ہیں تو یہاں واضح ہوجاتا ہے کہ پرانے خیالات اور حقیقت حال کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے، ان بعض خیالات کے مطابق بہت زیادہ مقدار میں انڈے کھانا جنسی چستی کو تقویت دیتا ہے، اسی طرح بعض تازہ سبزی دار غذاؤں کی بھی یہی تاثیر ہے لیکن یہ غیر حقیقی بات ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان غذاؤں کا مردانہ جنسی طاقت کو تقویت دینے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، درحقیقت خرافات اور قصے کہانیاں ان جیسے خیالات کو ترویج دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ہر چیز سے پہلے اس چیز کی یقین دہانی کر لیں کہ آپ کا وزن ایک معقول حد سے نہ زیادہ ہے اور نہ آپ کی عمر کے مطابق کم ہے۔ اگر ایک معقول توازن قائم رہے تو یہ موٹاپے اور لاغر پن کے درمیان ایک حد قائم رکھتا ہے، آپ یقیناً اپنی جنسی زندگی بالکل طبعی انداز میں گزار سکتے ہیں۔

بعض تازہ سبزیاں یا ایک گلاس دودھ، بشمول جنسی صحت عمومی صحت کو بہترین حالت میں رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، لیکن کسی ایسے خرافاتی علاج یا نسخے کا سہارا لینا جو ابتدائے تاریخ سے متداول ہیں، عموماً جسم کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان سے دو چار کر دیتا ہے۔

❁ ایک اور مشورہ:

جب آپ محسوس کریں کہ آپ کا جسم آپ کے ساتھ جنسی اعتبار سے ہم آہنگ نہیں، تو ہوسکتا ہے۔ اس میں خوراک کا کسی قدر دخل ہو، یعنی انتہائی گھٹیا اور کمزور خوراک استعمال کرنے کے نتیجے میں یا پھر بہت زیادہ موٹاپے کے سبب۔

دونوں حالتوں میں اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں، وہ آپ کی غذا میں کسی چیز کا اضافہ کر دے گا یا کسی خاص چیز میں کمی، اور وہ آپ کو ایک خاص غذائی چارٹ بنا کر دے گا، اگر آپ اس کے مطابق خوراک استعمال کریں تو واضح بہتری محسوس کریں گے اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ خوراک آپ کی پہنچ میں ہوگی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ متوازن غذا کا نظام کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں اور یقیناً اس کا بہت زیادہ فائدہ ہے۔

[3] مجامعت کے آداب

آدمی جب اپنی خواہش پوری کرے تو بیوی کو بھی اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے مہلت دے، کیونکہ اس کے انزال میں تاخیر ہوسکتی ہے اور اس کی شہوت بھڑکی رہتی ہے، اگر وہ اس حالت میں اس سے پیچھے ہٹ جائے تو وہ اذیت محسوس کرتی ہے۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''اپنی بیوی کی شہوت جگانے کے لیے اس کے ساتھ محبت کے کھیل کھیلنا مستحب عمل ہے، اس طرح وہ بھی لذتِ جماع سے محظوظ ہوگی، جس طرح اس کا خاوند اس سے لطف اٹھاتا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اس وقت تک جماع نہ کریں جب تک اس کی شہوت اس طرح نہ بھڑک اٹھے جس طرح تمہاری شہوت بھڑکتی ہے تاکہ اس سے پہلے فارغ نہ ہو جائے۔''

میں کہتا ہوں:

''اس کے ساتھ شغل بوس و کنار اور چھیڑ چھاڑ جاری رکھے، جب دیکھے کہ اس میں اس طرح مستی پیدا ہوچکی ہے جس طرح خاوند میں ہے تو پھر اس کے

ساتھ جماع کرے، اگر اس سے پہلے فارغ ہو جائے تو جب تک وہ فارغ نہ ہو تب تک اس کے لیے اپنا ذکر باہر نکالنا مکروہ ہے۔''

کیونکہ اس میں عورت کو اپنی حاجت پوری کرنے سے روکنے کی وجہ سے اس کے لیے نقصان ہے۔

خاوند جب اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا ارادہ کرے تو بے خبری میں اس کے پاس آنے سے پرہیز کرے جو عوام کا شیوہ ہے، لیکن شریعت میں ممنوع ہے، بلکہ اس کے ساتھ جائز انداز میں کھیلے، ہنسی مذاق کرے، اس کے جسم کو چھوئے، اسے بوسے دے، جب دیکھے کہ اس میں شہوت بیدار ہو چکی ہے تو پھر جماع کرے۔ کیونکہ عورت بھی مرد سے وہی چاہتی ہے جو مرد عورت سے چاہتا ہے، اگر وہ اچانک بے خبری کے عالم میں اس کے ساتھ جماع کرے تو اس کی شہوت تو پوری ہو جائے گی لیکن بیوی ایسے ہی رہے گی جو اس کے لیے اذیت ناک ہو سکتا ہے۔

مجامعت میں اجر و ثواب:

برادر اسلام! آپ کا طلب اولاد یا اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے یا اپنی بیوی کو عفیفہ رکھنے کی نیت سے اپنی بیوی کے پاس آنا بھی آپ کے لیے باعث اجر ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

چند صحابہ کرام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض رسا ہوئے: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! مال دار لوگ تو سارا اجر لے گئے، جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں، جس طرح وہ روزے رکھتے ہیں ہم بھی اسی طرح رکھتے ہیں لیکن وہ اپنا زائد از ضرورت مال صدقہ کر دیتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی صدقہ کرنے کا موقع دیا ہے۔ ہر تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل صدقے کے بدلے میں ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تو اور، تمہارے (بیویوں کے ساتھ) ملاپ میں بھی صدقہ ہے۔''

وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! جب کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اس میں بھی اجر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ حرام کاری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ حلال طریقے سے ایسا کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا۔"[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب انسان فوت ہو جائے تو اس کے تین اعمال کے سوا بقیہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: (1) صدقہ جاریہ۔ (2) علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔"[2]

مجامعت کی دعا:

جماع سے پہلے یہ مسنون دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِيْ الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا))[3]

"اللہ کے نام سے، اے اللہ! مجھے اور جو تو ہمیں عطا کرے اس کو شیطان سے بچا۔"

پھر مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھے:

1. بیوی جب کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس وقت تک اس سے جماع نہ کرے جب تک وہ تمام کپڑے اتار نہ لے اور پھر اس کے ساتھ ایک بستر میں لیٹ جائے، آدمی بھی نارمل اور تدریجی انداز میں اپنے کپڑے اتار دے کہ بیوی کہیں اس اچانک پیش آنے والی صورت حال سے گھبرا نہ جائے۔ یقیناً برہنگی کے بہت زیادہ فوائد ہیں:

- بدن راحت محسوس کرتا ہے۔
- دائیں بائیں پلٹنا آسان رہتا ہے۔
- بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے اور بیوی کو مسرت اور خوشی ملتی ہے۔

ابن میمون اپنے قصیدے میں کہتا ہے:

---

1. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1006]
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1631]
3. صحیح البخاري، رقم الحدیث [141]

وَاحْذَرْ مِنَ الْجِمَاعِ فِي الثِّيَابِ   فَهُوَ مِنَ الْجَهْلِ بِلَا ارْتِيَابِ
بَلْ كُلُّ مَا عَلَيْهَا صَاحِ يُنْزَعُ   وَكُنْ مُلَاعِبًا لَهَا لَا تَفْزَعِ

''کپڑوں میں جماع کرنے سے پرہیز کر، یہ بلاشبہ جہالت ہے، بلکہ اس پر جو کچھ ہے سب کچھ اتار کر بلاخوف وخطر اس کے ساتھ کھیل۔''

2. جو شخص اپنی کنواری بیوی کے پاس آئے تو اس سے عزل (Coitus Interruptus) نہ کرے، جس طرح کئی لوگ کرتے ہیں۔ (عزل کا مطلب ہے آدمی انزال کے قریب اپنا ذکر باہر نکال لے اور منی کا اخراج باہر کرے۔) بلکہ انزال کے بعد اپنا ذکر باہر نہ نکالے، تاکہ اس کا پانی اس کے رحم تک جلد از جلد پہنچ جائے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں اسے صالح اولاد عطا فرما دے۔

3. اگر خاوند کو بیوی سے پہلے انزال ہوجائے تو اپنا آلہ تناسل باہر نہ نکالے بلکہ اس کو مہلت دے تاکہ اس کا انزال بھی ہوجائے۔

4. مرد وعورت دونوں ہی کے لیے جماع کی تعداد کا کوئی حتمی عدد مقرر نہیں، لیکن اس میں کمی یا کثرت کا تعلق انسان کے مزاج، صلاحیت، ضرورت اور نفسیاتی، معاشرتی اور صحت سے متعلق احوال سے ہے۔

5. خاوند کا بغیر خوشبو استعمال کیے اپنی بیوی کے پاس آنا مکروہ ہے، اس طرح بے خبری میں اس کے پاس آنا بھی، کیونکہ یہ اس کے دین اور عقل کو برباد کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

6. زوجین کو چاہیے کہ دونوں ایک ہی کپڑے کے ساتھ اپنے اعضائے تناسلیہ صاف نہ کریں، بلکہ ہر ایک اپنے لیے علاحدہ علاحدہ کپڑا تیار رکھیں۔

7. کسی دوسری عورت کو تصور اور نظروں میں لا کر اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ زنا کی ایک قسم ہے، جو حرام ہے۔

8. جماع حیض، نفاس، احرام اور روزے کی حالتوں کے سوا ہر مہینے، ہر وقت، ہر دن میں بلکہ دن اور رات کے ہر حصے میں جائز ہے۔

9. زوجین کے لیے اپنے دانت صاف کر لینا، پھر منہ کو خوشگوار خوشبو سے معطر کرنا مستحب

ہے، کیونکہ یہ ہم آغوشی کے دوران میں محبت میں اضافے کا اہم سبب ہے۔

(10) جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ملاپ کر لے اور دوبارہ مجامعت کرنا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہیے، کیونکہ فرمان نبوی ہے:

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے، پھر دوبارہ آنا چاہے تو وضو کر لے۔''[1]

(11) جب وہ دونوں جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ رکھتے ہوں تو پھر بھی وضو کر لیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کھانے اور سونے کا ارادہ رکھتے تو اپنی شرم گاہ کو دھو لیتے اور نماز کی طرح کا وضو فرماتے۔''[2]

(12) نماز سے پہلے غسل کرنا فرض ہے، جبکہ سونے سے پہلے غسل کر لینا افضل ہے۔ عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے عالم میں کیا کرتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے غسل فرما لیتے یا غسل کرنے سے پہلے سو لیتے؟ انھوں نے فرمایا: ''دونوں طرح آپ کر لیا کرتے تھے، کبھی غسل کر لیتے، پھر سو جاتے اور کبھی وضو کر لیتے اور سو جاتے۔'' میں نے کہا: خدا کا شکر ہے، جس نے اس معاملے میں وسعت پیدا کر دی ہے۔[3]

(13) دولہا دلہن دونوں ہی کے لیے ایک ہی جگہ غسل کر لینا جائز ہے، چاہے وہ دونوں ایک دوسرے کے بدن کا کچھ حصہ دیکھ ہی کیوں نہ لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے، جو میرے اور آپ کے درمیان رکھا ہوتا، اس میں ہم دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھوں کے ساتھ ٹکراتے، آپ میری طرف بڑھتے تو میں کہتی: چھوڑیے، چھوڑیے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں حالت جنابت میں ہوتے۔[4]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [308]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [284] صحیح مسلم، رقم الحدیث [305]

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث [307]

[4] صحیح البخاري، رقم الحدیث [263] صحیح مسلم، رقم الحدیث [321]

جماع میں اعتدال:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو جمعہ کے دن غسل جنابت جیسا غسل کرے، پھر چل نکلے، گویا اس نے ایک اونٹ قربانی کے لیے پیش کیا اور جو دوسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے گائے پیش کی اور جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کا نیاز پیش کیا، اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے مرغی پیش کی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو گویا اس نے انڈا پیش کیا اور جب امام نکل پڑے تو فرشتے حاضر ہو کر وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔''[1]

اس حدیث سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جماع کی کم از کم حد یہ ہے کہ ہفتے میں ایک مرتبہ ضرور کیا جائے، تاہم یہ عمر اور افراد کے لحاظ سے مختلف بھی ہوسکتی ہے۔ 60 سال کی عمر کے بعد اس میں کمی ہوجانی چاہیے، کیونکہ کثرتِ جماع جسم کے لیے ضرر رساں ہوتا ہے۔ اسی طرح جماع میں انتہائی قلت جنسی جبلت کو بجھا کر راکھ بنا دیتی ہے اور اسے معطل کر دیتی ہے، اس کے علاوہ ازدواجی زندگی ناکامی اور ختم ہونے کے خطرات سے دو چار رہتی ہے۔

ایک زیرک اور سمجھدار بیوی اپنی خوش مذاقی، زیبائش و آرائش اور لبھانے کے انداز سے اعتدال کا ترازو برقرار رکھ سکتی ہے، جو اپنی اور اپنے خاوند کی جوانی کی بڑے معتدل انداز میں حفاظت کر سکتی ہے۔

ایک دین دار اور صاحب دانش کو علم ہونا چاہیے کہ لذت محبوب کے قرب میں ہوتی ہے اور قرب بوس و کنار اور ہم آغوشی سے حاصل ہوتا ہے، جو محبت کو تقویت پہنچاتا ہے محبت خوشی دیتی ہے، لیکن محبت اور چاہت کے بغیر جماع کرنا محبت کو کم اور لذت کو قتل کر دیتا ہے۔ عرب عشق کیا کرتے تھے لیکن معشوق کے ساتھ جماع کرنا معیوب سمجھتے تھے، ایک کا کہنا ہے: ''اگر اس نے جماع کیا تو محبت برباد ہوجائے گی۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [841] صحيح مسلم، رقم الحديث [850]

لیکن صرف مجامعت تک لذت محدود رکھنا چوپاؤں کا سا انداز ہے، نفس جب کسی عورت کے عشق میں مبتلا ہوجائے تو اس کا قرب چاہتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہم آغوش ہونا اور معانقہ کرنا پسند کرتا ہے، کیونکہ یہ قرب کی انتہا ہے۔ پھر مزید طلب قرب کے لیے رخسار پر بوسہ دیتا ہے، پھر روح کا قرب چاہنے کے لیے منہ چومتا ہے، جب نفس مزید قرب کا متمنی ہوتو پھر وہ جماع کرنا چاہتا ہے، جس سے تمام اعضا کے اندر تک لذت محسوس کی جاتی ہے جب لذت اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو پانی کے ساتھ پانی مل جاتا ہے، اور پھر یہ مجامعت باذن الٰہی ایک نئے انسان کی صورت میں ثمر بار ہوتی ہے جس میں زوجین کی صفات مشترک ہوتی ہیں۔

اس طرح مجامعت محبت کے آخری درجات اور بلند ترین معانی کی آخری شکل ہوتی ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ ''زاد المعاد'' میں لکھتے ہیں:

> ''کثرتِ جماع قوت کوختم کر دیتی ہے اور اعصاب کو نقصان پہنچاتی ہے، جس کے نیچے میں رعشہ فالج اور اعصاب میں اکڑاؤ پیدا ہوجاتا ہے، نظر کمزور ہوجاتی ہے، تمام قوتیں ضعیف ہوجاتی ہیں، حرارت غریزی بجھ جاتی ہے اور تمام نالیاں کھل جاتی ہیں، جو نقصان دہ فضلات کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہیں۔''

جماع کا مفید ترین وقت کھانا ہضم ہونے کے بعد معتدل حالت میں ہوتا ہے، جب بھوک باقی نہیں رہتی، کیونکہ بھوک غریزی حس کو کمزور کر دیتی ہے اور سیرابی کی حالت میں اس سے شدید امراض لاحق ہوجاتے ہیں اسی طرح تھکاوٹ کی حالت میں یا غسل کے فوراً بعد یا استفراغی کیفیت جیسے: غم، پریشانی، شدت مسرت اور دیگر نفسیاتی زود حسی کی کیفیات میں جماع کرنا چاہیے۔

اس کا بہترین وقت رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ہوتا ہے، جب کھانا ہضم ہونے کے بعد آدمی غسل یا وضو کر کے سو جاتا ہے تو اس وقت اس کی طاقتیں لوٹ آتی ہیں، اس کے بعد حرکت یا ورزش سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ سخت نقصان دہ ہوتی ہے، یا

پھر فجر کی نماز کے بعد اس کا بہترین وقت ہے، اس کے بعد آدمی وضو کر کے سو جائے۔

کسی شاعر کا کہنا ہے:

وَاحْفَظْ مَنِيَّكَ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّهُ
مَاءُ الْحَيَاةِ يُصَبُّ فِي الْأَرْحَامِ

''جس قدر ممکن ہو اپنی منی کی حفاظت کریں، یہ آب حیات ہے جو رحم میں انڈیلا جاتا ہے۔''

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا جسم دیکھنے اور ایک ساتھ غسل کرنے کا حق حاصل ہے۔

دونوں کے لیے ایک جگہ غسل کرنا جائز ہے، چاہے وہ ایک دوسرے کے بدن کا کچھ حصہ دیکھ ہی لیں، اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

''دراوردی نے اس حدیث سے مرد و عورت کے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے کا استدلال کیا ہے اور اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے، ان سے سوال کیا گیا کہ کیا آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھ سکتا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے عطا سے پوچھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث بیان کر دی، جو اس مسئلے میں نص ہے۔''[2]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ اس بات کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔'' اس کی سند میں برکہ بن محمد حلبی ہے، جو بے برکت، جھوٹا اور احادیث گھڑنے والا ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی باطل احادیث میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔''[3]

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [247] صحيح مسلم، رقم الحديث [319]
2. فتح الباري [364/1]
3. آداب الزفاف [ص: 111]

اور یہ حدیث: ''جب کوئی آدمی اپنی بیوی یا لونڈی سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے، کیونکہ یہ اندھے پن کا سبب ہے۔'' من گھڑت حدیث ہے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ ''جب کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو ستر پوشی کا خیال رکھے اور اونٹ کی طرح برہنہ نہ ہوجائے۔'' علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

اسی طرح یہ حدیث جسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے رسول خدا! ہمارے لیے ہماری شرم گاہوں میں کیا کرنے اور کیا چھوڑنے کا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جب سب اپنے ہی لوگ ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر ممکن ہو تو کسی کو نہ دکھاؤ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا: اے اللہ کے حبیب! جب کوئی اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ لوگوں سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔''[2]

امام ابن عروہ حنبلی میاں بیوی کے ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے کو جائز سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اس حدیث کی بنا پر میاں بیوی دونوں ہی کے لیے ایک دوسرے کی شرمگاہ اور سارے بدن کو دیکھنے اور چھونے کی اجازت ہے، کیونکہ جب فرج سے لطف اندوز ہونا جائز ہے تو پھر اس کو باقی جسم کی طرح دیکھنا اور چھونا بھی جائز ہے۔''[3]

امام مالک کا بھی یہی موقف ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (307/1) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

خاوند بیوی کے پاس کس طرح آئے؟

ارشاد خداوندی ہے:

---

1. مصدر سابق
2. سنن الترمذي، رقم الحديث [2769] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1921]
3. آداب الزفاف [ص: 111]

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، جب چاہو اپنی کھیتیوں میں آؤ، اور اپنے لیے آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جان لو! تم یقیناً اس سے ملنے والے ہو، اور مومنوں کو خوشخبری دیں۔'' [البقرۃ: 223]

یہ آیت مبارکہ بیان کرتی ہے کہ عورتیں کھیتی کرنے کی جگہ ہیں، لہٰذا ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ عورت کے پاس جس جگہ آنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس پر سختی سے کاربند رہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے:

''اگر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ پشت کی جانب سے جماع کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوگا۔'' تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرۃ: 223]

''تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے (سامان) بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سامنے کی طرف سے ہو یا پشت کی طرف سے، جب فرج میں ہو۔''[1]

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''چوتڑوں (Butocks) کے مابین دخول کے بغیر لذت اندوزی میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ سنت میں حرمت صرف مقعد (Anus) کے متعلق وارد ہوئی ہے، جو گندگی کی وجہ سے ہے۔''[2]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4528] صحيح مسلم، رقم الحديث [1435]

[2] المغني [132/8]

''سرین کے درمیان اور سارے جسم سے دخول کے بغیر لطف اندوزی میں ان شاء اللہ کوئی مضائقہ نہیں۔''[1]

امام ابن قیم رحمہ اللہ ''زاد المعاد'' میں فرماتے ہیں:

''جماع کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی محبت کے کھیل کھیلنے، شغلِ بوس و کنار کے بعد بیوی کو بستر کی طرح بچھا کر اس کے اوپر چڑھ جائے، اس وجہ سے عورت کو بستر بھی کہا جاتا ہے۔''

فرمانِ خداوندی ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔'' شاعر کا کہنا ہے:

إِذَا رُمْتُهَا كَانَتْ فِرَاشٌ يُقِلُّنِي
وَعِنْدَ فِرَاغِي خَادِمٌ يَتَمَلَّقُ

''جب میں اس کے پاس آتا ہوں تو وہ بستر بن کر مجھے اٹھا لیتی ہے اور جب میں فارغ ہوتا ہوں تو وہ ایک چاپلوس خادم کی طرح ہوتی ہے۔''

فرمانِ خداوندی ہے: ''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا۔'' [البقرۃ: 187]

لباس مکمل اور ڈھانپ لینے والا اسی صورت میں ہوتا ہے، کیونکہ آدمی کا بستر اس کا لباس ہوتا ہے، اسی طرح عورت کا لحاف اس کا لباس ہوتا ہے، یہ قابل احترام اور باعصمت شکل اسی آیت سے ماخوذ ہے، اس لیے میاں بیوی کے لیے سب سے بہترین استعارہ لباس کا ہے، اس میں ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت بعض اوقات اس کو ایک لباس کی طرح شفقت میں لپیٹ لیتی ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

إِذَا مَا الضَّجِيعُ ثُنِيَ جِيدُهَا
تَثَنَّتْ كَانَتْ عَلَيْهِ لِبَاسَا

''جب جماع کے دوران میں اس کی گردن موڑی جائے تو وہ ایک لباس کی

[1] کتاب الأم [137/5]

طرح اس کی طرف مڑ جاتی ہے۔“

جماع کی بدترین شکل یہ ہے کہ بیوی اوپر ہو اور مرد چت لیٹ کر جماع کرے، یہ اس فطری شکل کے خلاف ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو بلکہ نوع مذکر و مؤنث کو پیدا کیا ہے، اس کے بہت زیادہ نقصانات ہیں، جیسے منی کا مکمل اخراج مشکل ہوتا ہے، ممکن ہے کچھ ذکر میں باقی رہ جائے جو بعد میں متعفن اور خراب ہو کر باعث نقصان ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عضو تناسل میں اندام نہانی کی رطوبات داخل ہو جائیں، نیز تخلیق اولاد کے لیے رحم میں پانی کا ٹھہراؤ اور اس کے ساتھ اختلاط ممکن نہیں ہوتا۔ عورت فطرتاً اور شرعاً مفعول بہ ہے، اگر وہ فاعل بن جائے تو گویا وہ فطرت اور شریعت کے تقاضے کے خلاف چلتی ہے۔

اہل کتاب اپنی بیویوں کے ساتھ پہلو کے بل کنارے سے جماع کرتے تھے، ان کا کہنا ہے کہ اس میں عورت کے لیے آسانی ہے۔ جبکہ قریشی عورتوں کو گدی کے بل لٹا کر (Dogy Style) جماع کیا کرتے تھے، یہودیوں نے اس سلسلے میں ان کا مذاق اڑایا اور اسے معیوب قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ نازل کر دی، صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: چاہیے چہرے کے بل ہو یا پشت کے بل، لیکن ایک ہی سوراخ میں۔“[1]

محبوبہ کے ساتھ جماع میں منی کے بکثرت اخراج کے باوجود جسم کم کمزوری محسوس کرتا ہے، جبکہ ناپسندیدہ عورت کے ساتھ جماع میں منی کا اخراج کم ہونے کے باوجود جسم سست اور قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، حائضہ عورت کے ساتھ جماع فطرتاً اور شرعاً حرام ہے، یہ انتہائی زیادہ نقصان دہ ہے، تمام طبیب اس سے ڈراتے اور منع کرتے ہیں۔[2]

عورت کی مقعد میں جماع (Anal Sex) کی حرمت:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے حائضہ عورت کے ساتھ جماع یا عورت کی مقعد میں دخول کیا یا

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1435]

[2] زاد المعاد [255/4]

کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کی تو اس نے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا۔"[1]

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا، جس نے کسی آدمی یا عورت کی مقعد میں جماع کیا۔"[2]

(3) حضرت خزیمہ بن ثابت سے روایت ہے، ایک آدمی نے عورتوں کی مقعد یا اپنی بیوی کی مقعد کی طرف سے آنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"حلال ہے" پھر جب وہ آدمی واپس جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا یا بلوایا اور فرمایا: تم نے کیا کہا، دو سوراخوں میں، یا کون سے دو سوراخوں میں؟ اس کی پشت کی طرف سے اس کی فرج میں تو ٹھیک ہے، لیکن اس کی پشت کی طرف سے اس کی مقعد میں نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے، عورتوں کی مقعد میں جماع نہ کرو۔"[3]

امام ابن قیم "زاد المعاد" میں جماع کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت کے حوالے سے گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مقعد کا جواز کسی بھی نبی کی زبان سے ثابت نہیں، جس نے بعض سلف کی طرف بیوی کی دبر میں جماع کا جواز منسوب کیا ہے، اس نے غلط کہا ہے۔

مقعد میں جماع کی حرمت آیات سے دو طرح ثابت ہے:

"ایک تو یہ کہ کھیتی میں آنا حلال قرار دیا گیا ہے، جو اولاد پیدا ہونے کی جگہ ہے، نہ کہ جھاڑیوں میں آنا جو تکلیف اور گندگی کی جگہ ہے، اس آیت "جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے" کھیتی کی جگہ مراد ہے۔ لہٰذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ، سامنے کی طرف سے یا پشت کی طرف سے، یہ بھی اسی آیت

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3904] سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [166] صحيح ابن حبان [1302]

[3] الأم للشافعي [256/5] آداب الزفاف [ص: 104]

سے ماخوذ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ یعنی جہاں سے چاہو، سامنے سے یا پچھلی جانب سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ﴾ یعنی فرج میں آؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عارضی گندگی اور تکلیف کے سبب فرج میں جماع کرنے سے منع کر دیا ہے تو اس جھاڑ جھنکار کے متعلق کیا خیال ہوگا جو مستقل گندگی کی جگہ ہے؟

اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسل انسانی کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی اور معاملہ عورتوں کی مقعد سے آگے نکل کر بچوں کی مقعد تک پہنچنے کا سبب اور ذریعہ بن جائے گا، نیز عورت کا مرد کے ذمے یہ حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ جماع کرے، لہٰذا اس کی مقعد میں جماع کرنا اس کو اس حق سے محروم کر دے گا، جس کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پوری نہیں کر سکے گی اور اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

''دبر اس کام کے لیے تیار کی گئی ہے اور نہ اس مقصد کے لیے پیدا ہی کی گئی ہے، بلکہ جماع کے لیے صرف فرج تیار کی گئی ہے، اس کو چھوڑ کر دبر کی طرف متوجہ ہونے والے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور شریعت سے خارج ہیں اور یہ فعل مرد کے لیے بھی نقصان دہ ہے، اس لیے سمجھدار فلسفی طبیب وغیرہ اس سے منع کرتے ہیں، کیونکہ فرج کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پانی جذب کر لیتی ہے اور فطرتاً اس میں رکی ہوئی رطوبات کو خارج نہیں کرتی۔

''یہ اس انداز میں بھی نقصان دہ ہے کہ فطرت کی مخالفت کی وجہ سے اس میں انتہائی تھکا دینے والی حرکتیں کرنی پڑتی ہیں۔

''اس میں ایک اور قباحت یہ بھی ہے کہ یہ پائخانے اور گندگی کی جگہ ہے اور ایسا کرنے والا اپنا منہ اس کی طرف کرتا ہے اور بعض اوقات اس گندگی سے آلودہ بھی ہو جاتا ہے، اس میں عورت کے لیے بھی نقصان ہے، کیونکہ یہ نفرت

سے لبریز غیر فطری اور آنے کا نامانوس انداز ہے۔

''یہ بدفعل غم و رنج اور فاعل اور مفعول سے نفرت پیدا کر دیتا ہے، نیز چہرے کو سیاہ، سینے کو تاریک، دل کو اندھا اور چہرے پر وحشت کی کلونس چڑھا دیتا ہے، جس کی وجہ سے اسے ایک معمولی سی فراست والا بھی پہچان لیتا ہے، یہ فاعل اور مفعول کے درمیان نفرت، شدید عداوت اور قطع تعلق کو جنم دیتا ہے اور فاعل اور مفعول کی حالت اس قدر بگڑ جاتی ہے کہ جس کا درست ہونا سچی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، یہ دونوں کو خوبیوں سے معرا کر کے ان کے متضاد صفات اور بدخصلتوں کا لبادہ پہنا دیتا ہے، یعنی ان کے درمیان محبت کو ختم کر کے نفرت اور لعن طعن میں بدل دیتا ہے۔

''یہ زوال نعمت اور وجود ناراضی ونقمت کا سب سے بڑا باعث اور اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت، غضب اور ان سے صرف نظر کا کلیدی سبب ہے، اس کے بعد کس بھلائی کی توقع ہوگی!! اور کون سے شر سے محفوظ رہا جا سکتا ہے؟! بندے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے غضب، لعنت، اعراض اور صرفِ نظر کے بعد کس کام کی ہوگی؟!''

میاں بیوی کے راز افشا کرنے کی حرمت:

مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ لطف اندوزی کے اسرار پھیلانا ناجائز ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابوسعید خدری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین مرتبے کا مالک وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں راز و نیاز کے امور سرانجام دیتا ہے اور جو بیوی اس کے ساتھ کرتی ہے اس کو پھیلا دیتا ہے۔''[1]

امام نووی شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں میاں بیوی کے درمیان لطف اندوزی کے معاملات اور

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [6437]

بیوی کے اس سلسلے میں اقوال و افعال کو پھیلانے اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی حرمت ہے۔''[1]

ماہواری کے دوران میں مجامعت کی حرمت:

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرة: 222]

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علاحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے، بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو حائضہ عورت کے پاس یا عورت کی دبر میں یا کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''[2]

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی یہودن حائضہ ہو جاتی تو یہودی گھروں میں نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ مجامعت ہی کرتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ

---

[1] شرح صحيح مسلم للنووي [262/5]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3904] سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

[البقرة: 222]

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماع کے سوا سب کچھ کرو۔''[1]

حالتِ حیض میں فرج کے سوا بیوی سے لطف اٹھانا:

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا:

''رسول اللہ ﷺ جب اپنی کسی بیوی کے ساتھ مباشرت کا ارادہ رکھتے اور وہ حالت حیض میں ہوتی تو آپ اسے ازار باندھنے کا حکم دیتے۔''[2]

یعنی وہ اپنی شرمگاہ پر کوئی کپڑا لپیٹ لے یا انڈرویر پہن لے۔ پھر آپ جو چاہتے کرتے۔ علامہ مراغی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جدید میڈیکل سائنس ثابت کرتی ہے کہ حالت حیض میں جماع کے مندرجہ ذیل نقصانات ہو سکتے ہیں:

1. نسوانی اعضائے تناسلیہ میں دردیں ہوتی ہیں، بعض اوقات رحم یا بیضہ دانیوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے یا پھر پیڑو کو سخت نقصان پہنچتا ہے، بلکہ اس سے انڈے دانی تلف ہونے اور بانجھ پن پیدا ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔
2. مردانہ عضو تناسل میں حیض کے مادے داخل ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے جریان کے مانند پیپ دار انفیکشن پیدا ہو جاتی ہے، اس کا اثر خصیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے اور

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [302]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [303] صحیح مسلم، رقم الحدیث [294]

ان کو تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے، جس کی وجہ سے مرد میں بانجھ پن پیدا ہوسکتا ہے، اگر عورت کے خون میں سوزاک کی جراثیم ہوں تو مرد سوزاک کا مریض بن سکتا ہے۔

اس وقفے میں ہم بستری کرنا مرد و عورت دونوں ہی میں بانجھ پن اور جنسی اعضا میں سوزش پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت کمزور پڑ جاتی ہے۔

اسی لیے روئے زمین کے تمام اطبا اور ڈاکٹرز کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس عرصے میں عورت سے اجتناب برتنا نہایت ضروری ہے اور یہی اللہ حکیم وخبیر کا قرآن بھی کہتا ہے۔

حائضہ سے مجامعت کا کفارہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ ایک یا آدھے دینار کا صدقہ کرے۔''[1]

امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں جماع کر لیتا ہے، انھوں نے فرمایا: اس سلسلے میں عبدالحمید کی حدیث کس قدر بہترین ہے! میں نے کہا: وہ اس کے پاس جائے، انھوں نے فرمایا: ہاں، اس کا کفارہ ہے، میں نے کہا: دینار یا آدھا؟ انھوں نے فرمایا: جیسے چاہے۔''[2]

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو اپنے نفس سے مغلوب ہو کر حائضہ کے ساتھ پاک ہونے سے پہلے مجامعت کرے تو اسے تقریباً نصف یا ایک چوتھائی برطانوی پونڈ کے برابر سونا صدقہ کرنا چاہیے۔''[3]

---

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [135] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [640]
2. مسائل أحمد [ص: 26]
3. آداب الزفاف [ص: 125]

ایک نظر میں چند آداب جماع:

- شب زفاف میں شیریں گفتار اور نرم انداز میں بیوی کو مانوس کرنا۔
- بیوی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے: ((اَللّٰھُمَّ إِنِّیُ أَسُأَلُكَ مِنُ خَیُرِھَا وَخَیُرِ مَا جَبَلُتَھَا عَلَیُهِ، وَأَعُوُذُبِكَ مِنُ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَبلُتَھَا عَلَیُهِ))
- وہ دونوں ایک ساتھ نماز ادا کریں، یہ ایک مستحب عمل ہے اور سلف صالحین سے منقول ہے۔
- جماع کے وقت یہ دعا پڑھے: ((بِسُمِ اللّٰهِ، اَللّٰھُمَّ جَنِّبُنِي الشَّیُطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّیُطَانَ مَا رَزَقُتَنَا)) اگر ان کی قسمت میں اولاد ہوئی تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گی، یہ انتہائی اچھی چیز ہے، جسے بالکل حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ یہ اولاد کے نیک ہونے اور شیطان سے محفوظ رہنے کا سبب ہے۔
- اس کی فرج (اندام نہانی) میں جماع کرے اور مقعد سے بچے کیونکہ یہ حرام ہے اور اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔
- دوسری مرتبہ جماع سے پہلے وضو کرے، یہ اس کو چست اور تازہ دم کر دے گا، لیکن غسل افضل ہے۔
- دونوں ہی جماع کے وقت اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے اور حرام سے بچنے کی نیت کریں تو اس وقت ان کی مباشرت صدقہ شمار ہوگی۔ جس طرح فرمان نبوی ہے:
"تمہاری شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔"
- سونے سے پہلے جنبی وضو کرلے لیکن غسل کر کے پاک ہو کر سونا بہر کیف بہتر ہے۔
- باہمی لطف اندوزی کے راز افشا کرنا حرام ہے۔
- حیض و نفاس کی حالت میں مرد جماع سے پرہیز کرے، کیونکہ ایسا کرنے والا لعنتی ہے اگر کوئی ایسا کر بیٹھے تو توبہ و استغفار کرے اور کفارہ دے۔
- خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور بہتر انداز میں زندگی گزارنا فرض ہے۔
فرمان خداوندی ہے: ﴿ وَ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ [النساء: 19]
- زوجین اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے

ایک دوسرے کے حقوق وفرائض عائد کیے ہیں ان کی پابندی کریں، خصوصاً عورت کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ اپنی طاقت اور بساط کے مطابق معروف کے دائرے میں رہتے ہوئے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔

❁ میاں بیوی دونوں ہی اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کے حصول کی دعا کریں:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾

[آل عمران: 38]

''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔''

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [الصافات: 100]

''اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔''

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ [الفرقان: 74]

''اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ [الأنبياء: 89]

''اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔''

❁❁❁

چھٹی فصل:

ازدواجی حقوق

1. میاں بیوی کے حقوق و فرائض... علامہ البانی رحمہ اللہ کے کتابچے ''آدابِ زفاف'' سے ماخوذ۔
2. ازدواجی خوشی کے لیے 11 نصیحتیں۔
3. طویل ازدواجی زندگی کے لیے پانچ قواعد۔
4. گم شدہ نسوانیت۔
5. بیویوں سے سرگوشیاں۔

[1] میاں بیوی کے حقوق و فرائض

[1] بیوی کے حقوق:

خاوند کے بیوی پر خاص حقوق ہیں، جیسے خدا اور رسول کی اطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کرنا، کھانے پکانے کا بندوبست کرنا، بستر کی صفائی ستھرائی کرنا، بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی تربیت کرنا، اس کے مال وعزت کی حفاظت کرنا، اپنے نفس کی حفاظت اور صحت برقرار رکھنا، خاوند کے لیے جائز حدود میں رہ کر بناؤ سنگھار کرنا وغیرہ، اور کے مقابلے میں بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں جو خاوند کے فرائض میں شامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

[البقرۃ: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

ایماندار عورت کے حقوق قرآن کریم سے ثابت ہیں اور رسول کریم ﷺ نے ان کی بڑی تاکید کی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''یاد رہے تمہارے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر۔''[1]

عورتوں کے متعلق نبی ﷺ کی وصیت:

فرمان نبوی ہے: ((اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَیْراً))[2] (عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، اگر تو اسے سیدھا کرے گا تو اسے توڑ ڈالے

---

[1] سنن الترمذي [358/3]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5185] صحیح مسلم، رقم الحدیث [60]

گا، اس کی مزاج داری کرتے رہو تو اس کے ساتھ رہ پاؤ گے۔" ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

"حدیث شریف میں نفس کو مائل کرنے اور دلوں کو مانوس کرنے کے لیے نرم مزاجی اور خوش اسلوبی کو مندوب اور بہتر عمل قرار دیا گیا ہے، اور عورتوں کے ساتھ یہ پالیسی اپنانے کی تلقین کی گئی ہے کہ ان سے درگزر سے کام لیا جائے، ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کیا جائے اور اسے سیدھا کرنے کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ ان سے استفادہ کیا جائے، کیونکہ آدمی کو سکون کے لیے اور زندگی گزارنے کے لیے ان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے، گویا آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ان سے مکمل لطف و لذت اٹھانا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔" ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی ایماندار شخص کسی ایماندار عورت سے نفرت نہ کھائے، اگر اسے اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو کوئی دوسری خوبی ضرور پسند ہوگی۔" ❸

اور فرمایا:

"عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ کیا ہے، تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ حلال کیا ہے اور تمھارے ذمے ان کو معروف کے مطابق کپڑے اور کھانا پینا مہیا کرنا ہے۔" ❹

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار! عورتوں کی خیر خواہی کرو، بے شک وہ تمھارے پاس قیدی ہیں۔ تمھیں ان پر اس وقت تک کوئی اختیار نہیں جب تک وہ واضح بے حیائی کا ارتکاب نہ

---

❶ حاکم [174/4] صحیح الجامع [163/2]

❷ فتح الباري [163/9]

❸ صحیح مسلم، رقم الحدیث [1469]

❹ صحیح مسلم، رقم الحدیث [1218]

کریں، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو خواب گاہوں میں چھوڑ دو، اور ان کو ہلکے پھلکے انداز میں مارو، اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو پھر ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور ان کا تم پر، تمہارا تمہاری بیویوں پر یہ حق ہے کہ ان کے بستر پر ایسا شخص نہ آئے جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اور وہ ایسے شخص کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے، ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انھیں کھانے اور پہننے کے لیے اچھا دو۔''[1]

(1) مالی حالت کے مطابق نان ونفقہ:

نفقہ کھانے، پینے، لباس اور رہائش جیسی بنیادی ضروریات زندگی پر مشتمل ہوتا ہے، یہ حلال، شک وشبہہ سے بالاتر اور گناہ سے پاک مال سے ہونا چاہیے، جس طرح اس کے لیے اس کو مناسب اور خوبصورت لباس پہنانا، پاکیزہ لذیذ کھانا کھلانا اور بہترین خوشگوار مشروبات پلانا اہم ہوتا ہے، اسی طرح بیوی کا حق بھی اس کے لیے اہم ہونا چاہیے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾

[الطلاق: 7]

''لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔''

معاویہ بن حیدہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا:

''جب کھانا کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے،

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1163] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [185]

اس کے چہرے پر نہ مار، بدزبانی نہ کر، گھر کے علاوہ اسے کہیں اور نہ چھوڑ۔‘‘[1]

فرمان نبوی ہے:

’’آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کا کھانا روک لے۔‘‘[2]

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جب اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے تو اپنی ذات سے اور اپنے گھر والوں سے اس کی ابتدا کرے۔‘‘[3]

فرمان مصطفیٰ ہے:

’’مسلمان اگر ثواب کی نیت سے اپنے اہل پر خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔‘‘[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے کہا:

’’تم جو خرچ بھی اللہ کی رضا کی خاطر کرو گے تمھیں اس کا اجر ملے گا، حتی کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو اس پر بھی۔‘‘[5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ایک وہ دینار جسے تو فی سبیل اللہ خرچ کرے، ایک وہ دینار جسے تو غلام آزاد کروانے پر خرچ کرے، ایک وہ دینار جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار جسے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، ان تمام میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔‘‘[6]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2142] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1850]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [996]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [1822]

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث [55] صحيح مسلم، رقم الحديث [1002]

[5] صحيح البخاري، رقم الحديث [56] صحيح مسلم، رقم الحديث [1628]

[6] صحيح مسلم، رقم الحديث [995]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، صحابہ کرام اس کی قوت و نشاط پر متعجب ہوئے اور کہنے لگے: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! کاش یہ اللہ کی راہ میں ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر یہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لیے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے اگر اپنے نفس کو پاک دامن رکھنے کی غرض سے نکلا ہے تو بھی فی سبیل اللہ ہے اور اگر ریا کاری اور فخر کے لیے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔''❶

اس لیے اے اسلامی برادر! رزق حلال تلاش کر، جس میں نہ کوئی گناہ ہو اور نہ شبہہ ہی۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے کعب رضی اللہ عنہ! جس خون اور گوشت کی پرورش حرام سے ہوئی ہو، وہ آگ میں جلنے کا زیادہ حقدار ہے۔''❷

(2) حسن معاشرت:

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھی طرح سے گزر بسر کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے۔''

بیوی کے ساتھ حسنِ صحبت اختیار کرنے کی یہ صورتیں ہیں کہ خاوند اس کی عزت کرے، اس کی رضا جوئی کرے، اسے اپنی محبوب رکھے، اس کے سامنے اس کے گھر والوں کو اچھے الفاظ میں یاد کر کے اس کو عزت بخشے، ان کے پاس آتا جاتا رہے اور مختلف مواقع

---

❶ صحیح الجامع [8/2]

❷ مسند أحمد، رقم الحدیث [14032] صحیح ابن حبان، رقم الحدیث [261]

اور تقریبات پر ان کو دعوت دے۔

جب وہ غصے کی کیفیت میں ہو تو تحمل مزاجی سے کام لے، اگر وہ کوئی بیوقوفانہ حرکت کر بیٹھے تو صبر کرے، کیونکہ بیوی خاوند کی نسبت زیادہ جذباتی ہوتی ہے، جو دیکھتی اور سنتی ہے اس سے زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے۔ اور عموماً عورت کسی ناپسندیدہ معاملے میں مرد کی نسبت کم صبر کا مظاہرہ کرتی ہے۔

بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اس کی بات توجہ سے سنے، اس کی رائے کا احترام کرے، اگر وہ کوئی اچھا مشورہ دے تو اس کی رائے قبول کرے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رائے پر عمل کیا تھا، جس کی وجہ سے مسلمان گناہ سے بچ گئے اور نافرمانی کے انجام بد سے محفوظ ہو گئے۔

بیوی کے ساتھ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے خوش طبعی، ہنسی مذاق، دلداری اور پیار کرنا، مختلف مواقع پر اس کو مناسب تحائف دینا بھی حسن معاشرت کا ایک حصہ ہے، تحائف کا اثر اس قدر گہرا اثر ہوتا ہے کہ بیوی کا انگ انگ خوشی سے پھوٹنے لگتا ہے اور خاوند اس کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے، بیوی کے لیے خوب تیار ہونا بھی، جس طرح وہ خاوند کے لیے ہوتی ہے، اچھی طرز زندگی کی علامت ہے۔ حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے کہ ''جس طرح میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری بیوی میرے لیے تیار ہو، اسی طرح میں بھی اپنی بیوی کے لیے تیار ہونا پسند کرتا ہوں۔'' اور فرمان نبوی ہے:

> ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں سے اپنے اہل کے لیے سب سے زیادہ بہتر ہوں۔''[1]

قصہ مختصر! ہر وہ کام جو دین اور معاشرتی رواج میں بہترین تصور کیا جائے، وہ اس حسن معاشرت اور اچھی طرز زندگی کا حصہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

3 اس کے راز افشا نہ کرنا:

مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کا کوئی راز کھولے نہ اس کے کسی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3895] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1977]

عیب کا تذکرہ کرے، کیونکہ وہ اس پر محافظ ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مرتبے کا مالک وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی اور اپنے درمیان ہونے والے معاملات کے راز افشا کرتا ہے۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں میاں بیوی کے درمیان لذت اندوزی کے معاملات اور بیوی کے اقوال و افعال وغیرہ کو تفصیلاً بیان کرنا منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ کوئی اچھی بات کہے یا خاموش رہے''۔''[2]

4 ضروری دینی معاملات کی تعلیم دینا:

خاوند کو چاہیے کہ اگر اس کی بیوی ضروری دینی امور سے آگاہ نہ ہو تو اسے خود سکھائے یا تعلیمی مجالس میں بھیجے اور اس کو منع نہ کرے، اس کو ایمانیات، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، ارکان اسلام و ایمان اور حلال و حرام کے تمام اصول و احکام صحیح طریقے سے سکھائے۔ اس کو عبادات کے احکام بتلائے، اول وقت میں نماز پڑھنے کی تلقین کرے اور دیگر عبادات کی ترغیب دے۔ اس کو حسد بغض جیسے دل کے امراض اور غیبت، چغلی، دروغ گوئی اور سب و شتم جیسے زبان کے امراض سے محفوظ رکھنے والے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحريم: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں، جو حکم دیے جاتے ہیں۔''

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1437]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6018] صحیح مسلم، رقم الحدیث [47]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت: ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان کو ادب سکھاؤ اور سیدھا کرو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے آپ کو تو بچا لیں مگر اپنے گھر والوں کو کیسے بچائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان کو اس سے منع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اس کا حکم دو جس کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس طرح ان کا آگ سے بچاؤ ممکن ہے۔''[1]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم دو اور اس کی نافرمانی سے منع کرو۔''

5 خاوند کا رات گئے تک گھر سے باہر نہ رہنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ جب آپ کو علم ہوا کہ حضرت ابو درداء رات بھر قیام کرتے ہیں، دن روزے میں گزار دیتے ہیں اور اپنی بیوی سے لا پرواہی برتتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔''[2]

6 بیوی بچوں کو نماز کا حکم دینا:

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طٰہٰ: 132]

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔''

حدیث نبوی ہے:

''اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو اس کی وجہ سے ان کو مارو، اور ان کی خواب گاہیں علاحدہ کر دو۔''[3]

---

1. تفسیر روح المعاني [156/28]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [1867]
3. سنن أبي داود، رقم الحديث [495] إرواء الغليل [266/1]

7 ضرورت کے لیے گھر سے نکلنا:

جب بیوی گھر سے باہر نکلے تو اسلامی تعلیمات اور آداب کا خیال رکھے، خاوند اس کو سنگھار کر کے باہر نکلنے اور محرم کے بغیر مردوں کے ساتھ اختلاط سے منع کرے، اگر عورت کے کپڑے چھوٹے ہوں تو انھیں لمبا کرنے کا حکم دے اگر تنگ ہوں تو انھیں کھلا کرنے کا کہے، اور اس کو یہ فرمانِ مصطفیٰ سنائے:

''جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا: ایک ایسی قوم ہوگی جس کے پاس گائے کے کانوں کے مانند کوڑے ہوں گے، جس کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے اور کچھ عورتیں ہوں گی جو پہناوے میں ہو کر بھی بے لباس ہوں گی، خود مائل ہونے والی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کے مانند جھکے ہوئے ہوں گے، نہ وہ جنت میں داخل ہوں گی، نہ اس کی خوشبو ہی پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے سے محسوس ہو جائے گی۔''[1]

8 معصیت میں عدمِ اطاعت:

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک انصاری عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی، اس کے سر کے بال نوچے جا چکے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، میرے خاوند نے کہا ہے کہ میں اس کے بال لگا لوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اللہ تعالیٰ نے بال لگانے والیوں پر لعنت برسائی ہے۔''[2]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اگر اس کو اس کا خاوند نافرمانی کرنے کا کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسا نہ کرے اور اگر وہ اس کو اس کی تعلیم دے تو اس کا گناہ مرد پر ہوگا کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔''

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث [2128]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [4909] صحيح مسلم، رقم الحديث [2123]

9 بری شہرت کی حامل عورتوں کی صحبت سے منع کرنا:

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو اخلاق باختہ رسالے خریدنے، یا غیر اخلاقی قصے کہانیاں پڑھنے، یا بری شہرت کی حامل عورتوں کی صحبت اختیار کرنے کی قطعاً اجازت نہ دے، کیونکہ وہ نگران ہے اور اس کی حفاظت اور صیانت کا ذمے دار۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔''

فرمان نبوی ہے:

''تم میں سے ہر کوئی سرپرست اور اپنی رعیت کا ذمے دار ہے، لوگوں کا سربراہ ان کا ذمے دار ہے، آدمی اپنے اہل وعیال کا سرپرست ہے اور ان کا ذمے دار۔''[1]

10 بیوی کے دین، نفس اور عزت کے متعلق غیرت مند ہونا:

ایک مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ یہ خاوند کی بیوی کے ساتھ محبت کی نشانی ہے کہ وہ اس کے متعلق غیرت مند رہے اور ہر اس نگاہ یا بات سے جو اس کے لیے باعث تکلیف ہو اس کی حفاظت کرے۔

یہ مسلمان عورت کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ کسی رشتے دار یا اجنبی مرد وعورت کو اس کی اجازت کے بغیر گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، خاوند اپنے گھر کی مصلحتوں کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ وہ اس کا سرپرست ہوتا ہے، اجنبی (غیر محرم) کو تو خاوند کی اجازت کے ساتھ بھی داخل نہیں ہونے دینا چاہیے، کیونکہ یہ گناہ اور خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری کے زمرے میں آتا ہے۔

اس طرح خاوند کو بھی چاہیے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دے جو خوفِ خدا نہ رکھتا ہو، کیونکہ وہ نظر بازی یا گفتگو سے کسی طرح بھی خیانت کر سکتا ہے اور گھر میں فتنے کا شرارہ پھینک سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5188] صحيح مسلم، رقم الحديث [1829]

''عورتوں کے پاس آنے سے بچو! انھوں نے پوچھا: اے رسول خدا ﷺ! حمو کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: حمو موت ہے!''[1]

حمو سے مراد خاوند کا بھائی، چچا وغیرہ یعنی خاوند کے غیر محرم رشتے دار ہیں۔

بیوی گھر سے بازاروں، مارکیٹوں اور گاڑیوں کے اڈوں میں نہ جائے، کیونکہ وہاں مردوں سے اختلاط ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کیا تمھیں شرم نہیں آتی، تمھیں غیرت نہیں آتی؟ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دیتے ہو، وہ مردوں کے درمیان گھومتی ہے، وہ ان کو دیتی ہے اور وہ اس کو...!''

بیوی خاوند کی موجودگی میں بھی اس کے رشتے داروں اور دوستوں کے سامنے نہ آئے، ہوسکتا ہے ان کے دل میں کوئی خباثت ہو اور یہ بھی ممکن ہے صرف اختلاط کے ساتھ وہ اپنے برے ارادوں کو عملی جامہ پہنا دیں۔

برادر اسلامی! آپ کو علم ہونا چاہیے کہ عورت بھی وہی چاہتی ہے جو مرد چاہتے ہیں بعض اوقات حلال سے زیادہ حرام چاہا جاتا ہے، اس لیے خاوند کو لمبے عرصے تک غائب نہیں رہنا چاہیے کہ کہیں وہ فتنے میں پڑ کر کوئی نافرمانی کر بیٹھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ان کی بیٹی کے ذریعے علم ہوا کہ ایک عورت زیادہ سے زیادہ چار مہینے تک اپنے خاوند سے دور رہ سکتی ہے تو آپ کسی فوجی کو چار مہینے سے زیادہ لیٹ نہ کرتے۔ یاد رہے یہ کوئی غیرت نہیں کہ خاوند کسی شک کے بغیر اپنی بیوی کے متعلق بدگمانی کا شکار رہے اور ہر وقت اس کو بے خبری میں جا لینے کے مواقع تلاش کرتا رہے، یہ مذموم غیرت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع کیا ہے کہ کوئی آدمی رات کے وقت اپنے اہل کو خائن بنانے یا ان کی لغزشیں تلاش کرنے کے لیے ان کے پاس جائے۔

آج کچھ ایسے مرد بھی ہیں جو اپنی بیویوں کو فیملی لیٹ نائٹ گیدرنگ میں بھیج دیتے ہیں، یا ان کی غیر موجودگی میں گھر پر دوستوں کو بلا لیتے ہیں، پھر غیرت میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ ابن رومی کا کہنا ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4934] صحيح مسلم، رقم الحديث [2172]

لَا يَأْمَنَنَّ عَلَى النِّسَاءِ أَخٌ أَخَا
مَا فِي الرِّجَالِ عَلَى النِّسَاءِ أَمِيْنُ
كُلُّ الرِّجَالِ وَإِنْ تَعَفَّفَ جُهْدُهُ
لَا بُدَّ أَنْ بِنَظْرَةٍ سَيَخُوْنُ

''عورتوں پر بھائی اپنے بھائی کو بھی امین نہ سمجھے، کوئی مرد عورتوں کے سلسلے میں امانتدار نہیں، ہر شخص چاہے اس کی کوشش کتنی ہی پاکدامن کیوں نہ ہو، وہ نظر سے بد دیانتی ضرور کر دے گا۔''

(11) اس کی اذیتوں کا تحمل مزاجی سے سامنا کرنا:

بیوی سے سرزد ہونے والے بہت سارے معاملات سے رحمدلی اور شفقت کی وجہ سے صرف نظر کر دینا چاہیے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، آپ کی بیویاں آپ کی باتوں کا جواب دیتیں اور کوئی بیوی دن سے لے کر رات تک آپ کو چھوڑ دیتی۔''[1]

بیوی کا یہ حق بنتا ہے کہ خاوند اسے اپنی محبت اور انس کا احساس دلانے کی خاطر اس کی باتیں توجہ سے سنے، دین و مروت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی عزت کرے اور جو اس کا رشتہ دار اس کے گھر آئے اس کے لیے کھانے اور پہننے کا بندوبست کرنے میں خوشی اور رضا مندی کا اظہار کرے۔ اسلام نے خاوند کے لیے اپنی بیوی کو راضی رکھنے اور دل میں اس کی جو محبت ہے، اس سے بڑھ کر اظہار کرنے میں جھوٹ کا سہارا لینے کی اجازت بھی دی ہے، تاکہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ خوش اور راضی رہے۔ خاوند کو چاہیے کہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2336] صحيح مسلم، رقم الحديث [1479]

بعض اوقات گھریلو امور میں اس کی معاونت کرے، خصوصاً ایسے کام جو مشقت طلب اور اس کے لیے تھکاوٹ کا باعث ہوں جیسے کسی مریض کی تیمار داری کرنا وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اپنی بیویوں کے بعض کام کر دیتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا:

''آپ اپنے گھر میں بعض پیشہ وارانہ کام کرتے، جیسے گھر سنوارنا، کپڑے رفو کرنا، جوتا مرمت کرنا، دودھ دوہنا۔''[1]

[2] خاوند کے حقوق:

خاوند کے بھی بیوی کے ذمے کچھ حقوق ہیں، جو اس قرآنی آیت: ﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرة: 228] اور اس فرمان نبوی: ''یقیناً تمہارے لیے بھی تمہاری بیویوں کے ذمے حقوق ہیں۔''[2] سے ثابت ہیں، جنہیں ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

1. اچھائی میں خاوند کی فرمانبرداری کرنا۔

اسلامی بہنا! تم پر تمہارے خاوند کی اچھائی میں فرمانبرداری کرنا فرض ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر عورت پانچ نمازیں ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہو جائے گی۔''[3]

2. عدمِ معصیت میں خاوند کی اطاعت گزاری کرنا۔

کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں کی جا سکتی، اس لیے اگر وہ اس سے کسی نافرمانی کے کام کا مطالبہ کرے، مثلاً اسے غیر محرموں کے سامنے بے پردہ

---

[1] مسند أحمد [256/6]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [1163] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1851]

[3] مسند أحمد [1664] ابن حبان، رقم الحديث [1296]

ہونے کا کہے یا کسی حرام چیز کو سننے کا حکم دے تو اس طرح کے کاموں میں خاوند کی بات نہیں ماننی چاہیے، کیونکہ اس کام میں اس کی نافرمانی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عورت پر خدا اور اس کے رسول کے بعد سب سے زیادہ حق خاوند کا ہوتا ہے۔''[1]

فرمان نبوی ہے:

''اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاوندوں کا ان پر حق رکھا ہے، اس کی بنا پر انھیں سجدہ کریں۔''[2]

(3) جب خاوند لطف اندوزی کے لیے اسے طلب کرے تو سر تسلیم خم کر دینا۔

عورت پر لازم ہے کہ جب اس کا خاوند اس کو بستر پر بلائے تو انکار نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور خاوند اس پر ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت برساتے رہتے ہیں۔''[3]

امام احمد رحمہ اللہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کرتی جب تک اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ اگر وہ ایسی حالت میں بھی اس کی تمنا کرے کہ وہ سواری پر بیٹھی ہو، پھر بھی اس کو نہ روکے۔''[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے

---

1. مجموع الفتاوی [260/32]
2. صحیح الجامع [69/5]
3. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5194] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1436]
4. سنن ابن ماجه، رقم الحدیث [1853] السلسلة الصحیحة، رقم الحدیث [1203]

بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو جو آسمان پر بیٹھا ہے وہ اس وقت تک اس سے ناراض رہتا ہے جب تک اس کا خاوند اس سے راضی نہ ہو۔“[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں بغیر کسی شرعی عذر کے عورت کے لیے خاوند کے پاس آنے سے انکار کرنا حرام ہے، اور حیض منع کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں، کیونکہ حالت حیض میں اس کو ازار سے اوپر لطف اندوزی کا حق حاصل ہے، حدیث کا مطلب ہے کہ لعنت اس پر مسلسل برستی رہتی ہے، تا آنکہ طلوع فجر ہو جائے اور وہ اس سے لا پرواہ رہے، یا پھر وہ توبہ کرے اور بستر پر آ جائے۔“[2]

4 نفلی روزہ رکھنے کے لیے اس کی اجازت۔

خاوند کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ جب وہ گھر پر موجود ہو اور کسی سفر پر نہ نکلا ہو تو وہ کوئی بھی نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اس کا خاوند موجود ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔“[3]

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”اس حرمت کا سبب یہ ہے کہ خاوند کو ہر وقت اس سے لطف اندوزی کا حق حاصل ہے، اور اس کا یہ حق فوری طور پر واجب الادا ہوتا ہے نہ کہ تاخیری واجب، لہٰذا نفل کے ساتھ اس کو ضائع نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے لیے روزہ جائز ہی نہیں، لہٰذا وہ جب اس سے لطف کیشی کا ارادہ کرے تو اس کے لیے جائز ہوگا اور اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔“

5 خاوند کی رضا جوئی کرنا۔

---

1. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1336]
2. شرح مسلم للنووي [261/5]
3. صحیح البخاری، رقم الحدیث [5192] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1026]

بیوی کی یہ ذمے داری ہے کہ جب اس کا خاوند گھر آئے تو اس کی خوشنودی پانے اور اس کو دل کی گہرائیوں تک خوش کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرے، لہٰذا صاف ستھری اور آراستہ ہو کر اس کا استقبال کرے، کسی کام اور حکم سے تھکاوٹ اور نفرت کا اظہار نہ کرے، اس کا سامان اٹھائے، اس کے کپڑے تبدیل کرنے میں اس کی معاونت کرے اور اس کی خدمت میں گھر میں پہننے والے کپڑے حاضر کرے، اس سے خاوند کو ایک گونہ سرور اور خوشی حاصل ہوگی۔

اس لیے ایک مسلمان بیوی کو اپنی جسمانی صفائی سے غفلت نہیں کرنی چاہیے، جسمانی نظافت چہرے کو رونق بخشتی ہے، خاوند کو محبوب کر دیتی ہے، بیماریوں، علتوں سے عورت کو محفوظ رکھتی ہے اور جسم کو کام کرنے کے لیے طاقت مہیا کرتی ہے، گندی، میلی کچیلی عورت کو دیکھ کر طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور آنکھیں اور کان اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے جب آپ اپنے خاوند کو ملیں تو بڑے خوشگوار موڈ اور ہشاش بشاش انداز میں ملیں۔

6 راز افشا نہ کرنا۔

خاوند کے راز ظاہر کرنا اس کے لیے بڑا اذیت ناک ہوتا ہے اور یہ حرام بھی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ بیوی لوگوں کے درمیان اس کی برائیوں کا تذکرہ کرے نہ اس کے راز افشا کرے اور نہ اس کے ان پوشیدہ عیوب کو عام کرے، جن کو وہ جانتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا﴾

[النساء: 34]

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا۔ اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم

ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرمانبرداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

احادیث میں لذت اندوزی کے رازوں سے پردہ اٹھانے کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں بد ترین مرتبے کا مالک وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے درمیان اور اپنے درمیان ہونے والے مباشرت کے معاملات سے پردہ اٹھاتا ہے۔''[1]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور کئی دیگر خواتین و حضرات بھی وہاں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا:

''شاید آدمی جو اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے اس کا ذکر کرے اور شاید عورت بھی جو اپنے خاوند کے ساتھ کرتی ہے اس کا تذکرہ کرے، سارے لوگوں نے چپ سادھ لی، تو میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور مرد بھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا بالکل نہ کرو، یہ تو اس شیطان کی طرح ہے جو راستے میں شیطانی کو دیکھتا ہے اور لوگوں کے سامنے ہی اس کے ساتھ بدفعلی شروع کر دیتا ہے۔''[2]

7 بچوں کی اچھی تربیت کرنا۔

بیوی کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ وہ صبر، تحمل اور رحمدلی سے اس کے بچوں کی اچھی تربیت کرے، اس کے سامنے اس کے بچوں پر غضبناک نہ ہو، نہ ان کو بد دعائیں دے، نہ گالیاں دے اور نہ مارے پیٹے ہی، کیونکہ اس سے خاوند کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت اس کی بد دعا قبول ہو جائے، اس وقت ان کا مصیبت میں مبتلا ہو جانا اس پر

---

1. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1437]
2. مسند أحمد، رقم الحدیث [27036]

بہت گراں گزرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''نہ اپنے آپ کو بدعا دو، نہ اپنی اولاد کو بد دعا دو، نہ اپنے خادموں کو بد دعا دو اور نہ اپنے مال ہی کو بد دعا دو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی گھڑی کے ساتھ موافقت نہ کرو جس میں اس کی عطا کا دروازہ کھلا ہو اور وہ تمہاری بد دعا قبول کر لے۔''[1]

بچوں کی تربیت طہارت، نفاست، پاکدامنی، بہادری اور زہد جیسی صفات پر کی جائے، تاکہ وہ ایک بہترین مسلمان کی طرح نشو ونما پائیں، اسلام پر اور اسلام ہی کے لیے جیئیں، اللہ تعالیٰ ان کے سبب معاشرے میں بھلائی عام کر دے اور روز قیامت رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ اور ان جیسوں کے ساتھ فخر کر سکیں۔

8 دین اور عزت کی حفاظت کرنا۔

بیوی کو چاہیے کہ وہ بن ٹھن کر نکلنے سے یا گھر میں یا گھر سے باہر دروازے میں کھڑے ہو کر یا بالا خانے سے یا بازاروں اور راستوں میں اجنبی لوگوں کے ساتھ تانک جھانک اور میل ملاپ کرنے سے پرہیز کرے اور خاوند کی عزت کا خیال رکھے۔

وہ بیوی جو دروازوں کی درزوں یا پردوں کے پیچھے سے تانک جھانک نہیں کرتی اگر خاوند کا کوئی دوست آ جائے تو دروازہ نہیں کھولتی اور بڑے تنگ انداز میں مختصراً سا جواب دیتی ہے ایسی بیوی اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار، عبادت گزار اور خاوند کی اطاعت شعار ہوتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾

[النساء: 34]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [3009]

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا۔ اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرمانبرداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

نیک عبادت گزار بیوی خاوند کی، اپنی ذات پر اور خاندان پر اسلام کی تطبیق اور نفاذ کے سلسلے میں اور اسلام پر عمل کرتے رہنے اور اس کی دعوت دیتے رہنے میں بھرپور معاونت فراہم کرتی ہے۔ یہ خاوند کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرتی ہے، لہٰذا نہ زنا کرتی ہے نہ اس کے رازوں کو پھیلاتی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ عورت جو اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور اپنا کپڑا اتارے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری کرے۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اور اپنا کپڑا اتارے تو اس نے اس پردے کو تار تار کر دیا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھا۔''[2]

9. خاوند کے اہل خانہ کی عزت کرنا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کے والدین اور بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اپنی رضا مندی اور اپنے خاوند کی خوشی کو اپنی خوشی پر ترجیح دے، اگر وہ خاوند کے والدین کی بڑھاپے کی بنا پر اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عزت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کو اس کا خاوند بنا کر اعزاز بخشا ہے، ان کے اوامر اور نواہی میں ان کی فرمانبرداری کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے علاوہ میں ان کی

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2803] صحيح الجامع [392/2]

[2] مسند أحمد [173/6]

فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کرنا اس پر فرض ہے۔

بعض لوگ ساس اور بہو کے درمیان جھگڑے کو ضروری خیال کرتے ہیں لیکن یہ مبالغہ آرائی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔ خاندان میں بعض اختلافات کا ہوجانا، دو جذبوں، چھوٹے بڑے اور جلد بازی اور تحمل مزاجی کے درمیان ایک فطری چیز ہے، لیکن اگر خاندان کے افراد اسلامی آداب سے آراستہ ہوں اور ہر فرد اپنے حق اور فرض کو اچھی طرح جانتا ہو تو عموماً زندگی خوش وخرم گزر جاتی ہے۔

10 خاوند کے مال کی حفاظت کرنا۔

بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں یا کسی نادار کو اپنے خاوند کے مال سے یا سامان سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز دے، یا اس کو علم ہو کہ خاوند کو جب علم ہوگا تو وہ کچھ نہیں کہے گا اور راضی رہے گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی بیوی کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔''[1]

شیخ البانی سلسلہ احادیث صحیحہ میں حضرت واثلہ کی اس حدیث پر کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ کرے'' تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خاوند اگر سچا مسلمان ہو تو اس کا یہ حق نہیں بنتا کہ اس حکم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بیوی کو مجبور کرے اور اسے اپنے مال میں اس طرح تصرف کرنے سے منع کر دے جو بیوی کے لیے نقصان رساں ہو، اگر خاوند اس پر ظلم کرے اور اپنے مال میں جائز تصرف سے منع کرے تو پھر جج انصاف کرے۔''[2]

11 گھر کا خیال رکھنا اور خاوند کی خدمت کرنا۔

بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ گھر کا مکمل خیال رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [3547] سنن النسائي، رقم الحديث [3756]
2. السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [775]

''عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس کی رعیت کی ذمے دار ہے۔''❶

اس طرح امور خانہ داری انجام دینا بھی اس کی ذمے داری ہے، لہٰذا بیوی خاوند کو نوکرانی رکھنے پر مجبور نہ کرے، جو اس کے لیے بھی پریشانی کا سبب بنے اور خاوند کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے بھی خطرے کی گھنٹی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: یہ ارشاد خداوندی:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ [النساء: 34]

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا۔''

اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بیوی کے لیے خاوند کی مکمل اطاعت کرنا واجب ہے، جیسے اس کی خدمت کرنا، اس کے ساتھ سفر کرنا، اس کو اپنے اوپر مکمل اختیار دینا وغیرہ۔ جس طرح سنت سے ثابت ہے۔❷

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ''زاد المعاد'' میں لکھتے ہیں:

''جس نے خاوند کی خدمت کو واجب کہا ہے اس نے اس بات سے دلیل لی ہے کہ یہ ان کے ہاں معروف ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے، لیکن بیوی کا بنے ٹھنے رہنا اور خاوند کا اس کی خدمت کرنا، اپنا کھانا پکانا، آٹا گوندھنا، اپنے کپڑے دھونا، اپنا بستر بچھانا اور گھریلو امور سرانجام دینا یہ سب منکر ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة: 228] اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النساء: 34] جب عورت خدمت نہ کرے، بلکہ مرد خدمت کرے تو اس وقت عورت اس پر سربراہ بن کر سوار ہو جائے گی۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خاوند پر بیوی سے لطف اندوز ہونے اور ان خدمات

---

❶ صحیح مسلم، رقم الحدیث [1829]

❷ مجموع الفتاویٰ [260/32]

سے مستفید ہونے کے مقابلے میں جو عموماً بیویاں معاشرے میں سرانجام دیتی ہیں، بیوی کے کھانے پینے پہننے اور رہنے سہنے کا بندوبست کرنے کی ذمے داری لگائی ہے۔ نیز یہ بھی جو مطلق عقود اور معاہدے ہوتے ہیں ان کو معاشرتی رواج کے مطابق طے کیا جاتا ہے اور معاشرتی رواج اور عرف یہی ہے کہ عورت خدمت کرتی ہے اور امور خانہ داری سرانجام دیتی ہے۔

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں شریف و وضیع، اور مالدار اور نادار کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا جاتا، تمام عورتوں سے اعلیٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کی خدمت کیا کرتی تھیں، ایک دن یہ حضور کے پاس آئیں اور خدمت کی شکایت کرنے لگیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس سلسلے میں شکایت نہیں سنی۔"[1]

[2] ازدواجی خوشی کے لیے 11 نصیحتیں

(1) امن۔

بلاشبہ امن و آشتی انسانی زندگی کا ایک بنیادی اہم رکن ہے، اگر بدامنی کی کیفیت ہو تو زندگی پرسکون نہیں رہتی۔ یہ انسانی خوشی کی لازمی نفسیاتی ضرورت ہے، اگر یہ نہ ہو تو انسان چاہے ساری دنیا کا مالک ہی کیوں نہ ہو جائے، اس کو خوشی اور سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔

ازدواجی زندگی بھی ایک اہم مرحلے کے طور پر اس کے کسی نہ کسی رنگ کی خواہاں رہتی ہے، جو اس زندگی کے محل کی بنیادی اینٹ شمار ہوتا ہے، اس کے بغیر زوجین کسی صورت خوشحال اور پرسکون زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک فریق پر امن ہونے کا احساس کرنے کے لیے شفقت آمیز لمس، رحمدل نظر، خوشی اور غمی میں مشارکت، مشترکہ خوابوں اور خواہشات کے متعلق مل بیٹھ کر گفتگو اور تبادلہ خیالات کرنے کا محتاج ہوتا ہے، تب دل محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں، بدبختی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتی ہے اور ازدواجی زندگی تعظیم اور احترام کی فضا میں سانس لیتی ہے۔

---

[1] زاد المعاد [188/5]

اس احساس کو محسوس کرنے کے لیے میاں بیوی دونوں ہی کو چاہیے کہ ان نیک جذبات کا تبادلہ کرتے رہیں، اپنی گفتگو اور رہن سہن میں ان کو عملی شکل میں اپناتے رہیں اور باہمی ذہنی تناؤ اور مخاصمت کو خیر آباد کہہ دیں۔

2 نیکی۔

نیکی کا مطلب ہے: اچھائی کرنا اور بھول جانا، نہ احسان جتلانا اور نہ بکثرت اس کا تذکرہ کرنا۔ ایک کامیاب ازدواجی زندگی شدت سے اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور اس کے بغیر یہ زندگی خراب اور ویران ہوجاتی ہے۔

ازدواجی زندگی کا خوبصورت ترین پہلو یہ ہے کہ ہر فریق اپنے آپ کو دوسرے فریق کا دوسرا آدھا حصہ خیال کرے، اور وہ اس کے لیے اس دوسرے ہاتھ کے مانند ہو جو پہلے کو دھوتا ہے، اگر ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سمجھے اور صدقہ ثواب اور اجر عظیم کے معانی کا احساس کرے۔

لیکن اگر وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو چیلنج کرنے، مقابلہ آرائی کرنے اور مواقع کی تلاش میں رہنے جیسے انداز میں گزر بسر کریں تو اس وقت تک کوئی فریق نیکی اور اچھا سلوک نہیں کرے گا جب تک دوسرا فریق ایسا نہ کرے، اس طرح ازدواجی زندگی انتہائی کشیدہ اور تیرہ و تاریک ہوجائے گی جو جلد ہی تباہ و برباد ہوجائے گی، کیونکہ اس کی بنیاد محبت، مودت اور رحمت پر نہیں رکھی گئی بلکہ ہر فریق دوسرے کو پچھاڑنا، اپنے آپ کو طاقتور اور ملاح ثابت کرنا چاہتا تھا، جس کے بغیر کشتی چل ہی نہیں سکتی۔

3 قربانی۔

قربانی ازدواجی زندگی کا عنوان اور ٹائٹل ہے، اس کے ساتھ میاں بیوی کے درمیان محبت بھرے تعلقات گہرے ہوتے ہیں اور جاری رہتے ہیں، محبت کے سوا کون سی چیز ہوتی ہے جو آدمی کو اپنا مال اور وقت قربان کرنے پر اکساتی ہے؟ لہٰذا محبت لوگوں کی زندگی میں عموماً اور میاں بیوی کے درمیان ایک خاص معنی رکھتی ہے۔

یہی وہ رسی ہوتی ہے جو فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر رکھتی ہے،

اس کے بغیر زندگی مختصر اور چھوٹی سی رہ جاتی ہے، کیونکہ جو خود پسند اور انا پرست ہوتا ہے وہ دوسروں سے لے تو لیتا ہے لیکن ان کو دیتا نہیں، وہ اپنے لیے جیتا ہے اور اکیلا ہی مرتا ہے۔ اس لیے زوجین کو یہ ادراک ہونا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے شمع کے مانند ہوتے ہیں، جو دوسروں کو روشنی مہیا کرنے کے لیے خود جلتی رہتی ہے، اس طرح خوشی اور استقرار نصیب ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے زندگی بڑی عظیم ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ثواب اس سے بھی بڑا اور عظیم ہے۔

4 اعتماد۔

اعتماد کے فقدان کا مطلب ہے ازدواجی زندگی میں شک اور دھوکے کا سرایت کر جانا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اختتام کا آغاز ہوچکا ہے۔ اس میدان میں ازدواجی زندگی میں دوطرح کے معاملات ہوتے ہیں یا تو ایک فریق دوسرے میں اعتماد پیدا کرے، اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ اس کی فیصلے کرنے، اپنی ذات پر اعتماد کرنے اور دیگر معاملات میں حوصلہ افزائی کرے، اس طرح اس میں اعتماد بحال ہوسکتا ہے۔

معاملات کی دوسری قسم یہ ہوتی ہے جس میں ایک فریق اپنے آپ کو خاندان کا مرکز ومحور تصور کرتا ہے اور ان پر چھایا رہتا ہے، دوسرا فریق اس کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا، یہ قسم اعتماد کو برباد کردیتی ہے۔

خاندان کو اجڑنے اور برباد ہونے سے روکنے کے لیے اعتماد سے زیادہ کوئی چیز اہم کردار ادا نہیں کرسکتی، اس لیے ضروری ہے کہ ایک فریق نہ دوسرے کو دبائے، نہ اس کی صلاحیتوں کو حقیر سمجھتے ہوئے نظر انداز کرے، نہ باتوں میں اس کا مذاق اڑائے اور نہ اس کے تصرفات ہی کو نشانہ تضحیک بنائے، وگرنہ دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہوکر زندگی گزاریں گے، میاں بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے کردار کا احترام کریں، لیکن اس کی مدد کرنے اور مشورہ دینے کے سوا عدم اعتماد وغیرہ کے بہانے اس کا کردار خود ادا نہ کریں، کیونکہ اعتماد ایک ایسی چیز ہے جو زوجین کو خاندان کو اطمینان اور چین مہیا کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دینے پر آگے بڑھاتا ہے۔ اور یہ اس

وقت تک ممکن نہیں جب تک دونوں میں اعتماد موجود نہ ہو۔

(5) محبت۔

محبت کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے، لیکن ہم کہتے ہیں:

یہ صرف دو افراد کے درمیان تعلق ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک ایسا احساس ہے جو انسان کے سامنے مشکلات آسان کر دیتا ہے اور کڑواہٹ کو بھی مٹھاس ہی محسوس کرواتا ہے۔ ازدواجی زندگی محبت کے اس حقیقی احساس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اور یہ محبت پیش قدمی کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ جس طرح کہا جاتا ہے: ''محبت محبت کو جنم دیتی ہے'' یہ اسی وقت ہوتا ہے جب ہر فریق دوسرے کے احساسات کا خیال رکھے، اس کے ساتھ بیٹھے، اس کے ساتھ گفتگو کرے اور اپنے انداز اطوار سے اس کے ساتھ اظہار محبت کرے۔

یہ سارے انداز احساسات اور جذبات کو طاقت اور حرارت بخشیں گے، اور ان کی زندگی سے تمام غموں اور آلام کو مٹا دیں گے، لیکن اگر وہ اس جانب متوجہ نہ ہوں، بلکہ مشغولیاتِ زندگی میں مصروف رہیں اور ایک ساتھ بیٹھنے اور ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کے لیے ایک دوسرے کو مناسب وقت نہ دیں تو ان دونوں کے درمیان خلا بڑھتا جائے گا اور دونوں جونہی ایک دوسرے کے قریب ہوں گے تنگدلی اور اکتاہٹ محسوس کریں گے، رنج والم ان کے درمیان ایسی خلیج پیدا کر دیں گے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی سے غائب ہو جائیں گے۔

(6) مودت اور رحم دلی۔

مودت زن وشو کے درمیان محبت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے، اس کے ہوتے ہوئے زندگی خوشگوار اور شیریں رہتی ہے، نیز یہ ایک دوسرے کی محبت کی انتہا پرکھنے کی علامت بھی ہے، انتہائی سادہ الفاظ میں یہ ایک خوشحال گھرانے کا بنیادی اور اہم ستون ہے، اس کے بغیر ازدواجی زندگی خشک اور تنگ رہتی ہے، جس سے نہ کسی چیز سے خوشبو آتی ہے اور نہ مودت و رحمت کا ذائقہ ہی محسوس ہوتا ہے۔

جس گھر سے رحمت و مودت اٹھ جائے تو بہترین حالات میں بھی وہاں پریشانی کی

آندھی تباہی مچاتی رہتی ہے اور اس گھر میں بربادی اور بدبختی مستقل ڈیرے ڈال لیتی ہے۔

گھروں میں محبت اور رحمدلی کے مابین اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، مودت کا مطلب ہے دوسرے فرد کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھا جائے۔ اور رحمدلی، مہربانی کا مطلب ہے ایک دوسرے کی خدمت کرنا، خصوصاً تنگ حالات میں۔

ایک مہربان خاوند اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے نہ اس پر تسلط جمائے رکھتا ہے اسی طرح نرم دل اور محبت کرنے والی بیوی بھی اپنے خاوند کے حقوق کا خیال رکھتی ہے اور اس کی فرمانبرداری کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔

7 سعادت۔

سعادت اور خوشحالی دو عادتوں کا نام ہے، رضا کی خو اور قناعت کی خو، لوگ ان دونوں کے درمیان لڑھکتے رہتے ہیں، کچھ لوگ کسی چیز سے راضی نہیں ہوتے، چاہے ساری دنیا کے مالک ہی کیوں نہ بن جائیں، وہ ہر چیز میں کیڑے نکالتے ہیں، ان کے شکوے ضرورت میں یا عدم ضرورت میں کبھی ختم نہیں ہوتے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو انتہائی قلیل ہیں، اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر قناعت کرتے ہیں، اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں، اگر کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائیں تو صبر کرتے ہیں، اور اگر کوئی نعمت میسر آئے تو شکر ادا کرتے ہیں، اس طرح وہ صبر اور شکر کی حالت ہی میں رہتے ہیں، اور صبر و شکر کرنے والے دونوں ہی جنتی ہیں۔

سعادت (Happiness) ایک ایسا احساس اور مفہوم ہے جسے بہت سے لوگ نہیں سمجھتے، یہ ایک ایسی چیز ہے جو نہ خرید کر حاصل کی جا سکتی ہے اور نہ مفت ہی۔

اس کی قیمت خوئے رضا اور قناعت پسندی ہے اور کوئی سامان بھی بلا قیمت نہیں ہوتا۔

یہ ایک معنوی چیز ہے، جسمانی نہیں، یہ ایک اندرونی احساس ہے، بیرونی نہیں، یہ پاکیزہ کلمات اور محبت آمیز لمس کی آغوش میں جینے کا نام ہے، اس لیے کتنا بدبخت وہ گھرانہ ہوگا جس میں یہ مفہوم ناپید ہو اور یہ احساس بجھا بجھا سا...!

8 صاف گوئی۔

پریشانیاں ازدواجی زندگی کو ایک ایسی ناقابل برداشت جہنم میں جھونک دیتی ہیں جس کی آگ ہر اچھائی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اگرچہ کوئی ایسا گھرانہ نہیں جس میں مشکلات اور مصائب نہ ہوں لیکن ایسے عمدہ وسائل استعمال کرنے چاہییں جو ان مشکلات کو نگل جائیں اور ہر اس چیز کو چوس لیں جو ازدواجی زندگی کی فضا مکدر کرسکتی ہو، صاف گوئی سے زیادہ بہتر کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو مشکلات کم کرنے یا کم ازکم ان کی شدت کم کرنے کا ضامن ہو، جبکہ اس کے عکس فریق ثانی کے ساتھ صاف گوئی، صراحت اور ڈائیلاگ کا نہ ہونا انجام کار معاملات کو اختتام کی طرف لے جاتا ہے۔

ایک ساتھ بیٹھنا اور گھریلو امور کے متعلق صاف گوئی کے ساتھ بات چیت کرنا ایک انتہائی اہم گفتگو ہوتی ہے، کیونکہ بعض مشکلات کا صرف یہی علاج ہوتا ہے کہ گفتگو کر کے دل کی بھڑاس نکال لی جائے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج میاں بیوی کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ ایک ساتھ بیٹھیں ایک دوسرے کی سنیں، پھر اس کے بعد المیہ شروع ہوجاتا ہے جو عموماً تباہی پر منتج ہوتا ہے۔

9 غصہ۔

غصہ ایک ایسی چیز ہے جو ازدواجی زندگی پیچیدہ کردیتی ہے اور اس میں مشکلات کے تناسب میں اضافہ کرتی ہے۔ خاوند اپنے لیے غضبناک ہوتا ہے تو بیوی اپنے لیے، اکثر اوقات اس کی ابتدا ایسی حقیر چیزوں سے ہوتی ہے جو غصہ کرنے کے لائق نہیں ہوتیں، مثلاً کھانے وغیرہ میں تاخیر پر ناراض ہونا۔

غیظ وغضب کسی ازدواجی مشکل کو حل نہیں کرتا بلکہ اسے مزید پیچیدہ کردیتا ہے، جس کا علاج صبر اور دانائی میں پوشیدہ ہے، اگر کسی ایک فریق سے کوئی ایسا کام سرزد ہوجائے جو دوسرے کو غضبناک کردے تو دوسرے فریق کو چاہیے کہ اس کا فوراً ردعمل ظاہر نہ کرے جو اس کے اختتام کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ بلکہ اس جیسے مواقع پر علاج کی کیفیت میں تحمل مزاجی اور تفکیر سے کام لینا ہی بہترین حل ہوتا ہے، لیکن چیخنا، چلّانا اور بلند آوازیں نکالنا

معاملے کو تبدیل نہیں کر سکتا، بلکہ فریقین کی ہٹ دھرمی اور اپنے موقف پر اصرار اور ڈٹے رہنے میں اضافہ کرتا ہے، جس کے نتیجے میں دونوں کی زندگی میں مزید تناؤ بڑھ جاتا ہے۔

اس لیے میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے میں رضا مندی کے مواقع تلاش کریں، جب کبھی ایک فریق غضبناک ہو کر بھڑک اٹھے تو دوسرے فریق کا ردعمل معاملے کو ٹھنڈا کرنے اور غضب کی شدت کم کرنے کی صورت میں ظاہر ہونا چاہیے، تاکہ غصے کی لہر ختم ہو جائے۔ اس سلسلے میں اچھی بات، عالی ظرفی، دانائی اور صبر سے کام لینا چاہیے، یہ ساری چیزیں حسن معاشرت کے ضمن میں آتی ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھی طرح سے گزر بسر کرو۔''

(10) بصیرت۔

ازدواجی زندگی میں کامیابی کا سب سے بڑا سبب سوج بوجھ اور بصیرت کا ہونا ہے، یہ ایک بنیادی محور ہے جو ازدواجی پریشانیوں کو کم کر سکتا ہے، جس کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے کے نفسیاتی اور سماجی حالات کا خیال رکھ سکتے ہیں، اس کے بغیر ازدواجی رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات انجام کار ٹوٹ بھی سکتا ہے، کیونکہ جب کوئی فرد دوسرے فرد کو سمجھے گا نہیں تو زندگی میں اس کی مدد نہیں کر سکے گا، بلکہ وہ اس کوشش میں لگا رہے گا کہ جس طرح وہ چاہتا اور سوچتا ہے اس طرح وہ ہو جائے۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو مرد کے ساتھ خاص ہیں اور کچھ ایسی صفات ہیں جو عورت کا خاصہ ہیں، دونوں کو ان صفات کو پہچاننا چاہیے اور اپنے ساتھی میں انھیں تلاش کرنا چاہیے، جب ان صفات کا انکشاف ہو جائے تو دونوں کو ان کی مطلوبہ حد سمجھ آ جائے گی، پھر ان کی زندگی صاف شفاف ہو جائے گی، وہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہو جائیں گے اور یہی ازدواجی زندگی میں کامیابی کا راز اور سبب ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بات کہنا کتنا آسان ہے لیکن عمل کرنا کتنا مشکل
بلکہ عمل کرنا کتنا آسان ہے اور سمجھنا کتنا مشکل

⑪ قیادت۔

ہمارے دین حنیف نے مرد کی سرپرستی (Patriorchal) کی ضمانت دی ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اس پر اپنا تسلط قائم رکھے۔ اسی طرح دین نے عورت کو اپنے خاوند کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ اسے گھریلو معاملات اور خاندانی امور میں آزادئ رائے کا حق بھی عطا کیا ہے۔

اس سلسلے میں یہاں وہاں بہت سارے سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ ان دونوں میں سے خاندان کی سربراہی کا زیادہ اہل کون ہے، مرد کہ عورت؟ اور کیا عورت خاندان کی قیادت کے لائق ہے یا اس میں کامیاب ہوسکتی ہے؟ ایسے سوالات کا جواب ہاں یا نہ میں دینا ازدواجی زندگی پر ظلم ہے اور ان کے حقوق کو ہضم کرنا۔

ازدواجی زندگی قیادت اور سرپرستی کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ اور کشمکش کا نام نہیں، یہاں ہم خاندانی ادارے کی بابت گفتگو کر رہے ہیں، جو بدلتے ہوئے حالات اور عارضی تغیرات کا شکار ہوتا رہتا ہے، اس میں خاندان کو ایسی قیادت کی اس قدر ضرورت نہیں ہوتی جو سخت اور درشت رویہ اپنائے، جس قدر اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ فریقین میں مناسب ذمے داریوں اور کرداروں کی تقسیم کرے، جس میں ہر ایک کو خصوصیت حاصل ہو اور وہ اپنے ادارے اور کام میں جس طرح چاہے نئے نئے انداز اپنائے، پھر اہم معاملات اور اس سلسلے میں اپنائی جانے والی حکمت عملی کے بارے میں باہم مشورہ کریں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہر ایک سے مشورہ کیا جانا چاہیے اور ہر ایک کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کی آزادی ہونی چاہیے، خصوصاً عورت کو۔

انتظامی امور اور قیادت کے معاملے میں معیار وہی ہونا چاہیے جس پر دونوں فریق متفق ہوں۔ لیکن جب یہ سوچ بالکل ہی نہ ہو تو ایسی حالت میں شیطان ہی خاندان کا مدیر اور سرپرست بن کر سامنے آتا ہے۔ والعیاذ باللہ

[3] طویل ازدواجی زندگی کے لیے پانچ قواعد

کیا آپ خوشگوار ازدواجی زندگی کی مثالی حکمت عملی جانتے ہیں؟

میاں بیوی کے درمیان محبت کو ہمیشہ قائم رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ چند قواعد مقرر کیے جائیں جن کے مطابق میاں بیوی اپنی زندگی گزاریں، لیکن یہاں یہ سوال ضروری ہے کہ ان قواعد کو کن ذرائع سے بنایا جائے؟ کیا ہم انھی قواعد کو راہنما بنائیں جن پر ہمارے والدین اپنی ازدواجی زندگی میں پرانے دور سے عمل کرتے آرہے ہیں یا ہمیں غور وفکر کر کے ان کے متبادل وسائل کا تجربہ کرنا ہوگا؟

کئی بزرگ جوڑوں سے ملاقاتیں کر کے چند سعادت خیز قواعد کا انکشاف کیا گیا ہے، جن پر چلنا ہمارے لیے ممکن ہے یا ہم ان میں معاشرتی حالات کے مطابق کچھ مفید تبدیلیاں یا اصلاح کر لیں تو شاید یہ قواعد دائمی تعلق کو برقرار رکھنے میں، جب تک عمر ساتھ دے، جادوئی چھڑی کا کام دیں۔ یہ پانچ قواعد حسب ذیل ہیں:

1. غصے کی حالت میں بستر پر مت جائیں۔ یہ ازدواجی خوشی کا سب سے پرانا قاعدہ ہے، کیونکہ اختلاف اکثر مردوں کو طبعی طور پر بے سکون کر دیتا ہے اور غصہ چاہے مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے، دونوں ہی صورتوں میں برا ہے، اس لیے اس سے ہر ممکن پرہیز کریں، کیونکہ یہ محبت کو غارت کر دیتا ہے۔

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ غصہ ازدواجی زندگی میں مشکلات کی علامت ہے، اس لیے میاں بیوی کو چاہیے کہ اس سے چھٹکارا پانے کا کوئی فوری حل تلاش کریں اور اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ آئیں، کسی بھی شخص کو جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ''غصہ نہ کریں'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو کہہ رہے ہیں: ''بھوک کا احساس نہ کریں۔'' غصہ ایک نفسیاتی اور کیمیائی ردعمل ہے، اسے پانی کی ٹونٹی یا بجلی کے سوئچ کی طرح بند نہیں کیا جا سکتا، اگر غصہ سونے تک قائم رہے تو ایسی حالت میں سونے کے لیے نہ جائیں۔ ایک خوشگوار زندگی اس حالت سے متاثر ہو سکتی ہے۔

دونوں فریقوں کو چاہیے کہ غصے کی حالت میں بھی ایک دوسرے کا احترام کریں کیونکہ آخر کار ہم انسان ہیں، بعض اوقات میاں بیوی کو ٹھنڈا اور پرسکون ہونے کے لیے کچھ وقت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اگر ہم غصے اور پریشانی کی کیفیت ہی میں سونے کے لیے خواب گاہ میں چلے جائیں تو عموماً ہمیں یاد رہتا ہے کہ سونے سے پہلے ہم غصے کی حالت میں تھے، لہٰذا بیداری کے بعد بھی یہ کیفیت جاری رہ سکتی ہے۔

2. جو آپ چاہتے ہیں اسے سونے کے وقت کہہ دیں۔ یہ ایک قاعدہ ہی نہیں بلکہ دس نصیحتوں میں سے ایک نصیحت بھی ہے۔ جو آپ چاہتی ہیں سونے کے وقت اپنے خاوند کے گوش گزار کر دیں، ہم اکیسویں صدی میں جی رہے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کا یہ حق ہے کہ وہ جو پسند کرتا ہے اس کا بلا جھجک اظہار کر دے۔ باہمی رابطہ (Mutual Communication) ایک اہم ضرورت ہے۔

کیونکہ ہر مرتبہ جذبات کے ساتھ کھیلنا ہم سے بہت کچھ لے جائے گا اور اس کا نقصان طویل عرصے تک قائم رہے گا۔ اس لیے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھی کو بتا دے کہ وہ کس طرح اسے چھوئے یا کس انداز میں اس کے ساتھ پیش آئے، کیونکہ بعض اوقات ضروریاتِ زندگی انسان کو اس حد تک تھکا دیتی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ ساحل پر نہیں ٹھہر پاتا۔

اس طرح ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھنا بھی ضروری ہے، جس دن خاوند کام میں اچھا دن نہ گزار سکے اس دن بیوی کو چاہیے کہ خاوند جو چاہتا ہے اس پر توجہ دے تاکہ اس کا ملاپ کسی المیے کا سبب نہ بن جائے، خاص طور پر یہ اس وقت مشکلات کو مزید بڑھا سکتا ہے۔ ملنا ایک دو دھاری تلوار کے مانند ہے، خصوصاً اس وقت جب میاں بیوی کے درمیان کچھ مسائل ہوں، جو ابھی تک حل طلب ہوں اور جب کسی کو غصہ آئے تو ہوسکتا ہے کہ وہ صحیح طریقے سے اس غصے کو قابو میں نہ کر سکے۔

اس لیے اس حالت میں میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے خیالات اور خصوصاً ان مطالبات کا جو اس کے ساتھی کے جذبات آسانی سے بھڑکا سکتے ہیں، تبادلہ خیال نہ کریں۔

3. دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رنجش بھرے انداز میں پیش نہ آئیں، فرض کریں کہ

ماں کا بیوی پر یقینی اثر ہوتا ہے، لیکن یہ بھی فرض کرنا چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کے گھر والوں کے ساتھ رنجش بھرے انداز میں پیش نہ آئیں، تاکہ خاندان میں اتفاق قائم رہے، اگر کسی ایک کی ماں غصیلی طبیعت کی مالک ہو تو اس حالت کے ساتھ بڑی حکمت عملی سے نپٹنا چاہیے، کیونکہ ساس ہی گھریلو سکون کی مثالی چابی ہے، جس طرح پرانی کہاوتوں کا کہنا ہے۔

بعض اوقات چھوٹی عمر میں شادی ہو جاتی ہے اور ساس آمرانہ انداز میں پیش آتی ہے ابتدا میں تو میاں بیوی بڑا مشکل وقت گزارتے ہیں اور ساس کی وجہ سے ایک دوسرے پر پھٹتے رہتے ہیں، لیکن ساس کو بھی چاہیے کہ وہ میاں بیوی کی زندگی کا احترام کرے اور دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی عزت نہ گنوا بیٹھے۔

4 آپ دوسرے کو بدل نہیں سکتے... اس لیے ایسی کوشش ہی نہ کریں۔

فریق ثانی کو، جو آپ چاہتے ہیں، اسے قبول کرنے پر مجبور نہ کریں، اور نہ آپ بھی اپنے ساتھی کی کسی ایسی کوشش کو قبول کریں گے جس پر وہ آپ کو مجبور کرنا چاہے۔ خوش ازدواجی زندگی کا یہ تصور نہیں کہ وہ دوسرے ساتھی کو تبدیل کر دے، بلکہ جو وہ اس سے چاہتا ہے، اسے اس کو سکھانے اور اس کا تجربہ کرنے میں اس کی مدد کرے، تاکہ زندگی زیادہ آسانی سے بسر ہوتی رہے۔ پرانے قواعد کہتے ہیں کہ فریق ثانی کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں کہ آپ کہیں سواری ہی الٹ دیں، لیکن انسانی تعلقات میں ایک دوسرے کے احساسات کا خیال رکھنا پڑتا ہے، وگرنہ یہ تعلقات برباد ہو جائیں گے۔ لیکن شادی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں ہم دوسرے کے اس سلوک کا اظہار تو کرتے ہیں جو ہمیں غضبناک کرتا ہے، لیکن بڑے پرسکون انداز میں اسے برداشت کرتے ہیں تاکہ ازدواجی گھونسلے کے اوپر بدبختی اپنے پَر نہ پھیلا دے۔

5 ایک ساتھ چھٹیاں گزارنا۔

اگر ہر ایک خاندانی تقریبات میں علاحدہ علاحدہ حاضر ہو تو یہ تمام لوگوں کے لیے پیغام ہوگا کہ میاں بیوی جدائی کے راستے پر چل رہے ہیں یا کم از کم کوئی ایسی بات ضرور

ہے جس نے ان کی ازدواجی زندگی کو بے سکون بنا دیا ہے۔

میاں بیوی دونوں ہی کسی حد تک ایک دوسرے کو خوشی مہیا کرنے اور ایک دوسرے پر توجہ دینے کے ذمے دار ہیں، لیکن ایک دوسرے کو کوئی بھی کام سونپنے میں کسی قسم کے پریشر کا احساس دلائے بغیر ایک ساتھ چھٹیاں گزارنا وہ تھرمامیٹر ہے جس کے ذریعے میاں بیوی ایک دوسرے کے درمیان ہم آہنگی کو ماپ سکتے ہیں۔ یہ ایک ساتھ زندگی گزارنے کا ایک مثبت احساس ہے، لیکن ضروری ہے کہ آپ اس کو وہی شکل دیں جو آپ چاہتے ہیں۔

فریق ثانی کو اپنے ساتھ پسند کرنے کا اختیار دیں، کچھ دینی، عملی اور سماجی رسمیں ہوتی ہیں، جو ہر ایک کو صحیح صورت میں اپنے متعلق اظہار کا موقع دیتی ہیں، اس طرح یہ پرانے لٹکے ہوئے مسائل حل کرنے کا بھی موقع فراہم کرتا ہے۔

آخر میں ہم تمام لوگوں کے لیے قواعد مقرر نہیں کرتے بلکہ ہر کوئی اپنے لیے خصوصی قواعد بنا سکتا ہے، تاکہ شادی اور محبت کا سفینہ اپنے خوش بخت ٹھکانے کی طرف رواں دواں رہے۔

[4] گم شدہ نسوانیت

یہ ایک قابل ملاحظہ بات ہے کہ بعض لڑکیوں میں نسوانی سطح بڑی تیزی سے گر جاتی ہے، اگر آپ اس وسیع جہان میں، جو اٹلانٹک اوشن سے لے کر گلف خلیج تک پھیلا ہوا ہے، نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں گے کہ عورتیں اپنی شکل وصورت اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے عجیب وغریب مخلوق بن چکی ہیں، اور اس طرح نہیں رہیں جس طرح پہلے تھیں، اب اپنے حسن و جمال اور ملاحت کو تلاش کرتی پھرتی ہیں، لیکن آپ دیکھیں گے کہ اکثر عورتیں بہت زیادہ ترش رو، تنگ دل اور خشک ہوچکی ہیں، کچھ عورتیں تو نسوانیت اور حسن و جمال کی دولت برباد کرنے کے لیے ہر گڑھے میں گر جاتی ہیں۔

نسوانیت اللہ تعالیٰ کی عمدہ ترین اور نرم و نازک نعمت ہے، جس میں عورت بغیر کسی

پشیمانی کے افراط اور عدمِ اعتدال سے کام لیتی ہے، حتی کہ مشرق جو اپنی گرمی میں ممتاز تھا جو دنیا بھر میں عرب عورتوں کا طرہ امتیاز تھا، ان میں بھی یہ گرمی ماند پڑتی جا رہی ہے اور وہ بے حس اور ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔

اس سے پہلے کہ جب خوبصورتی جسم کی حفاظت کا نام تھا اب وہ سرِعام زیب و زینت اور جسمانی خدوخال کے اظہار کا نام بن چکا ہے۔ یہ سب اس بے اعتدال عصبیت کا کیا دھرا ہے جس نے ان لڑکیوں کو ہیسٹریا کا مریض بنا دیا ہے، جو ہر وقت نامناسب الفاظ بکتی رہتی ہیں۔

خاوندوں کو قتل کرنے اور بوری بند لاشوں کا سلسلہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ عورت، جو کبھی زندگی دیا کرتی تھی، اب آلہ قتل بن چکی ہے۔ نرم و نازک انگلیاں اپنی پرانی نزاکت اور خوبصورت صفات کو چھوڑ کر تیز دھار خونی پنجوں میں بدل چکی ہیں۔

عورت جو کبھی قربانی، شفقت، ممتا اور فیاضی کا رمز تھی، اب وہ ظلم اور کمزوری کے احساس تلے آکر تشدد کی علامت بن چکی ہے۔ بعض عورتیں مردانہ لباس پہنتی ہیں کہ ان میں اور مردوں میں تفریق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پہلے کبھی مرد لمبے بالوں کو نسوانیت کی علامت سمجھا کرتے تھے، اب لڑکوں کے بال لڑکیوں سے زیادہ لمبے اور ملائم ہوتے ہیں اور نوجوانوں میں لڑکیوں سے زیادہ نزاکت اور نرماہٹ پیدا ہو چکی ہے۔ ان خبیث انگریزوں نے مردوں میں اس نسوانی نزاکت کو رواج دے دیا ہے، انھوں نے ان کے بال لمبے کر دیے ہیں، ان کی جوتیوں کی ایڑھیاں اونچی کر دی ہیں، ان کے ہونٹوں پر سرخی لگا دی ہے، موٹی بھنوؤں کو باریک کر دیا ہے اور ان کی انگلیوں اور کانوں میں طرح طرح کے زیورات پہننے کا رواج ڈال دیا ہے۔

1960 کے بعد سے لڑکیوں نے گائے چرانے والوں (Cow Boys) کی طرح کی تنگ پینٹیں اور سخت بوٹ پہننا شروع کر دیے ہیں، نیز مردوں کے پرفیوم استعمال کرنا شروع کر دیے ہیں۔ لڑکیوں نے سگریٹ نوشی کی عادت بھی مردوں سے چرائی ہے، جن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، بلکہ عورتیں تو مردوں سے بھی بڑھ کر نادیدے

پن سے سگریٹ نوشی کرتی ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر وہ کریہہ منظر ہوتا ہے جس میں عورت سگریٹ نوشی کرتی ہے اور کراہت آمیز انداز میں اپنے ناک اور منہ سے دھویں کے مرغولے چھوڑتی ہے، جو کسی صورت عورت ہونے کے ناطے اس کی طبیعت کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے جمال اور تروتازگی کو ان مہلک قسم کے زہروں سے دور رکھ کر اس کی حفاظت کرتی، لیکن یہ مردوں کے درمیان گھستی ہے اور اپنی نسوانیت سے دور بھاگتی ہے۔ میں یہاں سگریٹ کے متعلق بات کر رہا ہوں، حقے اور حشیش کے متعلق گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

سگریٹ نوشی کے صحت پر بہت زیادہ برے اثرات پڑتے ہیں، عورت اپنی نسوانیت کھو دیتی ہے اور حوا کی نسوانی دنیا کو برباد کر دیتی ہے۔ نیکوٹین اور بعض دیگر مادے جو سگریٹ میں ہوتے ہیں وہ ان 6500 کیمیائی مادوں میں اضافہ کر دیتے ہیں جو اسٹروجین کے خلاف لڑتے ہیں، یہ ہارمون خصوصاً نسوانی علامات کو ظاہر کرتا ہے، اس کی کمی کی وجہ سے مردانہ ہارمونز کا اضافہ ہوجاتا ہے، جن کو انتہائی قلیل مقدار میں ہونا چاہیے۔

اب کوئی ابتدائی حد اور آخری حد کے درمیان رات کے آخری حصے اور دن کے آخری حصے کے درمیان فرق نہیں کرتا۔ آدمی اپنی مردانگی کا غلط استعمال کر رہا ہے اور عورت اپنی نسوانی طاقت برباد کر رہی ہے۔

ہم ایسے زمانے میں جی رہے ہیں جس میں ہم اپنی اشیاء کا بے دھڑک اور بے اعتدال استعمال کر رہے ہیں، جو غلط ہے۔ اس کی قیمت ہم قسط وار اور خسارے میں ادا کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے زندگی کا ترازو ہمارے تصور سے بھی بڑھ کر صرف ایک معمولی سے سبب کی وجہ سے غیر متوازن ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم جان بوجھ کر بھول چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم ایک ساتھ مل کر مکمل ہوں۔ مرد اور عورت ایک ہی قالب ہوں، تاکہ زندگی حادثات اور خلل کے بغیر جاری رہ سکے۔ ہم ایک ساتھ پیدا کیے

گئے ہیں، تا کہ ساتھ ساتھ ایک ہی سفر میں ایک ہی مقصد کے لیے ایک ہی لائن پر چلیں، کرداروں اور ذمے داریوں کے اختلاف میں بھی حکمت ہے، جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ زندگی کی عملی شکل میں عورت کا حق ختم کر کے اکیلے مرد ہی کو دے دیا جائے۔ ذمے داریوں میں اختلاف کا مطلب ہے کہ ایک زمین میں آپ گندم بو سکتے ہیں اور دوسری میں پھل اور یہ دونوں ہی زندگی کے تسلسل میں اپنی اپنی ذمے داری ادا کرتی ہیں، لیکن اکثر معاشرے اس حکمت کو سمجھتے نہیں، نہ اس کی حقیقت کو پا سکے ہیں اور نہ اسے برداشت ہی کر سکے ہیں۔

بیسویں صدی کا بہت بڑا جھوٹ، جسے ایک خیالی اور متحرک نام: مساوات دیا گیا ہے، چل پڑا ہے۔

یہ کلمہ مساوات عورت کو ایک ایسے جال میں پھانسنے کے لیے ایجاد کیا گیا ہے جو بڑے شفاف اور چمکدار کاغذ میں لپٹا ہوا ہے، جبکہ عورت کو یہ خبر نہیں کہ مساوات کی دعوت کا مطلب اس چیز کا یقینی اعتراف ہے کہ عورت واقعتاً مرد سے کم تر ہے، اس لیے تو اس جیسا ہونے کی دوڑ دھوپ میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن اصل میں اسے اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ حقیقت میں وہ اس سے کم نہیں۔ یہ مردانہ کاموں میں مساوات کا مطالبہ کر رہی ہے، جبکہ حقیقی مساوات مختلف معاشروں میں اس کے ہضم شدہ حقوق حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہیے نہ کہ اپنے ذمے عائد شدہ فرائض میں۔ عورت نے مزید ایسی کئی غلطیاں کی ہیں کہ جن کا مرد اس کو الزام نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ غلطیاں ایسی ہیں جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں چلانے کے لیے بم پکڑے اور خود بھی اس کا شکار ہو جائے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عورت اپنے شرعی حقوق جیسے غور وفکر، محبت، اور اختیار و پسند وغیرہ کا مطالبہ کرتی، لیکن اس نے اس کے سوا کوئی مطالبہ نہیں کیا جو اسے نہیں کرنا چاہیے تھا، وہ مردانہ انداز و اطوار اور اعمال کے مطالبے میں چپکی ہوئی ہے۔ یہ تعصب اور عناد ہے جو عورت کو ذلیل کر رہا ہے۔

مساوات یہ ہے کہ تو اپنی نسوانیت کا لباس اوڑھ لے اور اس میں نظر ثانی کر، اسے ایک قابل احترام اور لائق حفاظت چیز کی طرح پیش کر، اپنی نسوانیت پر فخر کرنا تیرا حق ہے، کیونکہ یہ زندگی کی اصل اور شفقت و بخشش کا منبع ہے۔

اگر فطرت نے ان کی جسمانی ساخت میں فرق رکھا ہے تو اس وجہ سے کہ ہر صنف کا اپنا اپنا کردار ہے، جسے اسے خود ادا کرنا ہوتا ہے اور دوسرے کے لیے اسے ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن کیا کبھی کسی نے یہ سنا ہے کہ مردوں نے حمل، ولادت اور رضاعت کے حق کا مطالبہ کیا ہو؟! عورتیں کیوں اسے اپنے لیے باعث امتیاز اور نسوانیت کے لیے قابل فخر نہیں سمجھتیں؟!

خالق کائنات ازل سے انصاف پرور اور عدل گستر ہے، لیکن معاشرہ عموماً نہ فطرت کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور نہ عورت کے ساتھ ہی۔ میں ہر اس عورت پر فخر محسوس کرتا ہوں جو اپنی نسوانیت اور عورت پن پر فخر کرتی ہے، جس طرح کہا جاتا ہے کہ ہر عظیم آدمی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہر اس عورت کو خراج عقیدت ہے جو جانتی ہے کہ نسوانیت ایک فکر، نزاکت اور فیاضی کا نام ہے، ہر اس عورت کو سلام پیش کیا جاتا ہے جو حمل و ولادت کی شیرینی اور مٹھاس کی ذائقہ شناس ہے۔ ہر اس دودھ پلانے والی عورت کو سیلیوٹ کیا جاتا ہے جو اپنے بچوں کو دودھ پلانے میں بخیلی نہیں کرتی۔ ہر اس ماں کی خدمت میں نذرانہ عقیدت ہے جو صبح منہ اندھیرے اپنے بچوں کے ساتھ ان کے سکول جانے سے پہلے بیدار ہوتی ہے۔ ہر اس عورت پر آفریں ہے جو اپنے حسن سے لاپرواہی نہیں برتتی اور نہ اپنی جلد کو اذیت ہی دیتی ہے۔ ہر وہ جدت پسند دوشیزہ لائق شاباش ہے جو قدیم و جدید کو ساتھ ساتھ لے کر چلتی ہے۔ اور ہر وہ عورت قابل تحسین ہے جو اپنی نسوانیت کی حفاظت کرتی ہے۔

آخر میں یہ استدعا ہے کہ اے معزز خواتین! اپنی نسوانیت کے خلاف نہ لڑیں، بلکہ اس کے لیے لڑیں۔ اپنا حلیہ تبدیل نہ کریں، لیکن اپنے متعلق معاشرے کی نظر تبدیل کرنے کی کوشش ضرور کریں اور اسے اپنے حقوق کی طرف متوجہ کریں نہ کہ ان مردانہ حقوق کی طرف جو آپ چاہتی ہیں، کیونکہ آپ کی نسوانیت ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا فیشن ہے۔

[5] بیویوں سے سرگوشیاں

❁ میری بیوی جذبات سے عاری صرف ایک جسم ہے۔

میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق کے متعلق یہ غلط مفہوم مشہور ہو چکا ہے کہ خاوند ہی ہمیشہ اول تا آخر جنسی ملاپ کا ذمے دار ہے، جبکہ بیوی کو کسی بھی طرح کی قولاً یا فعلاً مثبت مشارکت نہیں کرنی چاہیے، وگرنہ اس پر بدکاری کی تہمت لگ جائے گی!!

لیکن جنس ایک شرکت دارانہ عمل اور ٹیم ورک ہے، یہ انفرادی عمل نہیں تو پھر یہ کس قدر نامعقول رویہ ہے کہ ہم ایک ہی فریق پر ساری ذمے داری ڈال دیں اور دوسرے فریق کے کردار کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنی خوشی کے اظہار کا موقع بھی نہ دیں۔ اس کے علاوہ اس انداز میں جنسی ملاپ خاوند کو بھی اپنی حرارت اور لذت سے بہت زیادہ حد تک محروم رکھتا ہے، کیونکہ اس میں بیوی کا کردار بالکل غیر موجود ہوتا ہے، جو اس کے جسم کے علاوہ، جو وہ اس کے سامنے کھیلنے کے لیے پیش کر دیتی ہے، اس کے احساسات، اس کی گفتگو اور اس کے چھونے کی صورت میں بالکل ظاہر نہیں ہوتا ہے۔

یہ انتہائی اہم ذمے داری ہوتی ہے جو آدمی کو لذت کے تمام رازوں سے آشنا کر دیتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی اب جنس کے متعلقہ امور کی قدر و قیمت کا ادراک کریں، جو عورت کے لیے کسی صورت عیب ناک نہیں، بلکہ اکثر مرد یہ تمنا رکھتے ہیں کہ وہ یہ چیز اپنی بیویوں میں محسوس کریں۔

بیوی کو اپنے جنسی ردعمل کے اظہار میں بالکل شرمندہ نہیں ہونا چاہیے، اس میں بالکل کوئی ایسی چیز نہیں جس سے اس کی عزت، شرافت، اور نخوت پر زد پڑتی ہو، بلکہ اس کے عکس بیوی کا اظہارِ شوق ہر خاوند کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے، میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور انگڑائیاں توڑنا جنس کے ذائقے کو مزیدار اور اس کی حرارت کو مزید جوش دیتا ہے۔

اس میں کوئی عیب نہیں کہ بیوی بڑے نزاکت بھرے انداز میں حرکت کر کے یا اشارہ کر کے اپنے خاوند کو ان ہیجان خیز مقامات سے آگاہ کرے جنھیں چھونا اس کو خوشی بخشتا ہو یا اس طریقے کے متعلق اشارہ کرے جو اس کے لیے زیادہ آرام دہ اور فرحت بخش ہو۔ بہت سی عورتوں کو جنسی ملاپ کے دوران میں کچھ خاص مقامات کو سہلانا خوشی سے سرشار کر دیتا ہے اور وہ لذت کی حرارت اور گدگدی سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عورت میں ہیجان خیزی کا اندام نہانی کی لطف انگیزی کے ساتھ مکمل تعلق نہیں ہوتا اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ بعض عورتوں میں جنسی سرد مہری کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کے خاوند عورت کے جسم کے مخفی حصوں سے ناواقفیت کی بنا پر لطف کیشی پر قادر نہیں ہوتے کیونکہ انھیں مکمل طور پر پہچاننا بیوی کی تلمیح اور اشارے کے بغیر کس طرح ممکن ہے؟!!

اگر میں کہوں کہ تمام مرد، عورت کے اظہارِ شوق اور جنسی رغبت سے خوشی محسوس کرتے ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ کیونکہ اس سے خاوند کو اپنی مردانگی اور اپنی بیوی کی محبت کا احساس ہوتا ہے کہ وہ اس کے سامنے لطف اندوزی کے شوق کا اظہار کرتی ہے، جس کی وجہ سے اس کے جوش اور جنسی نشاط میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس لیے بیوی کو اپنے خاوند کو خوشگوار انداز میں جماع کی رغبت کا اشارہ دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرنی چاہیے، جیسے اس کے ساتھ لگنا، اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا، میٹھے میٹھے الفاظ میں اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا، اس میں نہ کوئی عیب ہے اور نہ کوئی چیز حرام ہی ہے۔ بعض بیویاں یہ خیال کرتی ہیں کہ خاوند کی جنسی بھوک ٹھنڈی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ مردانگی برقرار رکھنے کا سبب ہے کہ مرد اپنی بیوی کو منظم انداز میں آسودہ کرنے پر قادر رہے، وگرنہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا یا اس پر یہ الزام آئے گا کہ اس کے اپنی بیوی کے متعلق جذبات تبدیل ہو چکے ہیں۔

گویا مرد کے ہاں جنسی عمل کسی مشینی نظام کے تابع ہے، جس میں خاوند کے جذبات، مشاغل اور دل میں آنے والے دنیاوی امور کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ یہ ایک غلط

تصور ہے، اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب خاوند کسی خارجی اثر اندازی کی وجہ سے اپنی بیوی کو خوش کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے اور بیوی معاملات کی حقیقت سمجھنا نہیں چاہتی تو بیوی بظاہر خاوند کی ناکامی پر کوئی توجہ دیے بغیر اعصابی تناؤ اور ڈیپریشن کا شکار ہو جاتی ہے اور خاوند اپنی جگہ اپنی جنسی کمزوری کے باعث ذہنی دباؤ محسوس کرتا ہے۔

حقیقت بات یہ ہے کہ آدمی کی جنسی چستی اس کی نفسیاتی حالت اور گھر سے باہر عملی زندگی کی اثر پذیری سے جدا نہیں رہ سکتی، ذہنی طور پر مشغول، پریشان یا غم زدہ خاوند کی جنسی صلاحیت نارمل حالت سے کم ہوتی ہے۔ ایک ماہر بیوی ہی ایسی حالت میں خاوند کی عقل کے قریب ہو کر اس پریشانی سے اس کو چھٹکارا دلانے میں مدد دے سکتی ہے۔

خاوند اپنی بیوی سے صرف یہی نہیں چاہتا کہ وہ اسے بستر میں آ کر لطف اندوز کرے بلکہ کبھی خاوند کو کسی اور رنگ کی محبت کی ضرورت ہوتی ہے جو ضروری نہیں کہ جماع ہی پر ختم ہو، بلکہ وہ اس کو حرارت اور الفت کا احساس دلاتی ہے اور اس میں اپنی محبت کے جذبات جگا دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہشاش بشاش اور تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

بوسہ، ہنسی مذاق، جسمانی چھیڑ چھاڑ اور رومانوی گفتگو ایسی اشیا ہیں جو ازدواجی زندگی کو ایک خاص طرح کے ذائقے سے لذت آشنا کرتی ہیں جس کی ایک اپنی حرارت اور چمک دمک ہوتی ہے۔ بلاشبہ ہر خاوند ان اشیاء کو خوش آمدید کہے گا اور وقتاً فوقتاً جماع کی لذت کے ساتھ ساتھ ان اشیاء کا بیوی کے ساتھ تبادلہ کرنا بھی اس کے لیے باعث خوشی ہوگا۔

ساتویں فصل:

میاں بیوی کے لیے نصیحتیں اور مشورے

1. رخصتی کے وقت نصیحتیں۔
2. مسلمان عورت کی چادر۔
3. مسلمان عورت کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل پیرا ہونا۔
4. سیرتِ صحابیات سے کچھ مثالیں۔
5. نومولود کے احکام۔
6. والدین کی اولاد کے حق میں ذمے داریاں۔
7. میاں بیوی کے اختلافات، اسباب اور ان کا حل۔
8. ازدواجی زندگی کے اہم مسائل اور ان کا علاج۔

[1] رخصتی کے وقت نصیحتیں

❁ بیوی کو وصیت کرنا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی عورت کو اس کے خاوند کے پاس رخصت کرتے ہوئے بھیجتے تو اس کو اپنے خاوند کی خدمت اور اس کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

❁ شادی کے وقت باپ کی بیٹی کو نصیحت۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے اپنی بیٹی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''غیرت سے بچنا، یہ طلاق کی چابی ہے، زیادہ سرزنش کرنے سے بھی بچنا، اس کی وجہ سے عداوت پیدا ہوجاتی ہے، سرمہ استعمال کرنا، یہ تمام قسم کی زیب و زینت سے زیادہ زینت بخش ہے اور سب سے پاکیزہ پانی خوشبو کا پانی ہے۔''

❁ ماں کی بیٹی کو نصیحت۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت کہا:

جس ماحول میں تم نے جنم لیا تھا آج تم اس سے جدا ہو رہی ہو، اپنے جانے پہچانے گھر اور مانوس ساتھیوں کو چھوڑ کر تم ایک اجنبی گھر اور ناآشنا ساتھی کی طرف سفر کر رہی ہو، اس کے لیے زمین بن کر رہنا، وہ تمہارے لیے آسمان بن کر رہے گا۔ اس کے لیے فرش بن کر رہنا، وہ تمہارے لیے ستون بن کر رہے گا۔ تم اس کی لونڈی بن کر رہنا وہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔ اس کے ساتھ کسی چیز پر اصرار نہ کرنا وگرنہ تمہیں ناپسند کرنا شروع کر دے گا۔ اس سے دور نہ رہنا وگرنہ وہ تمہیں بھلا دے گا۔ اگر وہ تیرے نزدیک آئے تو تم اس کے قریب ہوجانا، اگر وہ تجھ سے دور ہٹ جائے تو تم بھی اس سے علاحدہ ہوجانا، اس کے کان، ناک اور آنکھ کی حفاظت کرنا، وہ تجھ سے خوشبو کے سوا کچھ نہ سونگھے اور خوبصورتی کے علاوہ کچھ نہ دیکھے۔

❁ امامہ بنت حارث کی اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت نصیحت۔

امامہ بنت حارث نے جب اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے پاس بھیجا تو کہا:

اے پیاری بیٹی! اگر شائستگی یا اعلیٰ نسبی کے سبب کسی کو نصیحت سے بالا تر تصور کیا جاتا تو وہ تم ہوتی مگر نصیحت عقلمند کے لیے مدد اور غافل کے لیے تنبیہ ہوتی ہے۔

اے بیٹی! اگر ماں باپ کی محبت اور ان کی دولت کے باعث کوئی عورت شوہر سے بے نیاز ہوتی تو وہ بھی تم ہی ہوسکتی تھی، لیکن مرد عورتوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور عورتیں مردوں کے لیے، اے بیٹی! یہ میری دس نصیحتیں یاد رکھنا:

پہلی اور دوسری: قناعت پسندی اور خندہ پیشانی سے خاوند کی اطاعت میں زندگی گزارنا، قناعت سے دل کو راحت ملتی ہے اور فرمانبرداری میں رب کی رضا ہوتی ہے۔

تیسری اور چوتھی: اس کی نگاہوں اور ناک کا خیال رکھنا، ایسا نہ ہو کہ اس کی نگاہیں تمہاری کسی بدصورتی پر پڑ جائیں، اس کو تم سے صرف عمدہ خوشبو آئے۔

پانچویں اور چھٹی: اس کے کھانے کے اوقات معلوم کر لینا، جب وہ سو رہا ہو تب پرسکون رہنا، کیونکہ بھوک کی شدت بھڑکا دیتی ہے، نیند میں خلل اندازی غضبناک کر دیتی ہے۔

ساتویں اور آٹھویں: اس کے مال کا دھیان رکھنا اور اس کی عزت اور عیال کا خیال رکھنا، مال میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں حسن تصرف کرنا اور اہل وعیال کے ساتھ عمدہ انداز اور احترام کے ساتھ پیش آنا۔

نویں اور دسویں: اس کا کوئی راز افشا نہ کرنا اور نہ اس کی کسی بات میں نافرمانی ہی کرنا، اگر تم نے اس کے کسی راز کو ظاہر کر دیا تو تم اس کی خیانت سے محفوظ نہیں رہ سکو گی اور اگر تم نے اس کی نافرمانی کی تو تم اس کے سینے میں غصے کی آگ بھڑکا دو گی۔

جس قدر زیادہ تم اس کو عزت دو گی، اس سے بڑھ کر وہ تمہیں احترام دے گا، جتنی زیادہ تم اس کے ساتھ موافقت کرو گی اتنا ہی زیادہ وہ تمہیں اپنے ساتھ رکھے گا، اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تم اس وقت تک ایسا نہیں کرسکو گی جب تک اس کی خواہش کو اپنی خواہش اور اس کی رضا کو اپنی رضا پر، جس کو تم پسند کرتی ہو یا ناپسند، ترجیح نہ دو گی۔

اگر وہ کبیدہ خاطر ہو تو اس کے سامنے خوش ہونے سے گریز کرنا جب وہ خوش ہو تو تم اس وقت افسردگی کا اظہار نہ کرنا۔

❀ جب ابن الاحوص نے اپنی بیٹی نائلہ کی حضرت عثمان غنی کے ساتھ شادی کی تو اس کو رخصت کرتے وقت نصیحت کی کہ اے میری بیٹی! تم قریش کی عورتوں کے پاس جا رہی ہو، جو خوشبو کے معاملے میں تم سے زیادہ باذوق ہیں، لہٰذا دو عادتیں نہ بھولنا: سرمہ لگانا اور پانی کے ساتھ خوشبو لگانا، حتیٰ کہ تمہاری خوشبو بارش میں بھیگے ہوئے مشکیزے کے مانند ہو۔

❀ ام معاصرہ نے اپنی بیٹی کو مسکراہٹ سجاتے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے یہ نصیحت کی:

اے میری بیٹی! تم ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہو، ایسی زندگی جس میں تمہارے والدین یا کسی بھائی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اس زندگی میں تم اپنے خاوند کی ساتھی ہوگی اور اس ساتھ میں وہ تمہارے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرنا چاہے گا، چاہے وہ تمہارا خون ہی کیوں نہ ہو۔

پیاری بیٹی! اس کی بیوی بن کر اور ماں بن کر رہنا، پھر اس کو یہ محسوس کروانا کہ تمھی اس کی زندگی ہو اور تمھی اس کی دنیا۔ اور ہمیشہ یاد رکھنا کہ آدمی، خواہ کوئی بھی ہو، وہ ایک بڑی عمر کا بچہ ہوتا ہے، جو ایک چھوٹی سی چاہت بھری بات سے خوش ہو جاتا ہے، اس کو یہ بالکل محسوس نہ کروانا کہ تمہارے ساتھ شادی کر کے اس نے تمہیں تمہارے گھر والوں اور خاندان سے محروم کر دیا ہے، بالکل یہی شعور اس کا بھی ہوتا ہے، کیونکہ اس نے بھی صرف تمہارے لیے اپنے والدین کے گھر اور خاندان کو چھوڑ دیا ہے، لیکن تمہارے درمیان اور اس کے درمیان وہی فرق ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے۔

عورت ہمیشہ اپنے خاندان اور اس گھر کی آرزومند اور خواہاں رہتی ہے، جہاں وہ پیدا ہوتی ہے، پھر بڑی ہوتی ہے اور نشوونما پاتی ہے لیکن اس کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس نئی زندگی کی عادی بنائے اور اس شخص کے ساتھ اپنی زندگی کو ہم آہنگ کرے جو اس کا خاوند، سرپرست اور اس کے بچوں کا باپ بن جاتا ہے۔

یہ ہے تمہاری نئی دنیا:

اے بیٹی! یہی تمہارا حال ہے اور یہی تمہارا مستقبل، یہی تمہارا خاندان ہے جس کو بنانے میں تم دونوں میاں بیوی شریک ہو، لیکن تیرا باپ اب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ میں تمھیں بالکل یہ نہیں کہتی کہ تم اپنی ماں، باپ اور بہن بھائیوں کو بھول جانا، کیونکہ اے میری پیاری! وہ تمھیں کبھی نہیں بھولیں گے اور ایک ماں اپنے جگر کے ٹکڑے کو کیسے بھول سکتی ہے؟! لیکن میں صرف تمہیں یہ کہتی ہوں کہ تم اپنے خاوند کے ساتھ محبت رکھنا اس کے لیے زندگی گزارنا اور اس کے ساتھ اپنی زندگی خوشگوار بنانا۔

❁ ایک عورت نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

اے بیٹی! جسمانی صفائی سے غفلت نہ کرنا، تمہاری جسمانی نظافت تمہارے خاوند کو تمہارا گرویدہ کر دے گی اور تمہارے گھر کی طہارت تمہارا سینہ کھول دے گی، تمہارا مزاج درست کر دے گی، تمہارے چہرے کو روشن کر دے گی، اور تجھے خوبصورت، خاوند کی محبوب اور اس کی نگاہ میں محترم بنا دے گی، تمہارے گھر والے، اقرباء، تعلق دار اور مہمان تمہارے شکر گزار ہوں گے، جو بھی تجھے اور تمہارے گھر کو صاف ستھرا دیکھے گا اس کا دل خوش ہو جائے گا اور دماغ معطر۔

بیوی کو نصیحتیں:

اسلامی بہنا! یہ تمہارے لیے چند بیش قیمت نصیحتیں ہیں:

1. قرآن وسنت میں مذکور عبادات کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کریں۔
2. عقیدے اور عبادت دونوں ہی میں شرک سے بچیں، شرک اعمال ضائع کر دینے والا اور سراسر نقصان کا سبب ہے۔
3. عقیدہ ہو یا عبادت ہر دو معاملات میں بدعت سے اجتناب کریں، کیونکہ بدعت گمراہی ہے اور بدعتی جہنمی!
4. اپنی نماز کی مکمل حفاظت اور پابندی کریں، جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی وہ

دیگر معاملات کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہوگا اور جس نے اسے ضائع کر دیا تو وہ دیگر معاملات کو بالاولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا۔

نماز میں طہارت، اطمینان، اعتدال اور خشوع وخضوع کا خیال رکھیں اور اسے پہلے وقت سے لیٹ اور مؤخر نہ کریں۔ اگر آدمی کی نماز درست ہوجائے تو اس کے دیگر تمام معاملات درست ہوجاتے ہیں اور اگر نماز ہی خراب ہوتو تمام معاملات خراب ہوتے ہیں۔

5 اپنے خاوند کی فرمانبرداری کریں، اس کے کسی مطالبے کو رد نہ کریں اور اس کے کسی حکم یا ممانعت میں نافرمانی نہ کریں، جب تک وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔

6 خاوند کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں حالتوں میں اس کے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کریں۔

7 اپنے ہمسائے کے ساتھ اپنے قول وفعل سے اچھا سلوک کریں تاکہ ایک تو اس کے ساتھ اچھا رویہ اپنایا جائے اور دوسرے ہر قسم کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

8 ضرورت کے سوا اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور جب نکلیں تو باپردہ ہو کر نکلیں۔

9 اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں اور اپنے قول وفعل سے ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں، جب وہ آپ کو نیکی کا حکم دیں، لیکن اگر اچھائی کے علاوہ کسی دوسری چیز کا حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت نہیں، کیونکہ نافرمانی میں اطاعت نہیں۔

10 اپنے بچوں کی تربیت پر مکمل توجہ دیں۔ انھیں سچائی کی نظافت اور صحیح قول وعمل کا عادی بنائیں، انھیں ادب اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیں، جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کا حکم دیں، جب دس سال کے ہوجائیں تو انھیں اس پر سزا دیں اور ان کی خواب گاہیں علاحدہ کر دیں۔

خاوند کو نصیحتیں:

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ

جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝
[الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، عورتوں کی خیر خواہی کرو، وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اس کا بالائی حصہ ہوتا ہے، اگر آپ اسے سیدھا کریں گے تو اس کو توڑ ڈالیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو وہ ٹیڑھا ہی رہے گا، لہٰذا عورتوں کی بھلائی چاہو۔''[1]

فرمان مصطفوی ہے:

''دو ضعیف مخلوقات: عورتوں اور یتیموں کے حقوق کا خیال رکھو۔''[2]

حدیث شریف میں ہے: ''عورتیں مردوں کی نصف ہیں۔''[3]

برادر اسلامی! تجھ پر تمہارے اہل و عیال کا حق ہے۔ شیخ محمد اسماعیل اپنی کتاب ''عودة الحجاب'' میں لکھتے ہیں:

''ہر خاوند کے نام...

اپنے اہل خانہ سے طویل عرصے تک بے اعتنائی نہ برتیں، آپ کو علم ہونا چاہیے کہ آپ کا اپنی دلہن کے ساتھ بیٹھنا اور اس کے ساتھ باتیں کرنا، وقت ضائع کرنا نہیں

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [3231]
2. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3678] السلسلة الصحيحة [1015]
3. سنن الترمذي، رقم الحديث [163] صحيح الجامع [281/2]

خصوصاً جب گفتگو پرسکون انداز میں بامقصد ہو رہی ہو، اس کے ذریعے آپ اپنی بیوی کو سمجھ سکتے ہیں اور وہ آپ کو، یہ سمجھ بہترین انداز میں زندگی گزارنے کا پہلا قدم ہے۔

لوگوں کی صورت حال اس بات کی گواہ ہے کہ کتنے ہی ایسے خاوند ہیں جو دس بیس سال گزار دینے کے باوجود ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے، جو ان کے اختلاف اور بدحالی کا ایک اہم سبب ہے۔ آپ اپنی بیوی کے پاس بیٹھ کر اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز کر کے اس کو اپنی بہت ساری آرا کے متعلق قائل کرنے کا موقع فراہم کر سکتے ہیں جو بظاہر عجیب لگتا ہے۔

پہلی مرتبہ گفتگو اپنا مطلوبہ اثر نہیں چھوڑتی اور نہ انسان اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے لیکن مناسب وقت اور مناسب انداز میں اپنا آئیڈیا پیش کرنا اور پھر اس کا تکرار کرتے رہنا یقیناً انسان پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

حضرت عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری اور جابر بن عمر انصاری کو دیکھا کہ وہ تیراندازی کر رہے تھے، ایک اکتا کر بیٹھ گیا تو دوسرے نے کہا: کیا تھک گئے ہو؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''ہر وہ چیز جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو وہ بیہودگی یا فضول ہے، صرف چار چیزوں کے سوا: آدمی کا دو اہداف کے درمیان چلنا، گھوڑا سدھانا، اپنی بیوی کے ساتھ محبت کے کھیل کھیلنا اور تیرا کی سیکھنا۔''[1]

خاوند کا والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا واجب ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں جو والدین کے ساتھ عمدہ انداز میں پیش آنے کا حکم دیتی ہیں، اولاد پر ان کی فضیلت کا تذکرہ کرتی ہیں اور ان کے احسان کا بدلہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی صورت میں ادا کرنے پر ترغیب دلاتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ

[1] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث [315]

مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ [الإسراء: 23,24]

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہو۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔''

اس آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ اچھا رویہ اپنانے کا حکم اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے حکم کے ساتھ مل کر آیا ہے۔ اور بڑی وضاحت کے ساتھ وہ مکمل لچکدار اور جامع انداز خدمت اور اسلوب معاشرت بیان کر دیا ہے جو اولاد کو والدین کے ساتھ اپنانا چاہیے، جو ان کے ساتھ بڑھاپے میں نرم مزاجی کے ساتھ پیش آنے، انھیں بڑے نرم انداز میں مخاطب کرنے، ان کے لیے دعا کرنے اور ان کی خدمت کرنے اور ضروریات مہیا کرنے کا حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میری حسنِ صحبت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔''[1]

یہ بھی یاد رہے کہ ماں باپ دونوں ہی حسنِ سلوک میں برابر ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ﴾ [لقمان: 14]

''میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5626] صحيح مسلم، رقم الحديث [2548]

نیز فرمایا:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [العنكبوت: 8]

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان، تمھیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [لقمان: 15]

''اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

وہ کہنے لگے: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: یاد رکھو! جھوٹی بات بھی، آپ بار بار اس کا ذکر کرتے رہے، حتی کہ ہم کہنے لگے: کاش! آپ خاموش ہو جائیں!''[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5918]

نافرمانی قطع تعلقی ہے، جس کا اظہار بیٹا والدین کی تربیت کی ناشکری اور ان کی گستاخی کر کے کرتا ہے، اور بڑھاپے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے یا کسی اور حادثے کی وجہ سے ان کی معذوری کی صورت میں ان کی خدمت اور ضروریات کا خیال نہیں رکھتا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دینے اور ان کی نافرمانی سے منع کرنے والی احادیث بے شمار ہیں۔

والدین پر خرچ کرنا:

تمام اہل علم کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ والدین اگر نادار ہوں جن کے پاس نہ مال ہو نہ آمدن کا کوئی ذریعہ تو ان کی اولاد پر ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔[1]

اگر آپ دنیا اور آخرت میں کامیابی چاہتے ہیں تو درج ذیل نصیحتوں پر عمل کریں:

1. اپنے والدین کو ادب کے ساتھ مخاطب کریں، نہ ان کو اف کہیں نہ ڈانٹیں، بلکہ ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو کریں۔
2. ہمیشہ اپنے والدین کی اللہ کی نافرمانی کے علاوہ میں اطاعت کریں، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔
3. اپنے والدین کے ساتھ نرمی برتیں، ان کے چہرے پر شکن نہ ڈالیں اور نہ غصے کے ساتھ ان کی طرف گھوریں۔
4. اپنے والدین کی نیک نامی، شرافت اور مال کی حفاظت کریں اور ان کی اجازت کے بغیر کچھ نہ لیں۔
5. وہ کام کریں جن سے وہ خوش ہوں، چاہے وہ ان کا حکم نہ دیں، مثلاً ان کی خدمت کرنا، اشیاءِ ضروریات خریدنا، پڑھائی میں محنت کرنا۔
6. ان کی آواز کا دوڑ کر خندہ پیشانی سے جواب دیں، مثلاً کہیں: جی امی جی، جی ابو جی، اور یہ نہ کہیں او بابا، او ماما۔ یہ غیروں کے کلمات ہیں۔
7. ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی ان کے اعزاء و اقارب اور دوستوں کی

[1] المغني لابن قدامة [583/7]

عزت کریں۔

8. ان کے ساتھ نہ جھگڑا کریں نہ ان کو غلط کہیں، بلکہ ادب کے ساتھ ان کے لیے درست بات واضح کریں۔

9. ان کی مخالفت کریں اور نہ ان کے سامنے آوازیں بلند کریں، ان کی بات دھیان سے سنیں ادب کا خیال رکھیں اور اپنے کسی بھائی کو والدین کی عزت کی خاطر پریشان نہ کریں۔

10. جب والدین آئیں انُ کے لیے کھڑے ہو کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیں۔

11. گھر میں ماں کا ہاتھ بٹائیں اور کام میں باپ کا۔

12. اگر وہ اجازت نہ دیں تو سفر نہ کریں چاہے کوئی اہم کام ہی کیوں نہ ہو، اگر مجبوری ہو تو ان سے معذرت کریں اور خط و کتابت جاری رکھیں۔

13. ان کی اجازت کے بغیر ان کے پاس نہ آئیں، خصوصاً نیند اور آرام کے وقت۔

14. اگر آپ سگریٹ نوشی کے عادی ہوں تو ان کے سامنے سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں۔

15. ان سے پہلے کھانا نہ کھائیں اور کھانے پینے میں ان کو عزت دیں۔

16. اگر وہ کوئی ایسا کام کریں جو آپ کو پسند نہیں تو نہ ان پر جھوٹ بولیں اور نہ ان کو ملامت ہی کریں۔

17. اپنی بیوی یا اولاد کو ان پر ترجیح نہ دیں، ہر چیز سے پہلے ان کی رضا مندی تلاش کریں، اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ والدین کے غصے میں۔

18. اپنے والدین کی طرف نسبت کرنے میں تامل نہ کریں یہ انتہائی عار کی بات ہے، وگرنہ آپ اس کا ملاحظہ اپنی اولاد میں کریں گے، کیونکہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

19. والدین کی زیارت بکثرت کریں ان کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کریں، جو تمہاری تربیت میں انھوں نے مشقت اٹھائی ہے اس پر ان کا شکریہ ادا کریں، اور اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلے میں اٹھائی جانے والی پریشانیوں سے عبرت حاصل کریں۔

20. لوگوں میں سے عزت کی سب سے زیادہ حقدار تمہاری ماں ہے، پھر باپ۔ اور یاد رکھیں جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔
21. والدین کی نافرمانی اور ناراضی سے بچو، وگرنہ دنیا اور آخرت میں بدبخت ہو جاؤ گے، اور تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ ایسے ہی پیش آئے گی جس طرح تم اپنے والدین کے ساتھ پیش آؤ گے۔
22. جب والدین سے کسی چیز کا مطالبہ کریں تو نرمی کے ساتھ اگر وہ دے دیں تو ان کا شکریہ ادا کریں اگر معذرت کر لیں تو ان کا عذر قبول کریں اور مطالبے پر اصرار نہ کریں، کہیں وہ پریشان نہ ہو جائیں۔
23. جب تو روزی کمانے کے لائق ہو جائے تو کام کر اور والدین کی مدد کر۔
24. تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے، ہر صاحب حق کو اس کا حق دے، اگر کہیں اختلاف ہو جائے تو دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کر اور خفیہ خفیہ دونوں فریقوں کی خدمت میں تحفے پیش کر۔
25. اگر تمہارے والدین تمہاری بیوی کے ساتھ جھگڑا کریں تو انتہائی سمجھداری کا مظاہرہ کر، اپنی بیوی کو سمجھا کہ اگر وہ حق بجانب ہے تو تُو اس کے ساتھ ہے اور انھیں راضی رکھنے پر مجبور ہے۔
26. ماں باپ کی دعا اور بددعا مستجاب ہوتی ہے، اس لیے ان کی بددعا سے بچ۔
27. لوگوں کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آئیں، جو لوگوں کو گالی دے وہ اس کو گالی دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور جب آدمی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"[1]

28. والدین کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی زیارت کریں، بعد میں

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [90]

ان کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کے لیے یہ بکثرت دعا کیا کریں:

اے میرے اللہ! مجھے اور میرے والدین کو معاف فرما۔ اے میرے رب! ان پر رحم فرما، جس طرح انھوں نے میری بچپن میں تربیت کی۔

[2] مسلمان عورت کی چادر

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الأحزاب: 59]

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والا ہے۔"

قرآن کریم عورت کے سرپوش کو بصیغۂ حکم بیان کرتا ہے:

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور: 31]

"اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں، مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے

بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو، اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

نیز قرآن کریم بن ٹھن کر نکلنے اور اپنی زینت ظاہر کرنے کے مختلف مظاہر سے روکتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے، اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

زمانہ جاہلیت کی عورتیں سر کو ڈھانپ کر اوڑھنی پشت پر پھینک دیتیں، جس سے ان کی گردنیں، گریبان اور کان زیورات سمیت ظاہر ہو جاتے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا اور مومن عورتوں کو انھیں چھپانے کا حکم دیا۔

حجاب عورت کی تکریم اور حفاظت کا ذریعہ ہے:

1. اسلام نے عورت کو عزت دی ہے اور اس پر پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے، تاکہ وہ پردہ اس کو برے لوگوں کی نظروں سے محفوظ کر دے اور معاشرہ اس کی بے پردگی سے بچا رہے۔
2. حجاب میاں بیوی کے درمیان محبت قائم رکھتا ہے۔ آدمی جب کسی ایسی عورت کو دیکھتا ہے جو اس کی بیوی سے زیادہ خوبصورت ہو تو ان کا تعلق خراب ہو جاتا ہے، اور اس کا نتیجہ اس بے پرد عورت کے فتنے کے سبب جدائی یا طلاق کی صورت میں بھی نکل سکتا

ہے، کیونکہ خاوند کو پھر اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی۔

3 عورت اسلام کی نظر میں ایک بیش قیمت موتی کی طرح ہے، جس کو اس کا مالک لوگوں کی نظروں سے چھپا کر رکھتا ہے۔

حجاب کی شرطیں:

1 چادر عورت کے سارے جسم کو چہرے سمیت چھپا سکتی ہو۔

2 چادر اتنی تنگ نہ ہو جو عورت کے موٹاپے یا اس کے سینے کے ابھار کو ظاہر کر دے۔

3 اتنی باریک بھی نہ ہو کہ اس کے نیچے سے ہر چیز نظر آ رہی ہو۔

4 وہ کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہوگا۔''[1]

5 وہ مردوں کے لباس کے مشابہ بھی نہ ہو، کیونکہ حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ فرمان نبوی ہے:
''اللہ تعالیٰ ایسے مرد پر لعنت کرے، جو عورت کی طرح کا لباس پہنتا ہے اور ایسی عورت پر بھی جو آدمی کی طرح کا لباس پہنے۔''[2]

6 وہ بذات خود سامان زینت نہ ہو۔

7 وہ خوشبو زدہ اور معطر نہ ہو۔

8 نہ وہ شہرت کا لباس ہی ہو۔

عورت کا گھر سے نکلنا:

عورت کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الأحزاب: 33]

---

1 سنن أبي داود، رقم الحديث [4031] مسند أحمد [50/2]

2 سنن أبي داود، رقم الحديث [4098] مسند أحمد [325/2]

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے، اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

یہ آیت کریمہ عورتوں کے حجاب اور پردے میں رہنے پر ایک واضح نص ہے، کیونکہ پردے میں رہنا مرد و عورت دونوں ہی کے دلوں کی طہارت اور ان کے فحاشی سے دور رہنے کے اسباب میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے اشارتاً ذکر کیا ہے کہ بے پردگی خباثت اور نجاست ہے، جبکہ پردہ طہارت اور سلامتی۔

عورت کے گھر سے نکلنے کے آداب:

1. ضرورت کے لیے گھر سے نکلنا نہ کہ فضول کاموں اور وقت ضائع کرنے کے لیے، فرمان نبوی ہے:

''تمھیں ضرورت کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔''[1]

2. خاوند یا ولی جیسے باپ، ماں، بھائی، یا چچا کی اجازت لے کر نکلنا۔
3. مسلمان عورت اتنا لمبا لباس پہنے کہ جس سے اس کے قدم چھپ جائیں اور اپنی چادر اس طرح اوڑھے کہ وہ اس کے سر، گردن، گریبان، سینے اور چہرے کو چھپا لے، کیونکہ چہرہ محاسن کا منبع ہے۔ عورت کا حجاب ہلکا پھلکا سا، تنگ یا چھوٹا نہیں ہونا چاہیے بلکہ موٹا لیکن جاذب نظر رنگوں، زیبائش اور خوشبو سے خالی ہونا چاہیے، اور نہ مردوں کے لباس جیسا لباس یا ان کا کوئی خاص لباس ہی پہننا چاہیے۔ کیونکہ صحیح احادیث میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔
4. عورت جب گزر رہی ہو تو نگاہیں جھکا کر چلے اور بغیر کسی ضرورت کے نظروں کو ادھر ادھر نہ مٹکاتی پھرے۔ اگر مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئے تو عام

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4517]

انداز میں لوچ لچک اور لگی لپٹی کے بغیر گفتگو کرے، تا کہ کوئی مریض دل میں رغبت نہ رکھ سکے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴾ [الأحزاب: 32]

''تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔''

5. نکلتے وقت خوشبو اور کاسمیٹکس کا استعمال نہ کرنا کہ گھر سے نکلے تو لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں۔ فرمان نبوی ہے:

''جو عورت بھی خوشبو استعمال کر کے لوگوں کے پاس سے گزرے اور وہ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ بدکار ہے۔''[1]

6. مؤدبانہ انداز میں شرم و حیا کی چال چلے، پازیب نہ پہنے اور نہ ایسے جوتے پہن کر پاؤں پٹخ پٹخ کر چلے جن سے آواز پیدا ہو اور کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: 31]

''اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تا کہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو، اے مومنو! تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

7. راستے میں، بازاروں میں اور مردوں کے اکٹھ میں بے نقاب نہ ہو۔

8. جب اپنی کسی سہیلی کے پاس ملاقات کے لیے جائے تو اپنی چادر نہ اتارے، گھر میں کوئی مرد بھی ہو سکتا ہے یا مجلس میں کوئی بدعورت بھی ہو سکتی ہے، جو اس میں کسی رغبت رکھنے والے کے سامنے اس کا حسن بیان کر سکتی ہے اور بلاشبہ عورت کا اپنے خاوند کے سامنے کسی اجنبی عورت کا حسن بیان کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ حرام کاری کا

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث [5126] مسند أحمد [413/4]

سبب بن سکتا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''کوئی عورت کسی عورت کے جسم کے ساتھ اپنا جسم نہ لگائے، پھر اس طرح اس کی اپنے خاوند کے سامنے منظر نگاری کرے کہ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔''[1]

یعنی اس عورت کا جو حسن وہ دیکھے اسے اپنے خاوند کے سامنے بیان نہ کرے۔

9 کوئی عورت ایک دن اور رات کا سفر اپنے کسی محرم کے بغیر نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''کسی عورت کے لیے ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر اپنے کسی محرم کے بغیر طے کرنا حرام ہے۔''[2]

محرم سے مراد خاوند یا وہ جس پر وہ حرام ہے۔

عورتوں کے لیے چست، شفاف اور مختصر (Short) لباس پہننا حرام ہے:

رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی پیشین گوئی کی ہے اور ان سے ڈرایا ہے ان میں مختصر، شفاف اور چست لباس پہننا بھی شامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دو اقسام جہنمیوں کی ایسی ہیں جن کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا، ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کے کانوں کے مانند کوڑے ہوں گے، جن کے ساتھ وہ لوگوں کی پٹائی کریں گے، اور دوسری وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی بے لباس ہوں گی، خود مائل ہونے والی ہوں گی اور دوسروں کو اپنی جانب مائل کریں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کے مانند جھکے ہوئے ہوں گے، نہ وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو ہی پا سکیں گی، جنت کی خوشبو اتنی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4942]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1038] صحيح مسلم، رقم الحديث [1339]

اتنی مسافت سے محسوس ہونا شروع ہو جائے گی۔"❶

یہ حدیث ایسے تنگ اور چست کپڑے پہننے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے جو عورت کے جسم کے خدوخال، ابھار اور انگ انگ کو واضح کرتے ہوں، جیسے پستان، کمر کا پتلا پن اور جلد کے سرخ سفید یا کالے رنگ کا اظہار۔

ایماندار عورت مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہے نہ بدیسیوں کے ساتھ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

"جن عورتوں نے مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کی یا جن مردوں نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں۔"❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت کی ہے، جو عورتوں کی طرح کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔"❸

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ "ان کو گھروں سے نکال دو" وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں مخنث کو گھر سے نکال دیا، اور حضرت عمر نے بھی فلاں مخنث کو گھر سے نکال دیا۔❹

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو عورت گریبان، تنگ آستینوں اور چاک میں مردوں کی مشابہت کرے وہ مردوں کے لباس میں مشابہت اختیار کرنے والی ہے، جس کی وجہ سے وہ اور اس کا خاوند اگر اس کو اس کا موقع دے، اس پر راضی ہو اور اس کو منع نہ کرے تو اللہ

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [2128]

❷ مسند أحمد [199/2]

❸ سنن أبي داود [182/2] سنن ابن ماجه [588/1]

❹ صحيح البخاري [274/10] سنن أبي داود [35/2]

اور اس کے رسول کی لعنت کا حقدار ٹھہرتے ہیں، کیونکہ اس کا خاوند اس کی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے مطابق اصلاح اور اس کو برائی سے منع کرنے کا پابند ہے۔''

کافر اور بدیسی عورتوں کے ساتھ مشابہت کے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شریعت میں یہ طے شدہ بات ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے کافروں کی عبادات، خوشیوں یا ان کے مخصوص فیشن میں ان کی مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے۔''❶

[3] مسلمان عورت کا رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی پابندی کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جسم پر نشان لگانے اور لگوانے والی (Tattoo بنوانا) چہرے سے بال اتارنے والی (تھریڈنگ) خوبصورتی کے لیے دانتوں میں خلا پیدا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔''❷

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جن پر رسول اللہ ﷺ لعنت بھیجیں میں ان پر لعنت کیوں نہ بھیجوں، حالانکہ قرآن کریم میں اس کا حکم ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: 7]

''اور رسول جو کچھ تمھیں دے تو لے لو اور جس سے روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

عوف بن ابی جحیفہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک سینگی لگانے والا غلام خریدا تو کہا: رسول اللہ ﷺ نے خون، کتے کی قیمت لینے اور طوائف (Prostitute)

---

❶ حجاب المرأة [ص: 78]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]

کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے، سود کھانے اور کھلانے والے پر بھی لعنت بھیجی ہے اور جسم گدنے اور گدوانے والی اور مصور پر بھی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بال لگانے اور لگوانے والی اور جسم گدنے اور گدوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔ [2]

(1) جسم گدنے اور گدوانے والی۔

عورت پر اپنے جسم پر گدوانے کا عمل کرنا حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے گدنے اور گدوانے والی دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

واشمہ: اس عورت کو کہا جاتا ہے جو چہرے یا ہاتھ پر سوئی چبھو کر اس جگہ کو سرمے، سیاہی یا نیل سے بھر دیتی ہے اور مستوشمہ: ایسا عمل کروانے والی کو کہا جاتا ہے۔

یہ عمل کبیرہ گناہ میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اسے کرنے والی یا جس پر یہ کیا جائے دونوں پر لعنت بھیجی ہے اور لعنت کبیرہ گناہوں ہی پر ہوتی ہے۔

(2) چہرے سے بال اتارنے اور اترانے والی۔

عورت کا بال اتارنے کا کوئی بھی وسیلہ مثلاً ریزر سے مونڈھنا، قینچی سے کاٹنا، بال صفا پاؤڈر کریم وغیرہ استعمال کر کے بھنوؤں سے بال اتارنا حرام ہے کیونکہ یہی وہ نمص اور بال اتارنا ہے جس کے کرنے والے پر نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

نامصہ: چہرے سے بال اتارنے والی وہ عورت ہوتی ہے جو اپنے خیال کے مطابق خوبصورت بننے کے لیے بھنویں بناتی ہے، اور متنمصہ: اس عورت کو کہا جاتا ہے جو ایسا کرواتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے کا ایک انداز ہے، جس کا بنی آدم کو کرنے کا حکم دینے کا وعدہ شیطان نے کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء: 119]

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [2086]
2. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5937] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2124]

''اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔''

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جسم پر نشان لگانے اور لگوانے والی (Tattoo بنوانا) چہرے سے بال اتارنے والی (تھریڈنگ) خوبصورتی کے لیے دانتوں میں خلا پیدا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔''[1]

امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''آج عورتوں کی ایک کثیر تعداد اس مصیبت کا شکار ہو چکی ہے جو کبیرہ گناہ ہے، حتی کہ بھنویں بنانا ایک روزانہ کی ضرورت بن چکا ہے، اگر خاوند ایسا کرنے کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ نافرمانی ہے۔''[2]

3 حسن کے لیے دانتوں میں خلل ڈلوانا۔

خوبصورت نظر آنے کی خاطر عورت کا اپنے دانتوں میں خلا بنوانا حرام ہے۔ دانتوں کو ٹھنڈا کرنے والی مشین سے کچھ دیر کے لیے ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان میں تھوڑا سا فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے، جو خوبصورتی پیدا کرنے کی خاطر کیا جاتا ہے، بعض اوقات عمر رسیدہ عورت چھوٹی نظر آنے کے لیے ایسا کرتی ہے۔ لیکن اگر دانتوں میں کوئی خرابی ہو جسے دور کرنے کے لیے دانتوں کو سیدھا کرنا ضروری ہو یا دانتوں میں کیڑا لگ جائے تو اس کی اصلاح کے لیے اسے زائل کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

4 بال لگانے اور لگوانے والی۔

عورت کے لیے بغیر ضرورت سر منڈوانا یا بال چھوٹے کرانا منع ہے، اور پھر اس بات کی بھی ممانعت ہے کہ وہ بال لگائے یا انھیں زیادہ کرنے کے لیے کچھ مزید بال

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]
2. تفسير ابن كثير [359/2]

لگا لے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بال لگانے اور لگوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

واصلہ: اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ کوئی دوسرے بال لگائے اور مستوصلہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ یہ کام کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں دھوکا اور جعلی پن ہے۔ موجودہ زمانے میں حرام بال جوڑنے کی ایک مثال وگ پہننا ہے۔

حضرت معاویہ جب مدینہ تشریف لائے تو خطبہ دیا اور بالوں کا ایک گچھا نکالا اور کہا: تمھاری عورتوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس جیسی چیزیں وہ اپنے سروں پر پہنتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ''جو عورت بھی اپنے سر کے بالوں کے ساتھ کسی اور کے بال لگاتی ہے تو وہ جھوٹ ہے۔''[1]

ہیر ڈریسر کے پاس جانے کا حکم/ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتوی:

حمد و ثنا کے بعد:

انسان کو اچھی طرح جاننا چاہیے کہ مسلمانوں کے دشمن ہر زمانے اور ہر انداز میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے آرہے ہیں، ہم سب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کافروں نے اسلحے کے زور پر بہت سے اسلامی علاقوں کو اپنی کالونیاں بنا لیا جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان علاقوں سے نکال دیا تو انھوں نے ان علاقوں میں اخلاقی اور فکری لڑائی جاری رکھنے کے منصوبے بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور رسول کریم نے اپنے فرامین میں ان کافروں کے خصوصی اعمال کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر خبردار کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ﴾ [المائدۃ: 77]

''اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔''

نیز فرمایا:

---

[1] صحیح ابن حبان [320/12]

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ [الممتحنة: 1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

مزید فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [المائدة: 51]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہاں میں نے یہ دو آیات ذکر کی ہیں، کیونکہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کو دوست بناتے ہیں، اللہ کے دشمنوں کو محبوب بناتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، اور یہ جہاں بھی جائیں ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر متنبہ کیا ہے اور کہا

ہے کہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہوگا۔[1]

چنانچہ مسلمانوں خصوصاً صاحب عقل و دانش حضرات کی یہ ذمے داری ہے کہ ان عورتوں کے متعلق اپنے دل میں خوف خدا رکھیں، جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

''میں نے ان عورتوں سے زیادہ کم عقل اور ناقص دین کسی کو نہیں دیکھا، جو ایک سمجھدار آدمی کی عقل زائل کر دیتی ہیں۔''[2]

لہٰذا مرد ان عورتوں کو نت نئے فیشنز کے پیچھے چلنے سے روکیں، جن کو ڈیزائن کرنے والوں اور ایکسپورٹ کرنے والوں کا یہی مقصد ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھول جائیں، اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہو جائیں، صرف انھی اشیاء کے پیچھے پڑے رہنا اور انھی فیشنز کی چکا چوندھ میں پڑے رہنا ہماری واحد فکر ہو، جو مصیبت، برائی اور فساد کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتیں، اور انسان کا اس دنیا میں صرف یہی مقصد رہ جائے کہ وہ اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو تسکین پہنچائے۔ میرے خیال میں ان بال سنوارنے کے مراکز اور بیوٹی پارلرز میں جانے میں کئی طرح کی ممانعت ہے۔

❁ پہلی ممانعت:

ہیر ڈریسر بالوں میں کافروں کی طرح کی زیب و زینت اور سٹائل بناتی ہے، جو ظاہر ہے کہ حرام ہے، کیونکہ اس میں ان کے ساتھ مشابہت ہے اور جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہوگا، جیسا کہ فرمان نبوی ہے۔

❁ دوسری ممانعت:

ان کے کام میں چہرے سے بال اتارنا اور بھنویں بنانا بھی شامل ہے، جس طرح سائل نے ذکر کیا ہے اور ایسا کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے، چنانچہ آپ نے بال اتارنے اور اتروانے والی دونوں ہی پر لعنت بھیجی ہے، لعنت کا مطلب ہے،

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [298] صحيح مسلم، رقم الحديث [79]

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور میرے خیال میں کوئی بھی ایماندار مرد یا عورت یہ نہیں چاہے گا کہ وہ کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور راندۂ درگاہ بن جائے۔

❀ تیسری ممانعت:

اس کام میں بلا مقصد زرِ کثیر صرف اور ضائع ہوجاتا ہے بلکہ ایک نقصان رساں اور ضرر خیز کام میں بہت زیادہ مال برباد ہوجاتا ہے۔ چنانچہ بال سنوارنے والی اور ایک ایماندار عورت کے بالوں کو کافر یا بدکار عورتوں کے بالوں میں بدل دینے والی ہیر ڈریسر ہم سے بے حساب دولت اینٹھ لیتی ہے، جس کا پھل صرف یہی ملتا ہے کہ ایک نیا سٹائل تبدیل ہوجاتا ہے، جو تباہ کن بھی ہوسکتا ہے۔

❀ چوتھی ممانعت:

اس سے عورتوں میں کافر عورتوں کے اندازِ زیبائش اختیار کرنے کے افکار نشو و نما پاتے ہیں، جس کے بعد عورت بے حیائی اور اخلاق باختگی کے اس سے بھی بڑے جرم کی طرف مائل ہوسکتی ہے۔

❀ پانچویں ممانعت:

جس طرح سائل نے ذکر کیا ہے کہ یہ ہیر ڈریسر عورتوں کی بلا ضرورت بے پردگی کرتی ہیں، مثلاً یہ عورت کی رانوں اور شرمگاہ کے اردگرد بال اتارنے والا (Ballaop) ماسک لگاتی ہیں اور بلا جھجک ہر طرف نگاہیں ڈالتی ہیں، جبکہ رسول کریم ﷺ نے عورت کو عورت کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

پھر اس کا کیا فائدہ ہے کہ عورت اپنے جسم کو ربڑ کی طرح بنائے جس پر کوئی بال نہ ہو؟! کیا خبر کہ جن بالوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اگایا ہے، انھیں اتارنے کا جلد کو کوئی نقصان ہو، چاہے تاخیر کے ساتھ ہی ظاہر ہو۔ پھر مزید کیا معلوم کہ جو علماء پنڈلیوں، رانوں اور پیٹ سے بال اتارنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں، شاید ان کا قول صحیح ہو، کیونکہ یہ بال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور انھیں اتارنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے

کے زمرے میں آتا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ اس کی تخلیق کو تبدیل کرنا شیطان کے احکامات کی پیروی کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان بالوں کو اتارنے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا اصل یہی ہے کہ انھیں اتارنا حرام ہے، یہ بعض اہل علم کا موقف ہے۔

جو جواز کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ انھیں زائل کرنا اور باقی رکھنا ایک برابر ہے، بلکہ تقوی اور بہتر یہی ہے کہ انھیں نہ اتارا جائے، اگرچہ یہ حرام نہیں، کیونکہ اسے حرام کہنے کی دلیل مضبوط نہیں۔

میں تاکید کے ساتھ یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مرد و عورت دونوں ہی ان معاملات میں دھوکا نہ کھائیں، میرے خیال میں ان بال سنوارنے والیوں کا مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے اور عورتوں کو بناؤ سنگھار میں صرف اسی پر اکتفا کرنا چاہیے جو نہ دین میں نقصان رساں ہو اور نہ کافروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حرام میں مبتلا کر دینے والا ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان محبت ڈالنا چاہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس کی فرمانبرداری اور شرم و حیا کا پابند رہنے کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری قوم کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنے سلف صالحین کی شرم و حیا کا وارث بنائے۔ إنه جواد کریم، واللہ الموفق!

[4] سیرت صحابیات سے کچھ مثالیں

[1] ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

یہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون ہیں، جب قریش نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ کے ساتھ عداوت رکھی تو اس وقت انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو تقویت پہنچائی۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں آپ نے انتہائی عظیم اور ناقابل شمار کردار ادا کیے۔ یہاں ہم صرف آپ کے ایک کردار کا تذکرہ کرنے پر اکتفا

کریں گے جو آپ نے اس وقت نبھایا جب پہلی مرتبہ رسول اللہ پر وحی کا نزول ہوا اور غار میں آپ کے ساتھ وحی کا واقعہ رونما ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ پر غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ وہاں سے واپس آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے: ((زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي)) (مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو) انھوں نے آپ پر کمبل ڈال دیا۔ جب آپ سے گھبراہٹ دور ہوگئی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہ سارا ماجرا سنا دیا اور فرمانے لگے: ((لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ)) (مجھے اپنی جان کا خوف پیدا ہوگیا ہے) حضرت خدیجہ نے جواب دیا: نہیں، بخدا! آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کریں گے، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کا ساتھ دیتے ہیں۔''

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل بن عبدالعزیٰ کے پاس آئیں، جو ان کا چچازاد بھائی تھا، اور زمانہ جاہلیت میں عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: بھائی جان! اپنے بھتیجے کی بات سنیں، ورقہ بن نوفل نے کہا: اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جو غار میں دیکھا تھا، اس کو بتا دیا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر اتارا تھا، کاش میں تنومند ہوتا، کاش میں زندہ ہوتا، جب تمہاری قوم تجھ کو نکال دے گی!

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ بن نوفل نے کہا: ہاں، جو بھی وہ چیز لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں اس کے ساتھ عداوت رکھی گئی ہے، اگر مجھے اس دن تک زندہ رہا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔''[1]

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3]

چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ کے ساتھ لڑائی کرے گی اور آپ کو ملک بدر کر دے گی۔ وہ قریش کی مضبوطی اور قوت سے اچھی طرح آشنا تھیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس متوقع آندھی کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف اور اذیت کو برداشت کرنا قبول فرمایا اور قریش کے سامنے ڈٹ جانے کے عظیم اور مشکل ترین کام کا بیڑا اٹھایا۔

ام المؤمنین اس سلسلے میں تمام ایماندار عورتوں کے لیے بہترین مثال ہیں کہ انھوں نے اپنے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور نصرت کے سلسلے میں ہر قسم کی مشقت اٹھانے کا فیصلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی ہوگئیں، تاکہ آپ اپنی قوم کے درمیان اور دنیا کے کونے کونے تک اسلام پھیلا سکیں اور اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں لا سکیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھیں جنت کی خوشخبری سنائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے:

''اے اللہ کے رسول! یہ سیدہ خدیجہ آپ کے پاس ایک رکابی لے کر آ رہی ہیں، جس میں سالن، یا کھانے پینے کی کوئی چیز ہے، جب وہ آ جائیں تو انھیں اللہ رب العزت اور میری جانب سے سلام کہیے گا اور انھیں جنت میں ایک ایسے موتیوں کے محل کی خوشخبری دیجیے گا جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ تھکاوٹ۔''[1]

اب ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے بھی سنیں کہ حضرت خدیجہ نے کس طرح آپ کی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کی۔ آپ فرماتے ہیں:

''وہ مجھ پر اس وقت ایمان لے کر آئی جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا، اس نے میری اس گھڑی میں تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اور اس نے ان لمحات میں اپنے مال کے ساتھ میری غمخواری کی جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1299]

[2] مسند أحمد [117/6]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک نیک بیوی کی عظیم ترین مثال تھیں۔

[2] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں اور سب سے زیادہ آپ کے علم سے فیض یافتہ ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ اسلامی تعلیمات کا علم رکھتی تھیں۔ امام زہری فرماتے ہیں:

''اگر حضرت عائشہ کا علم ایک طرف ہو اور دیگر امہات المؤمنین اور عام عورتوں کا علم ایک طرف ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سے بڑھ جائے گا۔''[1]

آپ رضی اللہ عنہا دنیا سے زہد کی حد تک بے رغبت تھیں۔ ابن سعد ام درداء سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں:

''میں حضرت عائشہ کے پاس ایک لاکھ درہم لے کر آئی اور میں نے وہ درہم ان کے سامنے پھیلا دیے، جبکہ صدیقۂ کائنات روزے کی حالت میں تھیں، انھوں نے وہ سارے درہم تقسیم کر دیے۔ میں نے کہا: آپ کوئی درہم لے لیں اور ان کا گوشت خرید کر افطاری کا اہتمام کر لیں؟ حضرت عائشہ فرمانے لگیں: اگر تم مجھے پہلے یاد کروا دیتی تو میں ایسا کر لیتی۔''

ابن زبیر کا قول ہے:

''میں نے حضرت عائشہ اور اسماء سے بڑھ کو کوئی عورت سخی نہیں دیکھی اور ان کی سخاوت مختلف تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتیں اور پھر اسے صحیح جگہ خرچ کر دیتیں۔''[2]

حضرت عائشہ کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''عائشہ کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو تمام کھانوں پر۔''[3]

---

[1] الإصابة [140/8]

[2] سير أعلام النبلاء [292/2]

[3] صحيح الجامع، رقم الحديث [4210]

[3] ذات النطاقین سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باپ کی طرف سے بہن تھیں۔ انھیں ذات النطاقین کے نام سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے اپنے کمر بند کو دو حصوں میں پھاڑ ڈالا تاکہ اسے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے پینے کا سامان باندھ کر لے جانے کے لیے کام میں لا سکیں جس دن آپ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس نے اپنے کمر بند کو اس طرح استعمال کیا ہے تو آپ نے اس کو ذات النطاقین یعنی دو کمر بندوں والی کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت اسماء نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ انتہائی عظیم الشان کردار چھوڑے، انھوں نے اس کے ساتھ بڑے صبر کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے فقیری اور سفید پوشی کا بھرم رکھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا، آخر کو وہ مشہور و معروف صاحبِ ثروت تاجر ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔

یہ اپنے والد کے گھر سے جہاں اس کی خدمت کی جاتی تھی، اپنے خاوند کے گھر خادمہ بن کر منتقل ہوگئی، اپنے خاوند کی ضروریات بجا لانے لگی اور اس کی خدمت میں مصروف کار رہنے لگی، ان کی اس حالت کی وضاحت خود ان کے اپنے بیان سے واضح ہوتی ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''میرے ساتھ زبیر نے شادی کی اور اس کے پاس ایک گھوڑے کے سوا کوئی مال یا غلام نہیں تھا، میں اس کے گھوڑے کو چارہ ڈالتی، اس کی خوراک کا بندوبست کرتی، اس کی دیکھ بھال کرتی، اور اس کے آب پاشی کرنے والے اونٹ کے لیے گٹھلیاں کوٹتی، اس کو چارہ ڈالتی، پانی ڈھونڈتی، مشکیزے کو سیتی اور آٹا گوندھتی، مجھے اچھی طرح روٹی پکانا نہیں آتا تھا، میری انصاری پڑوسنیں جو بڑی سچی اور اچھی عورتیں تھیں، میرے لیے روٹی پکاتیں، وہ کہتی ہیں: میں زبیر کی زمین سے جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی، اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی جو تین فرسخ (۹ میل) پر تھی۔''[1]

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2182]

اس سادہ حالت کے باوجود سیدہ اسماء بہت زیادہ فیاض اور سخی تھیں۔ ابن سعد اسامہ بن زید کی سند سے محمد بن منکدر سے بیان کرتے ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر سخی دل کی مالک تھیں۔ ❶

ابن زبیر کا قول ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور اسماء سے بڑھ کر کوئی سخی عورت نہیں دیکھی، لیکن ان کی سخاوت مختلف تھی، حضرت عائشہ چیزیں جمع کرتی رہتیں، پھر صحیح جگہ خرچ کر دیتیں، جبکہ اسماء کل کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرتیں۔ ❷

صحیح مسلم میں ہے، حضرت اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! جو مجھے زبیر دے دے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، اگر میں اس سے کچھ دے دوں تو مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''جتنا دے سکتی ہو دے دو اور جمع نہ کرو، وگرنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر جمع کرتا رہے گا۔'' ❸

اس طرح سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا خرچ کرنے اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھیں، اگرچہ وہ قلیل المال ہی تھیں۔

[4] سیدہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا:

یہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عوف مجاہدہ صحابیہ ہے، اس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آنحضرت ﷺ کا دفاع کیا۔

اس کے ہاں دین، اس کا دفاع اور اس کی فکر رکھنا جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آج نسیبہ بنت کعب کا مرتبہ فلاں فلاں سے بلند ہے۔'' ❹

یہ ان پہلی انصاری صحابیات میں سے تھی جو ایمان لائیں اور انھوں نے بیعت کی یہ عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں سے تھی۔ تاریخ

❶ سیر أعلام النبلاء [292/2]
❷ سیر أعلام النبلاء [293/2]
❸ مختصر صحیح مسلم [551]
❹ طبقات ابن سعد [413/8]

اسلام میں بیعت عقبہ کی ایک خصوصی اہمیت ہے، یہ بیعت اسلامی تحریک کا ایک نیا سفر تھا، جو صبر اور برداشت کے ساتھ منفی دفاعی مرحلے سے گزر کر اسلحہ اٹھا کر دشمن کا سامنا کرنے کے مثبت دفاعی مرحلے میں داخل ہو گیا۔

نیز دعوت داعیوں کو بنانے کے سفر سے، ملک بنانے کے مرحلے میں داخل ہو گئی، اگرچہ بدر کی مسلمانوں میں بڑی اہمیت اور شہرت تھی، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد عقبہ میں حاضر ہونے کو بدر میں حاضر ہونے سے بڑا شرف سمجھتی تھی۔

عقبہ کے موقع پر بیعت کرنے والوں میں 72 آدمی اور دو عورتیں شامل تھیں، جن میں ایک ام عمارہ بنت کعب اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ اور انصار نے اپنی اپنی گفتگو مکمل کر لی اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت شروع کر دی، ام عمارہ فرماتی ہیں: مرد رسول اللہ کے ﷺ ہاتھ پر ہاتھ مارتے، جب میں اور ام منیع باقی رہ گئیں تو میرے خاوند غزیہ بن عمرو نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے ساتھ یہ دو عورتیں بھی بیعت کے لیے حاضر ہوئی ہیں، تو آپ نے جواب دیا:

''میں نے جس چیز پر تم سے بیعت لی ہے، اسی چیز پر ان سے بھی بیعت لیتا ہوں، میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا۔''[1]

رسول اللہ ﷺ عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے، صرف زبان سے بیعت لیتے۔

یہاں ہم ان کی زندگی اور کردار کے چند گوشوں کا جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ اس عظیم عورت نے کس قدر وفا کی اور کیا کیا جہاد کیے۔

غزوۂ بدر میں قریش کو شکست فاش ہوئی، اس جنگ میں قریش کے سردار اور رؤساء قتل ہو گئے اور ان کے کئی مشہور افراد قیدی بن گئے۔ جس کی وجہ سے قریش نے انتقام کا پختہ اراد کر لیا، اس کے لیے ایک بڑی جمعیت تیار کر لی اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر آندھی وطوفان کی طرح مدینہ پر چڑھ دوڑے۔

---

[1] الإصابة [266/8]

مسلمان بھی اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے میدان احد میں اکٹھے ہوگئے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کا ایک گروہ بھی ان کے ساتھ تھا، جن میں ام عمارہ بھی شامل تھی، ان کے پاس ایک مشکیزہ تھا، جسے لے کر وہ مسلمانوں کے پاس سے گزرتی، پیاسے کو پانی پلاتی، زخمی کی مرہم پٹی کرتی، یہ ام عمارہ معرکے پر گہری نظر بھی رکھے ہوئے تھی، اس نے دیکھا کہ مسلمان جیت رہے ہیں تو ان کو بڑی خوش محسوس ہوئی اور سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی، لیکن جلد ہی یہ خوشی کافور ہوگئی اور تیر اندازوں کی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے مسلمان شکست سے دو چار ہونے لگے، انھوں نے اپنے مراکز چھوڑ دیے، مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیل گیا، وہ رسول اللہ کے اردگرد سے بھاگنے لگے اور آپ کے دفاع میں صرف دس آدمی باقی رہ گئے۔

یہ ام عمارہ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوگئیں اور آپ کا دفاع کرنے لگی جو بھی آپ کے قریب ہونا چاہتا اس کے خلاف لڑتی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں دائیں متوجہ ہوتا کہ بائیں اس کو اپنے لیے لڑتے ہوئے دیکھتا۔''

ام عمارہ اس عورت کی زندہ مثال تھی جس کی اسلام نے اپنی آغوش میں پرورش کی تو اس نے اس کے ساتھ وفا کی اور اس کے راستے میں جہاد کیا، یہ ہر زمانے میں مسلمان عورت کے لیے قابل تقلید مثال ہے، اللہ تعالیٰ ام عمارہ پر رحم فرمائے، اس نے مسلمان عورت کے لیے سنہری صفحات رقم کیے ہیں۔

اس کے باوجود یہ اس بات کی شدید آرزو مند تھی کہ اسلام کی دنیا میں جو مرد کو حقوق حاصل ہیں وہ عورت کو بھی ہوں، یہ ایک دن رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگی: میں ہر چیز کو مردوں ہی کے لیے دیکھتی ہوں، عورتوں کا کہیں ذکر نہیں ہوتا۔

اس کے سوالات کے جواب میں یہ قرآنی آیات نازل ہوگئیں، جو اس کی تمنا پوری کرتی ہیں:

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: 35]

''بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

عورت کی اس تکریم کے بعد کونسی تکریم ہوسکتی ہے اور اس مساوات سے بڑھ کر کونسی مساوات وہ چاہتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اس بیعت کرنے والی مجاہدہ صحابیہ ام عمارہ پر رحم فرمائے!

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

[5] نومولود کے احکام

نومولود کے ولادت سے لے کے بلوغت تک احکام کے متعلق چند نصیحتیں۔

ولادت کے بعد:

(1) خوشخبری دینا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت:

﴿وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ [هود: 71]

''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی تو ہم نے اسحاق اور اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔''

اور اس فرمان کے مطابق:

﴿ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [آل عمران: 39]

''بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا، نیک لوگوں میں سے۔''

2 دائیں کان میں اذان دینا مستحب ہے۔

حضرت ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب حضرت فاطمہ نے حسن بن علی کو جنا تو آپ نے ان کے کان میں اذان کہی۔[1]

امام ابن القیم رحمہ اللہ ''تحفۃ المولود'' میں لکھتے ہیں:

''اذان دینے میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کے کان پر جس چیز کی دستک ہو وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی پر مشتمل کلمات اور اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ شہادت کی ہو۔ گویا یہ ایسے ہی ہے جیسے اس دنیا میں داخل ہوتے وقت ہی اس کو اسلام کے شعائر کی تلقین کر دی جائے، جس طرح مرتے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔

''اس میں ایک اور مفہوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی دعوت اس تک شیطان کی دعوت سے پہلے پہنچ جاتی ہے، اسی طرح وہ فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، شیطان کے اس کو تبدیل اور نقل کرنے سے پہلے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5105] سنن الترمذي، رقم الحديث [1514]

ہی سے موجود ہے، واللہ اعلم۔ اس کے علاوہ اس میں مزید کئی حکمتیں ہیں۔"[1]

3 پیدائش کے بعد بچے کو گھٹی دینا۔

گھٹی کا مطلب ہے کھجور کو چبا کر پھر اسے مل کر بچے کے تالو پر لگانا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"میرا ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اس کو کھجور کے ساتھ گھٹی دی۔ اور اس کے لیے برکت کی دعا کی، پھر اس کو مجھے دے دیا۔"[2]

یہ حضرت ابوموسیٰ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔

ساتویں دن:

1 سر منڈھوانا اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا۔

جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے کہا: اس کا سر مونڈھ دو اور بالوں کے برابر مسکینوں پر چاندی صدقہ کرو۔"[3]

2 نام رکھنا۔

پہلے دن سے لے کر ساتویں دن تک یعنی عقیقے کے دن تک نام رکھ لینا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رات کے وقت میرا ایک بچہ پیدا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا۔"[4]

باپ کو چاہیے کہ وہ بچے کا خوبصورت نام تجویز کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ کو تمہارے ناموں میں سے دو نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے زیادہ پسند ہیں۔"[5]

---

1 تحفة المودود [ص: 48]

2 صحيح البخاري، رقم الحديث [5467] صحيح مسلم، رقم الحديث [2145]

3 مسند أحمد [390/6]

4 صحيح مسلم، رقم الحديث [2315]

5 صحيح مسلم، رقم الحديث [2123]

(3) ختنہ کروانا۔

یہ ایک فطری سنت ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''پانچ چیزیں فطری ہیں: ختنہ کروانا، زیر ناف بال اتارنا، موچھیں کاٹنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔''[1]

ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں مسلمان ہوگیا ہوں تو آپ نے اسے فرمایا: ''کفر کے بال اتار دے اور ختنہ کرواؤ۔''[2]

ختنے کا وقت۔

ایک قول ہے ولادت کے پہلے ہفتے ہی کروالینا چاہیے اور دوسرا قول ہے کہ بلوغت کے قریب کروانا چاہیے، صحیح اور افضل پہلے ہفتے ہی میں ہے۔

مردوں کے لیے یہ واجب ہے، جبکہ عورتوں کے لیے باعث تکریم۔ فرمان نبوی ہے:

''جب دونوں کی ختنہ کیے جانے کی جگہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔''[3]

ام عطیہ کو آپ نے فرمایا:

''اس کو تھوڑا سا چھوڑ دینا اور بالکل ہی ختم نہ کر دینا، یہ عورت کے لیے باعث لذت اور خاوند کے لیے لائق پسند ہے۔''[4]

عورت میں یہ اندام نہانی کے اوپر ایک مرغ کی کلغی جیسی جلد ہوتی ہے، جس کا ختنہ کیا جاتا ہے۔

(4) عقیقہ۔

عقیقے کا لغوی معنی ہے: کاٹنا۔ اور شرعی معنی ہے نومولود کی طرف سے جانور ذبح کرنا۔

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5550] صحيح مسلم، رقم الحديث [257]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [356]
3. سنن الترمذي، رقم الحديث [109]
4. سنن أبي داود، رقم الحديث [5271]

❀ اس کا حکم۔

یہ سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے، آپ کا فرمان: ہے ''عقیقہ بچے کے ساتھ ہے، اس کی طرف سے خون بہاؤ، اور اس سے گندگی دور کرو۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن وحسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔[2] ایک حدیث میں ہے ہر ایک کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے بدلے گروی ہوتا ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے، اور اس کا سر مونڈھا جائے۔''[3]

❀ اس کا وقت۔

امام احمد فرماتے ہیں:

ساتویں دن ذبح کیا جائے، اگر نہ کرے تو چودھویں دن، اگر پھر بھی نہ کرے تو اکیسویں دن، کیونکہ بیہقی میں حضرت عائشہ سے اسی طرح مروی ہے۔''

❀ بچے اور بچی کی طرف سے کیا ذبح کیا جائے؟

بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لڑکے کی طرف سے دو برابر کی بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک ہی۔''[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5154]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [2841]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [2838] سنن الترمذي، رقم الحديث [1522]

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث [2834]

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں اور بچے کی طرف سے دو۔''[1]

برابر سے مراد عمر، جنس، نوع اور صحت مندی میں برابر ہونا ہے۔

[6] والدین کی اولاد کے حق میں ذمے داریاں

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحريم: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔''

1. ان کی اسلامی تربیت کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام پر پیدا کیا ہے، جس طرح فرمانِ نبوی ہے:

''ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔''[2]

بچے کو کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' سکھانا چاہیے اور جب بڑا ہو جائے تو اسے اس کا معنی بھی سمجھا دینا چاہیے۔

2. سات سال کی عمر میں اس کو عبادات کا حکم دیا جائے، جس طرح حدیث شریف میں ہے:

''اپنے بچوں کو، جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو اس کی وجہ سے ان کو مارو، اور ان کی خواب گاہیں علیحدہ کر دو۔''[3]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3163]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1292] صحيح مسلم، رقم الحديث [2658]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [494]

3. احکامِ اسلام کے پابند ہونے کی عمر میں اس کو حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دی جائے۔
4. بچے کی تربیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، قرآن کریم کی تلاوت اور سنت مطہرہ پر کرنی چاہیے۔
5. اس کو توحید اور سیرت نبی کی تعلیم دی جائے، اور اس کے دل میں خوفِ خدا، اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس عبادت، رحمدلی، بھائی چارہ، قربانی، درگزر اور جرأت جیسی صفات بو دینی چاہیے۔
6. اس کو جھوٹ، چوری، جھگڑے، گالی گلوچ، بے راہ روی اور لچک پر خبردار کر دینا ضروری ہے۔
7. اس کو اسلامی تعلیمات کے خلاف دوسروں کی تقلید، فضول خرچی، گانے سننے، مخنث بننے اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے، حرام اختلاط، لوگوں کی عزتوں پر نگاہ ڈالنے اور جنسی فلمیں دیکھنے سے سختی کے ساتھ منع کر دینا بھی ضروری ہے۔
8. بچی کو بے پردگی، غیر محرم کے ساتھ میل ملاپ اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے روکنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کو پاکدامنی، شرم و حیا، حجاب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے تمام اعمال کی تعلیم دینا بھی نہایت اہم ہے۔
9. برے دوستوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ بچے کی زندگی میں یہ سب سے پہلا اثر انداز ہونے والا عامل ہوتا ہے۔
10. بچوں کو والدین، رشتے داروں، ہمسایوں اور چھوٹے بڑوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دینا۔
11. ان کے اچھے اچھے نام رکھنا۔
12. ان کو ان کے والدین کی طرف منسوب کرنا۔
13. ان پر خرچ کرنا۔
14. ان کا ختنہ کروانا۔
15. ان کو دودھ پلانا۔
16. ان کو قرآن کریم حفظ کروانا۔
17. ان کے درمیان عدل کرنا۔

بچوں کے بگڑنے کے اسباب:

1. طلاق کے نتیجے میں جدائی کے حالات پیدا ہو جانا جس کی وجہ سے بچوں کو چھوڑ دینا، ان کی نگرانی اور خیال رکھنا ترک کر دینا، ان کی محرومیوں کا پتا نہ لگانا، ان کی نفسیاتی حالات کی خبر گیری نہ کرنا اور ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھنا۔
2. ان کی زندگی میں فرصت اور فراغت۔
3. برے اور خراب لوگوں کے ساتھ میل ملاپ۔
4. والدین کی بری تربیت اور غلط طریقے سے پیش آنا۔
5. جرم اور حیا باختگی پر مشتمل فلمیں دیکھنا۔
6. والدین کا ان کی تربیت سے ہاتھ اٹھا لینا۔

یہ ایسے اسباب ہیں جن کے نتیجے میں بچوں میں مندرجہ ذیل عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں:

1. سگریٹ نوشی: جو صحت کے لیے نقصان دہ اور کینسر کا سبب ہے۔
2. نشہ آور اشیا کا استعمال۔
3. زنا کاری اور ہم جنس پرستی۔

روز قیامت اللہ رب العالمین کے سامنے اولاد کی سلسلے میں غفلت برتنے والے والدین کا محاسبہ ہوگا اور ان سے سوال کیا جائے گا۔ فرمان نبوی ہے:

''تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور اپنے رعیت کا ذمے دار، عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس کی رعیت کی ذمے دار، خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کا ذمے دار، چنانچہ تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کا ذمے دار۔''[1]

پردہ اور حجاب:

1. بچی کو بچپن ہی سے پردے کی ترغیب دینا، تاکہ بڑی ہو کر وہ اسے ضروری طور پر اپنا لے، اسے مختصر کپڑے نہ پہنائیں اور نہ اکیلی پینٹ یا شرٹ ہی، کیونکہ اس میں کافر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [853]

مردوں کی مشابہت ہے اور نوجوانوں کو فتنے اور ترغیب میں ڈالنے کا سبب۔ سات سال ہی کی عمر سے اس کو سکارف پہننے کا حکم دیں، بالغ ہوتے ہی اس کو چہرے کا پردہ کروا دیں اور وہ طویل ستر پوش کھلا برقعہ پہنا دیں جو اس کی عزت کی حفاظت کر سکتا ہو۔ قرآن کریم تمام ایماندار عورتوں کو حجاب کا حکم دیتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الأحزاب: 59]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ صاحب ایمان عورتوں کو بے پردہ ہونے اور بن ٹھن کر نکلنے سے منع کرتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے، اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

2. بچوں کو یہ نصیحت کریں کہ ہر جنس اپنے خاص لباس کی پابندی کرے تاکہ دوسری جنس سے ممتاز نظر آئے اور بدیسی لباسوں اور فیشنز، جیسے: تنگ پینٹ وغیرہ اور دیگر نقصان دہ عادتوں کو اپنانے سے بچیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار

کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز فرمایا: جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ انھی میں سے ہوگا۔[1]

والدین کو مندرجہ ذیل اشیاء کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:

1. لڑکے اور لڑکی کو بچپن ہی سے نماز کی تعلیم دیں تاکہ بڑے ہوکر وہ اس کی پابندی کریں، لہٰذا اس کو وضو اور نماز کی تعلیم دیں اور مسجد میں ساتھ لے کر جائیں۔
2. بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس پر ایمان کا بیج بو دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہمارا خالق، رازق اور مددگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی معبود حقیقی ہے۔
3. بچوں کو جنت کی ترغیب دلائیں کہ وہ صرف اس کے لیے ہے جو نماز پڑھے، روزے رکھے، والدین کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے والے اعمال کرے۔ اور ان کو جہنم سے ڈرائیں کہ یہ اس کے لیے ہے جو نماز ترک کرے، والدین کی نافرمانی کرے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے، اللہ تعالیٰ کی شریعت چھوڑ کر کسی اور قانون سے فیصلہ لے، دھوکے، جھوٹ اور بدکاری وغیرہ کے ذریعے لوگوں کا مال کھائے۔
4. بچوں کو یہ تعلیم دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اس اکیلے سے مدد مانگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

   ''جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر، اور جب تو مدد مانگے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ۔''[2]

5. بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں، ابتدا سورۃ فاتحہ اور دیگر چھوٹی سورتوں سے کریں اور التحیات یاد کروائیں۔ بچوں کی نماز پنجگانہ، جمعہ اور مسجد میں مردوں کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرنے پر حوصلہ افزائی کریں اگر وہ غلطی کریں تو انھیں بڑی نرمی سے سمجھائیں، نہ ان پر چیخیں نہ چلائیں کہ کہیں وہ نماز ہی نہ چھوڑ دیں اور ہم بعد میں گناہگار ہوں۔ اگر ہم اپنے بچپن اور کھیل کود کو یاد رکھیں تو انھیں معذور سمجھیں گے۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [2516]

حرام کاموں پر تنبیہ:

1. بچوں کو کفر، دشنام طرازی، لعن طعن کرنے اور بد زبانی کرنے پر خبردار کرنا چاہیے اور محبت بھرے انداز میں انھیں سمجھانا چاہیے کہ کفر حرام ہے، نقصان دہ اور جہنم میں لے جانے والا سبب ہے، ہم بھی ان کے سامنے اپنی زبانوں کی حفاظت کریں، تا کہ ان کے لیے بہترین نمونہ ثابت ہوں۔
2. بچوں کو ہر طرح کے جوئے بشمول لاٹری اور پھٹہ لگانے سے منع کرنا چاہیے، خواہ یہ دل لگی کے لیے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ انھیں قمار بازی کا عادی بنا سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں، یہ ان کے مال اور وقت کے لیے سراسر خسارہ ہے اور نمازوں کو ضائع کرنے کا سبب۔
3. بچوں کو فحش رسائل کا مطالعہ کرنے، ننگی تصویریں دیکھنے، جنسی اور پولیس کے کردار پر مشتمل کہانیاں پڑھنے سے منع کریں اور سینما یا ٹیلی ویژن پر ایسی فلمیں دیکھنے سے بھی انھیں روکیں، کیونکہ یہ ان کے اخلاق اور مستقبل دونوں کے لیے ضرر رساں ہے۔
4. بچوں کو سگریٹ نوشی سے باز رکھیں اور انھیں سمجھائیں کہ تمام ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ یہ جسم کے لیے نقصان دہ چیز ہے، کینسر پیدا کر دیتی ہے، دانتوں کو بوسیدہ کر دیتی ہے، بدبودار ہے، سینہ بند کر دیتی ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا پینا اور اس کی تجارت کرنا حرام ہے۔
5. بچوں کو قولاً اور فعلاً سچ کا عادی بنائیں، لہٰذا ہم خود بھی مذاق میں بھی ان کے ساتھ جھوٹ نہ بولیں جب ان کے ساتھ کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کریں۔ حدیث شریف میں ہے: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے سپرد کوئی امانت کی جائے تو خیانت کرتا ہے۔''[1]
6. ہم اپنے بچوں کو حرام کا مال نہ کھلائیں، جیسے رشوت، چوری، سود اور دھوکے سے کمایا

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [33] صحیح مسلم، رقم الحدیث [59]

ہوا مال، یہ ان کی بدبختی، سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ [التحریم: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگے سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔''

7. بچوں کو تباہی اور غضب کی بد دعا نہ دیں، کیونکہ کبھی، دعا اچھی ہو کہ بری، قبول ہوجاتی ہے، جو شاید ان کو مزید گمراہ کر دے، لہٰذا یہی کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اصلاح کرے۔

8. اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے ان کو خبردار کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ مُردوں کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا، وہ تو خود بندے ہیں، نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے ہی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس: 106]

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

ہم اپنے بچوں کو جنسی تعلیم کیسے دیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اس موضوع کا بہترین ابتدائیہ شرعی ابتدائیہ ہے، یعنی بلوغت کے آغاز پر جس کی ابتدائی علامات کے طور پر لڑکوں میں مسیں بھیگنا شروع ہوجاتی ہیں، زیر بغل بال اُگ آتے ہیں، لڑکے کی آواز درشت ہوجاتی ہے اور لڑکی کی آواز لوچدار، نیز لڑکیوں کے پستان ابھرنا شروع ہوجاتے ہیں۔ ان علامات کے ظہور کے ساتھ ہی ماں اور باپ لڑکی یا لڑکے کے اس نئے مرحلے میں داخل ہونے کے متعلق گفتگو کا آغاز کر دیں۔

اس بچپن کے مرحلے سے لے کر بلوغت یا لڑکپن کی عمر تک پہنچنے تک اس پر کوئی شرعی پابندی عائد نہیں ہوتی تھی، جبکہ اب اس مرحلے میں وہ شرعی امور کا پابند ہو چکا ہے،

اب وہ واجبات اور پابندیاں جو کبھی صرف اس کے لیے مستحب تھیں، اب فرائض کی شکل میں تبدیل ہوچکی ہیں، ان فرائض میں پہلا درجہ نماز کا ہے، جس کے لیے طہارت شرط ہے۔ بچپن میں یہ طہارت صرف وضو کا نام تھی، لیکن اب جبکہ وہ بچوں کی صف سے نکل کر بڑوں کی صف میں قدم رکھ رہا ہے تو جسم میں کئی اندرونی جسمانی تبدیلیوں کے باعث کئی دیگر امور سے طہارت بھی مطلوب ہے۔ پھر بڑے سادہ مگر سائنسی انداز میں اس کے جسم میں عضوی اور ہارمونز کی وجہ سے ہونے والی تبدیلیوں کی تشریح کریں، جس کی وجہ سے وہ بالغ ہوجاتا ہے، لڑکے میں اس کی علامت احتلام کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور لڑکی میں ماہواری شروع ہونے کے ساتھ۔

یہ ضروری ہے کہ یہ گفتگو وضاحت اور صراحت کے ساتھ بغیر کسی جھجک کے ہو، کیونکہ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے پہلے تاثرات بچے کے ذہن میں منتقل ہوکر اس پر ثبت ہوجاتے ہیں اور مستقبل میں اس کی زندگی پر خطرناک اثرات مرتب کرتے ہیں۔

پھر اس گفتگو میں یہ تیسرا نقطہ بھی زیر بحث رہنا چاہیے کہ انسانی جسم میں ہونے والی ان تبدیلیوں میں کیا حکمت ہے، زمین کی آبادکاری کے لیے افزائش نسل میں ان کا کس حد تک کردار ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں جنسوں کے مابین باہمی کشش اور جاذبیت اس حکمت کے پیش نظر پیدا کی ہے، یہ ایک پیغام ہے، جسے انسان اپنی زندگی میں ادا کرتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ یہ اپنی فطری چال کے مطابق منزل پر رواں دواں رہے اور مناسب وقت پر اپنی منزل تک پہنچ جائے، جو شادی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھی ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کرے، کیونکہ یہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

پھر مختصر انداز میں غیر ضروری تفصیلات میں جائے بغیر جنسی تصرفات کی نقصان دہ صورتوں کے متعلق گفتگو کی جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے خلاف آواز ہے جو اس نے ہم میں رکھی ہے، اور یہ حقیقت جنس کو ہولناک یا خوفناک یا کوئی گندی ترین چیز بنا کر پیش نہ کی جائے۔

اس طرح ماں، باپ، بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان ایک کھلی اور مستقل بات چیت کا آغاز ہوجائے گا، یعنی ہمیں انھیں یہ یقین دہانی کروانی ہوگی کہ اس سلسلے میں ہم ہی بنیادی ذریعہ معلومات ہیں، اس لیے جب کوئی اپنی ذات میں ایسی بات محسوس کرے، یا کوئی چیز پڑھے یا سنے، یا اس کے ذہن میں کوئی سوال آئے تو وہ اپنا سوال لے کر ہمارے پاس آئے، ہم ہمیشہ کھلے دل اور پوری توجہ کے ساتھ اس کے سوال کا استقبال کریں گے، اس موضوع پر گفتگو کرنے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کسی دوسرے کے لیے پریشانی، لیکن مناسب وقت اور مناسب طریقہ بہر حال ضروری ہے۔

پھر جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جائیں تو ہمیں بھی ان کے قریب رہنا چاہیے، تاکہ ہم انھیں اطمینان دلا سکیں ان کی پریشانی دور کر سکیں اور ان کے ساتھ وہ طریقہ اپنائیں جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم انھیں عملی مدد بھی فراہم کریں، مثلاً لڑکے کو غسل کے انداز سکھائیں اور لڑکی کو صحت بخش پیڈز وغیرہ استعمال کرنے کا صحیح طریقہ سکھائیں، انھیں یہ احساس دلائیں کہ یہ جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے، یہ ان کے لیے قابل فخر چیز ہے، کیونکہ اب وہ بڑوں کی دنیا میں داخل ہو چکے ہیں اور یہ بالکل فطری چیز ہے، جو پیدا ہوئی ہے، اس میں شرمندگی یا پریشانی کی کوئی بات نہیں، کیونکہ لڑکپن میں خصوصاً لڑکیوں پر یہ احساسات چھائے رہتے ہیں۔

اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ان کی علمی اور قابل اعتماد مواد کی طرف راہنمائی کریں اگر وہ اس قابل ہوں، تاکہ علمی طبی کتب کے ذریعے وہ اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں، یا اس سلسلے میں انھیں بعض ریکارڈ شدہ لیکچرز کی کیسٹیں مہیا کر دی جائیں یا بعض جدید اور مفید رسائل مہیا کر دیے جائیں جو اس جیسے موضوعات کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوں، اس انداز کے ساتھ گویا ہم نے حال اور مستقبل میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے انھیں صحیح راستے پر چلا دیا ہے۔

پھر بالغ ہونے کے بعد بھی ان کی خبر گیری کر کے یہ مدد جاری رہنی چاہیے، ان کے سوالات کے موضوع تلاش کرتے رہنا چاہیے اور ان کے ذہنوں میں شادی اور جنس کے

متعلق پیدا ہونے والے سوالات کا سادہ اور واضح انداز میں جواب دینے کے لیے مواقع کی تلاش میں رہنا چاہیے، جس میں نہ کوئی ڈانٹ ہو نہ سوال سے فرار۔

کیونکہ اگر انھیں ماں باپ سے جواب نہ ملا تو وہ اس کا جواب اپنے خصوصی ذرائع سے ان کے تمام تر نقصانات اور دھوکا دہی کے باوجود حاصل کر لیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کی معقول انداز میں تربیت کریں اور بھاگنے کے بغیر حقائق کی وضاحت کرنے کی کوشش کریں، تاکہ انھیں جنسی زندگی کے بعض پہلوؤں میں ناواقفیت اور نفسیاتی بحرانوں یا مجرمانہ افکار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے نجات دلا سکیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے صحابہ اور صحابیات کو بڑی پاکیزہ زبان اور سادہ اور معتدل انداز میں اس کی تعلیم دے کر یہ کام کیا ہے، کیونکہ جنس زندگی کا ایک لازمی جزو ہے اور اسلام اس کا اعتراف کرتا ہے، اس لیے اس کے ساتھ پیش آنے کے لیے اس نے صحیح خطوط متعین کیے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حسبِ ضرورت جنس کے متعلق علانیہ انداز میں گفت وشنید ہوتی، اور آپ ﷺ بہترین معلم تھے۔

جنسی فلموں (Adult Movies) کے اثرات:

جنسی فلمیں بھی ان مغربی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہیں جو فلموں اور تصویروں کے ظہور کے ساتھ ہی معاشرے میں عام ہوگئیں۔ سیٹلائٹ چینلز کے عام ہونے کی وجہ سے یہ فلمیں انتہائی وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہیں، کیونکہ ان کی براڈ کاسٹنگ بالکل اوپن ہے، لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان فلموں کو دیکھتی ہے اور غیر محسوس انداز میں ان سے متأثر بھی ہوتی ہے۔

میں یہاں ان فلموں کے نقصانات اور منفی پہلوؤں کو پیش نہیں کروں گا، کیونکہ ہر آدمی تھوڑے سے غور وفکر کے بعد ان کا ادراک کرسکتا ہے، لیکن میں ایک انتہائی اہم نقطے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ آپ کی توجہ حاصل رہے گی۔

ازدواجی تعلق ایک کثیر جہتی لطف ہے اور ان تمام جوانب میں سب سے زیادہ لطف کیش جنسی ملاپ ہے، جو انسان کی محسوس کی جانے والی تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے، اور

یہ لذت صرف جماع کی لذت ہی نہیں بلکہ اس میں رومانوی گفتگو، چھیڑ چھاڑ، ناز و انداز، روکنا اور لبھانا، محبت کے کھیل اور بوسے بہت کچھ شامل ہے، یہ لذت بدنی ملاپ کے ذریعے انتہا کو پہنچتی اور تکمیل پاتی ہے۔ اگر اس طریقے سے جنسی ملاپ کو ہم اعداد سے ظاہر کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں 100 میں سے 90 نمبر حاصل ہو سکتے ہیں اور اگر دونوں فریق ہی آسودہ ہو جائیں تو 100 میں سے 100 بھی ممکن ہیں۔

رہا ان سیکسی فلموں کا سوال تو یہ درحقیقت زنا، بدکاری اور نافرمانی کی دنیا کی تصویر کشی کرتی ہیں، جس میں اس جنسی عظمت اور ان بلند مرتبہ احساسات کا کوئی وجود نہیں ہوتا جن سے انسان لطف اندوز ہوتا ہے اور جو اس کے جذبات کو سرشار کر دیتے ہیں، بلکہ ان فلموں میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے میں ہیجان خیزی پیدا کرنے کے لیے براہ راست ایک دوسرے کے جنسی اعضا کو چوما چاٹا جاتا ہے، پھر مختلف طریقوں سے بلاواسطہ جماع کیا جاتا ہے اور آدمی کے انزال کے ساتھ ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

عموماً جنسی فلموں کی یہی فہرست ہوتی ہے، اور یہ فلمیں مرد و عورت کے تعلق کا غلط تصور پیش کرتی ہیں۔ جس طرح پہلے ذکر ہوا کہ یہ تو زنا کاری اور بدکاری کی دنیا کی تصویر کشی ہے جس میں صرف یہی مطلوب ہوتا ہے کہ جلد از جلد براہ راست دیگر مخصوص جذبات کو خاطر میں لائے بغیر شہوت پوری کی جائے، لہٰذا یہ مرد و عورت کے درمیان حقیقی اور مطلوبہ ضرورت کی صورت گری نہیں کرتیں، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ جو ان افلام سے متأثر ہوتا ہے جس طرح ان فلموں میں دیکھتا ہے بالکل اسی طرح اپنی بیوی کے ساتھ بھی کرنا چاہتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی بیوی اس سے نفرت کھانے لگتی ہے، کیونکہ فلموں میں جو کچھ بدکار عورتیں کرتی ہیں ایک عام عورت کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

چنانچہ مرد و عورت کے درمیان جنسی ملاپ سے پہلے نزاکت بھرے انداز اور لطف انگیز خیالات کا ایک جہاں گزرتا ہے، پھر کہیں جا کر جسمانی ملاپ کے ذریعے اس عمل کی تاج پوشی کی جاتی ہے۔ لیکن فلموں میں مختلف آسنوں میں براہ راست مجامعت کی جاتی ہے اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے، جو مکمل انداز میں ان فلموں کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ کلیتًا اپنی زندگی

کو برباد کرے گا اور بیش قیمت لذتوں سے محروم رہے گا۔

اگر اس لذت کا اعداد کے ساتھ اندازہ لگایا جائے تو صرف 20 فیصد لذت اور لطف اندوزی حاصل ہوگی۔ اس لیے جو ان فلموں میں پیش کیا جاتا ہے اس سے دھوکا نہ کھائیں، کیونکہ یہ میاں بیوی کے اتصال سے حاصل ہونے والی لذت کی غیر حقیقی اور بے اعتبار صورت ہے۔

کتنی عورتیں اپنے خاوندوں کے اس خلل اور جنسی ملاپ میں کوتاہی کی شکایت کرتی ہیں، جبکہ ایسے خاوند بھی اپنے آپ کو بیش قیمت جذبات اور لذتوں سے محروم رکھتے ہیں۔

لہٰذا خاوندوں کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے احساسات اور جذبات کو بڑھائیں اور لذت کی ایک ایسی دنیا میں داخل ہوجائیں جس سے پہلے وہ ناآشنا تھے، اپنی خواہشات اور شہوت کو نزاکت بھرے خوبصورت احساسات کی دنیا میں جا کر تسکین پہنچائیں ان جنسی فلموں سے دھوکا نہ کھائیں اور 100 فیصد جنس سے لطف اندوز ہوں۔

جنسی محرکات کا دباؤ:

جنسی محرکات اور ہیجان خیزیوں سے مکمل دور رہنا انتہائی مشکل ہے، لیکن بھڑکتے ہوئے برہنہ یا ایسے لباس پوش جسموں سے نگاہ جھکا کر رہنا ممکن ضرور ہے جو چھپانے سے زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ لڑکیاں غلط سودے بازی کا شکار ہوجاتی ہیں، اسلام میں شرعی حجاب ہی درست سودے بازی ہے، جس کی یہ تحریر ہے کہ اگر آپ دیکھنا متمتع ہونا چاہتے ہیں اور ایسا... ایسا... کرنا چاہتے ہیں، ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا اور یہ لطف اندوزی اس عظیم معاہدے کا اہم جزو ہوگی، جو شادی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

اس میں آپ اپنی حقیقی ذمے داری ادا کرنے کے عوض اپنی مرضی کے مطابق لطف اندوز ہوسکیں گے۔

لیکن لباس پہن کر بھی برہنہ رہنے والی عورتیں غلط سودے بازی کی پیش کش کرتی ہیں، جس کا ماٹو یہ ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ مفت سیمپل ہے، رقم ادا کریں اور مزید حاصل کریں۔

مشکل تو یہ ہے کہ برہنہ پن (Nudity) شہوت اور لذت کے لباس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور یہ کام غیر مناسب جگہ کرنا ہماری ثقافت اور معاشرے کے لیے انتہائی زیادہ تشویشناک اور پریشان کن ہے، یہ وہ مصیبت ہے جو عام ہوچکی ہے اور وہ انار کی ہے جو پھیل چکی ہے اور پھیل رہی ہے۔ میں ان لڑکیوں پر غصے کا جام لنڈھانے کا قائل نہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر صرف فارغ رہتی ہیں۔ لیکن فطرت کی بری نہیں ہوتیں، لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو آگ کے درمیان رکھ کر یہ تو نہ کہیں کہ یہ مجھے جھلسا رہی ہے۔

نوجوان کے لیے ہمیشہ یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان محرکات پر کبھی نظر ہی نہ ڈالے، لیکن وہ ان سے صرف نظر اور چشم پوشی ضرور کر سکتا ہے تاکہ یہ اس کے لیے بعد میں کسی تکلیف یا نقصان کا سبب نہ بنیں۔ لیکن نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب کوئی مٹکتے ہوئے کولہے دیکھے تو نظر ان کے پیچھے لگ جاتی ہے دل رقص کرنے لگتا ہے اور شہوت بھڑک اٹھتی ہے، اس طرح جب کسی کی نظر ابھرے ہوئے پستانوں پر پڑ جائے تو سوچ وہیں ٹھہر جاتی ہے اور خیالات بے لگام ہوجاتے ہیں۔

جب آپ دیکھیں کہ کسی لڑکی نے ہونٹوں پر سرخی لگائی ہوئی ہے، آنکھیں بنائی ہوئی ہیں، بال کھلے چھوڑے ہیں، اور جسم کا انگ انگ دعوتِ نظارہ دے رہا ہے تو آپ پہلی نظر ہی پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ اس کے بعد دوسری نظر اٹھے گی، پھر تیسری... اور خیالات اس قدر شوریدہ سر ہوجائیں گے کہ وہ اس لڑکی کو لمحوں میں بے لباس کر کے دکھا دیں گے، عموماً جو سوتے اور جاگتے خوابوں میں ہوتا ہے۔

اس تیز ہوتے ہوئے چکر کو بڑی حد تک عقلمندی، پاکدامنی اور مصروف کار رہنے کے ساتھ روکا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس میں ناکامی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ناکام ہیں یا ضعیف، یہ نہیں کہ ایسا ممکن ہی نہیں۔ ایک طاقتور مومن ہر معاملے میں ایک کمزور مومن سے کہیں بہتر ہے، جو آپ کے لیے فائدہ مند ہو اس کے طالب رہیں، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور عاجز نہ آئیں یہ نہ کہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ویسا ہوتا، لیکن یہ کہیں جو اللہ

نے لکھا اور چاہا وہ کر دیا۔

یہ اس بزرگوار ہستی کی سنہری نصیحت ہے جو خواہش کی پیروی میں نہیں بولتی، لہٰذا ایک طاقتور مومن بن کر رہیں، یہ بخدا آپ کے جنسی اعضا اور ان کی نفسیاتی اور عضوی کارکردگی کے حال اور مستقبل دونوں ہی کے لیے سب سے بہتر ہے۔

طاقتور مومن بنیں، آپ کے سامنے زندگی اپنے تمام تر پہلوؤں کے ساتھ موجود ہے، جنھیں آپ ترک کر رہے ہیں، جنس بھی آپ کے سامنے ہے، اس کے متعلق سیکھیں اور مختلف ذرائع استعمال کر کے اس کے متعلق لوگوں کے تجربات اور حالات سے مستفید ہوں، شادی کی تیاری کریں اور اسے جلدی سے جلدی کروانے کی بھرپور کوشش کریں۔

جب کبھی شہوت کا گھوڑا پھسل جائے، بھڑک اٹھے، لگام ہاتھ سے چھوٹنے کا خطرہ پیدا ہو جائے، سینہ پھٹنے کو آ جائے اور حرام کاری کے مواقع آسانی سے فراہم ہوں تو کہیں ''میں اللہ رب العالمین سے خوف محسوس کرتا ہوں۔''

برادران! مرد بنیں، ہماری امت کو مردوں کی ضرورت ہے، اور شادی کریں تا کہ آپ کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو جائے کہ جنس اس قدر خطرناک اور اہمیت کی حامل نہیں جس طرح ہمارے علاقوں اور ملکوں میں ہماری موجودہ مغربی زندگی اس کا تصور پیش کرتی ہے۔ یہ دباؤ اور اصرار سے لبریز جنسی خیال کچھ تو اپنی اصل کے اعتبار سے فطری ہے، لیکن زیادہ تر مصنوعی اور درآمد شدہ ہے جس کا حل صرف شادی ہے۔

اسے مشکل بنانا بہت بڑی عار، ہمارے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور تباہ کن سانحہ ہے، ہمیں فرداً فرداً اور اجتماعی شکل میں بھی اس سے بری ہونا چاہیے، جس معاشرے میں شادی کرنا مشکل ہو جائے وہاں اسلام پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسلامی نظام پر عمل پیرا ہونا ایسے معاشرے ہی میں ممکن ہوتا ہے جس میں زنا کاری شادی سے مشکل ہو اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہو جائے تو پھر یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہوگی جس میں ہم سب اپنے مرتبے اور کردار کے مطابق گناہگار ہوں گے۔

یہاں والدین کی خدمت میں یہ گزارش کی جاتی ہے کہ خدارا اپنے مطالبات میں

کمی کریں، اپنے اعتراضات کو چھوڑ دیں، جو بعض اوقات انتہائی نا معقول اور بیہودہ ہوتے ہیں، اور اپنے بیٹے بیٹیوں کی شادی کے لیے بھرپور کوشش کریں، یہ ان گاڑیوں اور بعض تعلیمی ضروریات سے کہیں بہتر ہے جو وہ اپنی اولاد کو مہیا کرتے ہیں، کیونکہ یہ صاحب حیثیت والدین کا اپنی اولاد کے اہم ترین حقوق میں سے ہے۔

اسی طرح نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے بھی یہ اپیل کی جاتی ہے کہ وہ ان کانوں، آنکھوں، جسموں اور عقلوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈریں جو عطیہ خداوندی ہیں، زمین کو اپنے فکر و فن اور ثقافت سے آباد کریں، امت کو زبوں حالی سے نکالیں، اپنے آپ کو عقلی پختگی، معرفت اور سیکھنے اور عمل کرنے کے ساتھ گھریلو ذمے داریوں کے اٹھانے کے قابل بنائیں اور جلد از جلد نفسیاتی اور مادی طور پر تیار ہو جائیں۔

مشت زنی (Musterbation):

مشت زنی نوجوانوں میں ایک عام جنسی مشغلہ ہے جس کے متعلق فقہی اور طبی طور پر بہت زیادہ شور مچایا جاتا ہے۔ ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی جسمانی اور نفسیاتی تاثیر ہر شخص کے لحاظ سے مختلف ہے۔

جلق لگانے کے بہت زیادہ اسباب ہیں، جو انکشاف کرنے کی رغبت سے شروع ہو کر عقل و جسم میں بھڑکتی ہوئی شہوت کی آگ کو تسکین پہنچانے کے لیے کسی ساتھی کے نہ ہونے کی وجہ سے صرف اپنی ذات پر انحصار کرنے کی کوششوں تک جا پہنچتے ہیں، بالغ غیر شادی شدہ افراد اس علت کی لت میں پڑ جاتے ہیں، اگر بیس کی دہائی اس عادت کا عادی (Addicted) ہوئے بغیر گزر جائے تو بعد میں آنے والے سالوں میں اس کا شکار ہو جانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، کیونکہ شہوت مختلف ہوتی ہے اور ترجیحات بڑھ جاتی ہیں، اگرچہ بعض افراد شادی شدہ ہو کر بھی اس کے عادی رہتے ہیں۔

چنانچہ ہم اس بات کا تعین کر سکتے ہیں کہ بیوی کے ساتھ مکمل آسودگی مہیا کرنے والے جماع کے علاوہ ہر جنسی آسودگی کی کوشش بہت سی جنسی اور نفسیاتی مشکلات پیدا کر دیتی ہے، جو درجہ بدرجہ ذہنی تناؤ اور پریشانی سے شروع ہو کر بعض اوقات مکمل نفسیاتی اور

جنسی معذوری تک پہنچا دیتی ہے۔

مشت زنی کی وجہ سے پریشانی کے اثرات بعض اوقات تو متوسط ہوتے ہیں اور بعض اوقات انتہائی دور رس، یہ ایک عارضی تسکین اور شہوت کے لیے محض دھوکا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ غیر مطلوب انداز میں جنسی آسودگی حاصل کرنے کی ایک مستقل اور منظم پریکٹس ہے، جبکہ بھرپور تسکین اور مکمل آسودگی جماع ہی سے ممکن ہے۔

لہٰذا مشت زنی حل پیش کرنے کے بجائے ایک نئی پریشانی جنم دیتی ہے، لیکن اس مرحلے میں جسم میں پھڑکنے والی طاقت اور ذہن کو دغدغانے والے خیالات کا کیا کیا جائے؟ یہ طاقت نشو ونما پانے کی طاقت ہے، پختگی کی طاقت ہے، زندگی کی طاقت ہے اور زندگی محض جنس نہیں! یہ صحیح بات ہے کہ نوجوانی کے مرحلے میں جنس ایک انتہائی محرک موضوع شمار ہوتا ہے، اور یہ عمر کے اس مرحلے کے تقاضے کے مطابق ایک فطری چیز ہے، تاہم یہ انتہائی ضروری ہے کہ صرف یہی ایک ترجیح نہیں ہونی چاہیے۔

اگر ہم ایک طرف یہ سمجھتے ہیں کہ عمر کے اس مرحلے میں جنسی دلچسپی پر پابندی لگانا ایک غیر صحتمند اور غیر انسانی رویہ ہے تو دوسری طرف ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ اہتمام ہوشمندانہ شکل اختیار کرے، جو علمی معرفت پر مشتمل ہو نہ کہ عام منتشر جہالت پر۔ نیز صرف جنس کو اتنی زیادہ اہمیت دینا کہ تمام تر سوچوں کی یہی محور بنی رہے، دوسری جانب سے ایک نامناسب رویہ ہے۔

حقیقت میں فراغت ہی سب سے بڑا دشمن ہے، جب نہ کوئی ثقافتی سرگرمی ہو، نہ علمی، نہ ادبی، نہ فنی، نہ جسمانی اور زندگی کا نہ کوئی مقصد ہو نہ کوئی نقطۂ نظر ہی، تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ نوجوانی، جو معرفت حاصل کرنے کی رغبت، ہر نئی چیز میں کود پڑنے کی خواہش، خطرات سے کھیلنے کی عادت، اور کام کرنے کی لگن کا نام ہے، اس کی تمام تر طاقتیں بڑے گہرے انداز میں جنس کے محور کے گرد ہی گھومنے لگتی ہے۔

بعض فقہاء کا یہ موقف ہے کہ مشت زنی زنا کاری سے بہتر ہے اور پاکدامنی ان دونوں ہی سے افضل۔ یہاں ہم اس ناقابل فراموش نصیحت کی طرف آتے ہیں جو رسول

اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ جو تم میں سے شادی کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ شادی کرے، کیونکہ یہ غضِ بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور جو استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزہ رکھے، یہ اس کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔"[1]

صوم (روزے) کا لغوی معنی ہوتا ہے: رک جانا۔ یہاں اس سے مراد صرف کھانے پینے ہی سے رکنا نہیں بلکہ ہر ہیجان خیز اور اشتعال انگیز چیز سے رکنا ہے۔ اس کے بعد توجہ کو دوسرے معاملات میں بانٹ دینا۔

جسمانی طاقت کو ایسی سرگرمیوں میں لگانے کی ضرورت ہوتی ہے جو جسم کو صحیح بنائیں اور اس کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ذہنی طاقت کو ایسی سرگرمیوں میں لگانے کی ضرورت ہوتی ہے جو عقل کی ضروریات پوری کریں۔ اور روحانی طاقت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مشت زنی کا علاج:

مشت زنی کی سب سے بڑی پریشانی اس کے متوسط اور دور رس نفسیاتی اثرات میں ہوتی ہے، جب کہ عضوی اثرات کا علاج غذاؤں اور وٹامنز کے ذریعہ آسانی سے ہوجاتا ہے۔ نفسیاتی پریشانی فراغت اور خالی پن سے پیدا ہوتی ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ خاص مناظر کو دیکھنے سے، یا خیالی دنیا میں رہنے والے افراد کے خیالوں میں جنسی تحریک پیدا کر دیتی ہے۔

یہ تحریک نفسیاتی تناؤ، اور جنسی اعضا میں خون کا انجماد پیدا کر دیتی ہے اور یہ فطری چیز ہے کہ اس تناؤ اور گھٹن میں کمی صرف بیوی کے ساتھ مکمل آسودگی مہیا کرنے والے جماع ہی کے ذریعے ممکن ہے لیکن مشت زنی کا عادی ہونے کی وجہ سے بیوی کے ساتھ جماع کافی نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات حقیقی جنسی لذت ہی حاصل نہیں ہوتی، جب تک مشت زنی نہ کی جائے، بعض اوقات آدمی اپنی بیوی کے سامنے ہی یا پھر بستر پر جلق لگا لیتا ہے، تاکہ اس متبادل لذت کو حاصل کر سکے جو اس کو بیوی کے ساتھ ملاپ کی صورت میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2046] صحيح مسلم، رقم الحديث [1400]

بھی حاصل نہیں ہوتی۔

مشت زنی کے بعد تھوڑی دیر تک جسمانی اور نفسیاتی راحت محسوس ہوتی رہتی ہے، اس کے بعد احساس گناہ اور ضمیر کی سرزنش کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے، یہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک نئے سرے سے جنسی تحریک پیدا نہ ہو اور ذہنی تناؤ، پریشانی اور گھٹن کا احساس بڑھ نہ جائے، پھر اس کے بعد مشت زنی کی جاتی ہے اور پھر راحت محسوس ہوتی ہے، اس کے علاج کے لیے سب سے پہلے اس فراغت کو ختم کرنا ہوگا جو مختلف جگہوں پر ممکن ہے۔

(1) جنسی تحریکات۔

شہوت بھڑکانے والے اسباب ختم کیے جائیں، مثلاً گندی تصویریں اور فلمیں وغیرہ، یا کوئی اور خاص سبب مثلاً خاوند بیوی سے دور ہو، یا وہ حالت حیض میں ہو، لیکن غیر شادی شدہ کے لیے ان اسباب کا قلع قمع کرنا نہایت ضروری ہے اور یہ علاج میں اہم نکتہ ہے۔

(2) شہوت رانی۔

شہوت کو بعض دوائیں کم مقدار میں استعمال کر کے تسکین دی جا سکتی ہے، بعض سپیشلسٹ رات کو ترپٹزول (Treptizul) 25mg یا میلیریل (Milleril) 30mg کی ایک خوراک تجویز کرتے ہیں۔ یہ دوائیں جنسی خواہش پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ایستادگی پر اثر انداز ہو کر اس میں کمی کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو ایکسرسائز، جسمانی اور فکری صحت مند سرگرمیوں میں لازمی طور پر استعمال کرنا بھی اہم ہے۔ کیونکہ اس مسئلے کا اہم حصہ نفسیاتی، ذہنی اور جسمانی سستی اور فراغت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، لہٰذا اس فراغت کو مشغول رکھنا علاج کا اہم حصہ ہے۔

(3) مشت زنی۔

مشت زنی چونکہ ایک عادت کے تحت اعصابی تناؤ کم کرنے کے لیے اور عارضی لذت اور راحت کے حصول کے لیے کی جاتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس عادت کے خلاف مشق کی جائے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ جنسی ہیجان خیزی کو اس کے معروف وسائل کے

ساتھ مربوط رکھے اور اس کے فوراً بعد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے، یہاں رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کی حکمت روشن ہوتی ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ''اگر کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی کے پاس آئے، یہ اس کے دل میں آنے والے خیالات کو ختم کر دے گا۔''[1]

اگر بیوی کے پاس کوئی شرعی عذر ہو یا آدمی اس سے دور ہو تو ان محرکات سے دور رہنا انتہائی ضروری ہے۔

کنوارہ یا شادی شدہ شخص ہیجان خیزی اور مشت زنی کے تعلق کو توڑنے کے لیے کئی وسائل استعمال کر سکتا ہے جو اس کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے ہاتھوں میں دستانے پہن لیتے ہیں، کچھ انگشتری پہن لیتے ہیں، کچھ ہیجان خیزی کے وقت بدبودار مادہ مل لیتے ہیں یا کچھ اپنے ہاتھ میں کوئی دھاگا باندھ لیتے ہیں، جو انھیں جلق لگانے سے روکے رکھتا ہے۔

لہٰذا ہیجان خیزی اور مشت زنی کے درمیان تعلق اور متابعت کو توڑنا ایک بنیادی چیز ہے، ہر شخص اپنے حال کے مطابق کوئی ذریعہ اختیار کر سکتا ہے، یہاں ذہن آزمائی کا میدان کھلا ہے۔ اگر مشت زنی سرزد ہو جائے تو ایسا کرنے والا فوراً کوئی جسمانی تکلیف دہ سزا بھی مقرر کر سکتا ہے، اس تعلق کو توڑنے میں کامیابی کی صورت میں اور جنسی تحریک پیدا ہونے کے نتیجے میں مشت زنی سے باز رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو کوئی پسندیدہ گفٹ دے، مثلاً کوئی مزیدار کھانے کی چیز وغیرہ۔

جب مشت زنی کرنے والا مشت زنی کے بعد اپنے آپ کو کوئی سزا دے لے تو یہ سزا اس کے لیے اس کے نفس کو ملامت اور سرزنش کرنے کے احساس کی جگہ لے لے گی، کیونکہ یہ ملامت بے فائدہ ہے اور غیر مفید تکلیف میں نفسیاتی طاقت برباد کرتی ہے آئندہ مزید بہتر انداز میں نفس اس کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

اگر بار بار مشت زنی کی جائے تو ہر مرتبہ اس سزا کو بڑھا دیا جائے اور اگر بار بار کامیابی حاصل ہو تو انعام میں بھی اضافہ کر دینا چاہیے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1403]

④ متوازی پروگرامز (Parallel Programs):

خاوند کے لیے اپنی بیوی کا جنسی اعتبار سے دوبارہ انکشاف کرنا ضروری ہے، جو تدریجی پروگرام کے ذریعے ممکن ہے، جس میں ہیجان پیدا کرنے والے امور مثلاً تصویریں خیالات اور بیوی کے جسم اور اعضاء کے ساتھ ایک ربط پیدا کیا جاتا ہے، اس مقصد کے لیے میاں بیوی کے درمیان جنسی ملاقاتیں ہوں اور وہ ان ملاقاتوں میں بالکل برہنہ ہوجائیں، جس میں صرف ایک دوسرے کے جسم کو نرمی، سکون اور غور وفکر کے انداز میں چھوا جائے، محسوس کیا جائے، اور مکمل جنسی ملاپ سے پرہیز کیا جائے، اس مشق کا مقصد یہ ہے کہ جنسی شہوت کو طبعی انداز میں مطمئن کرنے کے لیے ذہنی نفسیاتی اور مادی اعتبار لوٹایا جائے۔

یہ پروگرام اس وقت کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے جب ہیجان خیز تحریکات اور بیوی کے جسم اور اعضا کے درمیان اس انداز میں ایک تعلق پیدا ہوجائے کہ ایک طرح تو یہ ہیجان خیز محرکات ہوں اور دوسری طرف قضاء شہوت کے لیے میدان عمل ہو۔

⑤ غیر شادی شدہ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ وہ شادی کرے، کیونکہ شرم گاہ اور نگاہ کی حفاظت صرف اسی سے ممکن ہے اور علاج کا اہم حصہ یہ ہے کہ جب تک شادی نہ ہو وہ روزہ رکھے اور ان نکات کو بھی یاد رکھا جائے جن کا ذکر ہوا ہے۔

⑥ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مشت زنی کا علاج مشکل نہیں اس سے رک جانا ممکن ہے، لیکن اہم بات یہ ہے کہ بعض اوقات اس کے اثرات کا علاج مشکل ہوجاتا ہے، جن میں سرعت انزال بھی شامل ہے۔

⑦ یہ بھی ذہن میں رہے کہ توبہ کرنے سے گناہ مٹ جاتا ہے، مگر شیطان اور برائی کا حکم دینے والا نفس بعض اوقات انسان کے احساسات کے ساتھ کھیلتے ہیں، اس میں مایوسی پیدا کر دیتے ہیں اور اس کے تصور میں یہ منظر کشی کرتے ہیں جس میں وہ ٹوٹا ہوا اور شکست خوردہ نظر آتا ہے، جبکہ گناہ سے توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

میں ان لوگوں سے جو ابھی مشت زنی کے سفر کے آغاز پر ہیں یا آدھا راستہ طے کر

چکے ہیں، صرف یہی بات کہنا چاہوں گا کہ مزید آگے نہ بڑھیں، وگرنہ مشکل دو چند ہو جائے گی اور جنھوں نے ایک بہت بڑا چکر کاٹ لیا ہے، ان سے کہوں گا کہ تم انتہا کے قریب ہو چکے ہو، لہٰذا اس مشکل گھاٹی کو عبور کر جاؤ۔

اتنی تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد میں اس بات پر بھی متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ ضرورت کے وقت ماہر نفسیات سے مشورہ لینا بھی ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرتے رہیں، ہر مشکل میں وہ بہترین مدد گار ہے۔

کیا مشت زنی حافظہ کمزور کر دیتی ہے؟

مشت زنی حافظہ کمزور نہیں کرتی، مشت زنی کے متعلق یہ غلط بات اور سوچ مشہور ہو چکی ہے، لیکن جلق لگانے کے لیے ہر وقت جنسی تصویروں میں ذہن کے کھوئے رہنے اور ان کے حصول کے لیے غور وفکر کرتے رہنے کی وجہ سے ذہن منتشر رہتا ہے اور توجہ منقسم رہتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی چیزوں کو اچھی طرح یاد رکھنے پر قادر نہیں رہتا اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا حافظہ کمزور ہو چکا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ مشت زنی ترک کر دینے کی وجہ سے ذہن ایسے تمام تر خیالات اور مصروفیات سے خالی ہو جائے گا جو غور کرنے اور توجہ مرکوز رکھنے سے روکے رکھتی ہیں، لہٰذا یاد کرنے اور برجستہ گوئی کی طاقت فطری انداز میں بحال ہو جائے گی۔

رسول کریم ﷺ نے عقل کی حفاظت کی دعوت دے کر بالکل صحیح اور سچ فرمایا ہے، لہٰذا مشت زنی میں ترکیز کم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے حافظہ معلومات کو صحیح طریقے سے محفوظ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے اور پھر وہ بہت جلد بھول جاتی ہے۔

ممنوع جماع:

عورت کی مقعد میں دخول کرنا (Anal Sex) ایک ایسا جنسی مسئلہ ہے جو عام ہوتا جا رہا ہے، بہت ساری مشکلات کو جنم دے رہا ہے اور اس کے متعلق تسلی بخش تفصیلات بھی منظر عام پر نہیں آئیں۔

اس جنسی ملاپ کو عام کرنے میں جنسی فلموں اور سیکسی رسالوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، جس کی وجہ سے کئی جاہل قسم کے مرد یہ تصور کرتے ہیں کہ عورت کی مقعد میں دخول کرنا اس کی فرج میں دخول کرنے کے مانند ہی ہے۔

اس مسئلے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

1. مغربی معاشرے جن میں مقعد میں دخول (Anal Sex) عام ہے، ایسے معاشروں ہیں جو جنسی معاملات میں ہر طرح کی پابندیوں سے مادر پدر آزاد ہیں۔ ان کے پاس کوئی ایسا اخلاقی ضابطہ نہیں جو ان کو اپنی خواہشات میں فرق کرنے اور ہر طریقے سے ان کو خوش کرنے سے روک سکتا ہو، لہٰذا ان کے ہاں شہوت ہی وہ قابل اطاعت سردار اور حاکم ہے جس کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی۔
2. ہمارے اسلامی معاشروں میں ہمارا اپنا دین ہے، طور طریقے اور رسم و رواج ہیں، جو ہماری زندگی کو منظم کرتے ہیں اور ہمیں انحراف اور گمراہی کی گہری کھائی میں گرنے سے تھامے رکھتے ہیں۔
3. دنیا میں ممنوع اور لذت انگیز اشیاء انسان کے لیے بطور آزمائش پیدا کی گئی ہیں، انسان کتنی ہی ایسی چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے لیے ہلاکت خیز ہوتی ہیں، کچھ لوگ شراب کے رسیا ہوتے ہیں، حالانکہ وہ شراب نوش کے لیے کئی طرح کی آفتوں اور مصیبتوں کے دروازے کھول دیتی ہے، کچھ لوگ سگریٹ نوش ہوتے ہیں، جو ان کے لیے نقصان رساں ہوتی ہے اور کچھ نشہ آور اشیاء کے عادی ہوتے ہیں، جو ان نشے باز افراد کو ہلاکت کے منہ میں دھکیل دیتی ہیں، اس طرح ہر میدان میں کچھ ممنوع اشیاء ہیں اور کچھ لوگ ان کے رسیا ہوتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے لیے ہلاکت خیز ہوتی ہیں۔

اس نقطے سے ہم موضوع بحث کا آغاز کرتے ہیں کہ فطری پوزیشن یہی ہے کہ بیوی کی فرج میں دخول کیا جاتا ہے، لیکن کئی اسباب کی بنا پر، جنھیں یہاں ذکر کرنے کا مقام نہیں، بعض خاوند مقعد کے سوراخ میں دخول کرنا پسند کرتے ہیں، اس ممنوع اندازِ جماع

میں مرد ہی لطف اندوز ہوتا ہے کیونکہ وہ عضوِ لذت کے ساتھ جماع کرتا ہے۔ رہا عورت کا سوال تو وہ کسی طرح لطف اندوز نہیں ہوتی، بلکہ شدید تکلیف محسوس کرتی ہے بعض اوقات اس کی اندرونی جلد پھٹ جاتی ہے اور خون جاری ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت بھی مقعد میں دخول سے لطف اندوز ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ جنسی فلموں میں لذت کا اظہار کرتی ہیں لیکن درحقیقت وہ تکلیف کو ظاہر نہیں کرتیں یا بکثرت مقعد میں دخول کروانے کی وجہ سے عادی ہو جاتی ہیں اور کسی تکلیف کا احساس نہیں کرتیں، یا پھر وہ اس جگہ بعض ادویہ استعمال کرتی ہیں، تاکہ انھیں کوئی تکلیف محسوس نہ ہو یا کوئی اور سبب ہو سکتا ہے۔

لہٰذا فطری کیفیت یہی ہے کہ فرج جنسی ملاپ کی طبعی جگہ ہے اور مقعد میں دخول کرنا جنسی شذوذ اور انحراف ہے۔ اسلام میں مقعد میں جماع کرنا حرام ہے، جس عورت کو اس کا خاوند مجبور کرے یا اس سے مقعد میں جماع کرنے کا مطالبہ کرے تو وہ طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جج اس کو طلاق دلوا سکتا ہے، البتہ یہودیت، عیسائیت کی طرح کے مسخ شدہ ادیان اور اسلام کی طرف منسوب بعض فرقوں کے ہاں دبر میں جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے ان کے علاقوں میں اس طرح کا جنسی انحراف پھیل چکا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ ایڈز جو ایک ابھی تک لا علاج مرض ہے اور ہر سال کئی ملین افراد کو نگل جاتا ہے، ان منحرف افراد میں کثرت سے پھیل رہا ہے جن میں عورتوں کی دبر کے سوراخ میں دخول کرنے والے سرفہرست ہیں۔

اسی طرح اس علت کے رسیا افراد میں معاملہ بالکل الٹ ہو جاتا ہے اور وہ صرف عورتوں کی مقعد میں جماع کرنا پسند کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی اور ان عورتوں کی فطرت معکوس ہو جاتی ہے، جن کے ساتھ وہ اس انداز میں مجامعت کرتے ہیں۔ فطری جنسی ملاپ مرد و عورت دونوں ہی کو آسودگی مہیا کرتا ہے اور وہ افزائش نسل اور زندگی جاری رہنے کا ایک طبعی ذریعہ ہے، جبکہ مقعد میں جماع ان تمام معاملات کو سرتاپا تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مقعد میں مجامعت کرنا مرد و عورت دونوں ہی کے لیے جسمانی

اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ حقیقی صورتحال پر مبنی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ دبر میں جماع کرنے کی وجہ سے اس کے عضلات ڈھیلے اور کھلے ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اس جگہ پر مکمل کنٹرول نہیں رہتا اور غیر ارادی طور سے نجاست خارج ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں گندگی اور ناپاکی پھیل جاتی ہے، جو ایڈز وغیرہ کی طرح کے امراض کے پھیلاؤ کا سبب ہے۔

یہ کام اگرچہ ہیجان خیز اور دلکش محسوس ہوتا ہے، لیکن ایسا کرنے والا تباہی اور ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔ جنسی فلمیں، سیٹلائٹ اور فحش مجلّات اس کو پھیلانے کے اسباب ہیں۔ یہاں اس کی حرمت کے متعلق ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا فتویٰ درج کیا جاتا ہے۔

علماء کرام کا یہ موقف ہے کہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کی غرض سے اس کے پاس آنا حرام ہے، لیکن اگر دخول کے بغیر صرف لذت مقصود ہو جس طرح حیض کی حالت میں ایسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

[البقرة: 222]

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علاحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے، بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے، جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے، جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

حدیث شریف میں اس کی تفسیر ان الفاظ میں وارد ہوتی ہے کہ ''جماع کے علاوہ سب کچھ کرو۔'' یہودیوں کا یہ طریقہ تھا کہ عورت کو جب ماہواری شروع ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیتے، یعنی آدمی اس سے دور ہو جاتا، مرد اپنے کمرے میں سوتا اور عورت اپنے کمرے میں، نہ اس کے ساتھ کھاتا اور نہ اس کی جگہ سے پیتا، عیسائیوں کے

خلاف، بعض مسلمانوں میں بھی یہی عادت رہی، ان کے ہاں کوئی چیز ممنوع نہیں، وہ حالت حیض میں ان کے ساتھ مجامعت بھی کرتے ہیں۔

جب اسلام آیا تو اس نے کہا: حیض کی جگہ (اندام نہانی) میں جماع ترک کر دیں، اس کے علاوہ باقی جائز ہے، فرج سے دور ہر چیز سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔

بعض فقہا کا کہنا ہے کہ قاضی کو اگر علم ہو کہ میاں بیوی ایسے کرتے ہیں تو اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس عورت کو اس کے خاوند سے طلاق دلوائے، صرف ایسا کرنے کی وجہ سے طلاق مکمل نہیں ہوتی، بلکہ عورت کی ذمے داری ہے کہ وہ اس کام سے انکار کرے، کیونکہ ایک صحیح الفطرت عورت اس کام سے لطف نہیں اٹھاتی بلکہ اذیت محسوس کر سکتی ہے۔ قرآن کریم نے حیض کے متعلق کہا ہے: ﴿قُلْ هُوَ اَذًى﴾ تو اس جگہ سے لطف اندوز ہونا کس طرح جائز ہو سکتا ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے گندگی کی جگہ ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمرو نے اس کو چھوٹی لواطت کا نام دیا ہے، کیونکہ یہ قوم لوط کے عمل کے مشابہ ہے اور اس برائی کی یاد دلاتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک قوم ہلاک کر دی۔

عورت کو اللہ تعالیٰ نے ان جیسے کاموں کے لیے پیدا نہیں کیا، بلکہ یہ اس فطرت کی مخالفت ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اس لیے بہت سی احادیث میں اس کا ذکر ہوا ہے، اگرچہ ان میں کچھ کمزوری ہے، لیکن یہ ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں اور کچھ حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن عمرو رضی اللہ عنہم تک موقوفاً ثابت ہیں، اس سلسلے میں موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھیں گے، جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے۔[1] ''جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے، وہ لعنتی ہے۔[2] حیض اور دبر سے پرہیز کر۔''[3] وغیرہ۔ اس موضوع پر جتنی احادیث ہیں اس کام کے حرام ہونے کی تاکید کرتی ہیں، اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے اس کام کا مطالبہ کرے تو

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1923]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [2162]
3. صحيح الجامع، رقم الحديث [1141]

عورت پر لازم ہے کہ اس سے انکار کر دے اور اسے بتائے کہ یہ حرام اور ناجائز ہے۔

اس طرح واضح انداز میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کام میں یقینی نقصان ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان اخلاقی قدروں سے بھی غفلت نہیں برتنی چاہیے جن پر ہمارا معاشرہ قائم ہے اور جن کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ اگر حدود و قیود کے بغیر ''کیوں'' کے ساتھ سوال کیا جائے تو اس دنیا میں ایک پتھر پر دوسرا پتھر بھی صحیح نہیں ہوسکتا، اس طرح سوال ''کیوں'' کے ساتھ نہیں اٹھایا جانا چاہیے، لیکن ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم ان اخلاقی قدروں پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کے احکامات اور شریعت پر یقین رکھتے ہیں کہ نہیں؟

طے شدہ ملاقات میں زنا بالجبر:

کیا دوستوں کے درمیان اغوا کی واردات ہوتی ہے؟ جب ہم لفظ اغوا یا زیادتی سنتے ہیں تو یہ کلمہ ہمارے اندر کونسے احساسات بیدار کرتا ہے؟ کیا ہم یہ سوچتے ہیں کہ کوئی عورت گہرے اندھیرے میں، تاریک رات میں اکیلی ہی چل پڑے اور اچانک اس کا سامنا کسی ایسے شخص سے ہو جائے جو اسے اغوا کرنا چاہتا ہو؟

عموماً اغوا میں اس طرح نہیں ہوتا، کیونکہ اغوا کے اکثر واقعات میں اجنبی لوگ ملوث نہیں ہوتے، جیسا کہ پولیس کے اعداد و شمار ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ اغوا کے زیادہ تر واقعات ایسے شخص سے سرزد ہوتے ہیں جس کا متاثرہ شخص کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا ہے اور وہ متعدد مرتبہ اس کے ساتھ نکلتا ہے اور بعض اوقات ان کا یہ تعلق دوستی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

ہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات دوستوں کے درمیان بھی اغوا کی کارروائی ہوتی ہے، جسے ایک طے شدہ ملاقات میں اغوا کا نام دیا جا سکتا ہے، عموماً اس طرح کے اغوا کا مقصد کسی کے ساتھ اس کے ارادے کے بغیر زنا بالجبر کرنا ہوتا ہے، یہ دوسرے کے اعتماد اور جسم کی عزت دری کا نام ہے، اور یہ تشدد کی ایک قسم ہے۔ جب ایسا ہو تو عموماً یہ اس شخص کا کام ہوتا ہے جو اس کی بھینٹ چڑھنے والے کا واقف کار ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ پہلے کئی ملاقاتیں بھی ہو چکی ہوتی ہیں، بعض اوقات کوئی منگیتر بھی اپنی منسوبہ کے ساتھ یہ

کارستانی کرسکتا ہے، شکار پر قابو پانے کے لیے کبھی سخت الفاظ اور شدید لہجے کا سہارا لیا جاتا ہے، یا جسمانی طور پر اس کو مجبور کر دیا جاتا ہے، یا پھر اسلحے کی نوک پر یہ کام کیا جاتا ہے۔

اغوا کے 90 فیصد واقعات کی رپورٹ درج نہیں کروائی جاتی اور جن کیسوں کی ایف آئی آر کٹوائی جائے ان میں 60 فیصد اغوا کا شکار ہونے والے مجرم کو ذاتی طور پر جانتے ہیں، اس طے شدہ ملاقات میں عموماً 15 سے لے کر 20 سال کی لڑکیوں کو جنسی زیادتی کا شکار بنایا جاتا ہے، اور اکثر ایسا کرنے والے اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اغوا تھا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ اس کی رضا مندی سے ہوا، کسی بھی جگہ یہ ہوسکتا ہے، چاہے وہ عام جگہ ہو کہ خاص، شہری علاقہ ہو کہ دیہاتی علاقہ اور عموماً اسے روکنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

اگر عورت یا اس کا شکار ہونے والی آپس کی خفیہ ملاقاتوں میں تحفظات کا اظہار کرے تو اس جیسی صورتحال سے بچنے کا امکان پیدا ہوجاتا ہے، لہٰذا عورت کو چاہیے کہ اس جیسی صورتحال میں انتہائی زیادہ ہوشیار رہے، بہت سارے مرد اس جیسے موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے، لیکن کچھ ایسا کر بھی لیتے ہیں، ان آخری دنوں میں اغوا کے واقعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے میں نے اس منظر (Phenomenone) اور اس کے اسباب کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

میری اس گفتگو کا یہ مقصد ہے کہ ہم اس جیسی صورتِ حال اور اس کے نتائج سے خبردار ہوں اور اس سے بھاگنے کے طریقے کار کا جائزہ لیں۔ پہلے سے طے شدہ ملاقات میں اغوا ہوجانے کی وارداتوں سے بچاؤ کے سلسلے میں یہ ایک اہم تجربہ ثابت ہوسکتا ہے، اور یہ تحقیق اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

طے شدہ ملاقات میں اغوا برائے زیادتی:

عموماً اس طرح کے اغوا کی واردات اس وقت ہوتی ہے جب عورت کسی آدمی کے ساتھ اکیلی ہوتی ہے، اگر آپ کسی آدمی کے اپارٹمنٹ، کمرے یا اس کی گاڑی میں اکیلی جائیں تو آپ اس زیادتی کا شکار ہوسکتی ہیں۔

یہ زنا بالجبر کی واردات عموماً اس وقت بھی ہوجاتی ہے جب گھر میں قریبی لوگ بھی

ہوں اور ہر طرف شور و شغب ہو۔ جب عورت شراب نوشی یا نشہ آور اشیاء کی عادی ہو جائے تب اس اغوا کا خطرہ بڑی شدت سے سر پر منڈلانے لگتا ہے، اگر آپ ان اشیاء کی لعنت میں گرفتار ہو جائیں تو آپ کو اس وقت تک خطرے کا احساس نہیں ہوگا جب تک وہ وقوع پذیر نہ ہو جائے۔

اکثر نشہ باز عورتیں جب نشہ کر کے خواب غفلت میں چلی جاتی ہیں تو جب بیدار ہوتی ہے تو کسی آدمی کو اپنے ساتھ جنسی عمل کرتے ہوئے پاتی ہیں، یہ طے شدہ منصوبے کے مطابق اغوا اور زیادتی کی کارروائی ایسی صورت حال میں بھی ہوسکتی ہے جب عورت اگرچہ نشہ باز نہ ہو لیکن وہ کسی نشئ یا شرابی کے ساتھ اکیلی ہو، اس صورت حال میں لازماً عورت زیادتی کا شکار ہو جاتی ہے۔

کچھ ایسے غلط رویے بھی ہیں جو عورتوں کو زیادتی کا شکار بنا دیتے ہیں، خصوصاً جب عورت دوستی کی عام حد کو پار کر جائے تو آدمی اس وقت اس زائد از ضرورت دوستی کو جنسی دعوت کا معنی پہنا دیتا ہے۔

اس صورت حال میں خطرہ اس طرح پوشیدہ رہتا ہے کہ آدمی کی نفسیات اس انداز میں کام کرتی ہے کہ اگر عورت پرسکون انداز میں جنسی عمل سے روکنے کی کوشش کرے تو مرد یہ سوچتا ہے کہ یہ منع کر رہی ہے لیکن رغبت بھی رکھتی ہے، اس طرح اس موقع پر سخت احتجاج کو بھی خاطر میں نہیں لایا جاتا، کیونکہ مرد کے ذہن میں یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ عورت جب جنسی معاملات میں ''نا'' کہے تو اس کا مطلب ''ہاں'' ہوتا ہے۔

بعض مردوں کا جنسی ہیجان اور جوش اس وقت مزید بھڑک جاتا ہے جب وہ کسی ایسی عورت کے ساتھ زیادتی کریں جو مزاحمت کرے، اگر عورت غیر جارحانہ انداز میں اعتراض کرے تو آدمی سمجھتا ہے کہ یہ قائل ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے، لہٰذا اس کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ مکمل قائل ہوچکی ہے، چاہے بعد میں صورت حال کا سختی سے مقابلہ ہی کیوں نہ کرے۔

یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ اکثر عورتیں جو اکیلے آدمی کے ساتھ ملاقات پر راضی ہو جاتی

ہیں، یہ جنسی صورت حال میں ثابت قدم نہیں رہ سکتیں، خصوصاً جب اس تعلق میں مزاح کا عنصر بھی شامل ہو، چنانچہ آدمی کے ذہن میں اس عورت کی جنسی موقف کے متعلق ایک غیر شفاف تصویر بن جاتی ہے۔

یہ ایک دوسرا حربہ ہے جب مرد کسی عورت کے ساتھ عاشقانہ گفتگو کر کے اس کو ورغلائے اور عورت اس پر کوئی اعتراض نہ کرے، بلکہ اسے پسند کرے تو یہ عموماً جنسی عمل پر راغب ہو جائے گی، اگر وہ اس حالت میں انکار کر دے تو مرد یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اس کو دھوکا دیا ہے، یا وہ اس کو اپنے لائق ہی نہیں سمجھتی، لہٰذا وہ غضبناک ہو جاتا ہے، خصوصاً جب عاشقانہ گفتگو کے دوران میں ایسے مظاہر صادر ہوئے ہوں جو رضا مندی کی غمازی کرتے ہوں، ایسی صورت حال میں انتقاماً زنا بالجبر کیا جا سکتا ہے۔

اس معاملے میں لباس اور خوشبوؤں کا بھی انتہائی اہم کردار ہے، کیونکہ دعوت گناہ دینے والے لباس اور تیز خوشبوئیں آدمی کے اپنے شکار کے متعلق خیالات کی تصدیق کرتی ہیں کہ یہ عورت لفظوں کی زبان سے نہیں لیکن اشاروں کی زبان سے جنسی ملاپ کا مطالبہ کر رہی ہے۔ بعض اوقات مرد اس قدر سرکش ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ خود ہی اس مکار عورت کے مظہر کے دام فریب میں آ کر اس کا شکار ہو گیا ہے، اگرچہ اس طے شدہ ملاقات کے نتیجے میں واقع ہونے والے اکثر واقعات اچانک ہوتے ہیں، لیکن کئی واقعات کی کئی دن پہلے یا کچھ گھنٹے پیشتر باقاعدہ منصوبہ بندی کی جاتی ہے، خصوصاً جب عورت مرد کے ساتھ خلوت میں ملاقات پر آمادہ ہو جاتی ہے تو یہ مرد کی نظر میں اس کی طرف سے جنس کے لیے ابتدائی قبولیت کا اظہار ہوتا ہے، اس قبولیت کی صورتحال کے پیش نظر مرد اس موقع کے لیے تمام پہلوؤں کے ساتھ منصوبے بندی میں لگ جاتا ہے۔

اس جیسے مرد، جو اس طرح کی زیادتی کے لیے منصوبے بندی کرتے ہیں عموماً ایسے شکاروں کو پسند کرتے ہیں جو ان کو واضح انداز میں انکار نہیں کر سکتے اور ایسے رویے کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ ایسے مرد عموماً اپنے آپ کو اغوا کار یا زیادتی کرنے والے خیال نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف اپنے اوقات ایسی عورت کی صحبت میں گزار کر لطف اندوز ہوتے

ہیں، جو بغیر کسی تردد اور ضابطے کے جنس کی دعوت قبول کرے۔

لہٰذا مختصر کلمات میں لڑکی کو یہ کرنا چاہیے کہ عدم تحفظ کا شکار نہیں ہونا، نہ مزاح میں اتنا آگے ہی بڑھنا ہے جو عشقیہ گفتگو کے لیے موقع مہیا کر دے، علاحدگی میں محرم کی عدم موجودگی میں کسی آدمی سے ملاقات نہیں کرنی، خصوصاً جب دوسرا فریق نشے یا شراب کی علت کا شکار ہو، جسمانی خدو خال ننگا کرنے والا لباس اور تیز خوشبو استعمال نہیں کرنی اور جنسی صورتحال میں ثابت قدمی اور واضح انداز اپنانا ہے۔

[7] میاں بیوی کے اختلافات، اسباب اور ان کا علاج

گھر وہ سکون کا مقام اور ٹھکانہ ہے جس کے سائے میں دل محبت، رحمدلی، پاکدامنی، طہارت، پردہ پوشی اور باحیا زندگی کے ساتھ ایک جگہ اکھٹے ہوتے ہیں، اس کی چھاؤں میں بچپن گزرتا ہے، چھوٹے جوان ہوتے ہیں، قریبی تعلق مضبوط ہوتے ہیں، باہمی تعاون کے روابط تقویت پاتے ہیں، نفس نفوں کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں اور دل دلوں کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرة: 187]

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔''

ان گہرے تعلقات اور آباد گھروں میں اعلیٰ خصلتیں نشو ونما پاتی ہیں، وہ مرد تربیت پاتے ہیں جو عظیم ترین امانتوں کے امین بنائے جاتے ہیں، اور ان عورتوں کی پرورش کی جاتی ہے جو اعلیٰ حسب ونسب کی مالک ہوتی ہیں۔

میاں بیوی میں اختلافات کے اسباب:

حقیقی زندگی اور انسان کی فطرت میں، جیسے ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے، ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ جس میں کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور محبت اور سکون جڑ نہیں پکڑتے، جس کی وجہ سے بعض اوقات شادی کے تعلق کو نبھانا ایک طرح کی مشقت اور مصیبت محسوس ہوتی ہے، نہ مقصد حاصل ہوتا ہے اور نہ نسل کی

اصلاح ہی ہوتی ہے۔

مضطرب اور نا مساعد حالات کے کئی داخلی اور خارجی اسباب ہوتے ہیں، بعض اوقات میاں بیوی کے سر پرستوں یا قریبی رشتے داروں کی طرف سے غیر سمجھدارانہ انداز میں مداخلت ہوتی ہے اور ہر چھوٹا بڑا ان کے معاملات میں ٹانگ اڑاتا ہے۔

کبھی خاندان کے بڑے اپنا تسلط قائم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض اوقات معاملات عدالت میں اٹھانے پڑ جاتے ہیں اور اس طرح ان کے سارے سربستہ راز کھل جاتے ہیں جبکہ بعض اوقات اس کا سبب کوئی چھوٹا سا معاملہ یا معمولی سی چیز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے نا مناسب اور غیر سمجھدارانہ انداز میں دخل اندازی کی جاتی ہے، جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے، افواہوں کی تصدیق کی جاتی ہے اور بدگولوگوں کی باتوں پر کان دھرے جاتے ہیں۔ بسا اوقات دین میں بے بصیرتی، دینی احکام سے ناواقفیت اور بری عادتوں اور کمزور اور کوتاہ آراء کے ساتھ چمٹے رہنے کی وجہ سے بھی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔

بعض خاوند یہ گمان کرتے ہیں کہ ازدواجی اختلافات اور گھریلو جھگڑوں کا بہترین حل یہ ہے کہ طلاق کی دھمکی دی جائے، لہٰذا وہ جب بھی گفتگو کرتے ہیں، کوئی حکم دیتے ہیں یا کسی کام سے منع کرتے ہیں، گھر میں داخل ہوتے ہیں یا خارج ہر وقت طلاق طلاق کی رٹ لگائے رکھتے ہیں، اور ان کو یہ بالکل خبر نہیں ہوتی کہ اپنے اس رویے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بناتے ہیں، گناہ گار ہوتے ہیں، اپنے گھر کو منہدم کرتے ہیں اور اپنے اہل کا نقصان کرتے ہیں۔ کیا یہ ہے دین کی سمجھ؟!

مسنون طلاق، جسے اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، اس کا مقصد ازدواجی تعلق کو ختم کرنا نہیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے یہ تعلق موقوف کر دیا جاتا ہے اور یہ غور و فکر، توقف، اور حل تلاش کرنے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ [الطلاق: 1,2]

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے، نہ تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔ پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے صاحب عدل آدمی گواہ بنالو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔ یہ وہ (حکم) ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔''

یہ ہے قانون شریعت، بلکہ معاملہ اسی پر منحصر نہیں، مسنون طلاق علاج کی آخری شکل ہے جس سے پہلے کئی وسائل اختیار کیے جاتے ہیں۔

اختلافات ختم کرنے کے وسائل:

جب اختلاف، نافرمانی، یا جھگڑے کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو طلاق یا اس کی دھمکی دینا علاج نہیں بلکہ علاج میں صبر و تحمل اختیار کرنا اور عقل و ادراک اور طبیعتوں میں اختلاف کی معرفت ہونا اور بہت سارے معاملات سے صرف نظر کرنا ضروری ہوتا ہے، مصلحت اور بھلائی ہمیشہ اس کام میں نہیں ہوتی جو بظاہر اچھا اور مرغوب نظر آئے، بلکہ کبھی بھلائی اس کام میں ہوتی ہے جسے بظاہر پسند نہیں کیا جاتا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا

شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

لیکن جب خرابی ظاہر ہوجائے اور تعلقات میں دراڑیں پڑنا شروع ہوجائیں، عورت نافرمانی اور اپنی فطرت کے خلاف چلنا شروع کر دے، اپنی ذمے داری سے جان چھڑانا ظاہر کرے تو نفرت پھوٹنا شروع ہوجاتی ہے، خاوند کے حقوق میں کوتاہی کی جاتی ہے، اس کی مہربانیوں کی احسان فراموشی کی جاتی ہے، اسلام میں اس کا علاج بالکل واضح ہے جس میں طلاق کا اشارتاً بھی ذکر نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ [النساء: 34]

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرمانبرداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

وعظ و نصیحت، فہمائش، غلطیوں کی نشان دہی، حقوق کی یاد دہانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرانے کے ساتھ ساتھ سمجھداری اور تحمل مزاجی کا دامن پکڑ کر ترغیب و ترہیب کے انداز میں علاج کیا جائے۔ بعض اوقات نافرمانی اور سرکشی کے مقابلے میں عورت کے ساتھ بستر پر ناراضی اور عدم التفات کا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور یہ یاد رہے کہ بستر میں چھوڑنا ہے نہ کہ بستر سے یعنی جماع سے۔

یہ قطع تعلقی صرف خواب گاہ کی حد تک رہنی چاہیے، گھر میں یا افراد خانہ یا بچوں یا دیگر لوگوں کے سامنے نہیں، نہ مشہور کرنا، نہ ذلیل کرنا اور نہ رازوں سے پردہ ہی اٹھانا ہے، لیکن نافرمانی اور سرکشی کے مقابلے میں صرف قطع تعلقی کے ساتھ مساویانہ اور یکساں رویہ اپنانا

ہے۔ بعض اوقات سخت رویہ اپنانا بھی علاج کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو نرم انداز میں بہترین رویے سے درست نہیں ہوتے، ایسے افراد بعض اوقات بردباری کے نتیجے میں زیادہ متکبر ہوجاتے ہیں جب ان کے ساتھ درشت لہجہ اپنایا جائے تو ان کی سرکشی پرسکون ہوجاتی ہے اور اشتعال ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، یعنی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے اس طرح بسا اوقات تھوڑا سا تشدد ایک مفید دوا ثابت ہوتا ہے۔ اسے اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے اگر ذمے داری نبھانے سے انکار اور فطرت سے فرار ثابت ہو چکا ہو؟

ہر سمجھدار بڑی اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر سخت رویہ گھر کے نظام اور اس کا استحکام بحال رکھے اور افراد خانہ کے درمیان محبت، الفت برقرار رکھ سکے تو وہ بلاشبہ طلاق اور جدائی سے کہیں بہتر ہے۔

یہ ایک مثبت فہمائشی اور با مقصد علاج ہے، انتقام اور تشفی خاطر کے لیے نہیں، اس کے ذریعے جو پھیل چکا ہو اسے روکا جاتا ہے اور جو ٹیڑھا ہو چکا ہو اسے درست کیا جاتا ہے۔ اگر عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے سختی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو قرآن کریم اس کے علاج کی راہ دکھاتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ [النساء: 128]

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے اور تمام طبیعتوں میں حرص (حاضر) رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔''

علاج صلح جوئی اور مصالحت کے ساتھ کیا جائے نہ کہ طلاق اور رشتہ ازدواج ختم

کرنے کے ساتھ، بعض اوقات اپنے بعض ذاتی یا مالی حقوق سے دست برداری اختیار کر کے بھی عقد نکاح محفوظ رکھا جا سکتا ہے: ﴿وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

صلح ہر حالت میں جھگڑے، سختی، نافرمانی اور طلاق سے بہتر ہے:

میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جانے کی صورت میں دونوں کے اہل خانہ میں سے دو فیصلہ کرنے والوں کی طرف رجوع کیوں نہیں کیا جاتا، صلح جو حضرات اس علاج سے روگردانی کرتے ہیں، کیا اس کا سبب جھگڑا نپٹانے میں عدم دلچسپی ہے یا خاندان ٹوٹ جانے اور اولاد بکھر جانے میں رغبت؟

یہ انتہائی بیوقوفانہ اور ظالمانہ رویہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور نگرانی سے بے پرواہ ہونے کا شاخسانہ، شریعت کے ساتھ کھلواڑ کرنے اور بہت سارے احکامات کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی حدوں سے کھیلتے ہوئے کہتا ہے میں نے طلاق دی، میں نے رجوع کیا، کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حدود کے ساتھ کھلواڑ کیا جا رہا ہے؟!!''[1]

اختلافات مٹانے کا آخری ذریعہ:

جب جھگڑا ختم کرنے کے تمام وسائل ناکام ہو جائیں، حبالہ عقد میں بندھے رہنا دونوں افراد کے لیے انتہائی مشکل ہو جائے اور ان اہداف اور حکمتوں کا پورا ہونا ناممکن ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں تو ایسی حالت میں شریعت اسلامیہ کی لچک اور احکامات میں مکمل ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اس تنگی سے نکلنے کا راستہ بھی ہو۔

مسنون طلاق:

اگرچہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد مسنون طلاق سے ناواقف ہے، جو شریعت میں مباح اور جائز ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے طلاق کہہ دیتے ہیں۔

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2017] ابن حبان، رقم الحديث [4265]

حالت حیض میں طلاق دینا اور بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہے اور جس طہر (پاکی کے ایام) میں عورت کے ساتھ مجامعت کی جائے اس میں بھی طلاق دینا حرام ہے۔

طلاق کی یہ تمام اقسام بدعی طلاق کہلاتی ہیں، جو حرام ہیں اور قابل گناہ۔ لیکن اہل علم کے صحیح قول کے مطابق طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

رہا مسنون طلاق کا سوال، جسے تمام مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، تو وہ ایک ہی طلاق ہے، جو ایسے طہر میں دی جائے جس میں مرد نے بیوی کے ساتھ ملاپ نہ کیا ہو اور حمل کے دوران میں طلاق دینا۔

اس انداز میں طلاق دینا ایک علاج ہے، کیونکہ اس سے غور وفکر کرنے اور رجوع کرنے کا موقع میسر آجاتا ہے، اس طریقے کے مطابق مطلقہ عورت کو پاک ہونے تک انتظار کرنا پڑتا ہے، اور کیا معلوم کہ اس دورانیے میں ذہنیت بدل جائے، دل بیدار ہو جائیں اور اللہ کی مشیئت کوئی چمتکار دکھا دے۔

عدت کا دورانیہ، چاہے عدت حیض کے ساتھ ہو، مہینوں کے ساتھ ہو کہ بچے کی پیدائش کے ساتھ یہ محاسبہ اعادہ اور نظر ثانی کرنے کا ایک موقع ہوتا ہے، ہوسکتا ہے ازدواجی رشتہ اور محبت کا تعلق دوبارہ جڑ جائے۔

مسلمان عام طور سے اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ عورت کو جب طلاق رجعی (پہلی ایک طلاق) دی جائے تو وہ اپنے خاوند کے گھر ہی رہے، نہ خود نکلے نہ اس کو نکالا ہی جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو عورت کا گھر قرار دیا ہے:

﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ [الطلاق: 1]

''نہ تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد

کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''

اس آیت میں ان کی اقامت کے حق کی تاکید کی گئی ہے، اس کا اپنے خاوند کے گھر میں رہنا اس کے ساتھ رجوع کرنے کا ایک ذریعہ اور راستہ ہے، اور محبت کے جذبات جگانے، اور مشترکہ زندگی کی یاد دہانی کروانے کے لیے امید کی ایک کرن۔ عورت اس حالت میں طلاق کے حکم سے دور نظر آتی ہے، لیکن حقیقت میں وہ آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ جس کا مقصد ہوتا ہے کہ اختلافات کی آندھی اور دلوں میں پیدا ہونے والی تحریکات کو ٹھنڈا کیا جائے، اپنے موقف پر نظر ثانی کی جائے، گھریلو حالات، بچوں کے معاملات اور خاندانی امور کا تحمل مزاجی کے ساتھ جائزہ لیا جائے۔

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ [الطلاق: 1]

''تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''

چنانچہ، برادران اسلام! اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں، اپنے گھروں کی حفاظت کریں اور دینی احکام سیکھیں۔

[8] ازدواجی زندگی کے اہم مسائل اور ان کا علاج

[1] غیرت:

غیرت کی اصل حمیت، جوش اور آن ہوتی ہے، غیرت کی دو قسمیں ہیں: پسندیدہ غیرت، ناپسندیدہ غیرت۔

غیرت میں آنے کا مطلب ہے جوش، حمیت اور غصے میں آنا، جب اس کے حق کی اہانت کی جائے، اس کی حرمت پامال کی جائے، دشمن اس کو کوئی زک پہنچائے تو محبّ غضبناک ہو جاتا ہے اور جوش میں آ جاتا ہے، یہ غیرت اس کو اس کے ساتھ لڑائی کرنے پر اکساتی ہے، جو اس کو تکلیف پہنچائے۔

یہ حقیقت میں محبت کرنے والوں کی غیرت ہے، یہ انبیاء کرام اور ان کے پیروکاروں کی اللہ تعالیٰ کے لیے مشرکوں کے خلاف اس کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے

والوں اور نافرمانوں کے مقابلے میں غیرت ہے۔

یہی وہ غیرت ہے جو محبت کرنے والے کو محبوب کے لیے جان، مال اور عزت تک فدا کرنے پر ابھارتی ہے، تا آنکہ وہ پریشانی رفع ہوجائے جو محبوب کے لیے باعث تکلیف ہے۔ وہ اپنے محبوب کے لیے اس چیز کی وجہ سے غیرت میں آتا ہے کہ اس میں کوئی ایسی صفت ہو جو اس کے محبوب کو ناپسند ہو، یا وہ کوئی ایسا کام کرے جو اس کو غضبناک کر دے، پھر اس کے بعد وہ اس پر اس چیز کی وجہ سے غیرت کھاتا ہے کہ اس کے علاوہ میں بھی کوئی ایسی صفت ہو جو اس کو ناپسند یا اس کے لیے باعث غضب ہو، سارا دین اسی غیرت کے گرد گھومتا ہے، بلکہ یہ غیرت ہی دین ہے، اسی غیرت کی وجہ سے مومن اپنے نفس اور دشمن کے ساتھ جہاد کرتا ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے۔

جب دل اس غیرت سے خالی ہوجائے تو آدمی ایمان سے جاتا رہتا ہے۔ مومن اپنے رب کے لیے اپنے نفس اور دوسروں سے اس وقت غیرت میں آتا ہے جب وہ اس طرح نہ ہو جس طرح اس کو ہونا چاہیے۔ غیرت دل سے خباثت دور کر کے اس کو صاف کر دیتی ہے، جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل صاف کر دیتی ہے۔

محبوب پر غیرت کھانے کا مطلب ہے کہ محبت کرنے والا اس چیز سے غیرت، حمیت اور حسد میں آتا ہے کہ کوئی اور بھی اس کے ساتھ اس کے محبوب میں شریک ہو، اس کی بھی دو قسمیں ہیں، محبوب کا اپنے محبت کرنے والے پر اس چیز میں غیرت کھانا کہ وہ اس کے ساتھ کسی اور کے ساتھ بھی محبت رکھتا ہو۔ محبت کرنے والے کی محبوب پر غیرت کھانے کی دو اقسام ہیں، لائق مدح غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور قابل مذمت غیرت جیسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔

وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں ایسی غیرت ہوتی ہے جو شک اور تہمت کی وجہ سے ہو، اور جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ ایسی غیرت ہے جو شک، تہمت اور گمان کے بغیر ہی ہو، بلکہ صرف بدگمانی کی وجہ سے ہو، یہ غیرت محبت کو برباد کر دیتی ہے اور محبوب اور محبّ کے درمیان دشمنی پیدا کر دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''غیرت دو طرح کی ہے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور دوسری ایسی غیرت جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔''

وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! وہ غیرت کونسی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی نافرمانی کی جائے یا اس کی حرام کردہ اشیاء کی بے حرمتی کی جائے'' وہ کہنے لگے: وہ غیرت کونسی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی ایک کا شک کے بغیر ہی غیرت میں آنا۔''[1]

ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

''ایک وہ غیرت ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور دوسری وہ غیرت ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں، وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں وہ شک میں غیرت ہے، اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں، وہ غیرت ہے جو بغیر شک کے ہو۔''[2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو اس کو قتل کر دوں گا، رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟، بخدا! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ...''[3]

عبداللہ بن شداد کا قول ہے:

''غیرت دو طرح کی ہے، ایک وہ غیرت جس کے ذریعے آدمی اپنی بیوی کی اصلاح کرتا ہے اور دوسری وہ غیرت جو اس کو آگ میں ڈال دیتی ہے۔''[4]

---

[1] مسند أحمد [445/5] سنن أبي داود، رقم الحديث [2659]

[2] مسند أحمد [446/5]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [4716] صحيح مسلم، رقم الحديث [1499]

[4] روضة المحبين [ص: 277]

قاضی عیاض کا قول ہے:

''غیرت آدمی کی خصوصی چیز میں کسی مشارکت کے سبب غضبناک ہونے اور دل کے بھڑک جانے کا نام ہے، اور یہ شدید ترین میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے... یہ آدمی کے متعلق ہے۔ رہی اللہ تعالیٰ کی غیرت تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتے ہیں جو حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے۔''[1]

امہات المؤمنین اور صحابہ کرام کی غیرت کے چند نمونے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ محترمہ کے پاس تھے اور ایک دوسری ام المؤمنین نے ایک کھانے کی پلیٹ بھیجی، جس کے گھر میں آپ تھے، اس نے خادم کے ہاتھ پر ہاتھ مار دیا، جس کی وجہ سے وہ گر کر ٹوٹ گئی، آپ نے پلیٹ کے ٹکڑے اکٹھے کیے، پھر اس میں کھانا رکھنے لگے اور فرمانے لگے: تمہاری ماں غیرت میں آ گئی ہے۔ پھر آپ نے خادم کو روکے رکھا اور جس کے پاس آپ تھے، اس کی صحیح پلیٹ لے کر آپ نے واپس کی اور ٹوٹی ہوئی اس کے گھر رکھ دی، جس کے گھر ٹوٹی تھی۔''[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ توڑنے والی حضرت عائشہ تھی اور کھانا بھیجنے والی حضرت زینب بنت جحش تھی۔[3]

قریب قریب ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ام سلمہ کا بھی حضرت عائشہ کے ساتھ پیش آیا، حضرت ام سلمہ نے ایک پلیٹ میں کھانا حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت عائشہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھیں اور ان کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا، جس کے ساتھ انھوں نے پلیٹ توڑ ڈالی۔[4]

---

[1] فتح البخاري [231/9]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [2481]

[3] فتح الباري [236/9]

[4] سنن النسائي [70/7]

یہی واقعہ حضرت حفصہ کے ساتھ بھی ہوا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تھے، میں نے بھی کھانا تیار کیا اور حضرت حفصہ نے بھی، لیکن حفصہ نے پہلے تیار کر لیا، میں نے لونڈی سے کہا: جا اور جا کر اس کی پلیٹ الٹ دے، اس نے ایسا ہی کیا، پلیٹ ٹوٹ گئی اور کھانا بکھر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دستر خواں پر اکٹھا کیا اور انھوں نے کھا لیا، پھر میری پلیٹ حفصہ کو دے دی اور کہا: ''اپنے برتن کے بدلے برتن لے لو۔''[1]

اسی طرح حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے ساتھ بھی کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے صفیہ سے زیادہ بہتر کسی کو کھانا بناتے ہوئے نہیں دیکھا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک برتن میں کھانا بھجوایا، میں رہ نہ سکی اور اسے توڑ دیا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''برتن کی طرح کا برتن اور کھانے کی طرح کا کھانا۔''

ابو داود کی ایک روایت میں ہے: ''مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا'' احمد کی روایت میں ہے: ''جب میں نے لونڈی کو دیکھا تو مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا۔''[2]

حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے:

''میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر کبھی اس طرح غیرت میں نہیں آئی جس طرح خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی، کیونکہ آپ بکثرت ان کا ذکر اور تعریف کرتے۔''[3]

حضرت صفیہ بنت حیی فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حج کیا، آپ ایک راستے پر تھے کہ ایک آدمی اترا اور ان کی سواریوں کو تیزی سے چلانے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان نازنین کو ایسے ہی چلاتے رہو'' اسی طرح وہ حضرت صفیہ کے قافلے کے ساتھ چل رہے تھے، وہ اپنے اونٹ پر تھیں، جو ایک بہترین سواری تھی، وہ

❶ مسند أحمد [111/6] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2333]

❷ مسند أحمد [277/6] سنن أبي داود، رقم الحديث [3568] سنن النسائي [71/7]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [5229]

رونے لگ پڑیں، رسول اللہ ﷺ کو جب بتایا گیا تو آپ تشریف لائے، اور اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو پونچھنے لگے، وہ زیادہ رونے لگیں، آپ انھیں روکتے رہے، جب انھوں نے بکثرت رونا شروع کر دیا تو آپ نے انھیں ڈانٹا اور لوگوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا، جبکہ آپ پڑاؤ ڈالنا نہیں چاہتے تھے، حضرت صفیہ فرماتی ہے: انھوں نے پڑاؤ ڈال لیا اور اس دن میری باری تھی، جب وہ ٹھہر گئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا خیمہ بھی لگا دیا، آپ اس میں داخل ہوگئے، وہ فرماتی ہیں: میں سمجھ نہ سکی کہ میں کیوں آپ سے منہ چھپاتی پھر رہی ہوں؟ مجھے خدشہ تھا کہ آپ کے دل میں میرے خلاف غصہ ہے۔ میں حضرت عائشہ کے پاس آئی اور کہا: تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کسی قیمت پر اپنی باری بیچ نہیں سکتی، میں تمھیں اس شرط پر اپنا دن ہبہ کر سکتی ہوں کہ تم میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کا دل صاف کر دو۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ حضرت عائشہ نے اپنا زعفران سے رنگا ہوا دوپٹہ اوڑھا، اس پر تھوڑا سا پانی چھڑکا تاکہ وہ خوشبودار ہو جائے، پھر اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑیں، اور آپ کے خیمے کا پردہ اٹھایا، آپ فرمانے لگے: عائشہ! کیا بات ہے، آج تمھارا دن تو نہیں؟ وہ کہنے لگیں: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا کرے، آپ نے فرمایا: اپنے اہل کے ساتھ۔

''جب روانگی کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: زینب اپنی بہن صفیہ کو اونٹ ادھار دے دینا، وہ کہنے لگیں: کیا میں آپ کی یہودن کو دے دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو آپ غضبناک ہو گئے، ان کے ساتھ ترک تعلق کر لیا، یہاں تک کہ آپ مکہ آئے، ایام منیٰ بھی گزر گئے، پھر آپ مدینہ واپس آ گئے، محرم بھی گزر گیا اور صفر بھی، لیکن آپ ان کے پاس آئے نہ ان کے لیے کوئی دن ہی تقسیم کیا، یہاں تک کہ وہ مایوس ہو گئیں۔

''جب ربیع الاول کا مہینہ آیا، آپ ان کے پاس آئے، حضرت زینب نے آپ کا سایہ دیکھا۔ وہ کہتی ہیں: یہ کسی آدمی کا سایہ ہے، جب رسول کریم ﷺ میرے پاس آتے نہیں تو پھر یہ کون ہے؟ اتنے میں رسول اللہ ﷺ داخل ہو گئے، جب انھوں

نے آپ کو دیکھا تو فرمانے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ میرے پاس تشریف لائے ہیں، مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ میں اس خوشی میں کیا کروں؟ وہ کہتی ہیں کہ ان کی ایک لونڈی تھی، جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے چھپا کر رکھی تھی، تو کہنے لگیں: یہ فلاں لونڈی آپ کے لیے ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب کی چارپائی پر تشریف لائے، جو اٹھا دی گئی تھی، آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے بچھایا، پھر اپنی بیوی کے ساتھ ملاپ کیا اور آپ ان سے راضی ہو گئے۔"[1]

یہاں ہم ہر پرہیز گار خاتون اور خدا ترس بیوی کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ اپنے خاوند کے ساتھ غیرت کے معاملے میں نرم رویہ اپنائیں، تمام معاملات میں اعتدال پسندی دین اور عقل کے کمال کی علامت ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"اے عائشہ! نرمی اختیار کر، اللہ تعالیٰ جب کسی گھرانے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اس میں نرمی داخل کر دیتے ہیں۔"[2]

اس لیے اپنے خاوند پر غیرت کھانے میں ذرا کمی کریں، کیونکہ اگر یہ حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو اس کے لیے تہمت بن جاتی ہے اور آپ اپنے سینے میں ایک نہ بجھنے والی آگ لگا بیٹھیں گی، اپنے اور اپنے خاوند کے درمیان لڑائی بھڑکا دیں گی، اس کو غضبناک کر دیں گی اور اپنے اور اس کے دشمن (شیطان) کی اطاعت کریں گی۔

غیرت کھانے والی عورت اپنے سینے میں آنے والے خیالات کی نظر سے دیکھتی ہے، اپنے چہرے کی نگاہوں سے نہیں دیکھتی اور اپنے شیطان کی زبان سے کلام کے تیر چھوڑتی ہے۔ وہ اپنی عقل سے ثابت نہیں کرتی، جس کی وجہ سے معاملات الٹ پلٹ جاتے ہیں، لیکن یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ ہر عورت غیرت کے معاملے میں اعتدال کی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ شفاف انداز میں زندگی گزارنے کی آرزومند اور خوشی کے مواقع کی تلاش

---

1. مسند أحمد [337/6]
2. مسند أحمد [71/6]

میں رہنے والی بیوی کہہ سکتی ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی بیوی ہے اور وہ تو وہ ہے، اور ان کے خاوند رسول کریم ﷺ ہیں اور آپ ﷺ تو آپ تھے، تو ہم کس کھیت کی مولی ہیں!

میں یہاں آپ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے! نبی کریم ﷺ انسان تھے اور آپ کی بیویاں بھی انسان ہی تھیں، اس لیے وہ تمہارے لیے نمونہ ہیں، یہ واقعات ان کی زندگی میں بہت کم اور نادر تھے، بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوشیزہ اور چھوٹی عمر کی تھیں، جس کے ساتھ چھوٹوں جیسا انداز ہی اپنانا چاہیے تاکہ انھیں سمجھا جا سکے، اس لیے جب وہ عمر رسیدہ ہوگئیں تو انھوں نے بطور نصیحت یہ باتیں ذکر کیں، رسول اللہ کی وفات کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محض 19 سال کی تھیں۔

اس لیے یاد رکھیں کہ آپ کا خاوند رسول کریم نہیں، نہ ان جیسے اخلاق ہی کا حامل ہے، پھر تم بھی اپنے خاوند کی سب سے زیادہ محبوب نہیں، جس طرح سیدہ عائشہ رسول کریم ﷺ کی محبوب ترین تھیں، لہٰذا شدتِ غیرت سے بچیں!

اپنے خاوند کے سامنے کسی غیر مرد کی تعریف کر کے اس کی غیرت نہ بھڑکائیں، نہ اس کی موجودگی میں کسی اجنبی کی خوبیاں بیان کریں یا کسی آدمی کے کپڑوں، گفتگو، قوت، عقلمندی یا معاملہ فہمی کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار اس کے گوش گزار کریں۔ اور اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہوگی کہ آپ اپنے کسی پہلے خاوند کی بات اس کے ساتھ کریں، چاہے وہ وفات ہی پا گیا ہو، مرد اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں، بات کا مقصد خواہ کوئی بھی ہو وہ سمجھتے ہیں اس کا مقصد ان کی مردانگی کو نشانہ بنانا اور ان کی شان گھٹانا ہے، چاہے وہ خود ہی اس بات کا مطالبہ کرے اور قسمیں کھا کر یقین دہانی کروائے کہ وہ غیرت میں نہیں آئے گا۔

ایسا کبھی نہ کریں، وہ ساری زندگی اسے بھول نہیں پائے گا، خاوند کا ہمیشہ گہرائی کی حد تک یہی مطالبہ ہوتا ہے کہ تیرے دل اور نفس میں اس کے سوا کوئی بھی نہ ہو، جسے اس سے زیادہ محسوس کیا جائے اور وہ اس سے بہتر ہو۔

شاید یہ راز کی بات رسول کریم ﷺ کے اس فرمان میں ملحوظ کی جا سکتی ہو جو آپ

نے جنت کی نعمتیں بیان کرتے ہوئے فرمائی:

''اس کی بیوی یعنی حور کہے گی: بخدا! جنت میں میں نے نہ تجھ سا کوئی حسین دیکھا ہے، نہ تجھ سے زیادہ میرا کوئی محبوب ہی ہے۔''[1]

اے سمجھدار بیوی! اپنے خاوند کے لیے غیرت کو اپنے قریب کرنے کا سبب بنائیں، وہ تجھ سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہ دیکھے، لہٰذا اس کے لیے بن سنور کر رہو، اس کے ساتھ خوش مزاجی اور لبھانے کے انداز میں پیش آؤ، اس کے ساتھ اتنی محبت کرو کہ وہ آپ کا اور آپ کی محبت کا اسیر ہوجائے، اس کو اپنی ظرافت، خوش طبعی اور بشاشت کا اتنا عادی بنا دو کہ وہ آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکے، اس کے لیے راحت کے تمام سامان مہیا کر دو کہ وہ آپ کے سوا کسی کا محتاج نہ رہے، اس کے ساتھ ایسے رومان پرور انداز میں دل موہ لینے والی باتیں کرو کہ جب وہ آپ کے سامنے ہو تو اسے اپنی مردانگی اور شخصیت کا مکمل ادراک اور احساس ہو، پھر وہ آپ کے سوا ہر عورت سے منہ موڑ دے گا۔

اے خوشی کی آرزو مند بیوی! جب آپ کا خاوند گھر آئے اور اس کے چہرے پر پریشانی چھائی ہوئی ہو اور یہ پریشانی اور کبیدہ خاطری مسلسل چھائی رہے، پھر وہ کسی دوسری عورت کی طرف توجہ کرنے لگے اور تم اس کے خیال سے جاتی رہو تو اس وقت کسی کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بجائے اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، اگر آپ کا خاوند گھر ٹھہرنے کے بجائے باہر نکلنے کو ترجیح دے تو اپنی ذات سے شکوہ کر اور اس سے سوال کر کہ تمہارا اس کا خیال رکھنا کہاں چلا گیا؟ اس کے ساتھ مصروف رہنا، اس کے ساتھ خوشگوار باتیں کرنا، اس کے لیے تیار رہنا، اس کے سامنے خوبصورت انداز میں پیش ہونا، اسے دیکھ کر تمہارے چہرے کا چمک اٹھنا اور ہونٹوں پر مسکان کا چھا جانا، یہ سب کہاں چلا گیا؟ تم تبدیل ہوگئی تو وہ بھی تبدیل ہوگیا، تم نے اس پر شک کرتے ہوئے اس کی نگرانی شروع کر دی تو وہ غیر عورت کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اے ہوشمند بیوی! تمہارا خاوند دنیا میں تمہارے سوا کسی عورت کا خواہشمند نہیں ہوتا،

[1] تفسیر ابن کثیر [سورہ رحمن: 56]

وہ تمہارے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے، کام کرتا ہے، تمہارے لیے جیتا ہے اور تمہارے ساتھ ہی جینا چاہتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور دانائی کا دامن تھام، اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھتے ہوئے اپنے خاوند پر اعتماد کر، جو اس کی حفاظت کرتا ہے، جو اس کے حکم کو مانتا ہے۔

اپنے دشمن کے وسوسات سے دور رہ، جو تمہارے دل کو میلا کرنے اور زندگی کو گدلا کرنے پر تلا رہتا ہے، اس کی بات گوشِ دل سے سن، جو تمہارا خیر خواہ، تم پر شفقت کرنے والا اور رحمدل ہے۔ اس کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی، حالانکہ وہ اس سے بے پرواہ نہیں ہو سکتی۔''[1]

کچھ عورتیں کہتی ہیں: یہ بے حسی اور مردہ دلی کی کیفیت ہے کہ عورت اپنے خاوند کو یہ احساس نہ دلا سکے کہ وہ اس پر غیرت کھاتی ہے، یہ سچی محبت کا احساس ہے، لیکن یہ کونسی غیرت ہے؟ یہ وہ غیرت ہے جو گھریلو سالن کو مزیدار اور اشتہا انگیز بنانے کے لیے مسالے کے طور پر کام کرتی ہے، یہ حسن معاشرت، ازدواجی لذت اور ایک دوسرے میں ڈوب جانے کی دلیل ہے، لیکن کیا ایک زیرک اور عقلمند مسلمان عورت کے لائق ہے کہ وہ اپنی زندگی برباد کرنے کے لیے اپنے خاندان کو اجاڑنے کے لیے اپنی غیرت کو بے لگام چھوڑ دے اور شک کی بیماری میں مبتلا لا علاج نفسیاتی مریضہ بن جائے؟! جس کی وجہ سے ایک ایسی بھیانک نفسیاتی کشمکش کے بوجھ تلے آ جائے جو عقل و دانش کا کریا کرم کر دے۔

صحیح و غلط، بیماری اور صحت مندی، حق و باطل، دل لگی اور عشق و فریفتگی کی غیرت اور شک اور درد ناک نفسیاتی الم، تباہی اور بربادی کی غیرت کے درمیان انتہائی دقیق اور باریک خطوط ہیں۔

اے صاحب عقل! اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے انداز پر ذرا توجہ دیں، جب ان کے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور وہ بیوہ ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

[1] السلسلة الصحيحة [581/1] برقم [289]

اپنے لیے پیغام نکاح بھجوایا تو انھوں نے کہا: میں بڑی غیرت مند ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری یہ غیرت لے جائے۔"[1]

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے غیرت کا مظاہرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

''تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا ہوا ہے۔''[2]

خاوند کی محبت اور عزت کی خاطر نزاکت بھری غیرت اور تباہ و برباد کر دینے والی غیرت میں زمین آسمان کا سا فرق ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہاں غیرت شیطان کی طرف سے قرار دی ہے اور ایک غیرت ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں، جبکہ دوسری وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں، وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں وہ جو بغیر شک کے ہو۔

لہٰذا آپ ایسی غیرت کھائیں جو آپ کی محبت کا اظہار اور خاوند کے لیے خوشی کا باعث ہو، ایسی غیرت سے بچیں جو آپ کے گھر اور زندگی کو اجاڑ دے، اللہ کے دین، عزتوں اور حرام کردہ اشیاء پر غیرت میں آئیں۔

وہ عورت جس کا صرف یہی مشغلہ ہو کہ وہ خاوند کی حرکتوں کی نگرانی کرتی رہے، اس کی جاسوسی میں لگی رہے، اس کے ہر کام میں شک کرے، اس کے جاننے والوں اور دوستوں سے غیرت کھائے تو یقیناً یہ بیوقوف عورت ہے جو اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے اپنے اور اپنے خاوند کے درمیان محبت اور اعتماد کے رشتے کو توڑ دیتی ہے۔

لہٰذا ازدواجی مسائل کے ماہرین عورت کو غیرت میں بے اعتدالی سے خبردار کرتے ہیں۔

ابوالاسود نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی سے پہلے کہا: غیرت سے بچنا، یہ طلاق کی چابی ہے۔ عورت اگر کسی بھی وجہ سے اپنے حواس کھو بیٹھے اور نامناسب جگہ پر غیرت میں آجائے تو اسے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس خرابی کو دور کر لینا چاہیے، تاہم اس غلطی کا تکرار نہیں ہونا چاہیے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [918]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2815]

عورت اگر اس وقت اپنے خاوند پر غیرت کھائے جب وہ کسی حرام کام میں مبتلا ہو، مثلاً زنا کاری کر بیٹھے، یا اس کے حق میں کمی کرے، اس کی سوتن کی وجہ سے اس پر ظلم کرے اور اس کو ترجیح دے، اگر یہ ثابت ہو جائے یا اس کے دلائل و شواہد ظاہر ہو جائیں تو یہ جائز غیرت ہے۔

اگر ایسا محض گمان کی وجہ سے ہو یا بغیر دلیل کے تو یہ شک کے بغیر مذموم غیرت ہے۔ اگر خاوند انصاف پرور ہو اور دونوں سوتنوں کا حق ادا کرتا ہو تو ایسی صورت میں غیرت ایک فطری چیز ہے، جس سے کوئی عورت بھی محفوظ نہیں، تو جب تک یہ حرام قول و فعل تک نہ پہنچ جائے تب تک اس کی عذر خواہی کرنی چاہیے۔

سلف صالحین سے عورتوں کے متعلق جو باتیں منقول ہوتی ہیں انھیں یہی معنی پہنانا چاہیے۔ آپ حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ کا پلیٹ توڑنے میں مواخذہ نہیں کیا، کیونکہ غیرت مند عورت اس غصے کی وجہ سے عقل سے محروم ہو جاتی ہے، جو غیرت بھڑکاتی ہے۔

آدمی میں غیرت:

زندگی گزارنے کا ایک یہ بھی ادب ہے کہ آدمی اپنی بیوی پر غیرت کھانے میں اعتدال سے کام لے، تاکہ افراط و تفریط نہ ہو، لہٰذا اس کو ایسے تمام ذرائع بند کر دینے چاہییں اور معاملے کی ابتدا سے غافل نہ رہے، جس کا انجام خطرناک ہو سکتا ہے۔ انتہائی بیدار مغزی اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے نگرانی کرے، اس طرح کے کام پسندیدہ غیرت کے زمرے میں آتے ہیں۔

اگر آدمی غیرت میں اسراف اور بغیر شک کے بدگمانی میں مبالغے سے کام لے اور پوشیدہ معاملات کی جاسوسی میں لگا رہے تو یہ قابل مذمت اور حرام غیرت ہے، جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الحجرات: 12]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے پوشیدہ معاملات کی جاسوسی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''ایک وہ غیرت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں، یہ وہ غیرت ہے جو آدمی بغیر شک کے اپنی بیوی پر کھاتا ہے۔''[1]

لیکن جو اس قابل تعریف غیرت میں لا پرواہی کرتا ہے تو ایسا شخص داغدار اور شکست دلی کی زندگی گزارتا ہے، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے:

''اللہ تعالیٰ روز قیامت دیوث پر نظر بھی نہیں ڈالیں گے، نہ ہی اسے جنت میں داخل کریں گے۔''[2]

دیوث وہ ہوتا ہے جو خود اپنی بیوی کو چکلے پر بٹھاتا ہے، غیرت نہیں کھاتا بلکہ اسے بدکاری میں ملوث دیکھ کر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ مگر جو قابل نفرت غیرت میں بھی زیادتی کرتا ہے وہ بھی تکلیف اور بدبختی کی زندگی گزارتا ہے، بہت کم ایسے ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ ہمیشہ رہ سکے۔

اعتدال ہی عزت، شرافت، اور نیک نفسی کی حفاظت اور صیانت کا ضامن اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے دوام اور استمرار کا ذمے دار ہے۔

---

[1] مسند أحمد [445/5] سنن أبي داود، رقم الحديث [2659]

[2] مسند أحمد [69/2] سنن النسائي [80/9]

انسانی نفس بچے کی طرح ہے، جس کا اسے عادی بنا دیا جائے، اس معاملے میں عورت کا نفس بھی بچے کی طرح ہے، جو ذرا سی اپنی بیوی کی لگام ڈھیلی کرتا ہے وہ اتنی ہی زیادہ سرکش ہو جاتی ہے۔

اگر وہ آدھی بالشت اس کو ڈھیل دے تو وہ ایک فٹ تک اس کو کھینچ لیتی ہے، جو اس کی خواہشات اور مرضیوں کے آگے سپر انداز ہو جائے اس کا انجام انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ اگر خاوند اس امانت اور ذمے داریوں کو ادا کرنے میں، جو اس کے سپرد کی گئی ہوں، اپنی خواہش کی پیروی میں اندھا ہو جائے تو ایسی حالت میں تباہی اور مصیبت کی شدت کا تصور بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔

حضرت حسن کا اس سلسلے میں ایک بڑا مشہور قول ہے:

''بخدا! جو آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری میں لگ جاتا ہے، اللہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکیں گے۔''

یہ ایک نسل در نسل منتقل ہونے والا مقولہ ہے: ''جورو کا غلام بد بخت ہوتا ہے۔''

مکروہ غیرت اور بغیر شک کے شکی پن ایسی بری خصلتیں ہیں جو گھریلو فضا کو مکدر کر دیتی ہیں، جھگڑا پیدا ہونے اور پھر گہرا ہونے تک ان کے اثرات مسلسل جاری رہتے ہیں، بلکہ اکثر اوقات یہ اثرات سنگین جرائم کے ارتکاب تک پہنچا دیتے ہیں، جو خاندان کو بکھیر کر رکھ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے چھوٹے بچے محرومی اور آوارگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ غیرت اصل میں ایک دینی اور اخلاقی خوبی ہے، لیکن دیگر خوبیوں کی طرح یہ بھی اگر اپنی حد سے بڑھ جائے تو اس کا الٹ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، تب یہ ایک قابل نفرت خامی بن جاتی ہے۔ یہ اسی وقت خوبی اور قابل فضیلت خو ہوتی ہے جب اعتدال کی حد میں رہے اور افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔

بدگمانی سے بچتے ہوئے بلا سبب معاملات کی کھوج لگائے بغیر، لوگوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی باتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور ان ابتدائی معاملات میں بیدار مغزی سے کام لیتے ہوئے غیرت میں اعتدال اپنایا جا سکتا ہے جس کا انجام برا ہوتا ہے اور وہ

اخلاقی پھسلن اور فساد کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں جن کو غور وفکر اور تحمل مزاجی سے بند کر دینا چاہیے، اگر غیرت میں یہ تمام معانی اکٹھے ہو جائیں تو پھر یہ غیرت واقعی ایک فضیلت اور اعلیٰ خوبی ہوتی ہے، لیکن اگر ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی خلل پیدا ہو جائے تو تب اس کا نتیجہ بھی قابل نفرت ہوگا، اور یہ غیر مناسب، یا غیر عقلمندانہ یا پھر ایسی غیرت ہوگی جو وقت گزرنے کے بعد آئے۔

یہ خاوند جسے اللہ تعالیٰ نے نیک، پاکدامن، عقلمند، حفاظت کرنے والی اور شک کی تہمت سے پاک بیوی کی نعمت سے نوازا ہو، ایسی غیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا کوئی سبب نہیں ہوتا، یہ تمام لوگوں پر اس کے لیے غیرت مند بنا رہتا ہے، لہٰذا نہ اس کو کہیں آنے جانے دیتا ہے، نہ کسی کو اس کے پاس آنے کی اجازت دیتا ہے، چاہے وہ والدین ہی کیوں نہ ہوں، وہ گھر میں کسی کھڑکی کو بھی کھلا نہیں رہنے دیتا، تمام کھڑکیوں کے دروازے ہمیشہ مقفل رہتے ہیں، وہ اپنی غیر موجودگی یا لاعلمی میں آنے والے کسی بھی شخص کے متعلق مطمئن نہیں ہوتا۔ اس لیے گھر سے نکلتے وقت تمام دروازوں کو تالے لگا دیتا ہے اور چابیاں اپنے پاس رکھ لیتا ہے، جب کام سے واپس آتا ہے تو تمام کمروں کو اچھی طرح دیکھتا ہے اور کونے کونے میں نظریں ڈالتا ہے، حتیٰ کہ فرنیچر اور بستر کے اندر تک جھانکتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس کی غیر موجودگی میں کوئی ذریعہ اختیار کر کے اس کے گھر میں داخل ہو گیا ہو اور اگر اللہ نہ کرے اس کے والدین یا قریبی رشتے داروں میں سے کوئی اس کی غیر موجودگی میں اس کی ملاقات کے لیے آ جائے تو اس کو اس وقت تک کسی بھی جگہ انتظار کرنا ہوگا جب تک یہ غیرت مند شوہر صاحب واپس نہ آ جائیں! اگر اس کی بیوی یا اس کے گھر والوں میں سے کوئی اس رویے سے تنگدلی یا ناگواری کا اظہار کرے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے اور شور اور دشمنی پر اتر آتا ہے۔

اگر عورت عدالت میں اس کے تکلیف دہ رویے اور بد معاملگی کے خلاف آواز اٹھائے تو وہ عدالت میں حاضر ہو کر ان شکایات کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا، میں نے صرف اپنا شرعی حق استعمال کیا ہے، کیونکہ میں غیرت مند

ہوں، اللہ تعالیٰ غیرت مند ہے اور مومن بھی، اگر میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

اس خاوند اور اس جیسے دیگر شوہروں سے یہ کہنا عدل و انصاف کی بات ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں یہ کوئی دینی غیرت نہیں، نہ مردانگی اور خود داری ہی کی غیرت ہے، بلکہ یہ وسوسے کے سوا کچھ نہیں، جس کی وجہ سے تم نے اپنی بیوی کی قانونی آزادی سلب کر رکھی ہے، وہ اس گھر میں نہ مُردوں میں ہے، نہ زندوں میں، تم نے اس کی عزت نفس اور شرافت کو قتل کر دیا ہے اور اس کی شہرت کو نقصان پہنچایا ہے، اگر تو سچا مومن ہوتا، اگر تیری تربیت اسلامی آداب کے مطابق ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ضرور ادب سیکھتا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا ﴾ [الحجرات: 12]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو۔''

نبی معصوم ﷺ فرماتے ہیں:

''ایک وہ غیرت ہے جو اللہ کو ناپسند ہے، اور یہ وہ غیرت ہے جو آدمی اپنی بیوی پر بغیر کسی شک کے کھاتا ہے۔''[1]

ایسی حالت کے انتہائی زیادہ کم ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ محض ایک فرضی کہانی ہے، جس کے دل میں یہ خیال آئے میں اسے معذور سمجھتا ہوں اور اسے مکمل یقین دہانی کرواتا ہوں کہ یہ ایک حقیقی رویہ ہے اور کئی مرتبہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، بلکہ ایک ایسے خاوند نے اس کام کا ارتکاب کیا، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھا اور اس کی بیوی انتہائی مہذب اور شریف النفس اور حاضرینِ عدالت نے بچشم خود اس کا مشاہدہ کیا۔

ادھر یہ جو ایک پرسکون اور سیدھے سادھے خاندان کا سربراہ ہے، جس کے متعلق کبھی کوئی بری بات نہیں سنی گئی، کسی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے تو وہ اس گالم گلوچ کے نتیجے

[1] مسند أحمد [445/5]

میں اس کی بیٹی یا بہن کے خلاف سازش کرتے ہوئے انھیں بدنام کرنے کی ٹھان لیتا ہے، اس طرح یہ شخص کوئی بے نام خط کسی جاننے والے کی معرفت اس کے پاس بھجواتا ہے، جس میں اس کی بیٹی پر بدکرداری کی تہمت لگائی جاتی ہے، اس شخص پر غصے کا شیطان سوار ہوجاتا ہے اور پھر یہ نہ آؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ، لاٹھی یا کوڑا اٹھا کر خاندان کے سکون کو برباد کر ڈالتا ہے اور اس تہمت زدہ کا کام تمام کر دیتا ہے جس کی وقت گزر جانے کے بعد معصومیت ثابت ہوجاتی ہے۔

عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ ایسے انسان سے کہا جائے: جناب! آپ نے عقل وحکمت کی منطق سے جانبداری برتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل نہیں کیا:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوٓا اَنۡ تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِيۡنَ﴾ [الحجرات: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کا لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔''

اور آپ کی یہ غیرت اچھی غیرت نہیں، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں، بلکہ یہ جاہلانہ اور بیوقوفانہ غیرت ہے جس سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت رکھتے ہیں۔

گزشتہ حالت کے بالکل خلاف ایک یہ خاوند ہے جس کو تہذیب اور مرفۃ الحالی کی چکا چوندھ نے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ یہ اپنی بیوی کو شراب خانوں اور ڈانس کلبوں میں لے کر جاتا ہے، ہر اچھے اور برے شخص کے ساتھ اس کا تعارف کرواتا ہے اس کو ہر ایک کے ساتھ رقص کرنے کی اجازت دیتا ہے، اور وہ ہر وہ کام کرتی ہے جس سے بچنا ناممکن ہوتا ہے، پھر غیرت اس کے دل کو کاٹ کھاتی ہے اور جونہی وہ اپنے گھر واپس لوٹتے ہیں تو وہ غیرت کے نقطۂ نگاہ سے اس کا محاسبہ کرنا شروع کر دیتا ہے، یہ مسکراہٹ اور وہ گفتگو... وغیرہ۔ پھر ان دونوں کے درمیان اختلاف کی چکی چلنا شروع ہوجاتی ہے، جو بعض اوقات خاموش ہو جاتی ہے، پھر دوبارہ اس حالت میں اپنے اسباب و نتائج سمیت چلنا شروع

ہو جاتی ہے، پھر مسلسل ایسے ہی ہوتا رہتا ہے۔

ایک وہ ہے جو اپنے دوستوں اور جاننے والوں کے لیے دروازے کے دونوں پٹ کھولے رکھتا ہے اور اپنی غیر موجودگی میں ان کے اس کے گھر آنے میں اس کو کوئی گناہ محسوس نہیں ہوتا، یہاں تک کہ جب شہرت خراب ہونا شروع ہو جائے اور گندی بدبو اٹھنے لگے اس وقت اس کی غیرت جاگ جاتی ہے، پھر غضبناک ہوتا ہے، غصے سے لال بھبھوکا ہوتا ہے، آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور لڑنا شروع کر دیتا ہے۔

یہ ایک تیسرا شخص ہے جو اپنی نوجوان بیٹی کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، یہ اپنے جیسے نوجوان کے ساتھ دن رات مشترکہ باتوں کے تعارف کے بہانے، یا شادی کے لالچ میں یا شخصی آزادی، یا آزادی عورت یا کسی بھی نام کے ساتھ (جو یورپین یہودی اور عیسائی عورتوں کی تقلید میں اپنائے جاتے ہیں) میل ملاپ رکھتی ہے، پھر جب کوئی واقعہ ہو جائے تو قیامت کھڑی ہو جاتی ہے، جو لڑکی، اس کی ماں اور خاندان کے سکون اور سلامتی کو تہس نہس کر دیتی ہے۔

ایسے تمام لوگوں سے خدا لگتی کہنا ہے کہ یہ بعد میں جاگنے والی غیرت پہلے کہاں سوئی ہوئی تھی؟ غیرت مند حضرات! تم نے ان چھوٹے چھوٹے کاموں سے غفلت کیوں برتی جن کا انجام برا ہوتا ہے؟! تمہاری آج کی یہ غیرت کسی کام کی نہیں، کیونکہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا، یہ قابل نفرین غیرت ہے، جس کا نتیجہ اختلاف اور خاندان کی زندگیوں کے ساتھ کھیلنے کے سوا اور کچھ نہیں، تمہارا سب سے پہلے اس بات پر محاسبہ کیا جائے گا جو تم نے خانگی حقوق اور خاندانی ناموس اور دین میں لا پرواہی اختیار کی۔ اس مری ہوئی غیرت سے ہمیں معاف ہی رکھو۔

البتہ صحیح دینی غیرت جس کے ساتھ یہ تمام معانی مکمل ہوتے ہیں وہ مردانگی اور عزت نفس کے ساتھ ساتھ سمجھدارانہ، بابصیرت اور قابل تعریف غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، یہ غیرت کبھی اختلاف کا وسیلہ نہیں بن سکتی، نہ نیک اور معزز لوگوں کے درمیان کسی ناپسندیدہ فعل کا ذریعہ ہی، غیرت جیسا کہ ذکر ہوا ایک فطری چیز ہے، جو انسان میں بشری طبیعت کے ساتھ ایک جبلی اور طبعی چیز ہے، جس کو ایمان ایک خاص توجہ دیتا ہے، کیونکہ یہ اصل میں ایمان کا حصہ اور انسان کی خصوصی اور اشرف صفت ہے، اسی اہمیت کے

پیش نظر عزت اور شرافت کی نگہبان ہے۔ کیونکہ عزت اور شرافت کا نگہبان ہونا ضروری ہے، جو انھیں مخدوش کرنے اور لالچوں سے محفوظ رکھ سکے، کیونکہ طمع کرنے والے بہت زیادہ ہیں، بیمار دلوں کے مالک منافق لوگوں سے عزت دار عورتوں کا بچنا بڑا محال ہوتا ہے، چاہے وہ گھروں ہی میں کیوں نہ ہو، لہٰذا غیرت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ یہ غیرت نفسیاتی اصول سے پہلے شرعی ضوابط کی پابند ہو، جن سے یہ علم، بردباری، دانائی، صحیح سوچ اور توقف جیسے معانی حاصل کرتی ہے۔ اگر یہ اس حد سے تجاوز کر جائے تو گھر میں شدید ترین طوفانوں کو کھڑا کر دے گی اور شیطان ازدواجی تعلق کو آسانی سے نشانہ بنالے گا جو اسلام میں مقدس ترین رشتوں میں سے ایک رشتہ ہے۔

ایسا اکثر ہوتا ہے، چنانچہ میاں بیوی جلد بازی میں توقف کیے بغیر غیرت کا ہتھیار استعمال کر لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں اختلاف اور جھگڑا جنم لیتا ہے اور صرف بدگمانی میں مبالغے سے کام لینے کی وجہ سے کئی برے نتائج سامنے آتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾

[الحجرات: 12]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

یہ تمام نتائج معاشرتی زندگی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، اجتماعی زندگی میں بہت سے معاملات سامنے آتے ہیں، جن میں سب سے مشہور عورتوں کا ایک دوسرے پر غیرت کھانا اور حسد کرنا ہوتا ہے، جیسے سوتنوں یا ہمسایوں کا ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھنا (اور دیورانیوں جٹھانیوں کا بھی) جس کے نتیجے میں عورتیں اپنی بعض ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فرضی کہانیاں بنا لیتی ہیں، یہ وہ خطرناک سبب ہے جو عورت کو جھوٹ

گھڑنے اور جعل سازی پر اکساتا ہے اور آدمی اگر ناسمجھ ہو تو وہ جھوٹ کو سچ اور غلط بیانی کو نصیحت سمجھ لیتا ہے۔

یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض خاوند یہ سمجھتے ہیں کہ تہمت زدہ عورت کے متعلق جلد از جلد فیصلہ کرنا شرعی غیرت کا تقاضا ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

بعض مردوں کی شکل میں نامرد خاوندوں کو چاہیے کہ غیرت سے کام لیتے ہوئے ایسے کام کا ذریعہ بند کر دیں جس کا انجام اچھا نہیں ہوسکتا، جیسے عورتوں کا نیم برہنہ ہو کر نکلنا، یا لباس پہن کر بھی بے لباس ہی نظر آنا، غیر مردوں کے ساتھ ملنا جلنا، گھر میں ان کے ساتھ ملنے کی اجازت دینا جن کے ساتھ ملنا شرعاً ناجائز ہے یا عام محفلوں میں یا نو ایجاد تقریبات میں انھیں جانے کی اجازت دینا، جیسے برتھ ڈے وغیرہ۔

اسلام عزت، شرف، پاکیزگی، طہارت، سچائی اور محرمات پر غیرت کا دین ہے، جس کا مطلب ہے کہ معاشرتی زندگی کے تمام طبقوں کے لیے سکون اور اطمینان مہیا کرنے کے لیے شیطانی خواہشات اور خبیث رجحانات کے حامل افراد کے لیے دروغ گوئی، بہتان تراشی اور جعل سازی کے سارے دروازے بند کر دیے جائیں۔

ایک شاعر اپنی بیوی کے متعلق کہتا ہے:

أَغَارُ عَلَيْهَا أَنْ تَرَیٰ الشَّمْسَ وَجْهَهَا
بِغَيْرِ خِمَارٍ وَالْمُحِبُّ غَيُوْرُ

''اگر سورج بھی اس کے چہرے کو دوپٹے کے بغیر دیکھے تو میں اس پر بھی غیرت کھاتا ہوں کیونکہ محبت کرنے والا بڑا غیرت مند ہوتا ہے۔''

اس جیسے خاوند کہاں ہیں؟ اب تو ہر کوئی بے لگام ہو چکا ہے، عورتیں یہاں وہاں مردوں کی نگاہوں کے سامنے اور ناک کے نیچے برہنہ ہو کر مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی، بن ٹھن کر نکلتی ہیں اور چند ایماندار مردوں کے سوا کوئی غیرت میں نہیں آتا۔

[2] فضول گفتگو اور گپ شپ لگانا:

ایک مثالی عورت بخوبی جانتی ہے کہ کب بولنا ہے اور کب خاموش رہنا ہے؟ کونسا

بولنے کا مقام ہے اور کونسا خاموش رہنے کا موقع ہے؟ لہٰذا وہ اپنی زبان کو فضول گفتگو اور بک بک سے محفوظ رکھتی ہے اور اچھی طرح جانتی ہے کہ کب گفتگو اچھی لگتی ہے اور کب خاموشی۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

''زبان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور اس کی کاریگری کا عجوبہ، اس کا جسم تو چھوٹا سا ہے لیکن اس کا جرم اور اطاعت بہت بڑی چیز ہے۔ کفر وایمان اس کی شہادت کے بغیر ظاہر نہیں ہوتا، جو فرمانبرداری یا نافرمانی کی انتہا ہیں۔ وہ چیز جو موجود ہو کہ معدوم، خالق ہو کہ مخلوق، خیالی ہو کہ معلوم یا موہوم، مگر زبان اس کو لے کر اس کا اثبات یا نفی کر دیتی ہے، جو کچھ علم پر مشتمل ہے زبان اس کا اظہار کرتی ہے، خواہ وہ حق ہو یا باطل، جب علم ہر چیز کو موضوع بحث بناتا ہے اور یہ خاصیت مگر زبان میں پائی جاتی ہے اور کسی عضو میں نہیں، آنکھ کی رنگوں اور تصویروں کے علاوہ کسی چیز تک رسائی نہیں، کان سماعت تک محدود ہیں، ہاتھ اجسام کے علاوہ نہیں پہنچ سکتا، ایسے ہی سارے اعضاء بدن۔ جبکہ زبان کا میدان بڑا وسیع ہے، اس کی کوئی حد کوئی انتہا نہیں، خیر میں بھی اس کا میدان وسیع ہے اور شر میں بھی اس کا دامن طویل، جس نے زبان کی نوک آزاد چھوڑ دی اور اس کی لگام ڈھیلی، شیطان اس کو ہر میدان میں دوڑائے گا اور ہلاکت کے کنارے تک پہنچا دے گا حتی کہ اس کو جہنم میں گرنے پر مجبور کر دے گا، جس طرح حدیث میں ہے:

''لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ مگر ان کی زبانوں کا کاٹا ہوا ہی گرائے گا۔''[1]

''زبان کے شر سے مگر وہی نجات پائے گا جو اسے شریعت کی لگام پہنائے گا اور اسے صرف اس کام میں چھوڑے جو دنیا یا آخرت میں اس کے لیے مفید ہو ہر اس کام سے اسے روک کر رکھے جس کا دنیا میں انجام بد ہو۔ اس کو علم ہونا چاہیے کہ کہاں زبان کو آزاد کرنا قابل تعریف ہے اور کہاں لائق مذمت؟ جو

[1] مسند أحمد [5/231] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3973]

اس حقیقت کو جان لے اس کے لیے اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا بڑا مشکل اور بھاری ہوتا ہے۔ انسان کا نافرمان اور سخت ترین عضو زبان ہے، اسے چھوڑنے میں نہ کوئی مشقت ہے نہ کوئی حرکت، مخلوق اس کی آفتوں، پریشانیوں، چالوں اور شکنجوں سے احتیاط کرنے میں سستی سے کام لیتی ہے۔

''یہ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا سب سے موثر ہتھیار ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نجات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان کو روکے رکھ، تمہارا گھر کشادہ ہو اور اپنی غلطی پر رو۔''[1]

ایک حدیث میں ہے:

''کیا میں تمھیں برے لوگوں کی خبر دوں؟ باتونی اور منہ پھٹ...''[2]

ایک روایت میں ہے:

''قیامت کے دن تم میں سے میرے لیے زیادہ قابل نفرت اور میری مجلس سے دور ترین یاوہ گو اور دریدہ دہن لوگ ہیں۔''[3]

ایک حدیث میں ہے:

''جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو سارے ہی اعضاء زبان کو یاد کرواتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔''[4]

''الحمد للہ کثرت کلام اور بیہودہ گوئی کی مذمت اور زبان کے خطرات بیان کرنے والی احادیث بے شمار ہیں، جو انھیں ڈھونڈنا چاہے اس کو مل جائیں گی۔''

''اس کے متعلق آثار صحابہ بھی کافی تعداد میں ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

1. مسند أحمد [148/4] سنن الترمذي، رقم الحديث [2406]
2. مسند أحمد [369/2]
3. مسند أحمد [١٩٣/٤]
4. سنن الترمذي، رقم الحديث [2407] صحيح الجامع، رقم الحديث [351]

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں کینکر ڈال لیتے تاکہ اپنے آپ کو بولنے سے روک سکیں۔ آپ اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے:
''یہی ہے جس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔''

2. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:
''اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، زبان سے زیادہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے طویل مدت تک جیل میں ڈال دیا جائے۔''

3. طاووس رحمہ اللہ کا قول ہے:
''میری زبان ایک درندہ ہے، اگر میں اسے آزاد چھوڑ دوں تو یہ مجھے کھا جائے۔''

4. وہب بن منبہ کا قول ہے کہ آل داود کی حکمت میں ہے:
''عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کو جانتا ہو، اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا اور اپنے کام سے کام رکھنے والا ہو۔''

5. حسن کا قول ہے:
''جس نے اپنی زبان کی حفاظت نہیں کی اس نے اپنے آپ کو نہیں سمجھا۔''

6. امام اوزاعی کا قول ہے:
حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں خط لکھا: ''حمد وثنا کے بعد جو اکثر دنیا کا ذکر کرتا رہے وہ دنیا سے تھوڑی چیز پر بھی راضی رہے گا، جس نے اپنے کلام کو اپنا عمل شمار کیا، وہ کم گو اور بامقصد ہو جائے گا۔''

امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں زبان کی بیس آفتیں ذکر کی ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1. بے مقصد کلام۔
2. فضول کلام۔
3. باطل میں بحث کرنا۔
4. مخالفت کرنا۔
5. باطل میں تکرار کرنا۔
6. باچھیں پھیلا کر بڑا زور لگا کر الفاظ ادا کرنا اور تکلفانہ انداز میں مسجع اور خوش بیان گفتگو کرنا۔

7 فحش گوئی، گالم گلوچ، بد زبانی۔ 8 لعن طعن کرنا۔

9 گانے گانا اور شعر پڑھنا۔ 10 طنز و مزاح کرنا۔

11 استہزا کرنا، مذاق اڑانا۔ 12 راز افشا کرنا۔

13 جھوٹا وعدہ کرنا۔ 14 بات بات میں جھوٹ بولنا اور قسمیں کھانا۔

15 غیبت کرنا۔ 16 چغلی کرنا۔

(عموماً عورتوں کی کوئی بھی مجلس چغلی اور غیبت سے خالی نہیں ہوتی)

17 ذو معنی باتیں کرنا۔ 18 بے جا تعریف کرنا۔

19 مقتضائے کلام میں دقیق غلطیوں سے غفلت۔

20 عوام کا اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے کلام اور سورتوں سے پہلے حروف کے متعلق گفتگو کرنا....[1]

گپ شب کی مجالس ہلاکت خیز اشیاء سے محفوظ نہیں ہوتیں:

1 کینہ اور غصہ کسی کی برائی کر کے دل لگی کرنے کے بنیادی اسباب ہیں۔

2 دوستوں کی خاطر داری رکھ رکھاؤ اور ان کو گفتگو جاری رکھنے پر آمادہ رکھنے کے لیے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہنا اور لوگوں کی عزتیں اچھال کر لطف اندوز ہونا، گفتگو کرنے والا، مرد ہو کہ عورت، سمجھتا ہے کہ یہ صحبت جاری رکھنے کے لیے مزاح داری ہے، لہٰذا پھر وہ بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتا رہتا ہے۔

3 بناوٹی انداز اپنانا اور دوسروں کی تنقیص کر کے اپنے آپ کو بلند کرتے ہوئے شیخیاں بگھارنا۔

4 حسد کرنا، یعنی غیر پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا اور ان کے زوال کی خواہش رکھنا۔

5 سارا وقت کھیل کود، ہنسی مذاق اور خوش گپیوں میں اڑا دینا اور ہم نشینوں کو دوسرے کے عیوب اور اسرار ذکر کر کے ہنسانا۔

6 حقارت اور تکبر کی وجہ سے کسی کا مذاق اڑانا۔

اسلامی بہنا! اپنی خاص مجالس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا، اور جان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر نگران ہے، یہ بھی جان لینا کہ تمہاری زبان کی بھی نگرانی کی جارہی ہے، جس

[1] إحياء علوم الدين [179/3]

طرح ارشاد خداوندی ہے:

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ [ق: 18]

''وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

اے مسلمان اور وفادار بیوی! ٹیلیفون پر گفتگو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رکھنا اور غیبت چغلی، کثرت کلام اور گپ شپ سے بچتے رہنا، ٹیلیفون کو صرف ضرورت کے لیے استعمال کریں اور بقدر ضرورت جلد از جلد بات مکمل کر کے ختم کریں، ہیلو، ہائے کے بجائے ''السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته'' کہیں، جو اسلامی تحفہ ہے۔

گفتگو کے دوران میں اسلامی آداب کا خیال رکھیں، اگر آپ کو مخاطب کیا جا رہا ہے تو سب سے پہلے اس کا نام پوچھیں، جس کو آپ جانتی نہیں اس کے ساتھ گفتگو کرنے کی اپنے آپ کو اجازت نہ دیں اور فوراً ہیڈ فون کریڈل پر رکھ دیں، ضرورت کے بغیر یا پھر رشتے داروں کے سوا اپنا نام نہ بتائیں، جس کے ساتھ آپ کی جان پہچان نہیں اس کے ساتھ بات لمبی نہ کریں اور لوچ دار انداز میں بات نہ کریں کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ طمع کرے، بلکہ کڑک لہجے میں اس کے ساتھ بات کریں اور بڑی چالاکی، مہارت اور عمدہ انداز میں پیچھے ہٹ جائیں۔

[3] ڈش، کیبل، تاش وغیرہ تفریح طبع کے وسائل:

تجھے کیا خبر ''ڈش'' کیا چیز ہے؟! یہ وہ جدید کھڑکی ہے جس نے زنا کاری، بدکاری اور ناجائز تعلقات کو فروغ دینے والی فلموں اور انتہائی سستی ہیجان خیزی کے ذریعے مسلمانوں اور ان کے بیٹوں کی آنکھوں کے سامنے فساد، بربادی اور بے راہ روی کا طوفان کھول کر رکھ دیا ہے۔

یہ مصیبت اتنی عام ہو چکی ہے کہ گھر گھر پہنچ چکی ہے، اس کی وجہ سے یہ جسے ''فن اداکاری'' کا نام دیتے ہیں وہ فسق و فجور، فحاشی اور گندگی پھیلانے اور مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کی اداکاروں کی شکل میں برے نمونوں کے مطابق تربیت کرنے کا اہم ذریعہ بن چکا ہے، جو بڑی کوشش اور اصرار کے ساتھ امت اور نئی نسل کو ہلاکت کی طرف چلا رہے ہیں۔

بعض اخلاق سے تہی دامن لوگوں کے ہاں اس کا عام ہونا ان کے گھروں میں ایسی

صورتیں، حالات اور رویے پیدا کر رہا ہے جو ان کے بچوں کی تربیت اور کردار کے لیے انتہائی زیادہ خطرناک اور مہلک ہیں۔

نوجوان اس وقت سے بے کار ہو چکے ہیں جب سے انھوں نے خاندانوں کی زندگیوں میں اس تیز رو جنسی ابال کی بارش کا اس ڈش کی کھڑکی کے ذریعے مشاہدہ کیا ہے، جو اس جدید تہذیب کا تحفہ ہے، اور سراسر باعثِ بگاڑ اور فساد۔

ایک مسلمان آدمی پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اس ڈش اور کیبل کو اپنے گھر میں داخل کرتا ہے، پھر اپنی بیوی بچوں کے سامنے اسے رکھ کر ان کے سامنے مسلمانوں کے دشمنوں کی جانب سے برائیوں اور رذیلتوں کو پھیلانے کے لیے کھڑکی کھول دیتا ہے، ان کے سامنے فحاشی لا کر رکھ دیتا ہے، وہ اسے دیکھتے ہیں اور پھر یہ خاموش رہتا ہے۔

بعض مردوں کی شکل میں نامرد ایسے بھی ہیں جو دن رات میں کئی کئی گھنٹے ڈش کے سامنے اس کے زہر کے ساتھ گزار دیتے ہیں، جو دیکھتے ہیں اس کے اسیر ہو جاتے ہیں، کبھی اس لڑکی کے کبھی اس لڑکی کے درمیان گھومتے رہتے ہیں، اپنے بیوی بچوں کو ایسے چھوڑ دیتے ہیں گویا ان کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا ہو، اور اس کا ''ڈش'' کی کھڑکی کے ساتھ ہی یارانہ اور تعلق ہو اور اپنے گھر والوں کے صرف ساتھ جسمانی طور سے ہو۔ اپنا دل، روح اور عقل کسی اور کی جھولی میں گروی رکھ آیا ہو۔ یہ شخص اپنے بیوی بچوں کے حق سے لاپرواہی کرتا ہے، کیا یہ بھول چکا ہے کہ ''تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے'' کیا اس نے ان دونوں کا حق ادا کر دیا ہے؟ اس کے بیوی بچوں کا اس پر حق ہے، جبکہ اس ڈش نے ان کے سارے حقوق سلب کر لیے ہیں۔

اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے جو ڈش کے ساتھ اپنی بیوی سے بھی زیادہ رہتا ہے، بلکہ اس کو اس نے بالکل چھوڑ دیا ہوا ہے اور اس کی نئی سوتن ڈش کا غلام بن چکا ہے۔

اے بندۂ خدا! کیا یہ اتنا طویل وقت جسے تو اس ڈش کی صحبت میں گزار کر ضائع کر رہا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ تجھ سے سوال نہیں کریں گے......؟ یہ وہ تیری عمر ہے کہ تیرے قدم اللہ رحمان کی جناب سے اس وقت تک نہیں اکھڑیں گے، جب تک تجھ سے اس کا حساب نہ مانگ لیا جائے۔

خوابِ غفلت سے بیدا ہو جا، اے آدمی! اپنے اوپر اور اپنے بیوی بچوں پر ترس کھاتے ہوئے اللہ سے ڈر جا، اپنے گھر سے اس راندۂ درگاہ شیطان کو نکال باہر کر، ان چھوٹے چھوٹے معصوموں کی نظروں سے ان بدکاری کے کاموں کو دور کر جو بڑی معصومیت مگر مہارت سے ہر اس چیز کو سیکھتے ہیں جو دیکھتے ہیں، انھیں ان بدکاریوں کے دیکھنے کا عادی بنا نہ ان کی ان پر تربیت ہی کر۔

وَيَنْشَأُ نَاشِئُ الْفِتْيَانِ مِنَّا
عَلٰى مَا كَانَ عَوَّدَهُ أَبُوهُ

''باپ جس کام کا عادی بنا دے نوجوان اسی پر تربیت پاتا ہے۔''

اے آدمی! اپنے بیوی بچوں کے حقوق کا خیال رکھ اور ان کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھ، اس ڈش سے خبردار ہو جا جس نے تجھے ان کے درمیان عقل، روح اور دل سے خالی محض ایک جسم بنا کر رکھ دیا ہے، تو ان کا نگران ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار!

❁ تاش کھیلنا۔

ڈش کی طرح یہ بھی ایک نئی آگ ہے، جس نے مردوں کو اپنے بیوی بچوں سے بیگانہ کر دیا ہے، مرد ساری رات طلوع فجر تک اسی کھیل میں مشغول رہتا ہے، اس کی بیوی رات آنکھوں میں کاٹ دیتی ہے اور اپنے حق کا انتظار کرتی رہتی ہے اور وہ یہاں نہیں ہوتا، بلکہ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر میں یا کہیں باہر گپ شپ کے لیے رت جگے میں مشغول رہتا ہے اور اپنی عمر کے اوقات تاش کھیلنے میں ضائع کر دیتا ہے۔

بیوی کے ساتھ اس کا رابطہ صرف اس کام کے لیے ہوتا ہے کہ وہ اس کے دوستوں اور شرکاءِ کھیل کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کرے، جب رات گزر جائے اور فجر کا وقت قریب ہو جائے تو یہ جناب اس وقت طویل شب بیداری کے بعد لٹکتے لہراتے ہوئے اور رفتاں وخیزاں بستر میں جاپناہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ تھوڑا سا آرام کر کے صبح جلد بیدار ہو کر اپنے کام پر چلا جائے۔

پھر جب کام سے واپس آتا ہے تو دوبارہ نئے سرے سے اس علت میں مشغول

ہو جاتا ہے، اپنی بیوی کو بالکل بھول جاتا ہے، جو اس کا انتظار کرتی رہتی ہے، گویا ایک طرح کی اس کے ساتھ قطع تعلقی کر لیتا ہے۔

یہ تاش اور دیگر ایسی اشیاء جو آدمی کو اپنے گھر والوں سے بالکل بے خبر کر دیں یہ شیطان کے مکمل کھلے ہوئے دروازے ہیں جن کے ذریعے وہ ازدواجی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے آرام اور سکون کو لڑائی جھگڑے اور چڑ چڑے پن میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[4] خاوند کی سختی، درشتی اور شیخی:

ازدواجی جھگڑوں کا سبب خاوند کا درشت انداز، سخت مزاج اور متکبرانہ رویہ بھی ہوتا ہے، ایسی سختی جس کی نہ کوئی ضرورت ہو اور نہ فائدہ ہی۔ اسی طرح اپنی قیادت، سیادت اور تکبر کے نشے میں ڈوبے رہنا بھی اس کا ایک اہم سبب ہوتا ہے۔

عدالت میں بیویوں کی طرف سے خاوندوں کے خلاف دائر کردہ شکایات پر اگر ایک نگاہ ڈالی جائے تو ایسا محسوس ہوگا کہ ان کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ خاوند بیوی کے ساتھ بدگوئی، درشت کلامی اور سختی اور تشدد سے پیش آتا رہا ہے۔ اسلام تمام لوگوں کے ساتھ اور بیوی اور دیگر گھریلو افراد کے ساتھ سخت کلامی اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آنے کی سخت مخالفت کرتا ہے۔

اسلامی آداب اور تعلیمات تمام معاملات میں نرمی کا حکم دیتے ہیں اور تمام لوگوں کے ساتھ عموماً اور بیوی کے ساتھ خصوصاً نرم رویہ اپنانے پر اکساتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴾ [آل عمران: 159]

''اور اگر تو بدخلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

پرانی کتابوں میں رسول کریم ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ ''نہ آپ سخت کلام ہیں نہ بداخلاق۔''❶

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھیں بدترین آدمی کی خبر نہ دوں؟ سخت کلام اور متکبر۔''❷

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھے تو ان میں نرمی داخل کر دیتا ہے۔''❸

نیز فرمایا:

''جو نرمی سے محروم ہوگیا وہ مکمل بھلائی سے محروم ہوگیا۔''❹

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''کامل ترین ایمان کا مالک وہ ایماندار ہے جو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور اپنے گھر والوں کے لیے نرم رویہ اپنانے والا ہو۔''❺

بلاشبہ خاوند خاندان کا سربراہ ہے اور یہ اس کی ریاست بھی ہے لیکن یہ ریاست صرف نرمی، شفقت اور اعلیٰ اخلاق پر قائم رہ سکتی ہے۔ جو بیوی اس جیسے مرض میں مبتلا خاوند کی آزمائش میں پڑ جائے اس کو چاہیے کہ وہ دانائی، اور اچھے انداز میں وعظ و نصیحت کر کے اس کو سدھارے اور جب تک ممکن ہو صبر و تحمل سے کام لے۔

[5] شادی کے مقاصد سے انحراف کرنا:

تمام طبقات میں پھیلے ہوئے لڑائی جھگڑوں اور مخالفت کے اسباب میں سردست یہ چیز آتی ہے جو انتہائی عام ہوچکی ہے اور ہر کوئی شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر اسی کام میں

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2125]

❷ مسند أحمد [407/5]

❸ مسند أحمد [71/6]

❹ صحيح مسلم، رقم الحديث [2592]

❺ سنن الترمذي، رقم الحديث [2612] مسند أحمد [99/6]

جت چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ کچھ خاوند شادی کے تمام دینی، فطری اور اخلاقی اعلیٰ مقاصد سے سرمو انحراف کر چکے ہیں، وہ شادی کو ایک جاری رہنے والے سودے کی نظر سے دیکھتے ہیں، جو ان کے لیے ان کی سوسائٹی میں ایک خوشحال زندگی گزارنے کا ضامن ہو، اور انھیں اعلیٰ مناصب تک پہنچانے اور ترقی کے مدارج طے کرنے کے لیے صرف ایک زینہ۔ یہ اور ان جیسے دیگر مقاصد کہ شادی ان کے حصول کے لیے جائز قرار نہیں دی گئی، بلکہ ان جیسے اغراض کا اس کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

اگر وہ ان مقاصد کو نہ پا سکیں جو انھوں نے اپنے ذہن میں رکھے ہوئے تھے یا ان کے خلاف کوئی کام ہو جائے یا وہ یہ محسوس کریں کہ اس شادی کے مقاصد پورے ہو چکے ہیں تو پھر وہ بھڑک اٹھتے ہیں اور ایذا رسانی اور لڑائی جھگڑے کے ہتھیار اٹھا لیتے ہیں، اپنی طرف سے عیب گھڑ لیتے ہیں، جھوٹی باتیں تراش لیتے ہیں، اپنے دل سے خوف خدا نکال دیتے ہیں، نہ اخلاقیات کی کوئی پرواہ کرتے ہیں نہ کسی قرابت داری ہی کا لحاظ کرتے ہیں کہ شاید وہ اپنے مقاصد کو پا لیں یا جو کمی ہے اسے پورا کر سکیں یا پھر اپنی ذمے داریوں سے جان چھڑا کر بھاگ نکلیں، تاکہ اپنے اس سودے میں کسی قسم کے گھاٹے سے دوچار نہ ہوں اور کوئی دوسرا نیا شکار تلاش کر لیں اور اس کو اپنے جال میں پھنسائیں۔

صرف اسی لالچ کے پیش نظر شادی کے مقاصد کو اول تا آخر ضائع کر دینا اور لڑائی جھگڑے کا سہارا لینا ایسا کام ہے کہ ایک صحیح فطرت اس سے انکار کرتی ہے۔ دین کی نظر میں یہ قابل نفرت عمل ہے اور ایک شریف النفس اور با اخلاق انسان کو اس سے گھن آتی ہے اور کون ہے جو اس شخص کی اس کرتوت پر راضی ہو جو عورت کے ساتھ اس کے مال پر نظر رکھتے ہوئے شادی کرتا ہے، جب وہ اسے اپنا مال دینا بند کر دے تو پھر وہ لڑائی جھگڑے کا ہتھیار اٹھا لیتا ہے اور طرح طرح سے اس کو تکلیفیں پہنچاتا ہے؟!

کون ہے جو اس شخص پر خوش ہو جو اپنے سسر سے ماہانہ خرچ لیتا ہے، پھر اس کو ذخیرہ کرتا رہتا ہے اور جب اس کی امید کے مطابق اس کو خرچہ ملنا بند ہو جائے تب اس کی بیٹی کو مختلف انداز میں سزائیں دینا شروع کر دیتا ہے؟!

کون ہے جو اس شخص کو شاباش دیتا ہو جو کسی صاحب اثر و رسوخ کی بیٹی کے ساتھ

اس مقصد کے لیے رشتہ ازدواج قائم کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے اس کے حکومتی منصب تک پہنچ جائے، جب مقصد حاصل کر لے تو اس مقدس تعلق سے اجنبی بن جائے اور کسی دوسرے شکار پر نظر رکھتے ہوئے لڑائی جھگڑا کر کے اس سے جان چھڑا لے؟!

بیویوں اور ان کے سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ جھوٹے مظاہر سے دھوکے میں نہ آئیں، نہ جلد بازی کے شیطان کی بات ہی مانیں بلکہ سوچ بچار اور توقف سے کام لیں اور جو شادی کا پیغام بھیجتا ہے اس کے متعلق مکمل چھان بین کر لیں۔

[6] بخیلی اور کنجوسی:

کنجوسی کا مطلب ہے کہ مال میں انتہائی زیادہ حرص اور لالچ کے انداز میں بخل کرنا اور اسے فرائض و واجبات، اور دینی اور معاشرتی نیک کاموں میں خرچ کرنے سے روکے رکھنا کہ جن کاموں میں مال خرچ کرنا انسان کی تعریف، بزرگی اور اچھی شہرت کا سبب بنتا ہے۔

کنجوسی اور بخیلی قابل نفرت اور باعث مذمت عادات ہیں اور بہت ساری مصیبتوں اور غلطیوں کی جڑ، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بخیلی کی بھرپور مذمت کی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [آل عمران: 180]

''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا، جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔''

حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم ﷺ بخیلی اور کنجوسی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔[1]

[1] صحیح البخاری [6369] صحیح مسلم [2706] سنن النسائي [367/8]

آپ کا فرمان ہے:

''کنجوسی سے بچو، کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا ہے، اس نے ان کو خون بہانے اور محرمات کو حلال کرنے پر اکسایا۔''[1]

نیز فرمان مصطفیٰ ہے:

''سخی اللہ کے قریب، جنت کے نزدیک اور لوگوں کے پاس ہوتا ہے اور جہنم سے دور، جبکہ بخیل، اللہ سے دور، لوگوں سے بعید اور آگ کے قریب ہوتا ہے، ایک جاہل مگر فیاض عبادت گزار، اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔''[2]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''[3]

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''ایک مسلمان کے دل میں بخیلی اور ایمان کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''[4]

ایک نارمل، سلیقہ شعار اور معتدل خصلتوں والا آدمی مال سے جتنی بھی محبت کرتا ہو، لیکن وہ اپنی طبیعت کی وجہ سے اپنے خاندان کو ہر تکلیف دہ چیز سے محفوظ رکھنے اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے، ان کے حال اور مستقبل کے لیے دن رات جدوجہد اور مشقت میں گزارتا ہے اور وہ ان کے ساتھ بے پناہ محبت، شفقت رکھتا ہے، ان پر بھرپور توجہ دیتا ہے، اگر وہ پریشان ہوں تو یہ بھی پریشان ہوجاتا ہے، اگر وہ خوش ہوں تو یہ بھی خوش ہوجاتا ہے، اکثر اوقات انھیں اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے اور اس ایثار پر خوش اور مسرور ہوتا ہے۔

جس طرح پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اسلام اپنے گھر والوں کے اخراجات اٹھانے کو محض ایک فرض یا واجب کی نظر ہی سے نہیں دیکھتا، بلکہ وہ اسے ایک بہترین نیکی اور غیر معمولی صدقہ قرار دیتا ہے۔

---

1. صحیح مسلم، رقم الحدیث [2578]
2. سنن الترمذي، رقم الحدیث [1961]
3. مسند أحمد [4/1] سنن الترمذي، رقم الحدیث [1963]
4. مسند أحمد [256/2] سنن النسائي [13/6]

زمانہ قدیم سے لوگوں کا اس بات پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ بیوی بچوں کے اخراجات کا اہتمام کرنا ایک فضیلت ہے اور ان پر خرچ کرنے میں بخیلی اور تنگی کرنا ایک قابل نفرت رذیلت ہے، ایسا کرنے والا لوگوں کی نفرت، مذاق اور حقارت کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور ذلالت وخساست میں ضرب المثل۔

لوگ شاید ہر قسم کی بخیلی سے صرف نظر کر دیں، لیکن اہل وعیال پر بخیلی، کنجوسی اور تنگی کی بد خصلت سے کبھی صرف نظر نہیں کریں گے۔ بخیلی کے فطری اسباب ہر فرد میں مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ اس وجہ سے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ یہ رویہ اپناتے ہیں کیونکہ وہ اس کے نافرمان اور سرکش ہوتے ہیں، لہٰذا وہ ان کے خلاف خرچے میں تنگی کا ہتھیار اٹھاتا ہے۔

جب کہ بعض لوگ اپنی شہوت رانی، لذت کوشی اور اخلاق کش سرگرمیوں میں تو بڑی سخاوت کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں لیکن ان کی یہ شہوت پرستی ان کو باقی ہر ایک چیز سے اندھا کر دیتی ہے، اس کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی رعیت بھوکی ہے کہ سیر، وہ بے لباس ہیں کہ لباس پہنے ہوئے، یہ ان پر بخیل ہوتا ہے اور اپنی عیش کوشی میں سخی! ایک تیسرا شخص صرف مال جمع کرنے کی محبت میں مال خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچے رکھتا ہے۔ بخل کا انجام بڑا برا ہوتا ہے اور یہ خاندان اور معاشرے کے لیے فسادات کو جنم دیتا ہے۔

نبی معصوم ﷺ کا فرمان ہے:

''بخیلی سے بچو، اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بلایا اور ان کا خون کروایا، ان کو بلایا تو انھوں نے محرمات کو پامال کیا، اس نے پھر ان کو بلایا تو انھوں نے قطع رحمی کی، اس بخیلی سے بچو، تم سے پہلے لوگ بخیلی کی وجہ سے ہلاک ہوگئے، اس نے ان کو بخیلی کا حکم دیا تو انھوں نے بخیلی کی، اس نے ان کو قطع تعلقی کا حکم دیا تو انھوں نے قطع رحمی کی، اس نے ان کو بدکاری کا حکم دیا تو انھوں نے بدکاری کی۔''[1]

اگر اہل وعیال پر بخیلی کا مقصد انھیں سزا دینا ہو یا حب شہوت کی وجہ سے ہو تو اس

[1] حاکم [415/1]

بیماری کا آسانی سے علاج ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اس کی وجہ مال جمع کرنے کی خواہش اور حب مال ہو تو تب یہ ایسی لاعلاج بیماری ہے جس پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اور اس کا علاج مشکل ہوتا ہے، بلکہ یہ لا علاج امراض میں سے ہے۔

حضرت ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے خاوند حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بخیلی کی شکایت کی اور کہا: ابوسفیان بڑا کنجوس آدمی ہے، مجھے اس قدر خرچہ نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو، تاہم میں اس کے علم لائے بغیر کچھ لے لیتی ہوں، کیا اس حرکت کی وجہ سے مجھے کوئی گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''معروف طریقے کے مطابق اپنے اور اپنی اولاد کے لیے اس کے مال سے لے لو۔''[1]

[7] میاں یا بیوی کے کام کی نوعیت:

میاں بیوی کے درمیان جھگڑے اور چڑچڑے پن کا ایک اہم اور عام سبب میاں بیوی کے کام کی نوعیت بھی ہے، مثلاً خاوند اگر ڈاکٹر ہو یا پائلٹ، اور بیوی لیڈی ڈاکٹر ہو، ان جیسے پیشوں میں پروفیشن اور کام کی نوعیت ازدواجی پریشانی کا ایک اہم سبب اور مصدر ہوتی ہے۔

لیڈی ڈاکٹر کے خاوند کو اس وقت پریشانی اور کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب اس کی بیوی کو رات یا دن کے کسی لمحے کسی مریض کی خبر گیری یا علاج کے سلسلے میں بلایا جاتا ہے، اس طرح ڈاکٹر کی بیوی رات کے پرسکون لمحات میں اس وقت اس کو اپنی گود سے جدا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے، جب ہسپتال سے کوئی ٹیلی فون آجائے، یا کسی محتاج اور مریض کی مدد کا پیغام آجائے۔ اس جیسی صورت حال میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے کام کی نوعیت، کیفیت اور علامات کو سمجھ کر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایسے حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کرنی چاہیے۔

جب انھیں اپنے گھر کی چھت تلے ایک ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملے تو ان خوشگوار لمحات سے بھرپور لطف اندوز اور مستفیض ہونا چاہیے تاکہ ان کی ملاقات کے اوقات

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5364] صحيح مسلم، رقم الحديث [1714]

مودت، شفقت، سکون، سعادت اور خوشگواری کے لیے ہو نہ کہ لڑائی جھگڑے، اختلاف، عناد اور چڑ چڑے پن کے لیے، دونوں ہی فریقوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی ملاقات کے مواقع ڈھونڈتے رہیں تاکہ اپنی غیر حاضری کی تلافی کر سکیں۔

عقل مند مرد اور عورت وہ ہے جو جتنا وقت اس کو میسر ہو اسے اپنے شریک حیات کو خوش کرنے میں گزار دے، یہاں جیت اسی کی ہے جو اپنے کام اور اپنی بیوی کے کام کے حالات کے مطابق موافقت پیدا کرے، تاکہ خوشگوار زندگی کا سفینہ آندھیوں اور طوفانوں کی زد میں آئے بغیر پرسکون انداز میں چلتا رہے۔

پائلٹ اور اکثر سفر میں رہنے والے بزنس مین کی بیوی بھی ڈاکٹر کی بیوی سے اچھی حالت میں نہیں ہوتی، آج خاوند کی فلائٹ یہاں ہے تو کل وہاں...!

عقلمند اور زیرک وہی ہے جو اپنے خاوند میں جب وہ غیر حاضر ہو تو شوق ملاقات بیدار رکھے نہ کہ اس کی طرح کا رویہ اپنائے جس کے ساتھ زندگی گزارنا جہنم بن جائے اور پھر وہ اس سے بھاگنے کے مواقع ڈھونڈتا رہے۔

[8] عورت کے خصوصی معاملات میں خاوند کی مداخلت کرنا:

ہر عورت اور بیوی یہ چاہتی ہے کہ وہ اپنے گھر میں ملکہ بن کر رہے، اس لیے وہ اپنے ذوق اور سلیقے کے مطابق ہر چیز کو ترتیب دیتی ہے اور اس انداز میں ہر چیز کو منظّم کرتی ہے جس سے اس کی گھر میں مکمل حکمرانی کی خواہش پوری ہو، یہ ایک ظاہر بات ہے کہ گھر کی ترتیب، تنظیم اور آراستگی کا سب سے زیادہ تعلق عورت کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ خاوند کے ساتھ، یہ ایک نسوانی فطرت ہے جو ہر عورت میں موجود ہے، جسے وہ اپنی گھریلو اور ازدواجی زندگی پر اپنے واضح اثرات کے اظہار کے لیے اپنی ذات، کردار، نسوانیت اور مرتبے کو ثابت کرنا چاہتی ہے۔

اکثر اوقات بیوی صرف اس وجہ سے اپنے خاوند سے تنگ آ جاتی ہے کہ وہ ان گھریلو اور باورچی خانے کے متعلق امور میں مداخلت کرتا ہے، جو اس کے ساتھ خاص ہیں، وہ کسی صورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی بھی، خواہ وہ اس کا خاوند ہی کیوں نہ ہو، اس کی

اس مملکت پر حملہ آور ہو جس سے وہ اپنی ذات کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

ایسا خاوند جو گھر کی ترتیب، تنظیم، آراستگی اور باورچی خانے کے متعلقہ امور میں بے جا مداخلت کرتا ہے وہ لڑائی جھگڑے اور باہمی فساد کے وسیع دروازے کھول دیتا ہے اور گھریلو سکون کو برباد کر دیتا ہے۔

ہم ہر آدمی سے یہ کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو گھر اور باورچی خانے کی ترتیب، تنظیم اور مینجمنٹ کرنے میں اپنی خواہشات اور ذات کو ثابت کرنے کا موقع دیں، اس وقت تک مداخلت نہ کریں جب تک آپ کی بیوی مدد کے لیے نہ پکارے، اس کو اپنے کام سے کام رکھنے دیں، آپ کا اپنا کام ہے، یہ اہم کام یا مشغلہ اس کے لیے چھوڑ دیں، اس سے ہر عورت لطف اندوز ہوتی ہے۔

[9] بچوں کی پیدائش:

کتنے ہی ایسے گھر ہیں جو بانجھ پن یا صرف لڑکیاں پیدا کرنے کی وجہ سے ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں، کچھ لوگ لڑکیاں نہیں صرف لڑکے پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لڑکی دے دے تو وہ اہل جاہلیت کی طرح کا طرز عمل اپناتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ [الزخرف: 17]

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔''

تقریباً تمام اسلامی ممالک میں صرف بچیاں پیدا کرنے کی وجہ سے ایک بہت بڑی شرح کے ساتھ طلاق اور خاندان ٹوٹ جانے کے واقعات رونما ہو چکے ہیں، گویا خاوند یہ بالکل بھول چکا ہے یا بے خبر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور تقسیم کی مخالفت کرتا ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ [الشوریٰ: 49, 50]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

گویا جب اس کو اللہ تعالیٰ بیٹی عطا کر دے تو اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے، دل بیمار ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے غافل ہو جاتا ہے، پھر اس کے بعد سارا الزام بیوی کے سر رکھ دیتا ہے۔

آج جدید سائنسی اور طبی تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ صرف مرد اللہ تعالیٰ کی تقدیر، اجازت، ارادے اور مشیئت کے مطابق، بچے کی لڑکی یا لڑکا ہونے کے لحاظ سے جنس کی تعیین کا ذمے دار ہے، جبکہ قرآن کریم نے کئی صدیاں پیشتر اس کی خبر دے دی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴾ [النجم: 45,46]

''اور یہ کہ بے شک اسی نے دو قسمیں نر اور مادہ پیدا کیں۔ ایک قطرے سے، جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔''

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴾ [القیامۃ: 36-39]

''کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا

ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔''

پہلی آیت میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث آدمی کے نطفے ''منی'' سے بنائے اور دوسری آیت میں ہے: ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ﴾ یعنی آدمی کی منی سے بنایا ﴿الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ دو جوڑے مذکر اور مونث۔

مرد ہی اللہ کی مرضی اور ارادے کے بعد لڑکی کی پیدائش کا ذمے دار ہے نہ کہ عورت، اس حقیقت کو سائنس نے ثابت کر دکھایا ہے۔ پرانے عرب اس بات سے بخوبی آگاہ تھے اور کئی صدیاں پیشتر قرآن کریم نے بھی اس کی خبر دے دی ہے۔

اس سلسلے میں عربوں کے قصوں سے منقول ہے کہ ابوحمزہ ضبی کی یہ بڑی شدید خواہش تھی کہ اس کی بیوی بچے جنے جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں، اس لیے جب اس کی بیوی بچی جنتی تو وہ غضبناک ہو جاتا، اس کو چھوڑ دیتا اور رات گزارنے اور قیلولہ کرنے کے لیے ہمسایوں کے پاس چلا جاتا، لیکن ایک مرتبہ جب وہ غصے کی حالت میں تھا تو اس نے اپنی بیوی سے سنا جو اپنے نومولود کو جھول رہی تھی:

مَا لِأَبِي حَمْزَةَ لَا يَأْتِينَا
يَظَلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا
غَضْبَانَ أَلَّا نَلِدَ الْبَنِينَ
تَاللّٰهِ مَا ذٰلِكَ فِي أَيْدِينَا
وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا
وَنَحْنُ كَالْأَرْضِ لِزَارِعِينَا
نُنْبِتُ مَا قَدْ زَرَعُوهُ فِينَا

''ابوحمزہ کو کیا ہے کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتا اور ہمارے ساتھ والے گھر میں پڑا رہتا ہے؟ اس بات پر غضبناک ہے کہ ہم نے بچے نہیں جنے۔ بخدا! یہ ہمارے

ہاتھ میں نہیں، ہم تو وہی پکڑتے ہیں جو ہمیں دیا جاتا ہے اور ہم اپنے کسان کے لیے زمین کی طرح ہیں، ہم وہی اگاتے ہیں جو وہ ہم میں بوتے ہیں۔"

ان کلمات نے اس کے احساسات کو جگا دیا اور اس نے اس حقیقت کو پالیا کہ اولاد دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ [الشوریٰ: 49]

"جسے چاہتا ہے، بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، بیٹے عطا کرتا ہے۔"

پھر وہ اپنی بیوی اور بچی کو بوسے دینے لگا، اس طرح اس خیمے پر نئے سرے سے خوشی کے جھنڈے لہرانے لگے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد کی نعمت سے محروم رکھے تو ایسے لوگوں کی حالت ان جیسی ہوتی ہے، جنھیں صرف بیٹیاں ہی ملی ہوں۔ اکثر اوقات محبت، مودت اور رحمت کے تعلقات کو منقطع کرنے کے لیے جدائی کی آگ کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں، ازدواجی زندگی میں سے کچھ بھی نہیں بچتا، مگر جس سے شیطان خوش ہو اور یہ بھی ان کا اپنا ہی کیا دھرا ہوتا ہے۔

اولاد سے محرومی کی صورت میں میاں بیوی کو چاہیے کہ جائز علاج کروائیں اور صبر وتحمل کے ساتھ اس کے سبب کو جاننے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کی دوا بھی اتاری ہے۔ اس جدید دور میں طبی علوم اس قدر ترقی یافتہ ہو چکے ہیں کہ بانجھ پن کی حالتوں میں 80 فیصد سے زیادہ کا علاج ممکن ہو چکا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین.

ہم میاں بیوی دونوں ہی سے کہتے ہیں:

"سعادت صرف اولاد پر منحصر نہیں، اولاد وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اس میں جس کو دیا جائے اس کا کوئی عمل دخل نہیں۔"

ام المؤمنین عائشہ اولاد کی نعمت سے محروم رہیں، اس کے باوجود آپ رسول خدا ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔

[10] ازدواجی خوشی کی اساسیات سے دوری:

اس کتاب میں ہم نے بہترین مبادیات اور شاندار اسلامی نصیحتیں درج کر دی ہیں، جو میاں بیوی دونوں ہی کے لیے خوشی کا ضامن ہیں، یہ اساسیات اور بہترین مشورے ایک مسلمان، پرسکون اور مستحکم خاندان کی تعمیر میں بنیادی اینٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ان بنیادوں میں سے کوئی ایک بنیاد بھی کم ہوجائے تو پھر نحوست اور تیرہ بختی خاندان کے پرسکون ماحول پر آہستہ آہستہ چھا جاتی ہے۔

خاوند کا بیوی کو بلا سبب مار پیٹ کرنا لڑائی جھگڑے اور اختلاف کا ایک اہم سبب ہے، اس کے بعد خاوند بیوی کو چھوڑ دیتا ہے یا اس کے جنسی حقوق ادا نہیں کرتا، اس طرح کئی کئی مہینے اس کو چھوڑے رکھتا ہے، یا اپنا حق تو وصول کر لیتا ہے لیکن اس کو انتہاءِ شہوت تک پہنچنے سے پہلے ہی چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ جس طرح وہ اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے، اسی طرح اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ بیوی سے علیحدہ ہونے سے پہلے اسے بھی منتہائے مقصود تک پہنچائے۔

یہ نقطہ اختلافات کے پوشیدہ اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، جو خاندان کے سکون کو سرتا سر غارت کر دیتا ہے، چاہے بیوی اس کا اظہار نہ ہی کرے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ساری ازدواجی زندگی میں بھی اس کا ذکر تک نہ کرے، تو سبب مخفی رہتا ہے اور عورت اس سے پردہ نہیں اٹھاتی۔

خاوند کی بیوی کی غلطیوں یا کوتاہیوں کو تلاش کرتے رہنا یا بیوی کا ضدی ہونا، خاوند کی اطاعت نہ کرنا اس کے حق میں کوتاہی کرنا اور اس کو اپنے نزدیک نہ آنے دینا، وغیرہ... یہ وہ تمام بنیادیں ہیں جن کا اس کتاب میں ذکر ہوا ہے، جو زوجین کے لیے خوش بختی، استقرار اور خوشحالی کی ضمانت مہیا کرتی ہیں، ان مبادیات میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد سے دور رہنا لڑائی جھگڑے، اختلاف اور چڑ چڑے پن کا ایک یا کئی دروازے کھول سکتا ہے۔

[11] نافرمانیاں اور گناہ:

نافرمانیاں رنج وغم، نحوست اور تیرہ بختی کو جنم دیتی ہیں، چہرہ کالا کر دیتی ہیں اور دل

کو سخت۔ خوش نصیبی کو بدنصیبی اور محبت کو نفرت میں بدل دیتی ہیں۔

کسی بزرگ کا قول ہے:

''میں جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو اس کے اثرات اپنی بیوی کے اخلاق اور سواری پر بھی محسوس کرتا ہوں۔'' ❶

گناہ اور نافرمانیاں بدحالی، تنگی رزق اور خرابیٔ حالات کے اہم اسباب میں سے ہیں۔

[12] دیگر اسباب کا مختصر تذکرہ:

ان قلیل صفحات پر تفصیلاً ازدواجی پریشانیوں کے تمام اسباب کو شمار کرنا ناممکن ہے، کیونکہ یہ بہت زیادہ ہیں، ہم نے جو اہم ہیں ان کا تذکرہ کر دیا ہے، اور کچھ اسباب مختصراً درج ذیل ہیں:

1. لا پرواہی برتنا۔
2. ذمے داری کا عدم احساس۔
3. رشتے داروں کی دخل اندازی۔
4. وسوسے۔
5. میاں بیوی میں سے کسی ایک کی حکمرانی۔
6. بدگمانی۔
7. نفسیاتی عدم موافقت، اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں غلطی۔
8. فاسد اعتقادات۔
9. صاف گوئی اور سچائی سے کام نہ لینا۔
10. ہمسایوں کی اثر اندازی۔
11. مادی معاملات پر قناعت نہ کرنا۔
12. معاشرتی طبقے، تعلیم یا عمر کا فرق۔
13. مردوں کے اختلاط کی تقریبات۔
14. اولاد میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا۔
15. بکثرت گھر سے باہر رہنا اور رات گئے تک جاگتے رہنا۔

❶ اس سلسلے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بڑی زبردست گفتگو کی ہے۔ دیکھیں: "الجواب الكافي" [ص: 57]

آٹھویں فصل:

عورتوں کے ساتھ ازدواجی معاملات کے متعلق فتوی جات

مجموعہ سوالات اور مندرجہ ذیل مفتیان کرام کے جوابات:

- فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ۔
- فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ۔
- فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ۔
- فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔
- فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن جبرین رحمہ اللہ۔
- فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ۔
- مجلس دائمی برائے فتویٰ نویسی۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ: حق مہر میں زیادتی اور شادی کی تقریبات میں فضول خرچی خصوصاً ہنی مون منانے میں کہ جس میں غیر معمولی رقم صرف کی جاتی ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا شریعت ان چیزوں کو درست قرار دیتی ہے؟

جواب حق مہر میں ہوشربا اضافہ اور تقریبات میں انتہا درجے کی فضول خرچی یہ سب کام شریعت کے خلاف ہیں، کیونکہ با برکت ترین نکاح وہ ہوتا ہے جس میں آسانیاں ہوں، جس قدر بوجھ میں کمی ہوگی اسی قدر برکت زیادہ ہوگی۔

اکثر اوقات عورتیں ان کاموں کا سبب بنتی ہیں، کیونکہ وہی اپنے خاوندوں کو حق مہر میں بیش قدر اضافے کا مطالبہ کرنے پر ابھارتی ہیں، اگر مہر آسانی کے ساتھ ادا کیا جانے والا مقرر کیا جائے تو عورت کہتی ہے: نہیں، ہماری بیٹی کے لیے یہ بھی ہونا چاہیے وہ بھی ہونا چاہیے۔ اس طرح تقریبات میں غلو سے بھی شریعت منع کرتی ہے، یہ اس فرمان خداوندی کے حکم میں شامل ہے کہ: ﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأعراف: 31]

اس کام پر بھی اکثر اوقات عورتیں ہی اکساتی ہیں اور کہتی ہیں کہ فلاں کی تقریب میں یہ یہ کچھ ہوا تھا۔ لیکن ان جیسے معاملات میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ یہ کام جائز انداز میں ہوں، جس میں انسان حد سے نہ گزرے اور اسراف نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسراف اور فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔

﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأعراف: 31]

''بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

رہا سوال ہنی مون کا تو یہ ایک قابل نفرت خبیث کام ہے، کیونکہ اس میں غیر مسلموں کی تقلید کی جاتی ہے اور بیش بہا مال ضائع کر دیا جاتا ہے، نیز اس کی وجہ سے بہت سے دینی معاملات بھی ضائع ہوجاتے ہیں، خصوصاً اگر انسان غیر اسلامی ممالک کا رخ کرے۔

وہاں سے یہ لوگ ایسی عادتوں کو اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں جو ان کے لیے بھی

اور ان کے معاشرے کے لیے بھی انتہائی ضرر رساں ہوتی ہیں، اور ان جیسے معاملات میں امت کے مبتلا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی انسان اپنی بیوی کے ساتھ عمرے کے لیے یا زیارتِ مسجد نبوی کی غرض سے رخت سفر باندھے تو اس میں اِن شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہوگا۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، میری ایک باپ کی طرف سے بہن ہے، جو اکیس برس کی ہے، میرے والد نے اس کی رائے لیے بغیر اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دی ہے۔ گواہوں نے عقد کے وقت یہ جھوٹی گواہی دی کہ وہ راضی ہے اور نکاح نامے پر اس کے بجائے اس کی والدہ نے دستخط کیے، اس طرح یہ شادی ہوئی، جبکہ وہ ابھی تک اس نکاح سے انکار کر رہی ہے، اس نکاح اور گواہی کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر یہ لڑکی کنواری ہے اور اس کے والد نے جبراً اس کا نکاح کر دیا ہے تو بعض علماء کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے۔

ان کا خیال ہے کہ باپ اپنی بیٹی کو اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، جسے وہ چاہتی نہ ہو، مگر وہ اس کے برابر کا ہو، لیکن اس مسئلے میں قابل ترجیح قول یہی ہے کہ باپ یا کسی دوسرے کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کرے، جس کو وہ نہ چاہتی ہو، خواہ وہ اس کے برابر ہی کا کیوں نہ ہو؟ کیونکہ فرمان نبوی ہے:

''کنواری کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے۔''

یہ عام حکم ہے، جس سے کوئی ولی بھی مستثنیٰ اور باہر نہیں، بلکہ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ ''کنواری سے اس کا والد اجازت لے'' لہٰذا یہ کنواری اور باپ دونوں ہی پر نص ہے زیر بحث مقام میں بھی نص، لہٰذا اس کو اپنانا چاہیے، بنا بریں آدمی کا اپنی بیٹی کو ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کرنا جس کو وہ نہ چاہتی ہو حرام ہے، اور حرام صحیح ہوتا ہے نہ قابل عمل اور لائق نفاذ ہی، کیونکہ اسے جاری کرنا اور صحیح قرار دینا اس سلسلے میں آنے والی نہی کے خلاف ہے، شارع علیہ السلام جس چیز سے منع فرما دے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ امت

ایسا نہ کرے اور اس کام میں ملوث نہ ہو، اگر ہم اسے صحیح قرار دے دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس کام کا ارتکاب کر کے اسے جائز عقد کی صف میں کھڑا کر رہے ہیں اور ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اس بنا پر راجح قول یہی ہے کہ آپ کے والد کا اپنی بیٹی کی ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنا، جس کو وہ ناچاہتی ہو، فاسد شادی ہے اور فاسد عقد، اس سلسلے میں عدالت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

رہی بات جھوٹے گواہ کی تو اس نے کبیرہ گناہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''میں تمھیں کبیرہ گناہوں کی بابت نہ بتلاؤں؟ آپ ٹیک لگا کر ان کا ذکر کر رہے تھے، پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: خبردار جھوٹی بات، خبردار جھوٹی بات، خبردار جھوٹی گواہی! آپ اس کا تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے کہا: کاش! آپ خاموش ہوجائیں۔''

ان جھوٹوں کو چاہیے کہ توبہ کریں اور سچی بات کہیں اور شرعی قاضی کے روبرو ہو کر یہ بیان دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی تھی، اور وہ اپنی اس گواہی سے رجوع کر رہے ہیں، اس طرح ماں بھی جھوٹے دستخط کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے، اس کو بھی توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ اس جیسی حرکت سے باز رہنا چاہیے۔

سوال: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، اگر باپ اپنے بیٹے کی کسی بری خاتون کے ساتھ شادی کرنا چاہے اور اس کی کسی نیک لڑکی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کسی ایسی عورت کے ساتھ کر دے جس کو وہ پسند نہ کرتا ہو، اور اس کی ناپسندیدگی دینی اخلاقی یا پیدائشی عیب کی وجہ سے ہو یا کسی بھی سبب سے، ایسے لوگ بعد میں بہت زیادہ پچھتاتے ہیں، جو اپنی اولاد کی ان کے ساتھ شادی کر دیتے ہیں، جنھیں وہ پسند نہیں کرتے، تاہم باپ اس طرح کہہ سکتا ہے کہ اس کے ساتھ شادی کرلو، کیونکہ وہ میری بھتیجی ہے، یا وہ تمھاری

برادری کی ہے وغیرہ، لیکن بیٹے کو قبول کرنے پر مجبور نہ کرے تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے، اس طرح اگر لڑکا کسی نیک خاتون کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہو، لیکن باپ اس کو منع کر دے تو ایسی صورت میں اس پر باپ کی فرمانبرداری فرض نہیں، اگر بیٹا کسی نیک عورت کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہو اور اس کا باپ کہے اس کے ساتھ شادی نہ کر تو وہ اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہے، چاہے باپ منع ہی کیوں نہ کرے، کیونکہ جس کام میں باپ کو کوئی نقصان نہ ہو، لیکن بیٹے کا فائدہ ہو تو ایسے کام میں والد کی فرمانبرداری کرنا ضروری نہیں، اگر ہم کہیں: بیٹے کو ہر حال میں والد کی فرمانبرداری کرنی چاہیے، چاہے اس میں بیٹے کا فائدہ ہی کیوں نہ ہو اور باپ کو کوئی نقصان نہ ہو تو اس میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوگا، لیکن اس جیسی صورتحال میں بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ خوش بیانی سے کام لے اور احسن انداز میں اپنے والد کو قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور میرا ایک دو سالہ بیٹا ہے، میری اپنے خاوند کے ساتھ ان بن اور رنجیدگی ہے، اس نے دو مرتبہ پہلے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور یہ تیسری مرتبہ ہے، میں ہر مرتبہ حسن معاشرت کی خاطر اس کی طرف لوٹ آتی ہوں تاکہ میرا بیٹا اپنے باپ کے قریب، اس کے سایہ عاطفت میں رہے، مگر وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتا ہے، مجھ پر اور میرے بیٹے پر اخراجات میں بخیلی اور تنگی کرتا ہے اور مجھے مزید بچے پیدا کرنے سے روکتا ہے، جبکہ میری الحمد للہ صحت بالکل ٹھیک ہے، اس طرح مجھے اپنے رشتے داروں کے پاس آنے جانے سے بھی منع کرتا ہے اور اکثر اوقات بغیر اجازت کے آ دھمکتا ہے، یاد رہے کہ میں اس وقت اپنے والد کے گھر میں ہوں، نہ وہ میری خبر گیری کرتا ہے، نہ اپنے بیٹے کی، مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں نے کوئی ایسا گناہ کر دیا ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہیں۔ مجھے کوئی مفید بات بتائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب یہ پریشانی جو تمہارے اور اس کے درمیان ہے اس کا یہی حال ہے کہ آپس میں اچھے رہن سہن اور درست انداز کو اپنائیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [البقرة: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے، جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

میاں بیوی کے معاملات اس وقت تک درست سمت پر نہیں چل سکتے جب تک وہ اپنے بعض حقوق سے صرف نظر نہ کریں، اپنے معاملات کو آسان بنائیں، سختی پر صبر کریں خوشحالی اور فارغ البالی میں اس کی مدد کریں۔

آپ اپنے خاوند کو نصیحت کریں کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے توبہ کرے، اگر آپ اپنے اس بیان میں سچی ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارے اور اپنے فرائض کو ادا کرے تاکہ تمہاری یہ ازدواجی زندگی بھرپور انداز میں مکمل ہو، لہٰذا تمھیں چاہیے کہ اس کے اس انداز پر صبر کرو اور ثواب کی نیت رکھو، خصوصاً جبکہ تمہارا ایک بیٹا بھی ہے، اگر جدائی ہوگئی تو اس پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

لہٰذا تم دونوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے بعض حقوق سے صرف نظر کرو۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین رحمہ اللہ، میں ایک نوجوان ہوں اور میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لیے بیوی کی مقعد میں جماع کا حکم واضح

کریں، نیز یہ بھی بیان کریں کہ میاں بیوی کے درمیان جماع اور تفریح طبع کی کیا حدود ہیں؟ جزاکم اللہ خیراً

جواب بلاشبہ خاوند کے لیے اس آیت قرآنی: ﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ [البقرۃ: 223] (اپنی کھیتی میں آؤ) کی بنا پر اس کی بیوی سے کھیتی کرنے کی جگہ حلال کی گئی ہے، جو بیج بونے کی جگہ ہے، یعنی اولاد پیدا کرنے کا مقام، جب کہ دبر اس کی جگہ نہیں، بلکہ وہ نجاست کے نکلنے کی راہ ہے۔ لہٰذا اس میں مجامعت کرنا قبیح ترین اور انتہائی بدشکل حرام کاموں میں سے ہے اور فطرت اور طبیعت سے بہت زیادہ دور۔

اس کا ارتکاب صرف وہی کر سکتا ہے جو کج فطرت ہو اور شریعت اور اعلیٰ اخلاق سے تہی دامن، لیکن جس کے لیے برے عمل خوش کن ہوں وہ اس کو ایسا نہیں سمجھتا یہ تو عرف کے لحاظ سے ہے۔

رہا شریعت کا سوال تو اس سے نہی اور منع کے متعلق احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں، حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے، عورتوں کی دبر میں نہ آؤ۔''

علماء کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ جو اس پر اصرار کرے تو اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علاحدگی کر دی جائے، اگر بیوی اس کا مطالبہ کرے۔ اگرچہ یہ طلاق کا سبب نہیں، لیکن جب وہ ایسا کرے تو اس پر یہ لازم کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے، لیکن اگر وہ اس کو چھوڑنا نہ چاہتا ہو تو وہ عورت اس حالت میں اس کے ساتھ نہ رہے۔

معاشرت کا مطلب ہے اچھے طریقے سے رہنا سہنا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: 19] یعنی اس کے ساتھ اچھے طریقے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ پیش آئے، اس کے نان نفقہ، اور رہن سہن کا حق ادا کرے، اسی طرح اس کے ازدواجی حق اور جائز لطف اندوزی کی ضرورت کا بھی خیال رکھے۔ مثلاً چھونا، بوس و کنار کرنا، بقدر ضرورت جماع کرنا۔ لیکن حرام کاموں میں نہیں، مثلاً حالت حیض اور دبر میں جماع کرنا، اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور شریعت نے انھیں جائز نہیں کیا۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، آدمی کے اپنی بیوی کے تمام جسم سے لطف اندوز ہونے کی حدود کیا ہیں اور ان میں کونسا ضابطہ کارفرما ہے؟

جواب ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس کی دبر استعمال نہ کرے اور نہ حالت حیض یا نفاس میں اس کے ساتھ جماع کرے، یا اس کے ذریعے سے اس کو ضرر پہنچائے، یہی ضابطہ اور قانون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المؤمنون: 6,7]

''مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

سوال نیز آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا عورت کے لیے اپنے خاوند کے تمام بدن پر نظر ڈالنا شرعاً جائز ہے اور وہ بھی حلال لذت کیشی کی نیت سے اس کے جسم پر نظر ڈال سکتا ہے؟

جواب بغیر کسی تفصیل کے میاں بیوی دونوں کے لیے ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المؤمنون: 6,7]

''مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

سوال شیخ ابن باز کی سربراہی میں فتویٰ کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ کیا مرد و عورت دونوں بالکل برہنہ ہوکر جماع کر سکتے ہیں؟ یا پردہ کرنا ضروری ہے؟

جواب ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے بے پردہ نہ ہو، سوائے میاں

بیوی اور آقا اور لونڈی کے۔

بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ ان کے دادا نے کہا: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اپنی شرمگاہوں کے سلسلے میں ہم کیا کریں اور کس سے بچیں؟ آپ نے فرمایا: ''اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر'' میں نے کہا: جب لوگ آپس میں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ممکن ہوتو نہ کوئی دیکھے اور نہ دکھائے، میں نے کہا: ''جب کوئی اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ شرم کھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے'' رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دیا ہے کہ عموماً حالت خلوت میں پردہ پوش رہنا چاہیے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ: کیا آدمی اپنی بیوی کی فرج میں اس کی گدی کے بل جماع کر سکتا ہے؟

جواب آدمی کے لیے اپنی بیوی کی فرج میں اس کی گدی کے بل یا جس حالت میں بھی ہو جماع کرنا جائز ہے، کیونکہ فرج ولادت کا مقام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[البقرۃ: 223]

''تمہاری عورتیں تمہاری لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے (سامان) بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔''

سوال سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ: دبر میں جماع کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا کوئی کفارہ بھی ہے؟

جواب عورت کی مقعد میں جماع کرنا بدترین نافرمانی اور کبیرہ گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو آدمی اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔'' نیز آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھیں گے جو کسی آدمی کے ساتھ بدفعلی کرے یا کسی عورت کی دبر استعمال کرے۔''

جو ایسا کام کرے اس پر لازم ہے کہ فوراً سچی توبہ کرے، جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی خاطر اور اس کی سزا سے ڈر کر گناہ چھوڑ دینا، جو ہو چکا اس پر نادم اور شرمندہ ہونا اور دوبارہ نہ کرنے کا مضبوط ارادہ کرنا، نیک اعمال کرنے کی کوشش کرنا، جو سچی توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربانی فرماتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾

[طٰهٰ: 82]

''اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والے ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۞ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۞ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾ [الفرقان: 70-68]

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں، جسے اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اسلام اس سے پہلے کے تمام کام ختم کر دیتا ہے اور توبہ اس سے پہلے کے

تمام گناہ ختم کر دیتی ہے۔''

اس مفہوم کی آیات اور احادیث بہت زیادہ ہیں، علماء کے صحیح قول کے مطابق جو بیوی کی دبر میں جماع کرے اس پر کوئی کفارہ نہیں نہ اس وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام ہوتی ہے، بلکہ وہ اس کے نکاح میں باقی رہتی ہے، اس بہت بڑی برائی میں عورت پر خاوند کی اطاعت لازم نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ وہ اس کام سے دور رہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو نکاح فسخ کرنے کا دعویٰ دائر کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کام سے محفوظ رکھے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، میں نے اپنے چچا زاد سے شادی کی، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے، ہماری شادی کو ابھی چھ ماہ بھی نہیں گزرے کہ وہ جب سونے کے لیے آتا ہے تو مجھے بچے کی طرح دودھ پلانا شروع کر دیتا ہے، میں نے اس سے کہا: یہ برائی ہے، لیکن وہ باز نہیں آیا اور میں نے بھی اس کو تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا، اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ میاں بیوی ان کاموں کے سوا جو حرام ہیں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں: مثلاً دبر میں جماع کرنا یا حالت حیض اور نفاس میں مجامعت کرنا یا ایسی حالت میں کہ جس میں مباشرت حرام ہو یا ظہار کی وجہ سے جب تک کفارہ ادا نہ کرے جماع سے رکے رہنا یا اس جیسے دیگر علما کے ہاں معروف کام کہ جن میں جماع حرام ہے اور میاں بیوی کے لیے باعث حرج۔

سوال فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین رحمہ اللہ۔

کیا میاں یا بیوی کے لیے کسی قابل قبول شرعی عذر کے بغیر طویل مدت تک کسی ایک فریق کو فطری حق سے محروم رکھنا جائز ہے؟

جواب بلاشبہ میاں بیوی کا جنسی ملاپ ان کی ایک نفسیاتی ضرورت ہے اور جماع کی خواہش مرد و عورت میں جنسی قوت یا کمزوری کے حسب حال مختلف ہوتی ہے۔ لیکن عموماً زیادہ قوت مرد کی جانب ہوتی ہے اور کثرت جماع کی خواہش بھی اس کی ہوتی ہے، اس لیے اکثر بیویاں اپنے خاوندوں کے خلاف کثرت جماع کی شکایت کرتی

ہیں، جوان کو نقصان سے دو چار کر دیتا ہے۔

فقہاء نے اس بات کی تصریح کر رکھی ہے کہ عورت کا یہ فرض ہے کہ اس کا خاوند جس وقت بھی اس کے ساتھ جماع کرنے کی خواہش رکھے تو وہ اس کو اس کا پورا پورا موقع دے، چاہے وہ تنور ہی پر کیوں نہ ہو، البتہ یہ ہے کہ وہ اس کے لیے باعث نقصان یا کسی فرض سے غفلت کا سبب نہ بنے۔

لیکن طویل مدت تک چھوڑے رکھنا جائز نہیں، کیونکہ قضاءِ شہوت عورت کا بھی حق ہے، زیادہ سے زیادہ عورت چار ماہ تک صبر کر سکتی ہے، اس لیے فقہاء کا کہنا ہے کہ ایک سال میں ہر چار ماہ بعد اگر ممکن ہو تو خاوند اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرتبہ مجامعت ضرور کر لیا کرے، اس بنا پر ہر ایک کی خواہش کے مطابق چلنا ضروری ہے۔

اگر خواہش کا اظہار عورت کی جانب سے ہو تو خاوند طاقت کے مطابق اس کے ساتھ موافقت کرے اور اگر کوئی مشقت ہو تو عدم موافقت بھی کر سکتا ہے، اسی طرح عورت پر بھی لازم ہے کہ وہ عدم ضرورت کی شرط کے ساتھ حسبِ عادت موافقت کا اظہار کرے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا عورت کے لیے خاوند کو اس کا شرعی حق دینے کے ساتھ ساتھ مستقل علاحدہ کمرے میں سونا جائز ہے؟

جواب اگر خاوند اس بات پر راضی ہو اور عورت امانتدار ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر خاوند راضی نہ ہو تب عورت کے لیے علاحدہ رہنے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ یہ عرف کے خلاف ہے، الا یہ کہ نکاح کے وقت وہ یہ شرط عائد کرے کہ کسی بھی سبب کی وجہ سے وہ اپنے کمرے میں کسی کے ساتھ رات گزارنے کو پسند نہیں کرتی اور مسلمان اپنی شرائط کی پابندی کرتے ہیں۔

سوال فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین، میں نے کسی اخبار میں کسی عالم کا یہ فتویٰ پڑھا ہے کہ بیوی پر خاوند کی خدمت اصل میں واجب نہیں، بلکہ اس کا عقد صرف لطف اندوزی تک محدود ہے، البتہ خدمت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ حسن معاشرت کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر بیوی کسی وجہ سے اپنی یا اس کی خدمت نہیں کرتی تو خاوند پر

لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے خادمہ کا بندوبست کرے، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر غیر صحیح ہے تو الحمد للہ یہ اخبار محدود پیمانے پر شائع ہوتا ہے، وگرنہ اگر عورتیں یہ فتویٰ پڑھ لیں تو اکثر خاوند کنوارے ہو جائیں۔

جواب یہ غلط فتوی ہے، اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے، صحابیات اپنے خاوندوں کی خدمت کیا کرتی تھیں، جس طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر نے اپنے خاوند حضرت زبیر کی خدمت کا تذکرہ کیا ہے، اس طرح حضرت فاطمہ نے بھی حضرت علی کی خدمت کا تذکرہ کیا ہے اور ہمیشہ مسلمانوں کا یہی عرف رہا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی عام معاملات میں خدمت کرتی ہے، جیسے کھانا پکانا، کپڑے اور برتن دھونا، گھر صاف کرنا، اسی طرح چوپایوں کو پانی پلانا، دودھ دوہنا، کھیتی باڑی میں معاونت کرنا، ہر ایک اپنے حسب حال خدمت کرتا ہے، یہ وہ عرف اور رواج ہے جو رسول کریم ﷺ کے عہد سے لے کر ہمارے اس زمانے تک بغیر کسی اعتراض کے جاری ہے۔ لیکن اس سے ایسے کام نہیں کروانے چاہییں جن میں مشقت اور صعوبت ہو، بلکہ یہ طاقت اور رواج کے مطابق ہے۔ واللہ الموفق

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، شادی سے پہلے تعلقات کے بارے میں دین کی کیا رائے ہے؟

جواب سوال کرنے والی کی شادی سے پہلے مراد اگر نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ عقد کے ساتھ ہی وہ بیوی بن جاتی ہے، چاہے ابھی رخصتی کی رسومات ادا نہ کی گئی ہوں۔ لیکن اگر یہ تعلقات نکاح سے پہلے منگنی کے دوران ہی میں قائم ہو جائیں یا اس سے بھی پہلے تو یہ حرام اور ناجائز ہے۔

کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی غیر عورت کے ساتھ گفتگو، نظر بازی کرے یا خلوت میں لطف اندوز ہو، نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے: ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت گزین نہ ہو، مگر محرم کے ساتھ اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

حاصل گفتگو یہ ہے کہ اگر یہ تعلق عقد کے بعد ہو تب اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن

اگر عقد سے پہلے ہو، چاہے منگنی اور قبول کے بعد ہی، پھر بھی ناجائز ہے، وہ اس پر حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت تک غیر رہتی ہے جب تک عقد نہ ہو جائے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا حاملہ بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے؟ کیا کتاب و سنت میں کوئی ایسی نص وارد ہوئی ہے جو اس کے جواز یا حرمت پر دلیل ہو؟

جواب آدمی کے لیے اپنی حاملہ بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔'' نیز اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴾ [المؤمنون: 6-4]

''اور وہی جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔''

یہاں ان کی بیویوں کا مطلقاً ذکر ہوا ہے، کیونکہ اصل میں خاوند کا بیوی سے ہر حالت میں لطف اندوز ہونا جائز ہے، لیکن کتاب و سنت میں جس حالت سے اجتناب برتنے کا حکم دیا گیا ہے وہی اس عموم سے منع کرتی ہے۔ لہٰذا حاملہ کے ساتھ مجامعت کرنے کے جواز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ اصل جواز ہے اور حالتِ حیض میں فرج میں جماع کرنا ناجائز، البتہ فرج کے علاوہ ہر طرح لطف اندوز ہونا جائز ہے۔

اسی طرح دبر میں مجامعت کرنا بھی ناجائز ہے، کیونکہ وہ گندگی کی جگہ ہے، نفاس کی حالت میں بھی جماع ناجائز ہے، لیکن جب حیض اور نفاس سے پاک ہو جائے چاہے چالیس دن سے پہلے ہی ہو، تب بھی وہ اس کے ساتھ ملاپ کر سکتا ہے۔

سوال سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، میری بیوی کی یہ عادت ہو چکی ہے کہ وہ اپنے بچوں پر لعن طعن کرتی رہتی ہے اور ہر چھوٹے بڑے کام پر کبھی زبان سے گالیاں دیتی ہے اور کبھی انھیں پیٹتی رہتی ہے۔

میں نے کئی مرتبہ اس کو سمجھایا ہے کہ وہ اپنی اس عادت کو ترک کر دے، لیکن اس کا یہی جواب ہوتا ہے: ''تمہارے لاڈ پیار نے انھیں بگاڑ دیا ہے۔'' حتی کہ نتیجہ یہ نکل آیا ہے کہ بچے اس کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور اس کی بات کی مطلقاً کوئی پرواہ نہیں کرتے، کیونکہ ان کو علم ہے کہ انجام مار پیٹ اور گالی گلوچ کی صورت میں ہوگا۔ تفصیلاً بیان کریں کہ میرے اس کے ساتھ اس انداز میں دین کیا راہنمائی کرتا ہے؟ تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کیا میں اس کو طلاق دے کر اس سے علاحدہ ہو جاؤں اور بچے اس کو دے دوں یا کیا کروں؟ میری راہنمائی کریں، اللہ آپ کو توفیق دے!

جواب: اولاد کو لعن طعن کرنا کبیرہ گناہ ہے، اسی طرح اس کو بھی جو لعنت کا مستحق نہ ہو، نبی ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان کو لعن طعن کرنا اس کو قتل کرنے کے مانند ہے۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''بکثرت لعن طعن کرنے والے روز قیامت نہ گواہ ہوں گے نہ سفارشی ہی۔''

لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے، اولاد کو سب وشتم کرنے سے اپنی زبان کی حفاظت کرے، ان کے لیے بکثرت ہدایت اور اصلاح کی دعا کرے۔

اے خاوند! تمہارا یہ کام ہے کہ تم اس کو مسلسل نصیحت کرتے رہو، اولاد کو دشنام دینے سے خبردار کرتے رہو اور اس کو متنبہ کرو کہ اگر اس کا یہی رویہ رہا تو وہ اس کو چھوڑ بھی سکتا ہے، اس طرح یہ ترکِ تعلقات صبر اور ثواب کی نیت سے مفید ثابت ہو سکتے ہیں، لیکن طلاق دینے میں جلدی نہ کر۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تجھ کو ہدایت نصیب فرمائے۔

سوال: سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، میرا خاوند نماز کا تارک ہے اور دین کو گالیاں دیتا ہے۔

جواب: اگر تمہارے خاوند کے متعلق حقیقت یہی ہے جس کا تم نے سوال میں ذکر کیا ہے

کہ وہ نماز کا تارک ہے اور دین کو گالیاں دیتا ہے تو اس کام کی وجہ سے وہ کافر ہے، لہٰذا تمہارے لیے اس کے ہاں ٹھہرنا اور اس کے گھر میں قیام کرنا حرام ہے۔ بلکہ تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ یا کسی ایسی جگہ جہاں تم امن میں رہ سکو، کیونکہ کافروں کے پاس مومن عورتوں کے بارے میں فرمان خداوندی ہے:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ [الممتحنة: 10]

''نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہوں گے۔''

اور رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہمارے اور ان کے درمیان صرف نماز کا عہد ہے، جس نے اس کو ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔''

اس وجہ سے بھی کہ دین کو گالی دینا تمام مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ کفر ہے، لہٰذا تمہارا یہ فرض ہے کہ اللہ کے لیے اس کے ساتھ نفرت رکھو، اس سے جدا ہو جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ جسمانی تعلقات رکھنے کی اجازت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ﴾ [الطلاق: 2]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔''

اللہ تعالیٰ تمہارا معاملہ آسان فرمائے اور تمھیں اس کے شر سے نجات دے، اگر تم سچی ہو، اور اللہ اس کو حق کی ہدایت دے اور توبہ کی توفیق بخشے، وہ بڑا سخی ہے۔[1]

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، میرے ایک رشتے دار نے مجھے شادی کی پیش کش کی ہے، لیکن میں نے سنا ہے کہ رشتے داروں سے باہر شادی کرنا بچوں کے مستقبل وغیرہ کے لحاظ سے بہتر ہے، آپ کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟

[1] شیخ محمد بن جمیل زینو نے اس فتوے پر نظر ثانی کرتے ہوئے ذکر کیا: ''تارک نماز کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور ان کے کئی اقوال ہیں، شیخ البانی وغیرہ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص انکار کرنے کی ←

جواب اہل علم نے اس قاعدے کا ذکر کیا ہے اور موروثی تاثیر کے حوالے سے ذکر کردہ باتوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

بلاشبہ انسان کی تخلیق اور طبیعت میں وراثت کی گہری تاثیر ہوتی ہے، ایک آدمی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی نے ایک کالے بچے کو جنم دیا ہے (وہ اس عورت کے متعلق اشارے سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ بچہ سیاہ کس طرح ہوگیا ہے، جبکہ اس کے ماں اور باپ دونوں ہی سفید ہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا تیرے پاس مختلف رنگوں کے اونٹ ہیں؟'' وہ کہنے لگا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: وہ کہاں سے آگئے؟ وہ کہنے لگا: شاید اپنی اصل کے مشابہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے اس بیٹے نے بھی شاید اپنی کسی اصل کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہو۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خاندانی خصوصیات کا اثر ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، لیکن رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''نکاح کرتے وقت چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں: مال و دولت، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار کو حاصل کرنا۔''[1]

لہٰذا عورت کے ساتھ منگنی کرنے میں قابل ترجیح چیز دین ہے، وہ جتنی زیادہ دین دار ہوگی اتنی ہی زیادہ خوبصورت، لہٰذا بہتر وہی ہے، چاہے وہ رشتے دار ہو کہ غیر، کیونکہ دیندار عورت اس کے گھر، مال، اور اولاد کا تحفظ کرے گی اور خوبصورتی سے اس کی ضرورت پورا کرے گی، اس کی آنکھ کی حفاظت کرے گی اور اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، بعض عورتیں اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور ہوتی ہیں

← وجہ سے نہیں محض سستی کی وجہ سے نماز ترک کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور نہ اسلام سے خارج ہی ہوگا، لیکن اگر اس کے وجوب ہی کا انکار کر کے اسے ترک کر دے تو وہ بالاجماع کافر ہے، اس سے توبہ کروائی جائے، حتی کہ وہ اپنے اس خیال سے رجوع کرے اور اس کے لیے ہدایت کی دعا کی جائے۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [4802] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1466]

اور اپنی گھریلو اور ازدواجی زندگی کے متعلق باتیں رشتے داروں اور سہیلیوں کو سناتی رہتی ہیں، ان میں کچھ باتیں گھریلو اسرار ہوتے ہیں اور خاوند پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان باتوں کے متعلق علم رکھے۔

ایسی عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے، جو راز افشا کرتی ہیں اور گھر سے باہر یا افراد خانہ میں سے کسی کی طرف انھیں منتقل کرتی ہیں؟

جواب کچھ عورتیں جو یہ کام کرتی ہیں کہ گھریلو اور ازدواجی زندگی کی باتیں رشتے داروں اور جاننے والوں کو بتاتی ہیں، یہ ایک حرام کام ہے، کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر کے بھید یا اپنے خاوند کے ساتھ اپنے حالات کی کسی دوسرے کو خبر دے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ﴾ [النساء: 34]

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین مقام کے لائق وہ آدمی ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ جماع اور اس کے متعلقہ امور سرانجام دے، پھر اس کے اسرار کو پھیلائے۔''

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، اس بیوی کے متعلق کیا حکم ہے، جو متعدد مرتبہ اپنے خاوند کے علم میں لائے بغیر اس کے مال سے لے کر اپنی اولاد پر خرچ کر چکی ہو اور اس کے سامنے قسم کھا کر کہے کہ اس نے اس کے مال سے کچھ بھی نہیں لیا۔ اس کام کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کا مال اڑانے سے منع کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن اس کا اعلان فرما دیا تھا کہ تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر اس دن کی حرمت کی طرح، اس مہینے کی حرمت کی طرح اور

اس شہر کی حرمت کی طرح حرام ہیں، کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟

لیکن اگر اس کا خاوند بخیل ہو اور اس کو اور اس کی اولاد کو معروف کے مطابق بقدر ضرورت خرچہ نہ دیتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے جائز ہے کہ معروف کے مطابق بقدر ضرورت اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے اس کے مال سے لے لے، لیکن اس سے زیادہ نہ لے اور نہ اپنی اولاد پر ضرورت سے زیادہ خرچ ہی کرے۔

اس کی دلیل ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کا حال بیان کیا اور کہنے لگی: وہ ایک بخیل آدمی ہے، مجھے اور میری اولاد کو بقدر ضرورت خرچہ نہیں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے مال سے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بقدر ضرورت لے لو، یا فرمایا: جو معروف کے مطابق تیرے اور تیری اولاد کے لیے کافی ہو۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ اجازت دی کہ وہ اس کے مال سے بقدر ضرورت معروف کے مطابق لے لے، چاہے اس کو علم ہو یا نہ ہو۔

سوال میں یہ عورت قسم کھا کر اپنے خاوند کو یقین دہانی کرواتی ہے کہ اس نے کچھ نہیں لیا، لیکن اس کا یہ قسم اٹھانا حرام ہے۔ یا یہ کہ ہم اس کو یہ معنی پہنا لیں: ''بخدا! میں نے کوئی ایسی چیز نہیں لی، جس کا لینا مجھ پر حرام ہو'' یا بخدا! ''میں نے تم پر واجب خرچے سے زیادہ کچھ نہیں لیا'' وغیرہ ایسی تاویل جو اس کے شرعی حق کے مطابق ہو، کیونکہ اگر انسان مظلوم ہو تو ایسی حالت میں تاویل کی گنجائش ہے، لیکن اگر انسان ظالم ہو یا نہ ظالم اور نہ مظلوم تو ایسی صورت میں تاویل جائز نہیں۔ وہ عورت جس پر اور اس کی اولاد پر خاوند خرچہ کرنے میں بخیلی کا مظاہرہ کرتا ہے، وہ یقیناً ایک مظلوم عورت ہے۔

سوال شیخ ابن باز کی سربراہی میں فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: اگر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ راز و نیاز اور شغلِ بوس و کنار میں مصروف ہو یا شہوت کے انداز میں اس کو چھوئے، ایسی حالت میں عضو بیدار ہو جائے پھر ڈھیلا پڑ جائے اور شلوار پر کچھ رطوبتوں کے نشانات ہوں تو طہارت اور روزے کی صحت یا عدم صحت کے حوالے سے کیا حکم ہے؟

جواب سائل نے سوال میں اس چیز کی وضاحت نہیں کی کہ محبت کے کھیل کے دوران میں وہ منی کا نکلنا محسوس کرتا ہے، بلکہ اس نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی شلوار میں اس کے اثرات محسوس کرتا ہے تو ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو وہ محسوس کرتا ہے وہ مذی ہے منی نہیں۔ مذی پلید ہے، جس کی وجہ سے ذکر اور فوطوں کو دھونا واجب ہوتا ہے کپڑوں پر جہاں اس کے اثرات ہوں وہاں پانی چھڑک لیا جائے اور ایسا شخص اپنے اعضا کو دھونے کے بعد شرعی وضو کرے۔ علماء کے صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس پر غسل واجب نہیں ہوتا، لیکن اگر نکلنے والی چیز منی ہو تو غسل واجب ہو جائے گا اور روزہ ٹوٹ جائے گا، اگرچہ یہ پاک ہے، لیکن گندی چیز ہے، کپڑوں میں شلوار میں جہاں بھی یہ لگے اسے دھونا چاہیے، روزے دار کو چاہیے کہ وہ شہوت کو بھڑکانے والے راز و نیاز کے کام ترک کر دے۔

سوال شیخ ابن باز کی سربراہی میں فتویٰ کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: اگر عورت سے جماع یا احتلام کے بغیر پانی نکل آئے تو کیا اس پر غسل واجب ہوگا؟ کیا عورت اپنی فرج سے نکلنے والے پانی میں مرد سے نکلنے والے پانی کی طرح منی، مذی اور ودی میں شریک ہے، یا جس حال میں بھی اس سے پانی نکل آئے، اس پر غسل واجب ہو جائے گا؟

جواب اگر عورت سے لذت کے ساتھ پانی نکلے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے یہ جماع اور احتلام کے بغیر ہی نکل آئے، جب اس سے مذی نکلے تو اس پر اپنی فرج کو دھونا لازم ہے اور اگر ودی نکلے تو اس کا حکم پیشاب کا حکم ہے، اس کا پانی مرد کے پانی کی طرح تین اقسام پر مشتمل ہے، اگر کوئی ایسا کام کرنا چاہے جس کے لیے طہارت شرط ہے، جیسے نماز، تو اس پر وضو کرنا فرض ہے۔ باللہ التوفیق

سوال فتویٰ کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے اور اس کی وجہ سے بستر گندہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا ہر جماع کے بعد غسل واجب ہے؟

جواب جماع کے نتیجے میں کپڑوں اور بستروں پر جو گندگی لگے اسے دھونا ضروری ہے، کیونکہ اس میں فرج سے نکلنے والے مادے اور اس کی منی کے ساتھ ملی جلی رطوبتیں ہوتی ہیں۔

جب مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا اگلا حصہ) عورت کی فرج میں داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے انزال نہ بھی ہو، ایک سے زیادہ مرتبہ یا ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ جماع کی صورت میں آخر میں ایک ہی غسل کافی ہے، جس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ ایک ہی غسل کے ساتھ جماع کرتے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''ایک ہی رات میں ایک ہی غسل کے ساتھ۔''

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: میں شادی شدہ ہوں، ایک دن اپنی بیوی کے ساتھ سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جماع کر رہا ہو اور منی نکل گئی، جب میں بیدار ہوا تو میں نے استنجا کیا، غسل کیا اور اپنی بیوی کے پاس آیا پھر اس کے ساتھ جماع کیا، کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے کہ نہیں؟

جواب اگر حقیقت حال وہی ہے جو تم نے ذکر کی ہے تو احتلام کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ اس سے غسل فرض ہے، اس طرح بیوی کے ساتھ جماع کرنے کی وجہ سے دوسری مرتبہ غسل فرض ہے اور اگر احتلام کے غسل کو مؤخر کر کے جماع کے بعد ایک ہی غسل کر لیتے تو وہ بھی کافی ہوتا۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا جنبی وضوء سے پہلے سو سکتا ہے؟

جواب اگر وہ وضو کے بغیر ہی سو جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ سونے سے پہلے وضو کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور ایسا کرنے کا حکم بھی دیا۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، اکثر اوقات میں اپنی بیوی کے ساتھ محبت کا کھیل کھیلتا ہوں، بوس و کنار کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی جماع کے بغیر مجھے انزال ہو جاتا ہے، وہ بھی میرے ساتھ راز و نیاز کرتی ہے، لیکن اس کا پانی نہیں نکلتا۔ کیا ہم

دونوں پر غسل واجب ہے؟

جواب اگر تجھے انزال ہوجائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے، اگر تجھے انزال ہوجائے اور اس کی صرف شہوت ہی مشتعل ہو، انزال نہ ہو تو اس پر غسل نہیں، صرف تجھ اکیلے پر غسل فرض ہے، اسی طرح اگر اس کو انزال ہو اور تجھے نہ ہو تو اس صورت میں صرف اس پر غسل واجب ہوگا۔ اور اگر جماع کیا جائے، لیکن انزال کسی کو بھی نہ ہو تو دونوں پر غسل واجب ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب وہ اس کی چار ٹانگوں کے درمیان بیٹھ کر جدوجہد کرے تو غسل واجب ہوجاتا ہے، چاہے انزال نہ ہو۔''

لہٰذا غسل صرف انزال کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، چاہے جماع نہ بھی ہو اور صرف جماع کے ساتھ ہی دونوں پر واجب ہوجاتا ہے، چاہے انزال نہ ہو۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب صحیح بات یہ ہے کہ عورت کو چھونا بالکل وضو نہیں توڑتا، جب تک کوئی چیز نہ نکلے، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول کریم نے اپنی ایک بیوی کو بوسہ دیا اور نماز کے لیے نکل پڑے اور وضو نہ کیا۔ کیونکہ آدمی نے شریعت کے مطابق طہارت حاصل کی ہے اور یہ طہارت ختم بھی کسی شرعی دلیل کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ [النساء: 43]

ہم کہیں گے کہ یہاں ملامست (چھونے) سے مراد جماع ہے، جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے، اسی طرح آیت میں طہارت کی تقسیم کی بھی دلیل ہے، طہارت کو اصل اور متبادل میں تقسیم کرنا، پھر طہارت کو بڑی اور چھوٹی میں تقسیم کرنا اور چھوٹی اور بڑی طہارت کے اسباب میں تقسیم کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى

الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔''

یہ پانی کے ساتھ اصلی اور چھوٹی طہارت حاصل کرنا ہے، پھر فرمایا:

''اگر تم حالت جنابت میں ہو تو طہارت حاصل کرو۔''

یہاں پانی کے ساتھ اصلی اور بڑی طہارت حاصل کرنا ہے۔ پھر فرمایا:

''اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا قضاءِ حاجت کرو، یا تم عورتوں کے ساتھ ملامست (جماع) کرو اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرلو۔''

یہاں فرمان خداوندی کہ ''تیمّم کرلو'' متبادل ہے اور یہ فرمان ''جب کوئی قضاءِ حاجت کرے یا تم میں سے کوئی عورتوں کو چھوئے۔'' (جماع کرے) یہ چھوٹی طہارت کے سبب کا بیان ہے، اگر یہاں چھونے سے مراد صرف ہاتھ لگا کر چھونا ہو تو گویا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹی طہارت کے دو اسباب بیان کر دیے اور بڑی طہارت کے سبب سے خاموشی اختیار کی، حالانکہ یہ فرمان بھی ہے:

''اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو طہارت حاصل کرو۔''

یہ قرآنی بلاغت کے خلاف ہے، اس بنیاد پر اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ''تم عورتوں کو چھوؤ'' یعنی ان کے ساتھ جماع کرو، تاکہ آیت دونوں طہارتوں کے اسباب پر بڑے اور چھوٹے سبب پر، چاروں اعضا میں دونوں چھوٹی طہارتوں پر اور طہارت کبریٰ میں سارے بدن پر مشتمل ہو سکے، تیمّم کی صورت میں متبادل طہارت صرف دو اعضا میں ہوگی، کیونکہ اس میں دونوں طہارتیں ہی (چھوٹی اور بڑی) برابر ہیں۔

اس بنا پر راجح قول یہی ہے کہ عورت کو چھونا، چاہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، مطلقاً وضو کو نہیں توڑتا، اِلا یہ کہ اس سے کوئی چیز نکل آئے، اگر کوئی چیز نکل آئے اور وہ منی ہو تو غسل واجب ہوگا اور مذی ہو تو ذکر اور فوطوں کو دھونے کے ساتھ ساتھ صرف وضو فرض ہوگا۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا جماع کے بعد غسل سے پہلے کسی چیز کو چھونا جائز ہے؟ اور اگر کسی چیز کو ہاتھ لگ جائے تو کیا وہ پلید ہو جائے گی کہ نہیں؟

جواب ہاں، جنبی کے لیے خواہ وہ مرد ہو کہ عورت، غسل سے پہلے ہر چیز مثلاً، کپڑوں، پلیٹ، ہنڈیا وغیرہ کو چھونا جائز ہے، کیونکہ وہ ناپاک نہیں ہوتا، نہ اس کے چھونے ہی سے کوئی چیز ناپاک ہو جاتی ہے، اسی طرح حائضہ اور نفاس والی عورت بھی حیض اور نفاس کی وجہ سے پلید نہیں ہوتی، بلکہ ان کا بدن اور پسینہ پاک ہوتا ہے، اس طرح جس چیز کو وہ چھوئیں وہ بھی پلید نہیں ہوتی۔ پلید صرف وہ خون ہوتا ہے جو ان دونوں سے نکلتا ہے۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: میں نے کچھ مہینے پہلے اپنی چچا زاد کے ساتھ شادی کی، فرط محبت کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی بانہوں میں برہنہ لیٹنے کے عادی ہو چکے ہیں، اس لیے میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان درج ذیل حالات میں جماع نہ کیا جائے تو کیا صبح کی نماز غسل کے بغیر صحیح ہو گی؟

1. اپنے ذکر کو نہ چھونے کی صورت میں۔
2. صرف عضو تناسل کو چھونے کی حالت میں۔
3. عضو تناسل کو چھونا اور صرف ایک فریق یا دونوں فریقوں سے مذی کا خروج۔

امید کی جاتی ہے کہ آپ مندرجہ بالا سوالات کا شافی جواب دے کر شکریے کا موقع دیں گے۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

جواب اگر صورتحال وہی ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے تو پہلی اور دوسری حالت میں غسل واجب نہیں، اسی طرح جب اس طرح دخول نہ ہو کہ حشفہ فرج میں داخل ہو جائے تب بھی غسل فرض نہیں ہوتا، لیکن اگر آلہ تناسل کا اگلا حصہ داخل ہو جائے تب غسل فرض ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت کا حکم بھی تیسری حالت جیسا ہی ہے، صرف یہ فرق ہے کہ مذی کے نکلنے کی وجہ سے آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے ذکر اور خصیوں کو دھو لے، اس طرح عورت بھی مذی نکلنے کی صورت میں اپنی فرج کو دھو لے۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا آدمی کے لیے بیوی کے ساتھ غسلِ جنابت

وغیرہ کرنا جائز ہے؟

جواب آدمی کے لیے ایک ہی برتن میں اپنی بیوی کے ساتھ غسل جنابت کرنا جائز ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرماتے۔''

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بچے ہوئے پانی سے غسل جنابت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی ایک بیوی نے ایک ٹب میں غسل کیا، رسول اللہ ﷺ اس سے وضو یا غسل کرنے کے لیے آئے تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں جنبی تھی، آپ نے فرمایا: ''پانی جنبی نہیں ہوتا۔''

ابو داود اور نسائی نے ایک صحابی سے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا:

''رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو عورت کے بچے ہوئے پانی سے اور عورت کو آدمی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے اور ایک ساتھ چلو بھرنے سے منع فرمایا ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

''اسے ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔''

بخاری و مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے، ہمارے ہاتھ ایک دوسرے کو چھوتے۔ (متفق علیہ)

بخاری کے ایک لفظ میں ہے: ایک ہی برتن سے ہم ایک ساتھ اس سے چلو بھرتے۔

اور مسلم کے لفظ ہیں: ایک برتن سے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا، کبھی وہ مجھ سے پہلے لیتے اور کبھی میں حتی کہ آپ فرماتے مجھے کرنے دو، میں کہتی مجھے کرنے دو۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد و عورت کا ایک ہی برتن سے غسل کرنا جائز ہے، اسی طرح ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل یا وضو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر مزید پانی

میسر ہو تو احادیث کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ وباللہ التوفیق!

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا مرد اور عورت کے غسل جنابت کے درمیان فرق ہے؟ کیا عورت اپنے سارے بال کھولے یا صرف پانی کے تین چلو ہی ڈال لے؟ نیز غسل جنابت اور غسل حیض میں کیا فرق ہے؟

جواب مرد اور عورت کے لیے غسل کے طریقے میں کوئی فرق نہیں، نہ وہ اپنے بالوں کو غسل کے لیے کھولیں، بلکہ سر پر پانی کے تین چلو بھر کر ڈال لینا ہی کافی ہے، پھر سارے جسم پر پانی بہا لیا جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں اپنے سر کے بالوں کی مینڈیاں بنا لیتی ہوں، کیا غسل جنابت کے لیے انھیں کھولوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلو بھر کر پانی ڈال لو، پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا لو، تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

اگر آدمی کے سر پر خضاب یا اس جیسی کوئی چیز لگی ہو جس کی وجہ سے پانی جلد تک نہ پہنچ سکے تو اسے اتارنا ضروری ہوتا ہے، اگر خفیف سا ہو جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے نہ روکے تو پھر اسے اتارنا ضروری نہیں۔

البتہ غسل حیض میں بالوں کو کھولنے کے ضروری ہونے کے متعلق اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے انھیں کھولنا ضروری نہیں، جس طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے، یہ حدیث غسلِ جنابت اور غسل حیض میں بالوں کو نہ کھولنے پر نص ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اختلاف سے بچتے ہوئے اور دلائل کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے احتیاطاً غسل حیض میں بالوں کو کھول لیا جائے۔ وباللہ التوفیق!

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: جب بچے کی ولادت ہو جائے اور عورت سے خون نہ نکلے تو کیا اس کے خاوند کے لیے اس کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے؟ اور کیا وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے؟

جواب جب عورت بچہ جن دے، اور خون نہ نکلے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور نماز اور

روزہ بھی، اور غسل کے بعد اس کا خاوند اس کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہے، کیونکہ عموماً پیدائش کے بعد نومولود کے ساتھ خون نکلتا ہے، چاہے تھوڑا ہی نکلے۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا آدمی نفاس کی حالت میں چالیس دنوں سے پہلے جبکہ ابھی خون بھی بند نہ ہوا ہو، اپنی بیوی کے ساتھ فرج کے علاوہ مباشرت کر سکتا ہے؟

جواب ہاں، یہ جائز ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ وہ اس کو کوئی چیز (انڈر ویئر) پہن لینے کا حکم دے۔ حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیتے کہ میں لنگوٹ باندھ لوں، پھر آپ میرے ساتھ مباشرت (جسم سے جسم ملانا) کرتے۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: کیا آدمی وضع حمل کے تیس دن بعد یا پچیس دن بعد اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہے؟ یا صرف چالیس دنوں کے بعد ہی یہ جائز ہوگا؟ کیونکہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کا بیوی کی استطاعت کے ساتھ تعلق ہے اور بعض کہتے ہیں، چالیس دن پورے کرنا ضروری ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ سچا کون ہے؟ آپ ہمیں بتائیں کہ سچ کیا ہے؟

جواب آدمی کے لیے ولادت کے بعد نفاس کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرنا جائز نہیں، جب تک تاریخ ولادت سے چالیس دن گزر جائیں مگر یہ کہ چالیس دنوں سے پہلے خون آنا بند ہو جائے، اس وقت خون منقطع ہونے کے بعد غسل کر کے اس کے ساتھ مجامعت کرنا جائز ہے، اگر چالیس دنوں سے پہلے خون آنا دوبارہ شروع ہو جائے تو اسی وقت سے جماع حرام ہو جاتا ہے اور عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ چالیس دنوں تک یا خون بند ہو جانے تک نماز اور روزہ چھوڑے رکھے۔ وباللہ التوفیق

سوال سماحۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن سعدی رحمہ اللہ، اگر حائضہ کے ساتھ جماع کر لیا جائے تو اس سلسلے میں کیا واجب ہوتا ہے؟

جواب حالت حیض میں جماع کرنے والے کے ذمے ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہ بڑی عمدہ بات ہے، کیونکہ

کفارہ جس طرح قسم میں ہوتا ہے، اسی طرح نافرمانی میں بھی تخفیف کی امید پر ہوتا ہے اور یہ اس گناہ سے توبہ مکمل کرنے والا ہوتا ہے۔

سوال فتوی کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: ہماری ایک عورت ہے جس کا بلا سبب، اللہ کے حکم سے، اسقاط ہو چکا ہے، کیا آدمی اس کے ساتھ اس کے فوراً بعد اس کے ساتھ جماع جاری رکھ سکتا ہے، یا اس کو چالیس دن تک انتظار کرنا ہوگا؟

جواب اگر وہ جنین (پیٹ میں بچہ) پیدا ہو چکا تھا، بایں طور کہ اس کے اعضا، جیسے ہاتھ، پاؤں یا سر ظاہر ہو چکے تھے تو جب تک خون آتا رہے اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے، اگر چالیس دنوں کے اثنا میں خون بند ہو جائے تو تب اس کے غسل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کی تخلیق میں یہ اعضا ابھی ظاہر نہیں ہوئے تھے تو تب اس کے ساتھ جماع کر لینا جائز ہے، چاہے خون ابھی بند نہ بھی ہوا ہو، کیونکہ وہ نفاس کا خون شمار نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایسا فاسد خون ہے جس کے ہوتے ہوئے نماز اور روزہ ادا کیے جاتے ہیں، اور جماع جائز ہے، البتہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کر لے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ: کیا عورت اگر کسی عارضی نفسیاتی حالت یا بیماری کی وجہ سے اپنے خاوند کو اپنے قریب آنے سے روک دے تو کیا اس کو گناہ ہوگا؟

جواب اگر خاوند بیوی کو بستر پر بلائے تو بیوی پر خاوند کی بات ماننا فرض ہوتا ہے، لیکن اگر وہ کسی نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو، جس کی وجہ سے خاوند کے ساتھ ملاقات کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو یا وہ کسی جسمانی مرض کا شکار ہو تو ایسی حالت میں خاوند کے لیے اس سے اس چیز کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ فرمان نبوی ہے: ''نہ تکلیف دو نہ تکلیف لو'' لہٰذا اس کو صبر کرنا چاہیے یا اس انداز میں اس سے لذت اندوز ہو کہ اس کو تکلیف یا نقصان نہ ہو۔

سوال سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، میں ایک سال تک اپنی بیوی سے غائب رہا، اس کو میرے ٹھکانے کی کوئی خبر نہیں تھی، ایک مدت کے بعد میں اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ آٹھ مہینے اور پچیس دن رہا، اس مدت میں جو میں نے اس کے

ساتھ گزاری اس نے ایک بچے کو جنم دیا، اب مجھے ان پانچ دنوں کے بارے میں شک ہے، جو نواں مہینہ مکمل ہونے میں کم ہیں۔ مجھے بتائیں میں کیا کروں؟

جواب عورت اگر 9 ماہ سے پہلے بچہ پیدا کر دے تو اس میں شک پیدا کرنے والی کوئی بات نہیں، کیونکہ حمل کی کم از کم مدت 6 ماہ ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: 15]

''اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔''

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت 6 ماہ ہے۔ اگر عورت ساتویں ماہ یا اس کے بعد جنم دے تو اس میں شک کی کوئی بات نہیں۔ وباللہ التوفیق!

سوال سماحۃ الشیخ بن باز رحمہ اللہ، اگر آدمی رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ راز و نیاز کرے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کہ نہیں؟

جواب روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنا اور جماع کے بغیر مباشرت کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس و کنار کرتے، مباشرت کرتے لیکن اگر انسان کو سریع شہوت ہونے کی وجہ سے حرام میں کود پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے یہ مکروہ ہے، اگر اس کو انزال ہو جائے تو روزے کو جاری رکھے اور اس کی قضا دے، لیکن جمہور اہل علم کے ہاں اس پر کفارہ نہیں، تاہم مذی سے علماء کے دو اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اصل روزے کا نہ ٹوٹنا ہے، نیز اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ: میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر مملکت کے ایک صوبے میں اپنے خاندان کے پاس گیا، ہم نے رمضان کے روزے وہیں گزارے، اور میرے لیے اپنی بیوی کے ساتھ صرف فجر کی نماز کے بعد ملنا ممکن تھا، لہٰذا میں نے چار مرتبہ اس کے ساتھ ملاپ کیا، میں اور میری بیوی ہم دونوں ہی روزوں کی کفاروں کی طاقت نہیں رکھتے، اس پریشانی میں میں کیا کروں؟

جواب یہ پریشانی جس کا تم شکار ہو چکے ہو، جب تم نے سفر کی حالت میں اپنے علاقے

سے باہر اس کام کا ارتکاب کیا ہے تو تجھ پر صرف قضا ہے، کیونکہ مسافر اگر اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لے، چاہے وہ دونوں روزے سے ہوں، اس کے لیے کفارہ لازم نہیں ہوتا، کیونکہ مسافر کے لیے جماع یا کھانے پینے کے ساتھ افطار کرنے کی اجازت ہے۔

اس بنیاد پر تم نے جو کیا ہے تم پر صرف یہی لازم ہے کہ روزے کی قضا دو، اسی طرح تمہاری بیوی پر بھی اس دن کی قضا دینا ضروری ہے، لیکن یہ کہ تم نے اس کو مجبور کر لیا ہو اور وہ تمہارا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئی ہو تو ایسی حالت میں اس پر قضا بھی واجب نہیں۔ واللہ الموفق!

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، میں سعودی عرب سے اپنے ملک واپس آیا، جب میں گھر پہنچا تو میرے گھر والے روزے سے تھے، جبکہ میں نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا، میں نے اپنی بیوی کو ملاپ پر مجبور کیا، اب ہم دونوں پر کیا عائد ہوتا ہے؟

جواب یہ عام اور خاص تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ جس شخص نے فرض روزہ رکھا ہو اس کے لیے جماع کرنا جائز نہیں ہوتا، کیونکہ جماع کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ رمضان میں دن کے وقت جماع کرے اور اس پر روزہ فرض ہو تو اس کو اس کا کفارہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس روزے کی قضا بھی دینی پڑتی ہے، اس کو کفارے کے طور پر غلام آزاد کرنا ہوتا ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے ہوتے ہیں اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوتا ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا: ''تجھے کس نے ہلاک کر دیا ہے؟'' وہ کہنے لگا: میں رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر بیٹھا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: ''کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے؟'' وہ کہنے لگا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا مسلسل دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟'' کہنے لگا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟'' کہنے لگا: نہیں، پھر رسول

اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں آئیں تو آپ نے فرمایا: ''ان کو لے جا اور صدقہ کر دے۔'' وہ کہنے لگا: کیا اپنے سے زیادہ فقیر پر؟، بخدا! اس مدینہ کے پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ فقیر کوئی گھرانہ نہیں۔ آپ ﷺ مسکرا اٹھے اور فرمایا: ''لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔''

عورت اگر رمضان میں روزے کی حالت میں ہو اور خاوند کے ساتھ موافقت کرے تو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے، لیکن اگر خاوند اس کو مجبور کرے تو اس پر کچھ بھی عائد نہیں ہوتا، کیونکہ جبر مجبور سے حکم اٹھا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الأحزاب: 5]

''اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [النحل: 106]

''جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اگر تو اللہ تعالیٰ مجبور کیے گئے سے کفر کا حکم اٹھا لیتے ہیں تو کفر سے چھوٹے کسی کام میں حکم اٹھا لینا زیادہ قابل ترجیح ہے۔ اس بنیاد پر وہ آدمی جو سفر سے واپس آیا اور اس نے رمضان میں دن کے وقت روزے کی حالت میں اپنی بیوی کو جماع پر مجبور کیا اور اس کے لیے اپنا دفاع ممکن نہ تھا، ایسی بیوی پر کوئی حکم عائد نہیں ہوتا۔

لیکن ایسے مسافر کے متعلق جو اپنے ملک واپس لوٹے اور اس نے روزہ نہ رکھا ہوا ہو، اہل علم کے ہاں اختلاف ہے کہ کیا اس کے لیے ہر چیز سے رکے رہنا ضروری ہے کہ نہیں؟!

جس نے یہ کہا ہے کہ رکے رہنا ضروری ہے اس کے مطابق اس پر کفارہ لازم ہے،

اور دوسرے قول کے مطابق جس میں رک کے رہنا ضروری نہیں، اور میرے نزدیک یہی راجح قول ہے، اس حالت میں اس پر کچھ نہیں، کیونکہ اس کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز تھا۔

میں نے جواب میں کہا ہے: ''اگر اس پر روزہ فرض ہو'' اس بات سے احتراز کرنے کے لیے ہے کہ اگر روزے دار پر روزہ فرض نہ ہو، مثلاً اگر مسلمان رمضان میں دن کے وقت مسافر ہو، اگر وہ حالت سفر میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے تو اس پر کچھ نہیں، چاہے اس نے روزہ ہی کیوں نہ رکھا ہو، اس پر صرف اس دن کی قضا دینا لازم ہے۔ واللہ الموفق!

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، رمضان میں دن کے وقت جماع کرنے کا کیا کفارہ ہے؟ کیا رمضان میں دن کے وقت انزال کے بغیر جماع کرنا روزہ توڑ دینے والا عمل شمار ہوگا؟

جواب اس شخص کا رمضان میں دن کے وقت جماع کرنا جس پر روزہ رکھنا فرض ہو، حرام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة: 187]

''تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا فجر کا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو، یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ، اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچ جائیں۔''

جماع روزہ توڑ دیتا ہے، چاہے انزال ہو کہ نہ، اور یہ سخت کفارے (مغلظ کفارہ) کو واجب کر دیتا ہے، جو گردن آزاد کرنے کی صورت میں ہے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو

ماہ کے مسلسل روزے رکھے، اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہوا ہے۔

یہ حدیث اس شخص پر کفارہ واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے، جس پر روزہ فرض ہو اور وہ رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے، یہ کفارہ ترتیب کے ساتھ ہے، اختیار کے ساتھ نہیں، پہلے گردن آزاد کرنا، اگر یہ نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور کسی شرعی عذر کے بغیر ان کو نہ چھوڑے، مثلاً ان دو ماہ کے دوران میں وہ سفر کرے یا بیمار ہو جائے، کیونکہ یہ اس کے لیے تسلسل کو روا نہیں رکھتا، لیکن اگر وہ ان دو ماہ کے دوران میں کسی شرعی عذر کے بغیر روزہ چھوڑ دے تو پھر وہ وہیں سے نئے سرے سے ابتدا کرے، چاہے ایک روزہ ہی کیوں نہ باقی بچا ہو، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا انھیں 30 کلو چاول دے دے اور اس کے ساتھ سالن پکانے کے لیے گوشت بھی ہو یا دوپہر کے وقت یا رات کے وقت کھانا تیار کر کے 60 مسکینوں کو دعوت دے۔ واللہ الموفق!

سوال فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین، کیا میں اپنی بیوی کو نفلی روزے، مثلاً شوال کے چھ روزے رکھنے سے منع کر سکتا ہوں اور کیا اس سلسلے میں مجھے گناہ ہوگا؟

جواب عورت کا خاوند اگر حاضر ہو تو لذت اندوزی کی ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے کے متعلق منع کا حکم وارد ہوا ہے۔

اگر عورت اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے اور خاوند جماع کی ضرورت محسوس کرے تو عورت کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے، اگر اس کو اس کی ضرورت نہ ہو تو اس کے لیے اس کو منع کرنا مکروہ ہے، خصوصاً جب روزہ اس کے لیے نقصان دہ یا اس کی اولاد کی تربیت میں خلل انداز یا دودھ پلانے میں پریشانی کا باعث نہ ہو، چاہے یہ شوال کے چھ روزے ہوں یا کوئی اور نفلی روزہ۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، جب کوئی عورت کسی آدمی کے ساتھ شادی کرے اور یہ آدمی کسی دوسرے ملک کی طرف سفر کر جائے اور کئی سالوں تک غائب رہے اور

اس عورت کو کوئی خبر نہ ہو کہ وہ مردہ ہے کہ زندہ تو کیا وہ اس سے طلاق لے لے یا انتظار کرے؟

جواب اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو عدالت میں فسخ کا دعوی دائر کر دے اور عدالت کو نکاح ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اگر چاہے تو اس کے نکاح میں باقی رہے، تا آنکہ اس کے بارے میں کوئی بات سامنے آئے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، میں مصر کا باشندہ ہوں اور سعودی عرب میں کام کرتا ہوں جبکہ میری بیوی مصر میں ہے، میں نے یہ سنا ہے کہ جو شادی شدہ ہو اور چھ ماہ سے زیادہ عرصے تک اپنی بیوی کو چھوڑ کر بیرون ملک مسافر رہے تو وہ اس پر حرام ہوجاتی ہے، جبکہ میں اس کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے رابطے میں ہوں اور اس کو ماہانہ اخراجات بھیجتا ہوں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب اگر عورت محفوظ جگہ میں ہو اور آدمی اپنی بیوی کو چھوڑ کر سفر پر نکل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر بیوی اس کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ رہنے کی اجازت دے دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر بیوی اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور اس کو اپنے پاس بلائے تو وہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ اس سے دور نہ رہے، مگر یہ کہ کوئی عذر ہو، جیسے بیماری کا علاج کروانا وغیرہ، کیونکہ ضرورت کے خاص احکام ہیں، بہر حال اس میں عورت کا حق ہے، اگر وہ محفوظ جگہ پر ہو اور اس کو اجازت دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، چاہے خاوند اکثر غیر حاضر رہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، ایک سوال کرنے والا اپنے خط میں کہتا ہے: جنت میں مردوں کے انجام کا تو علم ہے کہ ان کی بیویاں حوریں ہوگی، لیکن عورتوں کے لیے جنت میں کیا ہوگا، کیا ان کے لیے بھی خاوند ہوں گے کہ نہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ جنتیوں کی نعمتوں کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾ [فصلت: 32 ,31]

''اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے، یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [الزخرف: 71]

''اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔''

یہ ایک عام بات ہے کہ نفس سب سے زیادہ شادی کی تمنا رکھتا ہے اور یہ سہولت جنت میں اہل جنت کے لیے، خواہ وہ مرد ہوں کہ عورتیں، میسر ہوگی، لہٰذا اللہ تعالیٰ جنت میں عورت کی اس مرد کے ساتھ شادی کریں گے جو دنیا میں اس کا خاوند تھا۔

جس طرح فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المؤمن: 8]

''اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اگر دنیا میں اس کے ایک سے زیادہ خاوند رہے ہوں تو جنت میں اس کو اختیار دیا جائے گا، جس کو چاہے منتخب کر لے، اگر دنیا میں اس کی شادی ہی نہیں ہوئی تو جنت میں اللہ تعالیٰ اس کی اس کے ساتھ شادی کر دے گا، جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ جنت کی نعمتیں صرف مردوں کے لیے نہیں، بلکہ مرد و عورت دونوں ہی کے لیے ہیں، اور ان تمام نعمتوں میں شادی بھی شامل ہے، لیکن کہنے والا کہہ سکتا ہے: اللہ تعالیٰ نے حوروں کا تذکرہ کیا ہے اور وہ بیویاں ہیں، لیکن عورتوں کے خاوندوں کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ خاوندوں کی

بیویوں کا ذکر کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ خاوند ہی شادی کی رغبت کرتا ہے اور نکاح کا طلبگار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو جنتی بنائے اور ہمیں اپنے بیوی، بچوں، والدین اور بھائیوں اور مسلمانوں سمیت اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا وارث بنائے۔ آمین

سوال فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ، میرے بھائی نے ایک عورت کے ساتھ خفیہ شادی کر رکھی ہے، صرف اس کا والد اور بھائی اس شادی کے متعلق جانتے ہیں اور وہ اس پر راضی ہیں، جبکہ وہ اس شادی کا اعلان نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ ان دونوں کے سوشل سٹیٹس میں بہت زیادہ فرق ہے، کیا یہ شادی حلال ہے کہ نہیں؟ ہمیں اس کی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔

جواب اگر عقد نکاح کی شرطیں پائیں جائیں، جیسے ولی کی موجودگی، دو عادل گواہوں کا ہونا، میاں بیوی کی رضا مندی اور شرعی موانع کا نہ ہونا تو نکاح صحیح ہے، چاہے بہت زیادہ اعلان نہ کیا گیا ہو، کیونکہ ولی اور گواہوں کی موجودگی نکاح کا اعلان سمجھا جاتا ہے، اور یہ اعلان کی کم از کم حد ہے، اگر یہ تمام مذکورہ شرطیں پائی جاتی ہیں تو نکاح ان شاء اللہ صحیح ہے، لیکن جس قدر زیادہ اعلان کیا جائے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، ایک مسلمان عورت کے لیے جائز کام کرنے کے کون سے میدان ہیں، جن میں رہ کر وہ دینی تعلیمات کی مخالفت کیے بغیر کام کر سکتی ہو؟

جواب عورت کے کام کرنے کا میدان یہی ہے کہ وہ ایسے کام کرے جو عورتوں کے لیے خاص ہیں، مثلاً لڑکیوں کی تعلیم کے میدان میں کام کرنا چاہیے، یہ کام فنی نوعیت کا ہو یا مینجمنٹ کا ہو، اپنے گھر میں عورتوں کے کپڑے سینے کا کام کرنا وغیرہ، لیکن ایسے شعبے جو مردوں کے لیے خاص ہوں تو وہاں اس کے لیے کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہاں لازماً مردوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنا پڑتا ہے، یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جس سے لازماً بچنا چاہیے، یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''میں نے اپنے

بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو، بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔'' لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں کو فتنوں کی جگہوں اور اسباب سے بچا کر رکھے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، حدیث شریف میں: ''کپڑے پہن کر برہنہ رہنے والی عورتوں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب ''كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ'' کا معنی ہے ان عورتوں پر لباس تو ہوتا ہے لیکن وہ عورت کو چھپانے کے لیے ناکافی ہوتا ہے۔

علماء کہتے ہیں: مثلاً یہ لباس اتنا باریک ہو کہ نیچے سے جلد نظر آ رہی ہو، یہ کپڑے پہنے ہوئے ہے لیکن ننگی ہے، اس طرح کپڑے موٹے ہوں، لیکن انتہائی مختصر ہوں، یہ بھی پہن کر ننگی ہے، یا اتنے تنگ کپڑے ہوں کے جلد کے ساتھ چپکے ہوئے ہوں، عورت ایسے نظر آئے گویا وہ بے لباس ہے، یہ بھی لباس میں ننگی ہے، یہ مفہوم تو پہننے اور ننگا ہونے کے حسی معنی کے لحاظ سے ہے، لیکن اگر باطنی معنی مراد لیا جائے تو پہننے والی سے مراد بظاہر حیاداری کا اظہار کرنے والی اور ننگی سے مراد جو خفیہ انداز میں بدکاری کرتی ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت واضح نہیں ہوتی، یہ ایک لحاظ سے پہننے والی ہیں اور دوسرے لحاظ سے ننگی۔

سوال سماحۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، ایک مسلمان آدمی کے گھر میں ٹیلی ویژن کے ہونے کا کیا حکم ہے؟ اس میں مردوں اور عورتوں کی قابل پردہ چیزیں پیش کی جاتی ہیں، جنھیں مرد یا عورتیں دیکھتے ہیں۔

جواب ہمارے رائے میں ٹی وی رکھنے سے بچنا ہی بہتر اور قابل سلامتی ہے، تاہم اس کو دیکھنا تین طرح کا ہے:

1. خبریں دیکھنا، کائنات کے متعلق حقائق کا مشاہدہ کرنا، دینی باتیں سننا، اس میں کوئی حرج نہیں۔
2. فتنہ انگیز قسط وار ڈرامے دیکھنا، جرم و سزا کے متعلق سیریز دیکھنا، جو لوگوں کے لیے جرم، ظلم، چوری ڈاکے اور قتل و غارت کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ اس جیسی چیزوں کو

دیکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

3 ایسی چیزیں دیکھنا جن میں اگرچہ کوئی باعث حرام چیز نہ ہو، لیکن وہ وقت ضائع کرنے کا سبب ہوں، اس میں جواز کے تقاضے کے لیے شبہہ پایا جاتا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ ایسی چیزوں کو دیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرے، خصوصاً جب ان میں مال ضائع کرنے کا خدشہ ہو، ٹیلی ویژن کا بے جا استعمال مال ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ اس میں بجلی خرچ ہوتی ہے، وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انسان آہستہ آہستہ حرام چیزیں دیکھنے کی طرف بھی قدم اٹھا سکتا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، عورت کا ٹیلی ویژن پر کسی مرد کو دیکھنے یا سڑک پر کسی آدمی کو عام انداز میں دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا مرد کو دیکھنا دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا، چاہے یہ ٹیلی ویژن پر ہو یا کسی دوسری جگہ:

1 شہوت اور لطف اندوزی کی نظر سے دیکھنا یہ حرام ہے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور یہ باعث فساد ہے۔

2 صرف دیکھنا جس میں کوئی شہوت ہو نہ لذت۔

اس صورت میں صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ بھی عائد نہیں ہوتا، بلکہ یہ جائز ہے، صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو ان سے اوٹ مہیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

کیونکہ عورتیں بازاروں سے گزرتی ہیں اور مردوں کو دیکھ بھی لیتی ہیں، اگر وہ حجاب میں ہو تو عورت مرد کو دیکھتی ہے چاہے وہ اس کو نہ دیکھے، لیکن شرط یہ ہے کہ فتنہ ریزی اور شہوت خیزی نہ ہو، اگر فتنے اور شہوت کا خدشہ ہو تو ٹیلی ویژن وغیرہ پر بھی مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، عورت تشخیص مرض (چیک اپ) کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے مجبور ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کو کچھ نہ کچھ اپنا بدن ظاہر کرنا

پڑتا ہے، اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کا مرد ڈاکٹر کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس کے لیے ڈاکٹر کے سامنے بدن کا وہ حصہ ظاہر کرنے کی اجازت ہے جسے دیکھنا ضروری ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی محرم ہو اور خلوت میں نہ ہو، کیونکہ خلوت حرام ہے اور یہ اجازت ضرورت کی وجہ سے ہے، علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ اس جیسا کام جائز ہے، کیونکہ یہ وسائل کے حرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اور جو وسائل حرام ہونے کی وجہ سے حرام ہو وہ ضرورت کے وقت جائز ہوتا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ: عورت کا عورتوں اور محرم رشتے داروں کے سامنے تنگ لباس پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسے تنگ کپڑے پہننا جو جسم کے فتنہ انگیز حصوں کو ظاہر کریں اور فتنے کا سبب ہوں، انھیں پہننا حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''اہل جہنم کی دو قسمیں ہیں، جنھیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا: ایک وہ مرد جن کے ہاتھوں میں گائے کے دموں جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے، یعنی ظلم اور زیادتی کرتے ہوئے۔ اور دوسری وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی برہنہ ہوں گی، مائل ہونے والیں اور مائل کرنے والیں۔''

''کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ'' کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ وہ مختصر لباس پہنیں گی جو ان کے بدن کے قابل ستر حصوں کو نہیں چھپائے گا، یہ بھی تشریح کی گئی ہے کہ وہ باریک لباس پہنیں گی، جس کی وجہ سے اس کے نیچے سے عورت کی جلد نظر آئے گی، یہ بھی تشریح کی گئی ہے کہ وہ تنگ لباس پہنیں گی، جو جسم کو دیکھنے سے تو چھپا لیتا ہے، لیکن عورت کی فتنہ سامانیوں کا اظہار کرتا ہے، اس بنا پر عورت کے لیے تنگ لباس پہننا جائز نہیں، صرف اس کے لیے جس کے سامنے اپنی قابل پردہ چیزوں کا اظہار جائز ہو، اور وہ خاوند ہے، میاں بیوی کے درمیان کوئی پردہ نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ [المؤمنون:5,6]

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت ایک ہی برتن سے کرتے اور ہمارے ہاتھ اس میں ایک دوسرے کو لگ جاتے۔''

لہٰذا انسان اور اس کی بیوی کے مابین کوئی پردہ نہیں، لیکن محرم رشتے داروں سے قابل پردہ اعضاءِ بدن کو چھپانا ضروری ہے، اس لیے اس قدر تنگ و چست لباس جو عورت کی فتنہ سامانیوں کا اظہار کرے نہ عورتوں کے سامنے جائز ہے نہ محرم رشتے داروں کے سامنے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کی غرض سے وگ پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کے لیے اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کی غرض سے وگ پہننا جائز نہیں، اگر خاوند اپنی بیوی میں اس جیسی چیز کے بغیر رغبت نہیں رکھتا تو یاد رکھیں آنکھوں میں کاجل لگانا سرمگیں آنکھوں کی طرح نہیں۔ لہٰذا وگ پہننا جائز نہیں، اور مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں بالوں کے ساتھ بال لگانے سے نہ ہو کہ جن کو لگانے والی لعنت کی مستحق ہے، اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، بالوں میں پیڈ رکھ کر جوڑا بنانے کا کیا حکم ہے؟

جواب بال اگر سر کے اوپر ہوں تو یہ اہل علم کے ہاں منع ہیں، یا اس تنبیہ میں داخل ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہے کہ اہل جہنم کی دو قسمیں ہیں، جن کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا... عورتیں لباس پہن کر بھی بے لباس ہونے والیں، مائل ہونے والی اور مائل کرنے والیں، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کے مانند جھکے ہوئے ہوں

گے۔ اگر بال اوپر ہوں تو وہ منع ہیں، لیکن اگر گردن پر ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر عورت اس طرح کر کے بازار جائے تو بن ٹھن کر نکلنے کے ضمن میں آتا ہے اور برقعے سے پیچھے ایک ظاہر علامت نظر آتی ہے، لہٰذا یہ تبرج کی ایک صورت ہے اور فتنہ کا سبب، اس لیے جائز نہیں۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، عورت کے بال چھوٹے کروانے یا بھنویں بنانے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب حنابلہ کے نزدیک عورت کا بال چھوٹے کروانا مکروہ ہے، اگر اس انداز میں کاٹے جائیں کہ مردوں کے مشابہ ہو جائیں تو یہ حرام ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔'' اس طرح اگر اس طرح اتروائے جس میں کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ بھی حرام ہے، کیونکہ بدکار اور کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا بھی جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔'' اگر اس میں نہ مردوں کے ساتھ مشابہت ہو نہ کافر عورتوں کے ساتھ تو علماء حنابلہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے، رہی بھنوؤں کی بات تو عورتوں کے لیے انھیں بنانا حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے چہرے سے بال اتارنے اور اتروانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔ اس کے متعلق لفظ ''نمص'' استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے چہرے سے بال اکھاڑنا، یہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ جب عورت کی داڑھی یا مونچھوں کی جگہ بال اتر آئیں تو انھیں اتارنا جائز ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، عورت کے لیے خواہ وہ شادی شدہ ہو کہ کنواری، بال چھوٹے کروانے کا کیا حکم ہے؟ اونچی یا پست ہیل والا جوتا پہننے کا کیا حکم ہے اور خاوند کے لیے کاسمیٹکس کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا بال چھوٹے کروانا یا تو اس انداز میں ہوگا کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہوگی، یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے مردوں کے ساتھ

مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اگر اس انداز میں ہو کہ وہ مردوں کے مشابہ نہ ہوں تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور ان کے تین اقوال ہیں، کچھ علماء نے اسے جائز کہا ہے اور کچھ نے حرام اور کچھ نے مکروہ۔

امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ حقیقت میں جس طرح پچھلے سوال کے جواب میں گزرا ہمیں چاہیے کہ ہر اس عادت کو نہ اپنائیں جو غیروں کی ہے، ابھی تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ہم دیکھتے تھے کہ عورتیں لمبے اور گھنے بالوں پر فخر کرتی تھیں، اب انھیں پتا نہیں کیا ہوگیا ہے کہ ہر اس کام کو اپنا رہی ہیں جو دوسرے ملکوں سے آرہا ہے، میں ہر نئی چیز سے انکار نہیں کرتا، لیکن میں ہر اس چیز سے انکار کرتا ہوں جو ہمارے معاشرے میں ان عادتوں کو منتقل کر دے جو غیر مسلموں سے لی گئی ہوں۔

اونچی ایڑھی والے جوتے اگر عام عادت کے خلاف ہوں اور بھن ٹھن کر نکلنے اور عورت کو نمایاں کرنے کا سبب ہوں تو انھیں پہننا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔''

لہٰذا ہر وہ چیز جس کی وجہ سے عورت دیگر عورتوں کے درمیان خوبصورتی، سجنے سنورنے اور زیب و زینت کے لحاظ سے نمایاں اور ممتاز ہو اسے استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

اس طرح سرخی اور بلشنگ جیسے کاسمیٹکس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، خصوصاً شادی شدہ عورت کے لیے، لیکن جو خوبصورتی عورتیں بھنویں بنانے کے ساتھ اختیار کرتی ہیں، وہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے والی پر لعنت بھیجی ہے، اسی طرح عورت کا خوبصورتی کے لیے دانتوں کو تیز اور باریک کرنا بھی حرام اور باعث لعنت کام ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، جلق لگانے (مشت زنی) کا کیا حکم ہے؟

جواب جلق لگانے سے مراد ہے ہاتھ یا کسی اور ذریعے سے منی نکالنا، یہ کتاب و سنت اور صحیح غور و فکر کی بنا پر حرام ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ [المؤمنون: 7-5]

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

جو اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا تسکین شہوت کا کوئی ذریعہ ڈھونڈے وہ ''اس کے علاوہ میں'' ڈھونڈنے والا ہے، لہٰذا اس آیت کے تقاضے کے مطابق وہ حد سے گزرنے والا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:

''اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی اہلیت و استطاعت رکھتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہ پست ہوجاتی ہے اور شرم گاہ محفوظ، اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے (جس سے شہوت کم ہوجاتی ہے)۔''[1]

نبی ﷺ نے جو شادی کی استطاعت نہ رکھے اسے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اگر مشت زنی جائز ہوتی، نبی ﷺ اس کی ہدایات دیتے، جب نبی ﷺ نے اس کے آسان ہونے کے باوجود اس کی طرف راہنمائی نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

صحیح غور وفکر کی رو سے بھی یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس کام کے بہت زیادہ نقصانات ہیں، علماءِ طب کا کہنا ہے کہ اس کے نقصانات جسم کو بھی پہنچتے ہیں اور جنسی جبلت اور فکر و تدبر کو بھی، ہوسکتا ہے کہ اس کو حقیقی نکاح ہی سے روک دے کیونکہ جب انسان اس جیسے کام سے اپنی شہوت کو تسکین پہنچا سکتا ہے تو شاید شادی کی طرف متوجہ ہی نہ ہو۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5066] صحيح مسلم، رقم الحديث [1402]

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، موسیقی اور گانے سننے کا کیا حکم ہے؟ نیز ان ٹی وی سیریلز کو دیکھنے کا کیا حکم ہے جن میں عورتیں بن ٹھن کر آتی ہوں؟

جواب گانے سننا اور موسیقی سے لطف اندوز ہونا حرام ہے، اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہے کہ گانا نفاق کو جنم دیتا ہے۔ گانا سننا فضول گفتگو اور اس کی طرف میلان کے زمرے میں آتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [لقمان: 6]

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اس سے مراد گانا ہے۔ اور صحابہ کرام کی تفسیر حجت ہے اور تفسیر میں ان کا تیسرا درجہ ہے، کیونکہ تفسیر کے تین درجات ہیں:

1. قرآن کریم کی قرآن کریم کے ساتھ تفسیر۔
2. قرآن کریم کی سنت سے تفسیر۔
3. قرآن کریم کی اقوال صحابہ سے تفسیر۔

بعض اہل علم کا موقف ہے کہ صحابہ کی تفسیر کا حکم مرفوع حدیث کا سا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مرفوع نہیں بلکہ سب سے زیادہ درست اقوال ہیں۔

پھر گانا اور موسیقی سننا اس کام میں ملوث کر دینے کا باعث ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا ہے اور فرمایا: میری امت میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو ریشم، شرمگاہ، شراب اور آلات موسیقی کو جائز کر لیں گے، یعنی زنا کاری، شراب نوشی، اور ریشم پہننے کو حلال کر لیں گے۔ مردوں کے لیے ریشم پہننا ناجائز ہے۔

اس بنیاد پر میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ گانے سننے اور موسیقی سے لطف

اندوز ہونے سے پرہیز کریں اور کسی عالم کے اس قول سے دھوکا نہ کھائیں جو آلات موسیقی کے جواز کا قائل ہے، کیونکہ اس کے حرام ہونے کے دلائل واضح اور صریح ہیں۔

ان ٹی وی سیریلز کو دیکھنا جن میں عورتیں ہوتی ہیں، یہ حرام ہے، کیونکہ یہ فتنے اور عورتوں کے عشق میں گرفتار ہونے کا سبب ہیں۔ اور یہ سیریلز عموماً نقصان دہ ہیں، چاہے ان میں عورتیں نہ ہوں، یا عورتیں مردوں کو نہ دیکھیں، کیونکہ ان کے اہداف غالباً معاشرے کے کردار اور اخلاق کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔

سوال: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، شریعت میں سگریٹ نوشی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظاہر قرآن وسنت اور صحیح اعتبار کی وجہ سے سگریٹ نوشی حرام ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [البقرۃ: 195]

''اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

یعنی ایسا کام نہ کرو، جو تمہاری ہلاکت کا سبب ہو۔ یہ آیت اس طرح دلالت کرتی ہے کہ سگریٹ نوشی ہلاکت میں ڈالنے کا ذریعہ ہے۔

سنت میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، مال ضائع کرنے کا مطلب ہے اسے غیر مفید کام میں صرف کیا جائے، بلکہ یہاں اسے نقصان دہ چیز میں خرچ کرنا ہے۔

سوال: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، ایک عورت کا کہنا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اڑھائی سال تک خوش وخرم زندگی گزارتی رہی ہے، پھر اچانک وہ بدل گیا، لیکن اس کو اس کے سبب کا علم نہ ہوسکا، پھر بعد میں اس کو علم ہوا کہ اس کی ماں اس کو کہتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اس کے ساتھ رابطہ نہ رکھے اور جب وہ بیرون ملک گیا تو اپنے گھر والوں کے ساتھ رابطہ رکھنے لگا، لیکن بیوی کی خبر گیری چھوڑ دی،

وہ اس رویے سے اس قدر رنجیدہ ہے کہ وہ اپنا دروازہ بند کر لیتی ہے اور روتی رہتی ہے، جب وہ تنگ آ گئی تو اس نے اپنے گھر والوں کو اس ساری صورتحال سے آگاہ کیا، آپ کی رائے میں اس سے کس طرح چھٹکارا پانا ممکن ہے؟

جواب عصر حاضر میں ازدواجی پریشانیاں بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں، کیونکہ میاں بیوی دونوں ہی اچھے انداز میں زندگی گزارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات ان مشکلات میں میاں بیوی کے علاوہ بیرونی ہاتھ ہوتا ہے، ان تمام کا سبب اللہ تعالیٰ پر ایمان میں کمزوری اور خوفِ خدا کا نہ ہونا ہے، کیونکہ اگر ہر انسان اپنی حدود کا پابند رہے، اللہ کی حدود کا التزام کرے، اپنے واجبات ادا کرے اور کسی پر زیادتی نہ کرے تو یہ نہ ختم ہونے والی مشکلات کبھی پیدا نہ ہوں۔

اب اس خصوصی سوال کے متعلق ہم درج ذیل باتیں درج کرتے ہیں:

1. اس کی ساس کو یہ نصیحت کی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور روزِ حساب کا خوف کھائے۔ اگر یہ عورت اپنے دعوے میں سچی ہے تو اس کی ساس اس کے خاوند کے پاس اس کی چغلیاں لگا کر اس پر زیادتی کر رہی ہے۔ یہ اس چغل خوری میں شامل ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں مذمت کی ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴾ [القلم: 12-10]

''اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے۔''

اسی کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ''ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا چغلیاں لگاتا تھا۔''

چنانچہ چغل خوری عذاب قبر کا سبب اور جنت سے محرومی کا باعث ہے، خصوصاً ایسی حالت میں جو اس عورت کی ہے، جس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائی پڑ جائے، لہٰذا اس عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے اور بہو کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ عورتوں کو اکثر اوقات اس کام پر غیرت ابھارتی ہے، اگر وہ دیکھے کہ اس کا بیٹا اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تو وہ غیرت میں آجاتی ہے اور ایسے سمجھتی ہے جیسے وہ اس کی سوتن ہو اور اس کے ساتھ شریک، یہ سراسر جہالت اور غلط انداز فکر ہے، لڑکے کو بھی چاہیے کہ وہ معاملے کی حقیقت کو پہنچے، اگر اس کی بیوی اس کی ماں کی طرف سے عائد کردہ الزامات سے بری ہو تو ماں کی بات پر دھیان نہ دے اور اپنی بیوی کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارے، چاہے اس کے نتیجے میں اس کو علاحدہ گھر ہی لے کر کیوں نہ دینا پڑے اور یہ جائز ہے، کیونکہ اس حالت میں اس کی ماں، اگر ایسے ہی ہے، جیسے اس نے ذکر کیا ہے، تو وہ ظالم اور زیادتی کرنے والی ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ، کیا خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو صلہ رحمی کرنے سے روکے، خصوصاً والدین کے ساتھ؟

جواب صلہ رحمی کرنا واجب ہے، لہٰذا خاوند کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو ایسا کرنے سے روکے، کیونکہ قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے، اس سلسلے میں بیوی کے لیے خاوند کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ وہ اپنے خاص مال سے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے، ان کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھے اور ان کی زیارت کرے، اگر اس ملاقات کے نتیجے میں خاوند کے حق میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے یعنی اس کو خدشہ ہو کہ اس کا یہ رشتے دار اس کے ازدواجی تعلق میں خرابی کا باعث ہو سکتا ہے تو وہ اس کی ملاقات سے اپنی بیوی کو روک سکتا ہے، لیکن زیارت کے بغیر اس انداز میں صلہ رحمی کرے، جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔

سوال سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ، میری والدہ ہمیشہ میری بیوی کے ساتھ جھگڑا کرتی ہے، میری ان دونوں کے درمیان صلح کروانے کی متعدد کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں، میری بیوی نے مجھے کہا ہے کہ یا مجھے رکھو یا اپنی والدہ کو، میں ان دونوں کے

درمیان حیران و پریشان ہوں، میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا، کیونکہ ہماری اولاد ہے اور نہ اپنی والدہ ہی کو نکال سکتا ہوں، بعض دوستوں نے مجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں اپنی والدہ کو اولڈ ہاؤس میں چھوڑ آؤں، کیا اس میں والدہ کے ساتھ بدسلوکی ہوگی ؟

جواب بیوی کا بھی حق ہے اور والدہ کا بھی، والدہ کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اس کی عزت کی جائے، اس کی خدمت کی جائے اور ماضی میں اس کی خدمت کے صلے میں اس کے تمام حقوق کا خیال رکھا جائے، اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق کی بڑی تاکید کی ہے اور ان کے حق کو اپنے حق کے ساتھ ملایا ہے، جہاں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے، وہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ [الإسراء: 23]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾

[النساء: 36]

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ [لقمان: 14]

''میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا اور میری طرف ہی لوٹنا ہے۔''

والدہ کا بہت زیادہ حق ہے، نبی ﷺ سے جب سب سے زیادہ حسن سلوک کے مستحق

کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں اور اس کے بعد کہا تیرا باپ۔

ماں کے حق کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جس بیٹے کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی والدہ کے بڑھاپے میں اس کو توفیق دی ہے کہ وہ اس کی خدمت کرے اور اس کے سابقہ احسانات کا بدلہ چکانے کی کوشش کرے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [الإسراء: 23,24]

''اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہو۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔''

ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا قوت ایمان، نرم دلی، عمر اور مال میں برکت، اچھے انجام اور حسن سلوک کا سبب ہے۔

اسی طرح بیوی کا بھی یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزاری جائے، اس کے نان نفقہ، رہن سہن اور لباس کا بندوبست کیا جائے اور اس کے جائز حقوق ادا کیے جائیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [البقرة: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے، جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

لیکن بعض اوقات انسان بیوی اور ماں کے نقطۂ نظر کے درمیان اختلاف کا شکار ہو جاتا ہے، لڑکے کا یہ فرض ہے کہ وہ بیوی کی خاطر ماں پر ظلم نہ کرے اور نہ ماں کی خاطر

بیوی پر ظلم کرے، بلکہ متوازن رویہ اپنائے، اگر وہ اپنے رویے میں سچائی اپنائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریں گے، اگر بیوی ماں پر ظلم کر رہی ہو، اس کے خلاف جاہلانہ رویہ اپنائے اور زیادتی کرے تو وہ اپنی بیوی کو اس ظلم سے روکے اور ان دونوں کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو جائے، اس کی مہربانیوں کا تذکرے اور اس کو یقین دہانی کروائے کہ ہر چیز میں اس کو ترجیح ہے اگر اپنی والدہ میں ایسا رویہ ملاحظہ کرے جس میں وہ بیوی کے حقوق کے متعلق جاہلانہ انداز اپنائے ہوئے ہو تو اپنی والدہ کو ادب و احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے نرم انداز میں سمجھائے کہ یہ میری بیوی اور بچوں کی ماں ہے، لہٰذا وہ اس کے ساتھ اچھا رویہ اپنائے، اس طرح ایک سمجھدار آدمی کے لیے ماں اور بیوی کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن ہوتا ہے۔

لیکن یہ کہ آدمی اپنی بیوی کو خوش کرنے کی خاطر ماں سے بھاگتے ہوئے اس کو اولڈ ہاؤس میں چھوڑ آئے یہ ایک قابل نفرت عمل اور لائق مذمت رویہ ہے۔

اے سوال کرنے والے! میں تمہارے لیے یہ بالکل پسند نہیں کرتا کہ تم اس طرح کے ہو جاؤ، بلکہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کر، جب اس کی خدمت کی ضرورت ہو تو خود اس کی خدمت کر اور اپنی بیوی کے سپرد اس کے کام نہ کر، جب تیری بیوی یہ ملاحظہ کرے گی کہ تم اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کر رہے ہو تو وہ بھی اس کے ساتھ اچھا انداز اپنانے کی آرزومند ہوگی، لہٰذا اے بھائی! اپنی والدہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس کے احسان کو نہ بھول۔

سوال سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ، اس شخص کے متعلق آپ کا کیا کہنا ہے جس نے ایک عورت کے ساتھ شادی کی اور تین مہینے اس کے ساتھ گزارنے کے بعد اس لڑکی کا والد اس بہانے کے ساتھ اس لڑکی کو لے گیا کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ ملاقات کرے، پھر اس نے اس کو روک لیا، اور مجھے مجبور کیا کہ میں اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہوں اور اپنی والدہ کو بلا سبب چھوڑ دوں، جو عمر رسیدہ اور بیوہ ہے، اسکو روکے ہوئے اٹھارہ مہینے گزر چکے ہیں، خاوند نے بہت سے لوگوں کو درمیان میں لا کر اس کو قائل

کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کا یہ رویہ غلط ہے، خصوصاً جب لڑکی کو کوئی تکلیف نہیں، لیکن ابھی تک اس کا والد اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بڑے خاندان میں رہے، کیا شریعت اس کے اس رویے کو جائز قرار دیتی ہے اور کیا خاوند اس پر مجبور ہے؟، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اس سلسلے میں فتویٰ دیں۔

جواب اس عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہے، جہاں اس کی والدہ رہتی ہے، وہی اس کا گھر ہے، کیونکہ عقد نکاح کا یہ تقاضا ہے کہ بیوی خاوند کے گھر جائے، اس نے تین مہینے تک اس کے ہاں قیام بھی کیا ہے، اس دوران میں اس کو خاوند کی والدہ (ساس) کی طرف سے کسی تکلیف کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا، لہٰذا اس کے والد کو اس کو روکنے کا کوئی حق نہیں بنتا، اس طرح اس کے خاوند پر بھی لازم نہیں کہ وہ سسر کے گھر رہے۔ واللہ أعلم!

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، میں نے چار ماہ قبل اپنی چچا زاد کے ساتھ شادی کی اور ہم اپنے خاندان کے گھر میں رہتے ہیں، ایک دن ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا ہوگئی اور وہ اپنے والد کے گھر چلی گئی پھر اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ مشکلات سے بچنے کے لیے میں اس کے لیے علاحدہ گھر کا بندوبست کروں، یا اس شرط کے ساتھ کہ میرا اپنے گھر والوں کے ساتھ رابطہ منقطع نہ ہو، میں اس کے باپ کے گھر منتقل ہو جاؤں، جب میں نے یہ معاملہ اپنے گھر والوں کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے انکار کر دیا اور اس پر اصرار کیا کہ میں ان کے ساتھ ہی رہوں، اگر میں ان کے اصرار سے انکار کر دوں اور اپنے سسر کے گھر ایک علاحدہ اپارٹمنٹ میں رہوں تو کیا میں گناہگار ہوں گا؟

جواب آدمی کے گھر والوں اور اس کی بیوی کے درمیان یہ مسئلہ عموماً پیدا ہو جاتا ہے، اس جیسی صورتحال میں خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی اور گھر والوں کے درمیان بقدر امکان الفت اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرے، بڑے عمدہ انداز اور بہترین اسلوب میں زیادتی کرنے والے کو فہمائش کرے اور سمجھائے تاکہ ان کے درمیان

اختلافات مٹ جائیں اور الفت پیدا ہو جائے، کیونکہ اکٹھ اور الفت ہی میں خیر ہے، اگر اصلاح اور ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو تو علاحدہ گھر میں منتقل ہو جانے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ بعض اوقات یہ بہت زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے اور دلوں میں پیدا ہونے والی نفرت ختم ہو جاتی ہے۔

اس حالت میں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ تعلقات منقطع نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ تعلق استوار رکھے اور جس گھر میں وہ رہیں وہ اس کے خاندان کے گھر کے قریب ہو تا کہ ملنا جلنا آسان رہے، اگر وہ علاحدہ رہ کر اپنے والدین اور بیوی کے حقوق کو بہتر انداز میں ادا کر سکے، جن کا ادا کرنا ایک گھر میں ناممکن ہو تو یہ بہت زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا دیور کے لیے اپنی بھابھی کو بھائی کی غیر موجودگی میں ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا جائز ہے؟

جواب بیوی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے خاوند کے بھائی کے ساتھ گاڑی میں اکیلی بیٹھے، کیونکہ یہ وہ خلوت ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں خبردار کیا ہے: ''عورتوں کے پاس آنے سے بچو'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول دیور کے متعلق کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دیور موت ہے''

اے اللہ کے بندو! ان کلمات سے تم کیا سمجھتے ہو، اجازت کہ تنبیہ؟ بلاشبہہ اس کا مفہوم تنبیہ ہی ہے نہ کہ جواز، لہٰذا آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ گاڑی میں یا کسی دوسری جگہ اپنے بھائی کی بیوی کے ساتھ خلوت گزیں ہو۔

اس سے بھی زیادہ قابل مذمت وہ کام ہے جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی مہمان آئے اور وہ گھر پر موجود نہ ہو، بلکہ کام میں مصروف ہو، پھر بیوی اس کے لیے دروازہ کھول دیتی ہے اور وہ گھر میں داخل ہو کر گھر والے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔

تاہم کسی بھی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مرد کے ساتھ اکیلی رہے، چاہے وہ اس کے خاوند کا رشتے دار ہی کیوں نہ ہو، یا اس کا اپنا رشتے دار یا ہمسایہ ہو، لیکن یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو، چاہے وہ اپنے ملک میں ہو یا سفر میں، باوجودیکہ اس کے لیے

سفر کرنا حرام ہے، اگر محرم نہ ہو، چاہے خلوت نہ بھی ہو کیونکہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، مگر اس کے ساتھ محرم ہو، اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

سوال فتویٰ کمیٹی کی خدمت میں سوال کیا گیا: ایک ماہر مسلمان ڈاکٹر نے بتایا کہ اس کے لیے حاملہ ہونا جائز نہیں، کیونکہ اگر وہ حاملہ ہوگئی تو بچے کی پیدائش کے وقت مر جائے گی اس کے خاوند کی کوئی دوسری بیوی بھی نہیں، وہ دونوں بھرپور جوان ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، کیا ایسی عورت کے لیے مانع حمل ادویہ استعمال کرنا جائز ہے، یا اس کا خاوند جماع کے وقت عزل کر لے؟

جواب اول: مانع حمل ادویہ کا استعمال ہر عورت کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہے اور اس موضوع پر مجلس کبار علماء کے ایک سیشن میں بحث ہوچکی ہے، انھوں نے درج ذیل مندرجات پر مشتمل فیصلہ صادر کیا ہے۔

دوم۔ عزل کے جواز پر احادیث وارد ہوئی ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے، جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔''

صحیح مسلم میں ہے: ''ہم رسول کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے، آپ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ہمیں منع نہیں کیا۔''

سوم۔ مانع حمل ادویہ اور عزل اس انسان کو پیدا ہونے سے نہیں روک سکتے جس کو پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما لیا ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میری ایک لونڈی ہے وہ ہماری خادمہ بھی ہے اور ہماری کھجوروں کی حفاظت بھی کرتی ہے، میں اس کے ساتھ جماع کرتا ہوں اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ امید سے ہوجائے، آپ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس کے ساتھ عزل کر سکتا ہے، بیشک جو اس کے مقدر میں ہے وہ اس کے پاس ضرور آئے گا۔''

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق میں نکلے، ہمیں لونڈیاں ملیں، ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی کیونکہ اہل و عیال سے دوری ہم پر شاق گزر رہی تھی اور ہم نے عزل کرنا چاہا تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم عزل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قیامت تک پیدا کرنا ہے اسے لکھ دیا ہے۔

یہ دونوں اور دیگر احادیث جو ان کے ہم معنی ہیں، عزل اور مانع حمل ادویہ کے استعمال کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

چہارم۔ اس ماہر مسلمان طبیب نے جو ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں، کیونکہ عمروں کا علم غیب کا علم ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ [لقمان: 34]

''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، عورت کے لیے کب مانع حمل ادویہ استعمال کرنا جائز ہے اور کب ناجائز، منصوبہ بندی کے متعلق کیا کوئی صریح نص یا واضح فقہی رائے موجود ہے؟ کیا ایک مسلمان کے لیے جماع کے دوران میں بغیر کسی سبب کے عزل کرنا جائز ہے؟

جواب مسلمانوں کو چاہیے کہ کثرت اولاد کے حصول کے لیے ممکن حد تک کوشش کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اس کا حکم دیا ہے: ''بہت محبت

کرنے والی اور کثرت سے جننے والی عورت کے ساتھ شادی کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے احسان جتلاتے ہوئے کہا:

﴿ وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ﴾ [الأعراف: 86]

''اور یاد کرو جب تم بہت کم تھے تو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا۔''

اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ امت کی کثرت اس کی عزت اور قوت کا سبب ہے، سوائے ان بدگمان لوگوں کے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ کثرتِ امت فقیری اور بھوک کا سبب ہے۔ امت اگر زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے اور اس کے وعدے پر ایمان رکھے کہ: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ [هود: 6]

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ اسے آسانیاں فراہم کر دے گا اور اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اس بنا پر سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے کہ عورت کے لیے دو شرطوں کے سوا مانع حمل ادویہ استعمال کرنا جائز نہیں:

پہلی شرط: اس کی ضرورت ہو، مثلاً عورت بیمار ہو اور سارا سال حمل کی سکت نہ رکھتی ہو یا لاغر ہو یا کوئی اور رکاوٹ جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔

دوسری شرط: اس کا خاوند اس کو اجازت دے، کیونکہ اولاد پیدا کرنے اور بچے جننے میں مرد کا حق ہے، اسی طرح ان گولیوں کے سلسلے میں ڈاکٹر سے مشورہ کرنا بھی ضروری ہے کہ آیا ان کا استعمال نقصان دہ ہے کہ نہیں؟ اگر سابقہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو تب ان گولیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، لیکن انھیں ہمیشہ استعمال نہیں کرنا چاہیے، یعنی ہمیشہ مانع حمل گولیاں استعمال نہ کرے، کیونکہ یہ نسل ختم کرنے کا ذریعہ

ہے۔ سوال میں دوسرے فقرے کا جواب یہ ہے کہ نسل کی حد بندی حقیقت میں ناممکن ہے، کیونکہ حمل ہونا یا نہ ہونا یہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، پھر اگر محدود تعداد متعین کی جائے تو اس تعداد پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑ سکتی ہے جو انھیں ایک ہی سال میں ہلاک کر دے، تب آدمی بے اولاد رہ جائے گا، شریعت اسلامیہ میں تحدید نسل کے حوالے سے کوئی چیز بھی وارد نہیں ہوئی۔ لیکن منعِ حمل کی تحدید ان حالتوں کے علاوہ بھی، جو پہلے فقرے کے جواب میں گزری ہیں، ضرورت کے تحت کی جا سکتی ہے۔

دوسرے فقرے میں خصوصاً جماع کے دوران میں عزل کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا یہ جواب ہے کہ اہل علم کے اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرت جابر کی حدیث: ''ہم عزل کرتے تھے، جب قرآن نازل ہو رہا تھا'' یعنی رسول کریم ﷺ کے زمانے میں، اگر یہ فعل حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے منع کر دیتے، لیکن اہل علم کہتے ہیں آزاد عورت کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، کیونکہ اولاد میں اس کا بھی حق ہے، نیز اس کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ عزل کرنا اس کو لذت اندوزی سے محروم کرنا ہے، عورت کی لذت انزال کے بعد مکمل ہوتی ہے، اس بنیاد پر اس کی اجازت کے بغیر یہ کام کرنا اس کو کمال لذت اور اولاد سے محروم کرنا ہے، اس لیے اس کی اجازت کی شرط لگائی گئی ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ ذکر کیا، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس کو بستر سے دور چھوڑ دے۔ یا بستر کے ساتھ چھوڑ دے، اس کے ساتھ سونے، اس کے ساتھ گفتگو کرنے اور جماع کرنا چھوڑ دے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

جواب آیت عام ہے، بستر پر اس کے ساتھ سوئے، لیکن اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے، اس سے لذت اندوز نہ ہو، یا کسی دوسری جگہ سو جائے، یعنی کسی دوسرے کمرے میں سو جائے، یا گھر سے باہر، اہم بات یہ ہے کہ ایسا کام کرے جو اس کی اصلاح کے

لیے زیادہ بہتر ہو۔

سوال فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان، یہ ایک معلوم بات ہے کہ ایک مسلمان کا اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا ناجائز ہے، میاں بیوی جو ایک دوسرے کو چھوڑے رکھتے ہیں، چاہے اس کا مقصد تربیت یا کوئی دوسری مصلحت ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرے اور وہ اس کو سمجھائے لیکن وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے تو وہ اس کو خواب گاہ میں چھوڑ سکتا ہے، یعنی اس کے ساتھ سوئے، لیکن نہ اس کے ساتھ کلام کرے نہ اس کی طرف متوجہ ہی ہو، یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے، یہ ایک مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھنے کے حرام ہونے کے متصادم نہیں، کیونکہ یہ خواب گاہ کے ساتھ مقید ہے، جبکہ منع مطلقاً چھوڑنا ہے، یا یہ کہا جائے کہ ممنوع وہ چھوڑنا ہے جو نافرمانی کے سبب کے بغیر ہو، جبکہ عورت کا نافرمان ہونا معصیت کے زمرے میں آتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو چھوڑنا جائز ہوتا ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، اکثر ہم سنتے ہیں کہ عورت اگر اپنے خاوند کا بستر چھوڑ دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، اس عورت کے متعلق کیا حکم ہے جس کو اس کا خاوند اپنے کمرے سے نکال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نکل جا، میں تمہارا کمرے میں رہنا پسند نہیں کرتا اور سبب محض خفیف سا جھگڑا ہو، عورت چار دن تک اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑ کر اپنے بچوں کے ساتھ سوتی رہی ہو، پھر کہیں جا کر خاوند اس کو اجازت دے تو کیا اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں؟ کیا اس پر کوئی گناہ ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں؟

جواب اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میاں بیوی دونوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھے طریقے کے ساتھ رہیں۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ

تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [البقرۃ: 228]

''اور ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے معروف طریقے سے ان کے ذمے حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

لہٰذا دونوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور رحم دلی کے ساتھ زندگی گزاریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الروم: 21]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف جا کر آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

جھگڑے اور پریشانی سے دور اس خوشگوار اور بہترین طرز معاشرت کے سائے میں وہ خوش کن اور خوشحال زندگی گزار سکتے ہیں، لہٰذا دونوں ایک دوسرے پر صبر کریں، اپنے فرائض ادا کریں اور دوسرے کے حق میں کوتاہی نہ کریں۔

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر: 10]

''صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر سے جدا کر دے اور پھر جب وہ اس کو بلائے تو اس پر اس کی طرف رجوع نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ کہ وہ عورت ظالم ہو، جس کی وجہ سے اس نے اس کو نکال دیا ہو، تو ایسی حالت میں اس پر توبہ کرنا اور خاوند کی رضا طلب کرنا واجب ہے۔ واللہ الموفق!

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا کسی رکاوٹ کے پیچھے سے رشتہ دار عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنا جائز ہے؟

جواب رشتہ دار عورتیں اگر انسان کی محرم ہوں، یعنی جس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہو تو ان کے ساتھ کسی پردے کے پیچھے سے براہ راست مصافحہ کرنا جائز ہے، کیونکہ محرم اپنی محرم عورت کا چہرہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ دیکھ سکتا ہے، جن چیزوں کا علماء نے ذکر کیا ہے۔

اگر وہ رشتہ دار عورت محرم نہ ہو تو اس کے ساتھ پردے کے ساتھ نہ پردے کے بغیر مصافحہ کرنا جائز ہے، چاہے یہ مصافحہ کرنا ان کا رواج ہی کیوں نہ ہو، آدمی کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس رواج کو ختم کرے، کیونکہ یہ شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ چھونا دیکھنے سے بڑا کام ہے اور عموماً دیکھنے سے زیادہ چھونے کی وجہ سے شہوت بھڑکتی ہے، جب آدمی غیر محرم کے ہاتھ کو دیکھ بھی نہیں سکتا تو اس ہاتھ کو پکڑنا کس طرح جائز ہے؟

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، عورت کا بناؤ سنگھار کر کے خوشبو لگا کر اپنے گھر سے سیدھا سکول جانا کیسا ہے؟ کیا وہ یہ کام کر سکتی ہے؟ وہ کونسی زینت ہے جو عورت پر عورتوں کے پاس حرام ہوتی ہے؟ یعنی وہ کونسی زینت ہے جو عورتوں پر ظاہر کرنا جائز نہیں؟

جواب عورت کا خوشبو لگا کر بازار جانا حرام ہے، کیونکہ یہ باعث فتنہ ہے، اگر عورت گاڑی پر سوار ہو جائے اور اس کی خوشبو صرف اس تک محدود ہو جس کے لیے جائز ہے پھر فوراً اترا جائے اور وہاں سکول کے اردگرد کوئی آدمی نہیں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں کوئی ممنوع چیز نہیں، وہ اپنی گاڑی میں ایسے ہی ہے جیسے اپنے گھر میں ہے، اور کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو یا کسی ایسی عورت کو جو اس کے زیر کفالت ہو اکیلی گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دے، کیونکہ یہ خلوت ہے۔

اگر وہ مردوں کے قریب سے گزرے گی تو تب اس کے لیے خوشبو لگا کر نکلنا جائز نہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے میں عورتوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کچھ عورتیں رمضان کے دنوں میں خوشبو ساتھ لے کر آتی ہیں، پھر دوسری عورتوں کو دیتی ہیں اور جب وہ مسجد سے نکلتی ہیں تو خوشبو میں رچی بسی ہوتی ہیں، جبکہ فرمان نبوی ہے:

''جو عورت لوبان لگائے، وہ ہمارے ساتھ نماز عشا میں حاضر نہ ہو۔''

لیکن مسجد کو خوشبودار کرنے کے لیے لوبان لانے میں کوئی حرج نہیں۔ رہی وہ زینت جو عورتوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے، تو اس سے مراد ہر وہ حلال زینت ہے جس کا اظہار عموماً عورتیں ایک دوسرے کے سامنے کرتی ہیں اور جو ناجائز ہے وہ یہ ہے، مثلاً انتہائی ہلکے پھلکے کپڑے پہننا، جن سے جسم نظر آ رہا ہو، یا اس قدر تنگ اور چست ہوں کہ عورت کی فتنہ سامانیاں چھلک چھلک کر ظاہر ہو رہی ہو تو یہ سب ناجائز ہے، کیونکہ یہ اس فرمان نبوی میں داخل ہے: ''صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِيْ'' اور آپ نے عورتوں کا ذکر کیا، کیونکہ یہ لباس پہن کر بھی بے لباس ہوتی ہیں، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والیں، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو ہی پائیں گی۔

سوال کیا عورت کے لیے قدموں سے نیچے دو انچ تک اپنا کپڑا لمبا کرنا جائز ہے؟

جواب عورت کے لیے اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا جائز ہے، بلکہ اس کے لیے یہی حکم ہے تاکہ اس کے قدم چھپ جائیں، کیونکہ عورت کا اپنے قدموں کو چھپانا جائز ہے، بلکہ بہت سے اہل علم کے ہاں یہ واجب ہے۔ عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں کو لمبی قمیص کے ساتھ چھپالے یا جرابیں پہن کر یا لمبے بوٹ پہن کر۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح رحمہ اللہ، کیا یہ صحیح ہے کہ جو عورت اپنے گھر میں اپنے بازو ننگے رکھتی ہے قیامت کے دن اس کے بازو جلیں گے؟ یاد رہے کہ ہم نے ایسے کپڑے سلوائے ہیں جن میں کچھ فل بازو ہیں اور کچھ ہاف بازو (سلیولیس)، براہ کرم اس کے حکم کی وضاحت فرمائیں۔

جواب یہ سزا کہ قیامت کے دن اس کے بازو جلیں گے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، لیکن خاوند اور محرم رشتے داروں کے سوا کسی کے سامنے بازو ننگے کرنا حرام ہے، عورت کو چاہیے کہ وہ بقدر استطاعت پردے میں اور باحیا رہے اور اپنے بازوؤں کو چھپائے۔

البتہ جب گھر میں اس کے خاوند اور محرم رشتہ داروں کے سوا کوئی نہ ہو تو بازو ننگے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک کپڑے سلوانے کی بات کا تعلق ہے اس طرز کے کپڑے سلوانے میں کوئی حرج نہیں، وہ اپنے خاوند اور محرم کے سامنے انھیں پہن سکتی ہے۔

اگر گھر میں کوئی غیر محرم ہو جیسے دیور وغیرہ تو عورت کو چاہیے کہ وہ نئے کپڑے سلوائے، عورت کے لیے یہ کپڑے پہن کر سڑک پر نکلنا یا بازار میں لوگوں کے سامنے نکلنا جائز نہیں، تا آنکہ وہ اپنے بازوؤں کو برقع میں چھپا لے۔

سوال: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح، ناخن لمبے کرنے کا کیا حکم ہے؟ جب یہ صاف ہوں، انھیں تراشنا سنت ہے کہ فرض؟

جواب: ناخن کاٹنا یا تراشنا فطرت کی سنت ہے جس کو اچھا سمجھنا اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں ودیعت کر دیا ہے اور شریعت میں اس کو ان کے لیے قانون (سنت) بنا کر رائج کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کا اور مونچھیں کاٹنے، زیر ناف بال اتارنے اور بغلوں کے بال اکھاڑنے کا ایک وقت متعین کر دیا ہے کہ ان کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑا جائے۔

اس بنا پر ہم ناخنوں کو چالیس دن سے زیادہ نہیں چھوڑتے، چاہے یہ صاف ہوں کہ میلے کچیلے۔ کیونکہ بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور ان کو نہ تراشنا اس فطرت کی مخالفت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

اگر ان کو چالیس دن سے زیادہ دیر تک چھوڑے رکھنے کا سبب کج فطرت کافروں کی تقلید میں ہو تو یہ حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی کم از کم حالت حرام قرار دینے کی ہے، اگرچہ اس کا ظاہری مفہوم ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے کے کفر کا تقاضا کرتا ہے۔

اگر ان کو چالیس دن سے زیادہ رکھنے کا سبب محض خواہش نفس ہو تو یہ فطرت کے اور اس وقت کے خلاف ہے جو رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے مقرر کیا ہے۔

سوال: سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز، ایک عورت حمل نہ ہونے کے سبب انتہائی زیادہ پریشان ہے، جس کی وجہ سے وہ رونے دھونے، بہت زیادہ سوچ بچار اور دنیا سے

بے رغبتی میں پناہ ڈھونڈتی ہے، اس کے لیے کیا حکم اور کیا نصیحت ہے؟

جواب اس عورت کو حمل نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہونا اور رونا نہیں چاہیے، کیونکہ آدمی میں صرف بچے یا صرف بچیاں پیدا کرنے یا بچے بچیاں دونوں ہی پیدا کرنے کی کوئی صلاحیت کا ہونا یا مرد و عورت کا بالکل ہی نہ جننا یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ [الشوریٰ:49,50]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بخوبی جانتے ہیں کہ کون ان اقسام میں سے کس قسم کا مستحق ہے اور وہ اس سلسلے میں لوگوں کو ایک دوسرے سے مختلف رکھنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

سوال کرنے والی کے لیے حضرت یحییٰ بن زکریا اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بہترین نمونہ ہیں، ان دونوں ہی کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

لہٰذا اس کو راضی رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کی دعا کرتے رہنا چاہیے، وہی زبردست قدرت اور سرتاسر دانائی کا مالک ہے۔

اس سلسلے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں کہ اسپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ مشورہ کرے یا ڈاکٹر کے ساتھ اگر لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو تو، ممکن ہے وہ پیدا کرنے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے عوارض کا علاج کر سکے جو حمل نہ ہونے کا سبب ہوں، اس طرح اس کے خاوند کو بھی سپیشلسٹ ڈاکٹر کو چیک کروانا چاہیے، کیونکہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی ایسی رکاوٹ ہو۔ وباللہ التوفیق!

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین ، ایک شادی شدہ عورت ہے اور ایک مدت سے اس نے کوئی بچہ پیدا نہیں کیا، پھر میڈیکل چیک اپ کروانے کے بعد ظاہر ہوا کہ اس کے خاوند میں عیب ہے اور ان دونوں کے درمیان بچے پیدا کرنا ناممکن ہے تو کیا یہ طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے؟

جواب جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس کا خاوند اکیلا ہی بانجھ پن میں مبتلا ہے تو یہ عورت اس سے طلاق مانگنے کا حق رکھتی ہے، اگر وہ طلاق دے دے تو بہتر ہے وگرنہ جج ان کا نکاح فسخ (ختم) کر سکتا ہے۔ کیونکہ عورت بھی اولاد کا حق رکھتی ہے، اور اکثر عورتیں صرف اولاد کے لیے شادی کرتی ہیں، اگر یہ آدمی جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ہے وہ بانجھ ہے تو اس کو طلاق مانگنے اور نکاح فسخ کروانے کا حق حاصل ہے، یہی اہل علم کا راجح قول ہے۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین ، کیا عورت کے لیے اپنے خاوند کی خاطر مصنوعی میک اپ کرنا جائز ہے اور کیا اس کے لیے میک اپ کر کے اپنے گھر والوں کے سامنے یا مسلمان عورتوں کے سامنے آنا جائز ہے؟

جواب عورت کا اپنے خاوند کے لیے شرعی حدود میں رہتے ہوئے بناؤ سنگھار کرنا ایک ایسا کام ہے جو اس کو ضرور کرنا چاہیے۔

عورت جس قدر زیادہ اپنے خاوند کے لیے زیبائش و آرائش کرے گی اسی قدر زیادہ یہ اس کی محبت اور ان دونوں کے درمیان الفت کا باعث ہوگا اور یہی شارع کا منتہائے مقصود ہے۔ میک اپ اگر عورت کو خوبصورت بناتا ہے اور اس کو کوئی تکلیف نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن میں نے سنا ہے کہ میک اپ چہرے کی جلد کو نقصان پہنچاتا ہے جس کی وجہ سے جلد بڑھاپے سے پہلے ہی بڑھاپے میں ہونے والی بدشکل تبدیلیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔

میں عورتوں سے امید رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ڈاکٹروں سے مشورہ کریں، اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر میک اپ کا استعمال حرام یا کم از کم مکروہ ضرور ہوگا، کیونکہ ہر وہ چیز جو

انسان میں بدصورتی اور بدنمائی کا سبب بنتی ہو وہ یا حرام ہے یا مکروہ۔

اس موقع کی مناسبت سے میں نیل پالش کا تذکرہ بھی کرنا چاہتا ہوں، اس کو عورت ناخنوں پر لگاتی ہے اور اس کا چھلکا ہوتا ہے، عورت اگر نماز پڑھتی ہے تو اس کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ یہ وضو کرتے وقت پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکتی ہے اور ہر وہ چیز جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکے وضو یا غسل کرنے والے کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ ﴾ [المائدة: 6]

''تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ دھولو۔''

اس عورت کے ناخنوں پر اگر نیل پالش لگی ہوئی ہو تو یہ پانی کو جلد تک پہنچنے سے روک دے گی، لہٰذا اس کے لیے یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ ہاتھ دھونے کے باوجود وضو یا غسل کے کسی فرض کی تارک ہو لیکن جو نماز نہیں پڑھتی اس کے لیے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر یہ کام کافر عورتوں کی خصوصیت ہو تو تب یہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں ان کے ساتھ مشابہت ہوگی۔ میں نے سنا ہے کہ بعض حضرات نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ موزے پہننے کی جنس سے ہے، عورت اگر مقیم ہو تو اس کے لیے اسے ایک دن اور ایک رات تک استعمال کرنا جائز ہے اور اگر مسافر ہو تو تین دنوں تک۔

لیکن یہ فتویٰ غلط ہے، ہر وہ چیز جس کے ساتھ لوگ اپنے جسموں کو چھپاتے ہیں، اسے موزوں کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا، کیونکہ شریعت میں عموماً ضرورت کی وجہ سے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ قدموں کو گرم کرنے اور چھپانے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ زمین پر اور کنکریوں پر لگتے ہیں اور ٹھنڈک وغیرہ کا شکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا شریعت نے ان پر مسح کرنے کی تخصیص کر دی ہے، نیز یہ عمامے پر قیاس کرتے ہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ عمامے کی جگہ سر ہے اور سر کا فرض اصل میں تخفیف شدہ ہے، اور اس کا فریضہ چہرے کے خلاف مسح کرنا ہے، جبکہ چہرے کا فریضہ اس کو دھونا ہے اس لیے رسول کریم ﷺ نے عورت کے لیے دستانوں پر مسح کرنا جائز قرار نہیں، حالانکہ وہ ہاتھوں کو چھپاتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور آپ نے ایک تنگ آستینوں والا جبہ پہن رکھا تھا، جس کی وجہ سے آپ اپنے ہاتھ نکال نہ سکے، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے سے باہر نکالے، پھر ان دونوں کو دھویا۔ لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لیے ہر اس رکاوٹ کو، جو پانی جسم تک پہنچنے میں حائل ہو، عمامے اور موزوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔

مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرے اور کسی فتوے کی طرف توجہ کرتے وقت یہ احساس رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے متعلق سوال کریں گے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا اور اس پر چلنے کی توفیق دینے والا ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین،

سوال کیا عورت کے لیے بطور صداکار (نیوز کاسٹر اناؤنسر) کام کرنا جائز ہے کہ غیر مرد اس کی آواز سنیں؟ اور کیا کسی غیر مرد کے لیے کسی عورت کے ساتھ ٹیلی فون پر یا براہ راست گفتگو کرنا جائز ہے؟

جواب بلاشبہ عورت ریڈیو سٹیشن پر مردوں کے ساتھ میل جول رکھتی ہے، بلکہ وہ ٹرانسمیشن روم میں مرد کے ساتھ اکیلی بھی ہوسکتی ہے اور یہ یقیناً برائی ہے جو حرام ہے۔ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے۔'' یہ کبھی جائز نہیں ہوسکتا، پھر عموماً جو عورت خبریں پڑھتی ہے وہ اپنی آواز کو خوبصورت دلکش اور فتنہ خیز بنانے کی شدید آرزومند ہوتی ہے یہ بھی وہ مصیبت ہے جس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ یہ باعث فتنہ ہے۔ جوان اور پختہ عمر کے مرد اس کام کو اچھے انداز سے سرانجام دے سکتے ہیں، کیونکہ مرد کی آواز عورت کی نسبت زیادہ طاقتور، واضح اور ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن ٹیلی فون پر عورت کے گفتگو کرنے اور اس کی آواز میں کوئی حرج نہیں، تاہم اس آواز سے لطف اندوز ہونا کسی کے لیے جائز نہیں نہ اس سے لطف اندوز ہونے کی خاطر

گفتگو طویل کرنا ہی روا ہے، کیونکہ یہ حرام ہے، لیکن اگر وہ کسی کو کوئی خبر دینے کے لیے یا کوئی سوال پوچھنے کے لیے یا اس جیسے کاموں کے لیے ٹیلی فون کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر خوش طبعی اور لوچ لچک پیدا ہو جائے تو یہ حرام ہے، چاہے عورت اس بات سے بے خبر ہو، اگر آدمی اس کے ساتھ گفتگو میں لذت محسوس کرے تو یہ آدمی کے لیے حرام ہے عورت اگر اس کو محسوس کر لے تو اس کے لیے بھی گفتگو جاری رکھنا حرام ہے۔

رہا براہ راست عورت کو مخاطب کرنے کا مسئلہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر عورت باپردہ ہو یا فتنے سے بے خوف ہو، مثلاً وہ اس کی جاننے والی ہو، جیسے بھابھی، چچا زاد یا خالہ زاد بہن وغیرہ۔

سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین، مولود (بچے) کے عقیقے کا کیا معنی ہے؟ کیا یہ فرض ہے کہ سنت؟

جواب بچے کے عقیقے سے مراد وہ جانور ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کا اس نعمتِ مولود پر شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے۔ اس کے سنت یا واجب ہونے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کا یہ موقف ہے کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

امام احمد کا قول ہے کہ قرض لے کر عقیقہ کیا جائے، یعنی جس کے پاس مال نہیں وہ قرض لے اور عقیقہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کر دیں گے، کیونکہ وہ ایک سنت زندہ کر رہا ہے۔

امام احمد کے اس قول کا مطلب ہے کہ قرض وہ لے جو مستقبل میں ادا کرنے کی امید رکھتا ہو، لیکن جو مستقبل میں ادا کرنے کی امید نہیں رکھتا تو وہ عقیقے کے لیے قرض نہ لے، یہ امام احمد کی طرف سے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے، اور یہ ایسے ہی ہے یعنی سنت موکدہ ہے۔

لہٰذا انسان ساتویں دن بچے کی طرف سے دو جانور اور بچی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرے، اس کا گوشت خود کھائے، بطور تحفہ دے اور صدقہ بھی کرے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اس کا صدقہ کر دے یا کھانا پکا کر رشتے داروں اور پڑوسیوں کو مدعو کرے۔

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی کتب سے ماخوذ، صحیح احادیث کی روشنی میں
کبار علمائے امت کی تشریحات کے ساتھ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ محمد امان اللہ ناصر مدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتب سے ماخوذ، صحیح احادیث کی روشنی میں
کبار علمائے امت کی تشریحات کے ساتھ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ محمد سعید الرحمٰن ہزاروی حفظہ اللہ تعالیٰ
مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاہور

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز   العلامة العثيمين

العلامة الفوزان   سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یاسر عرفات حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

کامیاب شادی کے سنہرے اصول

مکتبۃ بیت السلام

فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991
موبائل نمبر 0505440147 - 0542666646 - 0532666640

ص-ب 16737 الریاض11474 سعودی عرب